الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی

دوائے شافی

"مرضِ عشق کی دوا کیا ھے؟"

کا ایسا مسکت و جامع جواب کہ جس میں علم کے بہت سے خزانوں کا
سمندر امڈ آیا ہے جو یقیناً آپ کو دوسری کتب میں نہ ملے گا!!

تالیف: شیخ الاسلام محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیۃ رحمہ اللہ

ترجمہ: ابو العلاء محمد اسمٰعیل گودھروی

نظرِ ثانی: ابو الحسن مبشر احمد ربانی

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝

دَوائے شافی

کتاب وسنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ

نام کتاب .... **دوائے شافی**

تالیف .... شیخ الاسلام محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیۃ رحمہ اللہ

ترجمہ .... ابو العلاء محمد اسمٰعیل گودھروی رحمہ اللہ

نظر ثانی .... ابو الحسن مبشر احمد ربانی

ترتیب وتلخیص .... محمد طاہر نقاش

تحقیق وتخریج .... نصیر احمد کاشف

اشاعت پنجم .... فروری 2011ء

پاکستان میں ہماری کتب مندرجہ ذیل اداروں سے مل سکتی ہیں

دارالابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

رحمٰن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون 042-37361428, 0300-4453358

الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی

دوائے شافی

"مرضِ عشق کی دوا کیا ہے؟"

کا ایسا مسکت و جامع جواب کہ جس میں علم کے بہت سے خزانوں کا سمندر اُمڈ آیا ہے جو یقیناً آپ کو دوسری کتب میں نہ ملے گا!!

تالیف: شیخ الاسلام محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیۃ رحمہ اللہ

ترجمہ: ابو العلاء محمد اسمٰعیل گودھروی

نظرِ ثانی: ابو الحسن مبشر احمد ربانی

فہرست

❀❀❀

ادارہ دارالابلاغ کے تحت شائع ہونے والی

اس کتاب کی خصوصیت

اس کتاب کا یہ ایڈیشن مندرجہ ذیل خوبیوں کی بنا پر آج تک مختلف اداروں کی طرف سے وقوع پذیر ہونے والی اشاعتوں پر فوقیت لے گیا ہے فللّٰہ الحمد حمداً کثیراً۔

① ہر بات کا تفصیلی حوالہ درج کر دیا گیا ہے۔

② احادیث مبارکہ کی تحقیق وتخریج جدید نمبروں کے ساتھ شامل کی گئی ہے۔

③ بعض وضاحت طلب مقامات پر فٹ نوٹ میں۔

④ اور بعض جگہوں پر متن میں اضافہ وتصحیح کر دی گئی ہے۔

⑤ آیات کے حوالے مع سورت کے نمبر درست اور مکمل کر دیئے ہیں۔

⑥ کتاب کی زبان کو جدید قالب میں ڈھال کر سہل وسلیس کر دیا گیا ہے یعنی اس کی تسہیل کا خاص طور پر اہتمام کیا گیا ہے۔

⑦ کتاب کی قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور باقی تمام عربی عبارات پر اعراب کا اہتمام کر دیا گیا ہے، تاکہ پڑھنے اور ترجمہ کرنے میں کسی قسم کی دقت پیش نہ آئے۔

⑧ قرآنی آیات کی کمپوزنگ یا فاؤنٹ کی بجائے کہ جو پڑھنے اور حفظ کرنے میں مشکل ہوتا ہے، قرآنی آیات کی خوش خط کتابت کا التزام خاص طور پر کیا گیا ہے۔

⑨ نظر ثانی کے لیے محترم جناب مولانا مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ نے اس پر بھرپور محنت کی اور بعض جگہ فٹ نوٹ میں نوٹس بھی درج کیے ہیں۔ بھائی نصیر احمد کاشف صاحب نے اس کی تخریج کا اور محمد طاہر نقاش حفظہ اللہ صاحب نے اسکی تسہیل کا فریضہ انجام دیا۔

⑩ کتاب کی طویل مختلف انواع کے موضوعات پر پھیلی ابحاث میں ہر بحث کی نمائندہ سرخی (ہیڈنگ) کا اہتمام کیا گیا ہے، تاکہ ہر بات قلب وذہن پر نقش ہوتی جائے اور وقت کی بھی بچت ہو...... تلك عشرة كاملة...... اس کے علاوہ اس موضوع کو مزید مفید اور مؤثر بنانے کے لیے کئی طرح کا تحقیقی کام کیا گیا ہے۔ فللّٰہ الحمد۔

مداح صحابہ **ابو ضیاء محمود احمد غضنفر**

۳۔ فروری ۲۰۱۱ء، فیصل آباد

دوائے شافی

اللہ کریم اپنے بندوں کو مختلف طریقوں سے
آزمائش کی بھٹی سے گزار کر آزماتا ہے۔ کبھی دکھوں' تکلیفوں سے تو
کبھی مصیبتوں' پریشانیوں' کاروبار میں نقصان' کسی قریبی کی ہلاکت اور کبھی وہ
انسان کو مختلف بیماریوں سے دوچار کر کے آزماتا ہے۔ تکلیف دہ بیماری کی آزمائش بہت
سخت ہوتی ہے۔ ہر مومن کو اسسے بچاؤ کے لیے اپنے رب کریم سے ہی دعا کرنی چاہیے۔
بیماریوں میں سے ایک بیماری "عشق" کی ہے۔ یہ ایسی مہلک بیماری ہے جو انسان کے لیے دنیا میں ہی
اذیت ناک عذاب کا باعث بن جاتی ہے' روح کو روگ لگنے کے بعد جسمانی بیماریوں کا باعث بنتی ہے۔ اس
کی مضرت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ یہ انسان کو اپنے خالق و مالک کے در سے ہٹا کر غیروں کی چوکھٹوں پر
سجدے کروا دیتی ہے۔ یوں وہ عقیدہ توحید کو خیر باد کہہ کر شرک کی غلاظت و گندگی میں غرق ہو جاتا ہے۔ بعض
نادانوں کو یہ بیماری "عشق مجازی سے عشق حقیقی" کے پُرفریب دھوکے کے ذریعہ چمٹ جاتی ہے۔ امام ابن قیم
رحمہ اللہ نے اس کتاب میں توحید' شرک بندوں کی اللہ سے دعائیں' انسانی جان کے قتل کا جرم' عشق کے المناک
نتائج مثلاً لواطت' زنا کاری بدکاری بدنامی' تذلیل' سوء خاتمہ جیسی ہلاکتوں کو قرآن وحدیث کی روشنی میں' کھول
کر بیان کر دیا ہے۔ عشق ومحبت اور خوبصورت شکلوں پر مر مٹنے کے فتنے کو بھی بیان کر کے ان سے بچنے'
شیطان سے دور رہنے اور اللہ کریم کا قرب حاصل کرنے کا مفصل لائحہ عمل بیان کیا ہے۔ امید ہے یہ
کتاب ان دلوں کے لیے دوائے شافی ثابت ہوگی جو عشق وہوس اور بدعقیدگی کی دلدل میں
گردن تک دھنس چکے ہیں۔ اور یہ کتاب ان افراد کے جھلسے ہوئے دلوں کے لیے
ٹھنڈک وتازگی کا جھونکا ثابت ہوگا جو عشق اور دوسرے مختلف گمراہ کن محرکات
کا شکار ہو کر گناہوں کے سمندر میں غوطے کھا رہے ہیں۔

ان شاء اللہ

محمد طاہر نقاش

حرف تمنا

حسن و جمال کے عارضی نظارے

انسان جب دنیا میں آنے کے بعد ہوش سنبھالتا ہے تو اس کی رنگینیوں میں ایسا کھو جاتا ہے کہ اسے اپنا آپ بھی بھول جاتا ہے۔ دنیا کی یہ رنگینیاں اسے اس قدر پسند آتی ہیں کہ وہ یہ حقیقت بھول جاتا ہے کہ اس نے ایک دن اس دنیا کو چھوڑ کر دوسرے جہاں بھی جانا ہے' جہاں اس سے اس دنیا میں گزاری گئی زندگی کے ایک ایک لمحے کے متعلق سوال کیا جائے گا اور اسے اپنے ایک ایک سانس کا حساب دینا پڑے گا۔

اللہ کریم اور اس کے پیارے رسول نے ہمیں اس دنیا کی رنگینیوں اس کے حسین و جمیل نظاروں اور خوبصورت لوگوں میں کھو کر رہ جانے سے منع کیا ہے' اور بتایا ہے کہ یہ فانی دنیا آنکھوں کا اور احساسات کا عارضی (چند دن کا) دھوکہ ہے۔ انسان کی طبیعت کے دنیاوی میلان کی طرف اللہ کریم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۭ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝﴾ (آل عمران: ۳/ ۱۴)

"(یہ دنیا) انسان کے لیے عورتوں' بیٹوں سونے اور چاندی کے خزانوں' نشاندار گھوڑوں' مویشی اور کھیتی (یعنی زمین بطور جائیداد) سے مزین کر دی گئی ہے

(سجا کر مرغوب و محبوب بنا دی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ ان چیزوں کی طرف دیوانہ وار دوڑتے ہیں حالانکہ) یہ مال و متاع دنیا کی زندگی کا عارضی اور قلیل فائدہ ہے اور اللہ کے پاس جو ٹھکانہ ہے وہ بہت اچھا (اور اس سے کہیں بہتر) ہے۔"

اللہ کریم نے دنیا کی اس بظاہر پرکشش حسین اور دلچسپ زندگی کے نظاروں کو محض کھیل تماشہ اور دھوکہ قرار دیا ہے' کہ اے انسان! کہیں ان کھیل تماشوں میں کھو کر اپنے اصل مقصد اور منزل کو نہ بھول جانا۔ اس کھیل تماشے اور دنیا کے دھندوں کو ہی اصل اور ہمیشہ یونہی قائم دائم رہنے والے سمجھ کر دھوکہ کھا کر ناکام نہ ہو جانا۔ اسی حقیقت کی نشاندہی قرآن حکیم نے یوں کی ہے:

﴿ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ (الحدید :۵۷/۲۰)

"اے لوگو! (اس حقیقت کو) جان لو کہ دنیا کی زندگی تو محض کھیل و تماشا ہے (زیب و) زینت آپس میں فخر (و مباہات) اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے زیادہ بڑھ جانے کی خواہش ہے۔ (اس کی مثال ایسی ہے) کہ جیسے بارش سے اگنے والی کھیتی کسانوں کو کتنی ہی اچھی لگتی ہے۔ پھر وہ لہلہانے لگتی ہے (تو اور زیادہ خوشی کا باعث ہوتی ہے لیکن) پھر تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد ہو جاتی ہے پھر چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں (اللہ کا) عذاب تو شدید بھی ہے اور اللہ کی مغفرت و رضوان بھی ہے (تو اب تم خود فیصلہ کر لو کہ تمہیں کون سی چیز اپنانی چاہیے) اور (اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ) دنیا کی زندگی تو بس دھوکے

کا چند روزہ سامان ہے (اس کی خاطر آخرت کو نہ بگاڑو)۔"

یہ ہے دنیا کی حقیقت جس کو قرآن مجید نے بیان کردیا ہے اور اس کی وضاحت امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب "دوائے شافی" باسم جدید شیطانی ہتھکنڈے میں کی ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ کس طرح انسان دنیا اور اس میں رہنے والوں کے حسن و جمال کے دھوکے میں گرفتار ہو کر مختلف روحانی اور جسمانی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے، جو اسے دنیا میں بھی ہلاک کر کے چھوڑتی ہیں اور آخرت میں بھی جہنم کا ایندھن بنا ڈالتی ہیں۔ ان بیماریوں میں سے انہوں نے محبت و عشق کا خاص طور پر تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ یہ بیماری اللہ کریم کے فرامین اور احکام کو نظر انداز کرنے کے نتیجے میں انسان کو چمٹ جاتی ہے اور ہلاک کر کے چھوڑتی ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے توحید، شرک، مصیبت کے وقت بندوں کی اللہ کے حضور دعائیں التجائیں، گناہوں کی پہچان اور ان کی ہلاکتیں، انسان کا قتل، مجرموں گناہگاروں کے لیے اللہ کریم کی طرف سے دردناک سزائیں، دل کی گمراہیاں، زبان کی ہلاکتیں، توبہ و استغفار کے دروازوں کی طرف رجوع، مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ زنا کی بربادیاں، لواطت کی تباہ کاریاں، حسین و جمیل چہروں پر مرمٹنا وغیرہ جیسے موضوعات پر ایسی تفصیلات سپرد قلم کی ہیں کہ علم و عرفان کے دریا بہہ کر رہ گئے ہیں۔ کتاب پڑھتے وقت قاری اپنے آپ کو ان علوم میں غوطہ زن محسوس کرتا ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں میرے ساتھ محترم ابوالحسن مبشر احمد ربانی، مولانا عتیق اللہ لاہور، مولانا خاور رشید بٹ لاہور، مولانا محمد یونس بٹ لاہور اور بھائی نصیر احمد کاشف راولپنڈی نے تحقیق تسہیل، تخریج، ترتیب، ترجمہ تلخیص ترتیب نو اور دوسرے بہت سے مراحل میں بھرپور معاونت کی۔ میں اللہ کریم سے دعا گو ہوں کہ وہ ان سب اپنی رحمت کے طلبگار بندوں کی کوششوں کو قبول کر کے مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ میں ان حضرات کا مصروف زندگی سے وقت نکال کر اس کتاب کو بہتر بنانے کے لیے تعاون کرنے پر تہہ دل

سے شکر گزار ہوں۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس کاوش کو اپنی رحمت سے قبولیت کا درجہ عطا فرمائے اور ہمارے لیے اور قارئین کے لیے نفع بخش اور اللہ کریم کے قرب کا ذریعہ بنائے اور ہمیں گناہوں اور روحانی و جسمانی بیماریوں سے آگاہی کے بعد بچ جانے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک جب کوئی مومن گناہ کر بیٹھتا ہے تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ (نکتہ) لگا دیا جاتا ہے۔ جب وہ اس گناہ سے توبہ کر لیتا ہے، اس کو چھوڑ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کر لیتا ہے، تو اس کے دل کو (گناہ کی میل کچیل سے صاف اور پالش کر کے) چمکا دیا جاتا ہے۔ اگر اس سے مزید گناہ سرزد ہو جاتے ہیں تو دل پر سیاہی (کالک) بھی مزید بڑھا دی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ یہ سیاہی اس کے سارے دل کو ہر طرف سے کالا کر دیتی ہے۔ یہ کیفیت گناہوں کے اس زنگ کی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یوں کیا ہے:

"ہرگز نہیں! بلکہ ان کے دلوں پر ان کے (برے) اعمال نے زنگ لگا دیا ہے۔" (مسند احمد 297/2)
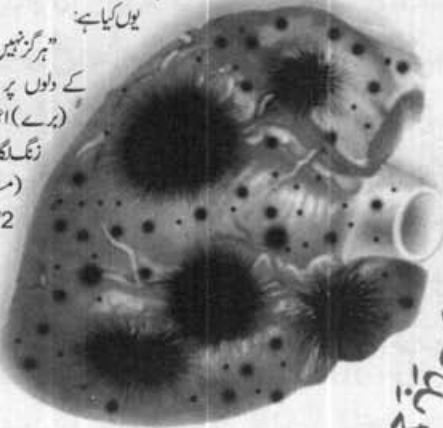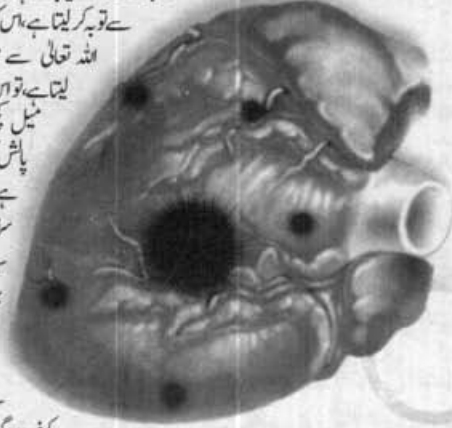
عرض مترجم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ اَرْسَلَہٗ بَشِیْرًا وَنَذِیْرًا صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامِہٖ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَمَنْ تَبِعَہٗ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ اما بعد:

کسی کتاب کی اہمیت اور عظمت اس کے مصنف کی جلالت و عظمت سے معلوم ہوتی ہے۔ یہ کتاب جو آپ کے ہاتھ میں ہے شیخ الاسلام علامہ ابن قیم جوزی رحمہ اللہ المتوفی ۷۵۱ھ کی کتاب ''الجواب الکافی'' کا ترجمہ ہے۔ شیخ موصوف اور آپ کے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عظیم شخصیتوں اور علمی منزلوں سے آج کون واقف نہیں؟ ان کی علمی قابلیتوں' عزیمانہ صلاحیتوں سے کون باخبر نہیں ہے؟

ابن قیم رحمہ اللہ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ جیسی ہستیاں قرونِ وسطٰی اور قرونِ اخیرہ میں بہت کم پیدا ہوئی ہیں۔ دین کے ہر گوشے میں مختلف زمانوں کے وقتی، سیاسی، وضعی اور صناعی اثرات اثر انداز ہو چکے تھے۔ دین خالص پر ان اثرات کے نو بہ نو غلاف چڑھ چکے تھے، ایسے وقت میں شیخ الاسلام ابن قیم رحمہ اللہ اور آپ کے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ پیدا ہوتے ہیں اور دین خالص کو تمام اثرات اور وضعی و صناعی غلافوں سے نکال کر دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی عزیمانہ طاقتوں سے تجدید ملت و دین کی وہ خدمت انجام دی جو کوئی دوسرا انجام نہ دے سکا۔

یہ وہ زمانہ ہے، جب حجاز، عراق، مصر و شام، نجد و یمن وغیرہ میں بڑی بڑی درس گاہیں موجود تھیں، بڑے بڑے مشاہیرِ وقت کتاب و سنت اور علوم دین کی خدمات انجام دے رہے تھے۔ مفسر تھے، محدث تھے، اصولی اور فقیہ تھے، اور متکلم و صوفی بھی، لیکن جو شان ابن قیم رحمہ اللہ

کی تھی، وہ کسی کو نصیب نہ ہو سکی۔ دور دور سے بڑے بڑے علماء وفضلاء کسبِ فیض اور اکتسابِ علم کی غرض سے آتے اور آپ کے حلقۂ درس سے سیراب ہوتے تھے۔ جس نے ایک مرتبہ آپ کے حلقۂ درس کا مزہ چکھ لیا، اس نے کبھی آپ کا حلقہ چھوڑ کر دوسری چوکھٹ کا نام نہ لیا۔

سید نعمان آلوسی بغدادی نے اپنی کتاب جلاء العینین میں شیخ الاسلام ابن قیم کے حالات لکھے ہیں جو شیخ موصوف کی تصانیف زاد المعاد، مدارج السالکین اور الجواب الکافی میں سے ہر ایک کے سرورق پر نقل کیے گئے ہیں، ہم ان کا ترجمہ بعینہٖ ذیل میں درج کر دیتے ہیں۔ سید نعمان کا بیان گو مختصر ہے، لیکن شیخ موصوف کی پوری زندگی کا خلاصہ اس میں آ گیا ہے۔ سید نعمان آلوسی لکھتے ہیں:

علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد الزرعی ثم الدمشقی، حنبلی مذہب کے فقیہ تھے، مفسر اور نحوی تھے، اصولی اور متکلم تھے۔ ابن قیم الجوزیہ کے نام سے مشہور ہیں۔''

شذرات میں ہے:

ابن قیم ایک مجتہد مطلق تھے۔ ابن رجب حنبلی کہتے ہیں کہ میرے شیخ ابن قیم ۶۹۱ ھ میں پیدا ہوئے، ایک زمانے تک اپنے استاذ شیخ تقی الدین ابن تیمیہؒ کی خدمت میں رہے اور ان سے کسب علم کرتے رہے۔ اسلامی علوم، نیز ہر فن کی ان سے تحصیل کی۔ قرآن کی تفسیر کے پورے عارف اور علوم القرآن کے اس قدر ماہر تھے کہ کوئی ان کی برابری نہیں کر سکتا تھا۔ اصول دین سے کاملاً باخبر تھے اور ایسے باخبر کہ تمام کا مرجع اور منتہیٰ تھے۔ حدیث، معانی حدیث، فقہ حدیث اور دقائق و استنباط کے کامل ترین ماہر تھے اور اس قدر ماہر کہ ان کے درجے کو کوئی دوسرا نہ پا سکا۔ فقہ، اصول اور عربیت کے اس قدر جاننے والے تھے کہ ان علوم سے اُن جیسا کوئی باخبر نہ تھا، علم کلام اور تصوف میں کافی دستگاہ رکھتے تھے۔

شد الرحیل الی قبر الخلیل کے انکار کی وجہ سے عرصۂ دراز تک جیل خانہ کی کوٹھڑی میں بند رکھے گئے، بڑے زبردست عابد تھے، تہجد گزار تھے، نماز نہایت متانت کے ساتھ لمبی قراءت اور لمبے رکوع و سجود سے پڑھا کرتے تھے۔ عبادت

کرنے میں، قرآن حکیم کے علوم سمجھنے میں اور علم حدیث اور حدیث کے حقائق سمجھنے میں، میں نے ان کا کوئی مثیل و ہمسر نہیں پایا، البتہ وہ معصوم نہیں تھے، لیکن جن معنی میں وہ یکتائے روزگار تھے، ان کا کوئی نظیر و ہمسر نہیں تھا۔ انواع و اقسام کے امتحانات میں مبتلا کیے گئے، طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں انہیں پہنچائی گئیں اور پھر آخری مرتبہ اپنے استاد شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ساتھ قلعہ میں ان سے الگ مقید رکھے گئے، تا آنکہ شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے قید کی حالت میں ہی وفات پائی۔ ان کی وفات کے بعد شیخ ابن قیم رحمہ اللہ کو قید سے رہائی میسر آئی۔ قید کی حالت میں ان کا مشغلہ تلاوتِ قرآن اور اس پر غور و تدبر تھا۔ نہایت گہری نظر سے انہوں نے قرآن کا مطالعہ کیا اور اپنا سارا وقت اسی کے لیے وقف کر دیا، جس سے آپ کے لیے خیر و برکت کی بے شمار راہیں کھل گئیں۔ آپ میں صحیح ذوق و وجد کی فراوانی ہو گئی اور آپ اہل معارف کے سیر و سلوک کے مقامات و معارف اور غوامض و اسرار پر دسترس پا گئے۔ اس بارے میں کامل استعداد سے بحث و کلام کرنے لگے اور ان علوم پر پوری طرح حاوی اور مسلط ہو گئے۔ شیخ کی کتابوں کے مطالعے سے معلوم ہو گا کہ ان کی تصانیف ان علوم سے لبریز ہیں۔ شیخ موصوف نے بہت سے حج کیے۔ مکہ مکرمہ میں عرصے تک بیت اللہ کی مجاورت کی۔ اس قدر کثرت سے خانۂ کعبہ کا طواف اور حرم میں عبادت کی کہ مکہ مکرمہ کے لوگ بھی اُن پر تعجب کرتے تھے۔ میں نے ان سے ان کا قصیدہ نونیہ اور ان کی بہت سی تصانیف سنی اور پڑھی ہیں، اور ان سے بہت کچھ حاصل کیا ہے۔

قاضی برہان الدین الزرعی کا قول ہے کہ آسمان تلے میں نے ابن قیم رحمہ اللہ سے زیادہ وسیع العلم آدمی نہیں دیکھا۔ صدریہ میں درس و تدریس کا کام کرتے تھے اور جوزیہ میں امامت فرماتے تھے۔ انہوں نے مختلف علوم وفنون میں بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ انہیں اس قدر کتابیں میسر ہوئیں کہ کسی اور کو نصیب نہیں ہو سکیں۔ ان کی مشہور کتابوں میں حسب ذیل قابل ذکر ہیں:

1. ......اعلام الموقعين عن رب العالمين
2. ......اغاثة اللهفان من مصائد الشيطان

٣......اقسام القرآن المسمٰی بالتبیان

٤......بدائع الفوائد

٥......التحفة المکیه

٦......تحفة الودود فی احکام المولود

٧......الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی

٨......حادی الارواح الی بلاد الافراح

٩......زاد المسافرین

١٠......زاد المعاد

١١......الصراط المستقیم

١٢......الصواعق المرسلٰه علی الجهمیة والمعطله

١٣......الطرق الحکمیه فی السیاسة الشرعیه

١٤......عدة الصابرین

١٥......فتاویٰ (ابن قیم)

١٦......لفتح القدسی

١٧......القصیدة النونیه

١٨......کتاب الروح

١٩......کتاب الهجرتین

٢٠......مدارج السالکین شرح منازل السائرین

٢١......مفتاح دار السعادة

٢٢......نزهة المشتاقین

٢٣......نقد المنقول

٢٤......الوابل الصیب شرح الکلم الطیب

مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ چھوٹی بڑی اور بہت سی کتابیں بھی ابن قیم ؒ نے لکھی ہیں۔

قاضی برہان الدین لکھتے ہیں کہ ١٣ رجب ٧٥١ھ کو ابن قیم ؒ نے وفات پائی اور

مقبرہ باب الصغیر میں مدفون ہوئے۔ بہت سے مقامات پر آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی، اور بعض مقامات پر بار بار پڑھی گئی۔

یہ کتاب جو آپ کے ہاتھ میں ہے شیخ موصوف کی کتاب الجواب الکافی کا ترجمہ ہے۔ یہ کتاب گو ایک مخصوص سوال، یعنی مرضِ عشق کی دوا کے استفسار کے جواب میں لکھی گئی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ بڑی بڑی معرکۃ الآراء اور اہم بحثیں اس میں زیر بحث آ گئی ہیں۔ یہ بحثیں آپ دوسری کتابوں میں بہت کم پائیں گے۔

کتاب کی عظمت کے بارے میں ہم جملے دہراتے رہتے ہیں جو الجواب الکافی کے ناشر علامہ ابوالسمح عبدالظاہر بن محمد حرم مکہ مکرمہ کے امام، خطیب اور مدرس نے اس کتاب کے متعلق لکھے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے:

من أهم الكتب النافعة فی تقويم الأخلاق و تثقيف العقول و شفاء النفوس من أمراض الجهالة و شبهات الضلالة التی هلك بها كثير من الناس، كمسائل القضاء والقدر والاغترار والاتكال بغير عمل على رحمة الله۔

''یہ کتاب تقویمِ اخلاق، صفائی عقول اور امراضِ جہالت اور شبہاتِ ضلالت سے کہ جن سے بے شمار مخلوق ہلاک ہوئی ہے نفوس کو شفاء بخشنے میں نہایت اہم ہے مثلاً قضا وقدر کے مسائل اور بغیر عمل کے اللہ کی رحمت پر تکیہ اور بھروسہ کرنا اور دھوکہ کھانا وغیرہ۔''

آگے چل کر علامہ موصوف اپنے وہ تاثرات بیان کرتے ہیں جو اس کتاب کے مطالعہ سے ان کے قلب پر وارد ہوتے ہیں:

و كان هذا الكتاب اوّل كتاب هدانی الله به وانقذنی من الضلال بأسلوبه

''یہ پہلی کتاب ہے جس کے ذریعہ اللہ نے مجھے ہدایت دی اور کتاب کے مخصوص اسلوب کے ذریعے مجھے ضلالت وگمراہی سے نکالا۔''

واقعہ یہ ہے کہ اصلاحِ اخلاق کے بارے میں علماء دین اور صوفیاء کرام نے بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب اپنے مخصوص انداز، خصوصی طرز بیان، اور ممتاز طریقِ استدلال میں ایک انوکھی اور نرالی کتاب ہے۔

ہم نے اس کتاب کا مطالعہ کیا تو اپنے اندر ایک عجیب وغریب کیفیت پائی۔ ہم نے ارادہ کیا کہ اگر اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کر دیا جائے تو دین وملت کی ایک اہم خدمت ہو گی۔ چنانچہ ہم نے پوری محنت وکاوش سے اس کا ترجمہ شروع کر دیا' اور بحمد للہ یہ ترجمہ آج آپ کے ہاتھ میں ہے۔

ترجمہ میں ہم نے تحت اللفظ ترجمہ کرنے کی کوشش نہیں کی جیسا کہ بعض علماء کا قاعدہ ہے' اس سے مصنف کی کتاب کی اہمیت اور اس کے مطالب بالکل واضح نہیں ہو پاتے۔ بلکہ بسا اوقات مطلب بالکل خبط ہو جاتا ہے۔ ہم نے یہ کوشش کی ہے کہ مصنف کا مطلب اور مقصد پوری طرح واضح ہو جائے کہ مصنف کیا کہہ رہا ہے؟ لیکن پھر بھی ہماری کوشش یہ رہی کہ الفاظ و عبارت سے کلیتہً الگ بھی نہ ہوں اور یہ بھی کوشش رہی کہ ترجمہ نہایت سلیس اور بامحاورہ ہو۔

اللہ کریم اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے اور اپنے صالح اور نیک بندوں کے ساتھ احقر کو اپنی مغفرت ورحمت سے نوازے کہ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔

سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ (میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے) اس کا ارشاد ہے۔

قارئینِ کتاب کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ اس کتاب سے مستفیض ہوں تو احقر کو اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔

العبد المذنب:

ابو العلاء محمد اسماعیل گودھروی کان اللہ لہ

استفسار

کیا فرماتے ہیں ائمہ دین اس مسئلے میں

سوال: سادۃ العلماء آئمہ دین رحمہم اللہ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص مصیبت میں گرفتار ہو چکا ہے' اس کی مایوسی اور ناامیدی اس درجہ بڑھ چکی ہے کہ وہ سمجھ رہا ہے کہ اگر یہ مصیبت اور ابتلاء اس کے لیے یونہی برقرار رہی تو اس کی دنیا اور آخرت دونوں تباہ ہو جائیں گے۔ اس مصیبت و ابتلاء کے دفعیہ کے لیے وہ ہمہ قسم کی کوشش کر چکا' ہمہ قسم کے طریقے عمل میں لا چکا۔ لیکن اس کی مصیبت و ابتلاء کسی طرح دور ہوتی نظر نہیں آتی' بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے۔ اس قسم کی مصیبت و ابتلاء کے دفعیہ کے لیے کیا تدبیر اور کیا علاج کیا جائے۔ اور کونسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے پر رحم فرماتا ہے جو کسی بندے پر رحم کرتا ہے اور مصیبت میں اس کی اعانت و امداد کرتا ہے جو بندہ اپنے بھائی کی امداد کرتا ہے اللہ اس کی اعانت کرتا ہے۔ افتون ماجورین
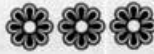
الجواب

قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں

شیخ ابن القیم رحمہ اللہ مذکورہ سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

الحمد للہ!...... امابعد! صحیح بخاری میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ دَاءً اِلَّا أَنْزَلَ لَهٗ شِفَاءً)) ①

''اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا مرض نہیں پیدا کیا جس کے لیے شفاء نہ پیدا کی ہو۔''

صحیح مسلم میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ فَاِذَا اُصِيْبَ دَوَاءُ الدَّآءِ بَرِءَ بِاِذْنِ اللّٰهِ)) ②

''ہر مرض کی دوا ہے جب کسی مرض کی صحیح طریقہ پر دوا کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مریض اچھا ہو جاتا ہے۔''

مسند امام احمد میں سیدنا اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَنْزِلْ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَهٗ شِفَاءً عَلِمَهٗ مَنْ عَلِمَهٗ وَجَهِلَهٗ مَنْ جَهِلَهٗ)) ③

''اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کے لیے دوا اور شفاء اتاری ہے۔ جاننے والا اسے جانتا

---

① صحیح بخاری کتاب الطب۔ باب ما انزل اللہ منداداء الا انزل لہ شفاء، (حدیث، ۵۶۷۸)

② صحیح مسلم۔ کتاب السلام۔ باب لکل داء دواء (حدیث۔ ۲۲۰۶)

③ مسند احمد (۴/ ۲۷۸)۔ کتاب الزھد لھناد (۱۳۶۰)

ہے اور جو نہیں جانتا وہ نہیں جانتا۔"

اور ایک دوسری حدیث میں یہ الفاظ مروی ہیں:

((اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَضَعْ دَاءً اِلَّا وَضَعَ لَهٗ شِفَاءً...... اَوْ...... دَوَاءً اِلَّا دَاءً وَّاحِدًا))

اللہ تعالیٰ نے سوائے ایک مرض کے تمام بیماریوں کی شفاء یا دوا پیدا کی ہے۔"

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: وہ ایک مرض کون سا ہے؟ آپ ؐ نے فرمایا:

((اَلْهَرَمُ)) [1] "پھوس بڑھاپا"

امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ اس حدیث کی توثیق اس طرح کرتے ہیں:

((هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ))

"یہ حدیث صحیح ہے۔"

یہ حدیث امراضِ قلب و روح، امراض اجسام و ابدان اور اس کے علاج و دواء پر مشتمل ہے۔

جاہل کی دواء سوال ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جہالت بیماری ہے اور علماء سے دریافت کرنا اس کی دواء اور علاج ہے جیسا کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اپنی 'سنن' میں سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ ہم سفر میں تھے، ہم میں سے ایک شخص کو پتھر سے چوٹ لگ گئی اور اس کا سر زخمی ہو گیا، اس کے بعد ایک بار اسے احتلام ہو گیا، تو اس نے اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا: کیا اس حالت میں مجھے تیمم کرنے کی اجازت ہے؟ ساتھیوں نے کہا: تمہیں پانی پر قدرت حاصل ہے اس لیے ہم نہیں پاتے کہ تمہیں تیمم کرنے کی رخصت و اجازت ہے۔ چنانچہ اس شخص نے غسل کر لیا جس سے وہ شخص مر گیا۔ جب ہم لوگ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((قَتَلُوْهُ قَتَلَهُمُ اللّٰهُ اَلَّا سَئَلُوْا اِذَا لَمْ يَعْلَمُوْا فَاِنَّمَا شِفَاءُ الْعَيِّ السُّوَالُ

---

[1] مسند احمد (۳/ ۲۷۸) سنن ابی داود کتاب الطب۔ باب فی الرجل یتداوہ (حدیث۔ ۳۸۵۵) سنن ترمذی۔ کتاب الطب۔ باب ماجاء فی الرواء والحث علیه' (حدیث ۲۰۳۸) سنن ابن ماجه۔ کتاب الطب۔ باب ماء انزل الله داء الا انزل له شفاء' (حدیث ۳۴۳۶)

إِنَّمَا يَكْفِيهِ أَنْ يَتَيَمَّمَ وَيَعْصِرُ أَوْ يَعْصِبَ عَلَىٰ جُرْحِهِ خِرْقَةً ثُمَّ يَمْسَحُ عَلَيْهَا وَيَغْسِلُ سَائِرَ جَسَدِهِ)) ①

''ان لوگوں نے اس کو مار ڈالا۔ اللہ ان کو موت دے جب وہ خود مسئلہ نہیں جانتے تھے تو کسی دوسرے سے کیوں نہیں پوچھ لیا؟ پریشان حال کی شفاء یہ ہے کہ دوسرے سے پوچھ لے' اس کے لیے صرف یہ کافی تھا کہ وہ تیمّم کر لیتا اور اپنے زخم پر پٹی باندھ لیتا اور اس پر مسح کر لیتا اور بقیہ جسم کو دھو لیتا۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث کے اندر یہ واضح کر دیا ہے کہ جہالت ایک بیماری ہے اور پوچھ لینا اس کا علاج ہے۔

قرآن شفاء ہے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن حکیم کے متعلق فرماتا ہے کہ قرآن شفاء ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَلَوْ جَعَلْنَٰهُ قُرْءَانًا أَعْجَمِيًّا لَّقَالُوا۟ لَوْلَا فُصِّلَتْ ءَايَٰتُهُۥٓ ءَا۬عْجَمِىٌّ وَعَرَبِىٌّ ۗ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ هُدًى وَشِفَآءٌ ۚ ○ ﴾

(حم السجدہ :۴۱/۴۴)

''اور اگر ہم اسے عجمی (عربی زبان کے علاوہ کسی) زبان کا قرآن بناتے تو وہ کافر لوگ کہتے کہ اس کی آیتیں کیوں واضح نہیں کی گئیں' یہ کیا کہ عجمی کتاب اور آپ عربی رسول؟ اے نبی! ان سے کہہ دو: وہ تو مؤمنوں کے لیے شفاء اور ہدایت ہے''۔

اور ارشاد فرمایا:

﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ ٱلْقُرْءَانِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۙ وَلَا يَزِيدُ ○ ﴾

(بنی اسرائیل : ۱۷/ ۸۲)

''اور یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لیے تو سراسر شفاء اور رحمت ہے''۔

اس آیت میں لفظ ''مِنْ'' آیا ہے یہ ''مِنْ'' بیانِ جنس کے لیے ہے یعنی جنسِ قرآن شفاء اور رحمت ہے۔ یہ ''من'' تبعیضیہ نہیں ہے کیونکہ قرآن حکیم سب کا سب شفاء اور رحمت

① سنن ابی داود۔ کتاب الطهارة۔ باب فی المجروح۔ يتيمم (حديث۔ ۳۳۶) اسناده ضعيف۔
لیکن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کا شاھد ہے۔ دیکھیے سنن ابی داود (۳۳۷) سنن ابن ماجہ (۵۷۲)

ہے جیسا کہ ماسبق آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ یقیناً قرآنِ حکیم ہر حالت' ہر شک و شبہ اور ہر رَیب و تردد سے قلوب کو شفاء دیتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ازالہ امراض کے لیے قرآن حکیم سے زیادہ عام' نفع بخش اور عظیم ترین اور زیادہ بہتر کوئی دوا نہیں پیدا کی۔

سورت فاتحہ اور امراض

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کسی سفر میں تھے۔ اثنائے سفر عرب کے ایک قبیلہ میں ان کا قیام ہوا۔ انہوں نے وہاں کے لوگوں سے ضیافت اور کھانے پینے کی خواہش کی۔ قبیلہ والوں نے ان کو کھانا کھلانے سے انکار کر دیا۔ اتفاق سے اسی روز قبیلہ کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا۔ قبیلہ والوں نے اس کے لیے ہر قسم کا علاج کیا اور اس بارے میں کوئی سعی اٹھا نہ رکھی لیکن کسی دوا سے اس کو آرام نہ ہوا' آخر قبیلہ کے کسی آدمی نے کہا: ان نو وارد آدمیوں کے پاس جاؤ اور دریافت کرو! ممکن ہے ان کے پاس اس کا کچھ علاج ہو' چنانچہ یہ لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آئے اور کہنے لگے: ہمارے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے' ہم نے ساری تدبیر کر دیکھی مگر کچھ نہ ہوا۔ کیا تم میں سے کسی کے پاس اس کا کوئی علاج ہے؟ صحابہؓ میں سے ایک نے کہا: ہاں! میں جھاڑ پھونک کرتا ہوں لیکن تم نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی۔ اور باوجود کھانا طلب کرنے کے تم نے کھانا کھلانے سے انکار کر دیا' اس لیے جب تک تم اس کا معاوضہ مقرر نہ کرو گے ہم قطعاً اس پر اپنا ''منتر'' نہیں پڑھیں گے۔ چنانچہ بکریوں کا ایک ریوڑ معاوضہ میں طے ہوا۔ اور ایک صحابیؓ وہاں تشریف لے گئے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ یعنی سورۂ فاتحہ پڑھ پڑھ کر اس پر دم کرنا شروع کر دیا۔ پھر کیا تھا گویا گرہ کھل گئی (اور ایسے محسوس ہونے لگا کہ جیسے) اسے کوئی دکھ تھا ہی نہیں۔ اسی وقت وہ اٹھ بیٹھا اور اضطراب و بے چینی اور دل کی بے قراری ختم ہو گئی اور چلنے پھرنے لگ گیا۔ اور جس قدر بکریاں معاوضہ میں طے پائی تھیں ان کے حوالہ کر دی گئیں۔ صحابہؓ نے کہا: لاؤ اب یہ بکریاں ہم آپس میں بانٹ لیں۔ وہ صحابیؓ جنہوں نے ''منتر'' پڑھا تھا کہنے لگے: جب تک بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر اصل واقعہ پیش کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نہ لے لیں ہم کو نہیں بانٹنا چاہیے۔ آپؐ کے حکم کا ہمیں ضرور انتظار کرنا چاہیے۔ یہ صحابہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور اصل

واقعہ پیش کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تمہیں کہاں سے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ منتر کا بھی کام دیتی ہے؟ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا:

((قَدْ اَصَبْتُمْ اَقْسِمُوْا وَاضْرِبُوْا لِیْ مَعَکُمْ سَهْمًا۔ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ)) [1]

''تم نے اچھا کیا۔ بکریاں تقسیم کرو تو اس میں میرا حصہ بھی رکھ لینا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے۔''

غور کرو! یہاں دوا کی تاثیر کس طرح کام کر گئی' مرض اس طرح دفع ہو گیا جیسے کبھی تھا ہی نہیں۔ سورۂ فاتحہ ایک ایسی آسان اور سہل ترین دوا ہے کہ اس کے مثل سہل و آسان اور بہترین دوا ممکن نہیں اگر کوئی اللہ کا بندہ اچھے طریقہ سے سورۂ فاتحہ کے ذریعہ علاج معالجہ کرے تو شفاءِ امراض کے لیے سورۂ فاتحہ کے اندر عجیب و غریب تاثیر پائے گا۔ چنانچہ ایک مدت مدید تک میں ''مکہ معظّمہ'' میں رہا اور اس اثنا میں بہت سی بیماریاں مجھ پر مسلط ہوتی ہیں مجھے یہاں نہ کوئی طبیب میسر آیا نہ دوا' میں صرف سورۂ فاتحہ سے اپنا علاج کرتا رہا اور اس کے اندر میں نے عجیب و غریب تاثیر دیکھی۔ میں اکثر مریضوں کو سورۂ فاتحہ سے علاج کرنے کی ترغیب دیتا تھا۔ اور لوگ اکثر اس سے صحت یاب ہو جاتے تھے۔

قرآنی دم بے اثر کیوں؟

یہاں یہ بات سمجھ لینا ضروری ہے کہ جو اذکار' آیات' دعائیں پڑھی جاتی ہیں اور جن سے شفاء مطلوب ہوتی ہے یقیناً نافع اور شفاء بخش ہوتی ہیں لیکن اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ محل اس کی قبولیت کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اور فاعل و عامل کی قوت و ہمت اور اس کی تاثیر بھی قبولیت محل کی مقتضی ہو۔ جب تم دیکھو کہ اذکار' آیات اور دعاؤں میں شفاء نہیں ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ پڑھنے اور دعاء کرنے والے کی تاثیر و توجہ کمزور ہے یا اثر قبول کرنے والے میں قبولِ تاثیر کی صلاحیت نہیں ہے یا کوئی اور ایسی شدید و سخت رکاوٹ موجود ہے جو دوا کی تاثیر کو روک رہی ہے' جس طرح کہ عموماً ظاہری اور حسی امراض میں دواؤں کا حال ہوا کرتا ہے اور کبھی ایسا اس

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الاجارۃ۔ باب ما یعطی فی الرقیۃ علی احیاء العرب ...... (حدیث۔ ۲۲۷۶) صحیح مسلم۔ کتاب السلام۔ باب جواز اخذ الاجرۃ علی الرقیۃ بالقرآن (حدیث۔ ۲۲۰۱)

وجہ سے بھی ہوتا ہے کہ دوا کے اقتضا اور تاثیر کے درمیان کوئی قوی رکاوٹ مزاحم ہو جاتی ہے۔ جب طبیعت کسی دوا کو کامل طور پر قبول کر لیتی ہے تو جس درجہ طبیعت دواء کو قبول کرے گی اسی درجہ بدن اور جسم کو نفع پہنچے گا۔ اسی طرح جب آدمی کا قلب کسی دعاء، تعویذ کو قبول کر لیتا ہے اور دعاء پڑھنے والے کے اندر ازالہ مرض کے لیے نفس فعالہ اور ہمتِ موثرہ ہوتی ہے تو یہ دعاء مکروہ و ناگوار امر کی مدافعت اور حصولِ مطلوب و مقصود کا ایک قوی ترین سبب بن جاتا ہے۔ لیکن بسا اوقات دعاء اور منتر کی تاثیر اس لیے نہیں ہوتی کہ کسی ایسی چیز کی دعاء کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے اور اس میں کسی پر ظلم ہو رہا ہے یا اس لیے اثر نہیں ہوتا کہ دعاء کے وقت قلب پوری طرح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اور کامل طور پر جمعیت خاطر نہیں پائی جاتی۔ اور اس لیے اس کا حال ایک ڈھیلی کمان کا سا ہوتا ہے، ڈھیلی کمان سے جو تیر پھینکا جاتا ہے وہ کمزور رفتاری سے جاتا ہے یا پھر اس لیے تاثیر نہیں ہوتی کہ اجابت دعاء میں کوئی اور چیز رکاوٹ پیدا کر رہی ہے مثلاً حرام غذا کھائی جاتی ہے یا کسی پر ظلم کیا جا رہا ہے یا دلوں پر گناہوں کا میل چڑھا ہوا ہے اور قلوب پر غفلت، سہو یا لہو ولعب کی تاریکیاں چھائی ہوئی ہیں جیسا کہ مستدرك حاکم میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اُدْعُوا اللّٰهَ وَاَنْتُمْ مُوقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ)) [1]

"تم بارگاہِ الٰہی میں اس طرح دعاء کرو کہ تمہارے اندر قبولیت دعاء کا پورا پورا یقین ہو، خوب سمجھ لو کہ غافل و بے خبر قلب کی دعاء اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔"

دعاء ایک ایسی پر تاثیر دوا ہے جو یقیناً نفع دیتی ہے اور مرض کو دفع کرتی ہے لیکن جب دل غافل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے بے خبر ہوتا ہے تو دعاء کی قوت بے کار ہو جاتی ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا اَمَرَ الْمُرْسَلِيْنَ فَقَالَ ﴿يَاۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ (المومنون: ۲۳/ ۵۱) وَقَالَ ﴿يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾) (البقرة: ۲/ ۱۷۲)

---

[1] سنن ترمذی۔ کتاب الدعوات۔ باب (۶۵) (حدیث۔ ۳۴۷۹) مستدرك حاکم (۱/ ۴۹۳)

"لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ پاک چیز ہی کو قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اسی چیز کا حکم دیتا ہے جس کا حکم اس نے انبیاء کرام کو دیا ہے۔ اس کے ثبوت میں آپؐ نے یہ آیت پڑھی یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ الخ اور پھر یہ آیت پڑھی یا ایھا الذین امنوا الخ

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو ایک طویل سفر کرتا ہے اور دعاء کرتا ہے۔ فرمایا:

((اَلرَّجُلُ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّیَدَہٗ اِلَی السَّمَاءِ یَا رَبِّ یَا رَبِّ۔ وَمَطْعَمُہٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُہٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُہٗ حَرَامٌ وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذَالِکَ؟)) [1]

"ایک آدمی طویل سفر کرتا ہے خستہ حال اور گرد و غبار سے اٹا ہوا ہے۔ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر اللہ سے یوں مانگتا ہے: اے پروردگار! اے پروردگار! اور حال یہ ہے کہ اس کی غذا حرام ہے' اس کا پینا حرام ہے' اس کے کپڑے حرام ہیں' (تو اب خود ہی سوچ لیں کہ) اس کی دعاء کس طرح قبول ہوگی؟"

عبداللہ بن امام احمد اپنے والد کی "کتاب الزھد" کے اندر بیان کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل پر ایک بہت بڑی آفت نازل ہوئی تھی۔ اس آفت اور مصیبت کو دفع کرنے کے لیے بنی اسرائیل شہر سے باہر نکلے کہ اللہ عزّ وجلّ کی بارگاہ میں دعاء کریں۔ اس وقت اللہ عز وجل نے بنی اسرائیل کے پیغمبر کو وحی کے ذریعہ آگاہ کیا کہ ان لوگوں کو کہہ دو کہ تم لوگ اپنے ناپاک جسم لے کر صحراء میں آ گئے ہو۔ اور جن ہاتھوں سے تم نے بندوں کے خون بہائے اور جن ہاتھوں کے ذریعہ تم نے گھروں میں حرام و ناجائز (مال و دولت) جمع کیا ہے وہی (ناپاک و مکروہ) ہاتھ تم میری طرف دعاء کے لیے اٹھاتے ہو۔ اور اب جب کہ میرا غضب اور عذاب تمہارے لیے سخت سے سخت ہو چکا ہے اور اپنی بداعمالیوں اور بدکرداریوں کی وجہ سے تم مجھ سے حد سے زیادہ دور ہو چکے ہو' میرے سامنے دعاء کرتے ہو؟ [2]

اور ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح مسلم۔ کتاب الزکاۃ۔ باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب (حدیث ۱۰۱۵)

[2] الزھد لاحمد (ص: ۶۹) والزھد لابی داود (۱۳) وشعب الایمان (۲/ ۵۵)

((يَكْفِي مِنَ الدُّعَاءِ مَعَ الْبِرِّ مَا يَكْفِي الطَّعَامُ مِنَ الْمِلْحِ))[1]
''تھوڑی دعاء بھی نیکی کے ساتھ اسی طرح کافی وافی ہو جاتی ہے جس طرح تھوڑا سا نمک کھانے کے لیے کافی وافی ہو جاتا ہے۔''

[1] الزهد لاحمد (ص: ۱۸۲) والزهد لابن المبارك (۳۱۹) وشعب الايمان (۱۱۰۹)

فصل : ۱

دعا: ایک نافع ترین دوا

دعاء ایک نافع ترین دوا' اور مؤمن کا زبردست حربہ ہے:

دعاء ایک نافع ترین دواء اور بلاء و مصیبت کا مدِّ مقابل ہے۔ دعاء بلاء و مصیبت کی مدافعت کرتی ہے اور اس کی دواء اور علاج کا کام کرتی ہے' ہر بلاء و مصیبت کو آنے سے روکتی ہے اور اسے انسان سے دور کر دیتی ہے۔ اور اگر بلاء و مصیبت اتر چکی ہے تو اسے پست اور ہلکا کر دیتی ہے اور دعاء مؤمن کا ایک زبردست حربہ اور ہتھیار ہے جیسا کہ مستدرك حاکم میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلدُّعَاءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ وَعِمَادُ الدِّيْنِ وَنُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ)) [1]

"دعاء مؤمن کا ہتھیار' اور دین کا ستون اور آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔"

آفت کے مقابلہ میں مؤمن کی دعاء کے درجات

مصیبت و بلاء کے مقابلہ میں مؤمن کی دعاء کے تین درجے ہیں:

اول: یہ کہ دعاء مصیبت کے مقابلہ میں قوی تر' اور زور دار ہو۔ ایسی دعاء مصیبت کو قطعاً ہٹا دیتی ہے۔

دوم: یہ کہ دعاء مصیبت کے مقابلہ میں کمزور ہو۔ اس صورت میں مصیبت قوی ہو جاتی ہے اور بندے کو یہ مصیبت خواہ مخواہ بھگتنی ہی پڑتی ہے لیکن پھر بھی یہ ضروری ہے کہ دعاء اگرچہ کمزور ہی کیوں نہ ہو مصیبت کو کچھ نہ کچھ ہلکا ضرور کر دیتی ہے۔

سوم: یہ کہ دعاء اور مصیبت برابر درجے کی اور یہ دونوں آپس میں مقاومت اور مقابلہ کرتی جیسا کہ مستدرك حاکم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يُغْنِيْ حَذَرٌ مِنْ قَدَرٍ وَالدُّعَاءُ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزُلْ وَاِنَّ الْبَلَاءَ لَيَنْزِلُ فَيَلْقَاهُ الدُّعَاءُ فَيَعْتَلِجَانِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) [2]

---

[1] مسند ابی یعلی (۴۳۹) مستدرك حاکم (۱/ ۴۹۲) اسنادہ موضوع۔ محمد بن الحسن بن ابی یزید الھمدانی متروک راوی ہے۔ [2] مستدرك حاکم (۱/ ۱۸۲) مسند البزار (الکشف: ۲۱۶۵) اسنادہ ضعیف زکریا بن منظور ضعیف و متروک راوی ہے۔

''تقدیر سے بچنا ممکن نہیں اور دعاء جو مصیبت آ چکی اور جو ابھی تک نہیں آئی اس میں بھی نفع دیتی ہے اور مصیبت جب اترتی ہے تو دعاء اس کا مقابلہ کرتی رہتی ہے۔ روزِ قیامت تک دعاء اور مصیبت آپس میں جنگ کرتی رہتی ہیں۔''

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَلدُّعَاءُ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزُلْ فَعَلَيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِالدُّعَاءِ))[1]

''دعاء آئی ہوئی مصیبت میں اور آئندہ آنے والی مصیبت میں نفع دیتی ہے پس اے اللہ کے بندو! تم دعاء کو لازم پکڑو۔''

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَرُدُّ الْقَدَرَ اِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا يَزِيْدُ فِي الْعُمُرِ اِلَّا الْبِرُّ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيْبُهُ))[2]

''قدر و قضاء کو کوئی چیز رد نہیں کر سکتی سوائے دعاء کے اور کوئی چیز عمر کو بڑھا نہیں سکتی سوائے نیکی کے اور آدمی گناہوں کی وجہ سے رزق و روزی سے محروم ہو جاتا ہے۔''

---

[1] سنن ترمذی۔ کتاب الدعوات۔ باب (۱۰۱) (حدیث۔ ۳۵۱۸) مستدرك حاکم (۱/ ۴۹۳)

[2] سنن ابن ماجه۔ المقدمة۔ باب فی القدر۔ (حدیث۔ ۹۰، ۴۰۲۲) (مسند احمد (۵/ ۲۷۷) مستدرك حاکم (۱/ ۴۹۳) آخری جمله "ان الرجل لیرحم ......" کے علاوہ باقی حدیث حسن ہے۔

فصل : ۲

دعا میں الحاح وزاری

دعاء میں الحاح وزاری مفید ترین دوا ہے

نافع اور مفید ترین دوا یہ ہے کہ دعاء میں الحاح و زاری کی جائے چنانچہ سنن ابن ماجہ میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ لَمْ يَسْئَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ)) ①

''جو آدمی اللہ تعالیٰ سے مانگتا نہیں تو اللہ تعالیٰ اس پر خفاء (وناراض) ہوتا ہے۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تُعْجِزُوْا فِی الدُّعَاءِ فَاِنَّهٗ لَا يَهْلِكُ مَعَ الدُّعَاءِ اَحَدٌ)) ②

''دعاء کرو تو بے تابی نہ آنے دو کیونکہ دعاء کرنے کے بعد کوئی شخص ہلاک نہیں ہو سکتا۔''

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُلْحِيْنَ فِی الدُّعَاءِ)) ③

''اللہ تعالیٰ دعاء میں الحاح وزاری کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔''

امام احمد رحمہ اللہ کی کتاب الزھد میں سیّدنا قتادہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مورق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَا وَجَدْتُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ مَثَلًا اِلَّا رَجُلٌ فِی الْبَحْرِ عَلٰی خَشَبَةٍ فَهُوَ يَدْعُوْا يَا رَبِّ يَا رَبِّ لَعَلَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يُنْجِيَهٗ)) ④

''مؤمن کی مثال، میں اس سے بہتر نہیں پاتا کہ ایک آدمی دریا کے اندر ایک لکڑی پر

---

① سنن ترمذی کتاب الدعوات۔ باب (۲) (حدیث۔ ۳۳۸۳) سنن ابن ماجہ' کتاب الدعاء۔ باب فضل الدعاء (حدیث۔ ۳۸۲۷) ② مستدرك حاكم (۱/ ۴۹۳) صحيح ابن حبان (۸۷۱) اسناده ضعيف۔ محمد بن محمد بن صیحان الاسلمی ضعیف راوی ہے۔ (الضعیفہ: ۸۴۲) ③ الكامل لابن عدى (۷/ ۱۶۴) الضعفاء للعقيلی (۴/ ۴۵۲) الدعاء للطبرانی (۲۰) اسنادہ موضوع۔ یوسف بن السفر متروک و کذاب راوی ہے۔ ④ الزهد للامام احمد (۱۷۶۵) الشعب للبیہقی (۱۰۷۴)

سوار ہے اور وہ اللہ کو پکارتا ہے: اے پروردگار! اے پروردگار! شاید اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے اسے نجات دے دے۔''

فصل : ۳

دعا کی تاثیر

وہ آفت جو دعاء کا اثر مرتب ہونے سے روکتی ہے وہ یہ ہے کہ بندہ جلد بازی کر جاتا ہے دعاء کی مقبولیت میں تاخیر اور ڈھیل ہو جاتی ہے' تو بندہ مایوس ہو کر دعاء ترک کر دیتا ہے۔ اور اس شخص کا حال اس آدمی جیسا ہو جاتا ہے جس نے کھیت میں دانے ڈالے یا باغ میں درختوں کے پودے لگائے' کھیتی اور درختوں کی خدمت کرتا رہا' ان کو پانی دیتا رہا لیکن جب اس کے کمال کا وقت آیا اور پھل لگنے کا زمانہ قریب آ گیا تو اس نے کھیتی اور درختوں کو چھوڑ دیا۔ اور اس سے بالکل غافل اور بے خبر ہو گیا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يُسْتَجَابُ لِأَحَدِكُمْ مَا لَمْ يُعَجِّلْ يَقُوْلُ دَعَوْتُ فَلَمْ يُسْتَجَبْ لِيْ)) [1]

''تم میں سے ہر ایک کی دعاء قبول ہوتی ہے اگر تم جلد بازی نہ کرو' دعاء کرنے والا کہنے لگتا ہے: میں نے دعاء کی مگر میری قبول نہیں ہوئی۔''

صحیح مسلم میں انہی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَزَالُ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ أَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ مَالَمْ يَسْتَعْجِلْ))

''بندے کی دعاء قبول ہوتی رہتی ہے جب تک کہ وہ گناہ اور قطع رحمی کی دعاء نہ کرے اور جلد بازی نہ کرے۔''

کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ! جلد بازی کا کیا مطلب ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الدعوات۔ باب یستجاب للعبد مالم یعجل (حدیث۔ ۶۳۴۰)

صحیح مسلم۔ کتاب الذکر والدعاء۔ باب بیان انہ یستجاب الداعی ما لم یعجل (حدیث۔ ۲۷۳۵)

((یَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ وَقَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ أَرَ یُسْتَجَابُ لِیْ فَیَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذَالِكَ وَیَدَعُ الدُّعَاءَ)) [1]

''جلد بازی یہ ہے کہ بندہ کہنے لگتا ہے: میں نے دعاء کی اور بہت ہی دعاء کی لیکن میری دعاء قبول ہوتی نظر نہیں آتی' اس حالت کو پہنچ کر وہ مایوس ہو جاتا ہے اور دعاء کرنا چھوڑ دیتا ہے۔''

اور مسند احمد میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا یَزَالُ الْعَبْدُ بِخَیْرٍ مَا لَمْ یَسْتَعْجِلْ))

''بندے کی ہمیشہ اس وقت تک خیر و بھلائی ہوتی ہے جب تک کہ وہ جلد بازی نہیں کرتا۔''

صحابہؓ نے عرض کیا:

((یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اکَیْفَ یَسْتَجِعلُ ؟))

''یارسول اللہ! بندہ جلد بازی کس طرح کرتا ہے؟''

آپؐ نے فرمایا:

((یَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ لِرَبِّی فَلَمْ یُسْتَجَبْ لِیْ)) [2]

''میں نے رب سے بہت دعاء مانگی لیکن میری دعاء اس نے قبول نہیں کی۔''

---

[1] صحیح مسلم۔ کتاب اذلر والدعاء۔ باب بیان انه یستجاب الداعی۔ (حدیث ۹۲/ ۲۷۳۵)

[2] مسند احمد (۳/ ۱۹۳/ ۲۱۰) مسند ابی یعلی (۲۸۶۵) اس کی سند میں ابوحلال الراسی ضعیف راوی ہے تا ہم سابقہ حدیث اس کا شاہد ہے۔

فصل : ۴

اجابتِ دعا کے خاص اوقات

کسی مقصد کے لیے جب دعاء کی جائے اور دعاء کے ساتھ حضورِ قلب اور جمعیت خاطر موجود ہو اور اجابت دعاء کے چھ مخصوص اوقات میں سے کوئی وقت بھی پایا جائے تو دعاء قبول ہوتی ہے اور وہ چھ اوقات یہ ہیں:

① رات کا آخری تہائی حصہ [1]

② اذان کے وقت [2]

③ اذان و اقامت کے درمیان کا وقت [3]

④ فرض نماز کے بعد [4]

⑤ جمعہ کے دن جب امام منبر پر چڑھے حتی کہ نماز جمعہ ختم ہو جائے [5]

⑥ جمعہ ہی کے دن نماز عصر کے بعد کی آخری ساعت [6]

ان اوقات کے ساتھ ہی ساتھ قلب کے اندر خشوع و خضوع بھی پایا جائے اور بارگاہ ربّ العالمین میں عجز و انکساری، ذلّت و خاکساری، تضرع و الحاح اور رقّتِ قلب بھی موجود ہو، اور دعاء کرنے والے کا رخ بھی قبلہ کی طرف ہو۔ اور کامل طہارت کے ساتھ ہو اور اپنے دونوں ہاتھ بارگاہ الٰہی میں اٹھائے اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بجا لائے۔ اس کے بعد رسول

---

① صحیح بخاری کتاب التہجد۔ باب الدعاء والصلاۃ من آخر اللیل (حدیث: ۱۱۴۵) صحیح مسلم۔ کتاب صلاۃ المسافرین۔ باب الترغیب فھو الدعاء والذکر فی آخر اللیل (حدیث۔ ۷۵۸)

② سنن ابی داود۔ کتاب الصلاۃ۔ باب ما یقول اذا سمع الموذن (حدیث۔ ۵۲۴)

③ سنن ابی داود۔ کتاب الصلاۃ۔ باب فی الدعاء بین الاذان والاقامۃ (حدیث۔ ۵۲۱) سنن ترمذی۔ کتاب الصلاۃ۔ باب ماجاء فی ان الدعاء لا یرد بین الاذان والاقامۃ (حدیث۔ ۲۱۲، ۳۵۹۴)

④ سنن ترمذی۔ کتاب الدعوات۔ باب (۷۸) (حدیث۔ ۳۴۹۹)

⑤ صحیح مسلم۔ کتاب الجمعۃ۔ باب فی الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ (حدیث۔ ۸۵۳)

⑥ سنن ابی داود۔ کتاب الصلاۃ۔ باب الاجابۃ ساعۃ ھی فی یوم الجمعۃ (حدیث۔ ۱۰۴۸)

اللہ ﷺ پر (جو اللہ کے خاص بندے ہیں)۔ درود شریف بھیجے اور اپنی حاجت پیش کرنے سے قبل توبہ و استغفار کرے۔ پھر پوری ہمت اور توجہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔ اور نہایت الحاح و زاری، تملق و خاکساری کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں اپنا سوال پیش کرے۔ اور ترغیب و ترہیب، امید و خوف کے ساتھ اس کی جناب میں دعاء کرے۔

اسم اعظم

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور اس کی مقدس صفات اور اس کی توحید کا وسیلہ پکڑے۔ دعاء سے پہلے صدقہ و خیرات کرے، تو امید ہے کہ یہ دعاء مسترد نہ ہوگی، خصوصاً جب کہ وہ دعائیں پڑھی جائیں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ان کے قبول ہونے کی امید کی جاسکتی یا وہ دعاء پڑھے جن کے اندر اسم اعظم موجود ہے۔ اسم اعظم والی دعاؤں میں سے ایک دعاء یہ بھی ہے جو سنن کی احادیث میں سیدنا عبداللہ بن بریدہ عن ابیہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو یہ دعاء کرتے ہوئے سنا:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنِّیْ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ))

''اے اللہ! میں تجھ سے اس وسیلہ کے ذریعہ مانگتا ہوں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی دوسرا الٰہ نہیں، تو اکیلا ہے، بے نیاز ہے، ایسی ذات کہ نہ کسی کا باپ اور نہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر ہے۔''

اس کی یہ دعاء سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَقَدْ سَئَلَ اللّٰهَ بِالْاِسْمِ الَّذِیْ اِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰی وَاِذَا دُعِیَ بِهٖ اَجَابَ))

''یہ آدمی اللہ تعالیٰ کے اس نام سے مانگتا ہے کہ جب اس کے وسیلہ سے سوال کیا جائے تو وہ دیتا ہے اور جب اس کے ذریعہ دعاء کی جائے تو وہ قبول کرتا ہے۔''

ایک دوسری روایت میں ہے:

((لَقَدْ سَئَلْتَ اللّٰهَ بِاسْمِهِ الْاَعْظَمِ))

''تو نے اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کے ذریعہ سوال کیا ہے۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار وہ بارگاہ رسالت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک آدمی نے نماز پڑھی، نماز کے بعد اس نے یہ دعاء پڑھی:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ))

"اے اللہ! میں اس وسیلے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تمام تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں، تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تو ہی بڑا احسان کرنے والا ہے، تو ہی آسمانوں اور زمین کا نئے سرے سے پیدا کرنے والا ہے۔ اے صاحب عزت و بخشش! اے زندہ و جاوید! اے سب کو قائم رکھنے والے!۔"

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَقَدْ دَعَا اللّٰہَ بِاسْمِہِ الْعَظِیْمِ الَّذِیْ اِذَا دُعِیَ بِہٖ اَجَابَ وَاِذَا سُئِلَ بِہٖ اَعْطٰی))[1]

"یہ آدمی اللہ تعالیٰ سے اسم اعظم کے ذریعہ مانگ رہا ہے کہ جس کے ذریعہ دعاء کی جائے تو وہ قبول کرتا ہے، اور جب سوال کیا جائے تو وہ دیتا ہے۔"

یہ دونوں حدیثیں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں بھی روایت کی ہیں۔ اور جامع ترمذی میں سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِسْمُ اللّٰہِ الْاَعْظَمُ فِیْ ھَاتَیْنِ الْاٰیَتَیْنِ (اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ۔[2] وَفَاتِحَۃِ اٰلِ عِمْرَانَ الٓمّٓ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ))[3] [4]

"اسم اعظم ان دو آیتوں کے اندر ہے اِلٰھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم (تمہارا معبود ایک اللہ ہی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے) اور آل عمران کی یہ ابتدائی آیت الٓم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم (الم اللہ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں زندہ اور قائم رکھنے والا ہے)

[1] سورۃ بقرہ۔ ۲/ ۱۶۳۔ [2] سنن ابی داود۔ کتاب الوتر۔ باب الدعاء، (حدیث۔ ۱۴۹۵) سنن نسائی۔ کتاب السھو۔ باب الدعاء بعد الذکر (حدیث۔ ۱۲۹۹) سنن ابن ماجہ۔ کتاب الدعاء۔ باب اسم اللہ الاعظم (حدیث۔ ۳۸۵۸) [3] سورۃ آل عمران۔ ۳/ ۱۔۲ [4] سنن ابی داود۔ کتاب الوتر۔ باب الدعاء (حدیث۔ ۱۴۹۶) سنن ترمذی۔ کتاب الدعوات۔ باب جامع الدعوات عن النبی ﷺ (حدیث۔ ۳۴۷۶) سنن ابن ماجہ۔کتاب الدعاء باب اسم اللہ الاعظم

امام ترمذی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

((هذا حديث صحيح)) ''یہ حدیث صحیح ہے۔'' سیدنا ابوہریرہ اور سیدنا انس بن مالک اور ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

((اَلِظُّوْا بِيَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ)) ①

''یا ذالجلال والاکرام'' کے الفاظ کے ساتھ دعا مانگا کرو''۔

یعنی اس سے اچھی طرح تعلق قائم کرو اور اپنے لیے اسے لازم وضروری گردان لو' اور اس کو ہمیشہ قائم رکھو۔ جامع ترمذی میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ اِذَا اَهَمَّ الْاَمْرُ رَفَعَ رَأْسَهٗ اِلَى السَّمَاءِ وَاِذَا اجْتَهَدَ فِي الدُّعَاءِ قَالَ يَا حَيُّ يَاقَيُّوْمُ)) ②

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاتے اور اس وقت آپؐ دعاء میں پوری پوری کوشش فرماتے تو یاحی یا قیوم پڑھا کرتے۔'' سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا كَرَبَهٗ اَمْرٌ قَالَ: يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ)) ③

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی دشوار معاملہ پیش آتا تو آپؐ ''یاحیُّ یاقیومُ بِرَحمَتِكَ أَستَغِيثُ'' پڑھا کرتے تھے (یعنی اے ہمیشہ زندہ و جاوید اور قائم ودائم رہنے والے! میں تیری رحمت سے ہی مدد طلب کرتا ہوں)۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِسْمُ اللّٰهِ الْاَعْظَمُ فِيْ ثَلَاثِ سُوَرٍ مِنَ الْقُرْاٰنِ الْبَقَرَةَ وَاٰلِ عِمْرَانَ وَطٰهٰ))

''اسم اعظم قرآن حکیم کی تین سورتوں میں سے ہے' سورہ بقرہ' سورۂ آل عمران اور سورہ طٰہٰ۔''

---

① مسند احمد (۴/ ۱۷۷) مستدرك حاكم (۱/ ۴۹۸، ۴۹۹) سنن ترمذی۔ کتاب الدعوات۔ باب (۹۱) (حدیث۔ ۳۵۲۴) ② سنن ترمذی' کتاب الدعوات' باب ماجاء ما یقول عند الکرب (حدیث۔ ۳۴۳۶) اسنادہ ضعیف ابراھیم بن فضل متروک راوی ہے۔ ③ سنن ترمذی۔ کتاب الدعوات باب (۹۰) (حدیث۔ ۳۵۲۷)

سیدنا قاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے ان تین سورتوں میں اسمِ اعظم تلاش کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اسم اعظم یہ آیت ہے الحیّ القیّوم۔ ①

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((دَعْوَةُ ذِی النُّونِ اِذْ دَعَا وَهُوَ فِیْ بَطْنِ الْحُوتِ (لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ) ② اِنَّهُ لَمْ یَدْعُ بِهَا مُسْلِمٌ فِیْ شَیْءٍ قَطُّ اِلَّا اِسْتَجَابَ اللّٰهُ لَهٗ)) ③

''سیدنا ذوالنون (یونس علیہ السلام) نے مچھلی کے پیٹ میں جو دعاء کی تھی وہ یہ ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ جس مسلمان نے کسی بات کے لیے اس دعاء کو پڑھا اللہ تعالیٰ نے اس کی دعاء قبول فرمائی۔''

نیز مستدرک حاکم میں سیدنا سعد رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِشَیْءٍ اِذَا نَزَلَ بِرَجُلٍ مِنْكُمْ اَمْرٌ مُهِمٌّ فَدَعَا بِهٖ یُفَرِّجُ اللّٰهُ عَنْهُ؟ دُعَاءُ ذِی النُّونِ)) ④

''کیا میں تم کو ایک ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ تم میں سے کسی کو جب کوئی مشکل پیش آئے تو یہ دعاء پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی مشکل کو آسان کر دے گا۔؟ اور وہ سیدنا ذوالنون علیہ السلام کی دعاء ہے۔''

نیز مستدرک حاکم میں ان ہی سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی اسْمِ اللّٰهِ الْاَعْظَمِ؟ دُعَاءُ یُوْنُسَ))

''کیا میں تمہیں اسمِ اعظم نہ بتلاؤں؟ اسمِ اعظم سیدنا یونس علیہ السلام کی دعاء ہے۔''

کسی نے کہا: ((یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَهَلْ كَانَتْ لِیُوْنُسَ خَاصَّةً؟))

''یارسول اللہ! کیا یہ دعاء سیدنا یونس علیہ السلام کے لیے خاص تھی؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

① سنن ابن ماجه۔ کتاب الدعاء۔ باب اسم الله الاعظم۔ (حدیث ۳۸۵۶) مستدرك حاكم (۱/ ۵۰۶) ص نمبر ۳۴ ② سورة الانبياء : ۲۱/ ۸۷۔ ③ سنن ترمذی۔ کتاب الدعوات۔ باب (۸۱) فی دعوة ذی النون (حدیث۔ ۳۵۰۵) ④ مستدرك حاكم (۱/ ۵۰۵) عمل الیوم واللیلة للنسائی (۶۶۰) اس کی سند میں محمد بن مہاجر ضعیف راوی ہے لیکن سابقہ حدیث اس کی شاہد ہے۔

((اَلَا تَسْمَعُ قَوْلَهُ تَعَالٰی (فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِيْنَ) (الانبياء: ۲۱/ ۸۸) فَاَيُّمَا مُسْلِمٍ دَعَا بِهَا فِی مَرَضِهٖ اَرْبَعِيْنَ مَرَّةً فَمَاتَ فِی مَرَضِهٖ ذٰلِكَ اُعْطِیَ اَجْرَ شَهِيْدٍ وَاِنْ بَرِئَ بَرِئَ مَغْفُوْرًا لَهُ)) ①

''کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا؟ ''ہم نے یونس علیہ السلام کی دعاء قبول کی اور اسے ہم نے غم سے نجات دی اور ہم ایمان والوں کو اسی طرح نجات دیتے رہیں گے۔'' پس جو مسلمان بھی اپنی بیماری میں اس آیت کو چالیس مرتبہ پڑھے گا تو اگر وہ اس بیماری میں مر گیا تو اسے شہید کا اجر دیا جائے گا اور اگر شفاء یاب ہو گیا تو اس کے سارے گناہ بھی بخش دیے گئے۔''

اور صحیحین (بخاری و مسلم) میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ عِنْدَ الْكَرْبِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ)) ②

''رسول اللہ ﷺ بے چینی کے وقت یہ دعاء پڑھا کرتے تھے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ''

یعنی ''کوئی لائق عبادت نہیں سوا اللہ بڑائی والے اور تحمل والے کے۔ کوئی لائق عبادت نہیں سوا اللہ کے جو صاحب عرش عظیم ہے' کوئی لائق عبادت نہیں سوا اللہ کے جو آسمانوں اور زمین اور عزت والے عرش کا مالک ہے۔''

مسند امام احمد میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا نَزَلَ كَرْبٌ اَنْ اَقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ)) ③

''رسول اللہ ﷺ نے مصیبت کے وقت مجھے یہ دعاء پڑھنے کی تعلیم فرمائی:

---

① مستدرك حاكم (۱/ ۵۰۵۔ ۵۰۶) موضوع۔ اس کی سند میں عمرو بن بکر السکسکی متروک راوی ہے ② صحيح بخاری۔ كتاب الدعوات۔باب الدعاء عند الكرب (حديث۔ ۶۳۴۶) صحيح مسلم۔ كتاب الذكر والدعاء۔ باب دعاء الكرب' (حديث ۲۷۳۰) ③ مسند احمد (۱/ ۹۱) مستدرك حاكم (۱/ ۵۰۸) عمل اليوم والليلة للنسائی (۶۳۶'۶۳۷)

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَا اَصَابَ اَحَدًا قَطُّ هَمٌّ وَلَا حُزْنٌ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ عَبْدُكَ ابْنُ اَمَتِكَ نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ۔ عَدْلٌ فِيْ قَضَائِكَ اَسْئَلُكَ اللّٰهُمَّ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَلَكَ۔ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ۔ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِيْ كِتَابِكَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ رَبِيْعَ قَلْبِيْ وَنُوْرَ صَدْرِيْ وَجَلَاءَ حُزْنِيْ وَذِهَابَ هَمِّيْ وَغَمِّيْ [1] اِلَّا اَذْهَبَ اللّٰهُ هَمَّهٗ وَحُزْنَهٗ اَوْ اَبْدَلَهٗ مَكَانَهٗ فَرَجًا))

”جب کسی کو کوئی مصیبت اور رنج پہنچے اور وہ یہ دعاء پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت اور رنج وغم کو ضرور دفع کر دے گا یا اس کی جگہ اسے کوئی دوسری فرحت وخوشی عطاء فرمائے گا۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ عَبْدُكَ ابْنُ اَمَتِكَ نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ مَاضٍ فِيْ حُكْمِكَ۔ عَدْلٌ فِيْ قَضَائِكَ اَسْئَلُكَ اللّٰهُمَّ بِكُلِّ اِسْمٍ هُوَلَكَ۔ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ۔ أَو عَلَّمْتَهٗ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِيْ كِتَابِكَ أَو اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ رَبِيْعَ قَلْبِيْ وَنُوْرَ صَدْرِيْ وَجَلَاءَ حُزْنِيْ وَذِهَابَ هَمِّيْ وَغَمِّيْ“

---

[1] ”اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں' تیرے بندے کا بیٹا ہوں' تیری بندی کا بیٹا ہوں' میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے' میرے حق میں تیرا حکم جاری ہے' میرے حق میں تیرا فیصلہ عین انصاف ہے' اے اللہ! میں تجھ سے جس نام کی برکت سے مانگتا ہوں وہ نام خاص تیری ذات کا ہے۔ اتارا ہے تو نے اپنی کتاب میں، یا اسے سکھایا ہے تو نے کسی کو اپنی مخلوق میں سے، پسند کیا ہے تو نے اسے علم غیب میں جو مخفی ہے تیرے نزدیک یہ کہ کرے تو قرآں کو بہار میرے دل کی، اور نور میرے سینے کا، اور سبب دور ہو میری فکر اور غم کا۔

کسی نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم اسے یاد نہ کرلیں؟ آپ ؐ نے فرمایا:

((بَلْ يَنْبَغِي لِمَنْ سَمِعَهَا اَنْ يَتَعَلَّمَهَا)) [1]

''بلکہ جو آدمی بھی اس دعاء کو سنے اس کو چاہیے کہ وہ اسے یاد کرلے۔''

اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((مَا كَرَبَ نَبِيٌّ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ اِلَّا اسْتَغَاثَ بِالتَّسْبِيْحِ)) [2]

''انبیاء کرام میں سے جس پیغمبر کو بھی کوئی بے چینی درپیش ہوئی انہوں نے تسبیح (سبحان اللہ) کے ذریعہ اللہ سے فریاد کی۔''

مال و جان کی حفاظت بذریعہ دعاء

اور کتاب المجابین فی الدعاء میں ابن ابی الدنیا نے حسن بصریؒ سے بسلسلہ دعاء یہ قصہ بیان کیا ہے کہ انصار صحابہ میں ابو معلق نامی ایک صحابی تھے۔ یہ بہت بڑے تاجر تھے اور اپنے اور دوسروں کے مال لے کر تجارت کیا کرتے تھے۔ مال لے کر وہ دور دور جاتے تھے' یہ ایک عبادت گزار اور پرہیزگار آدمی تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے سفر کیا اور دوران سفر ایک مسلح ڈاکو سے پالا پڑا۔ ڈاکو نے ان سے کہا: جو کچھ تمہارے پاس ہے یہاں رکھ دو ورنہ میں تمہیں قتل کرتا ہوں۔ ابو معلق انصاریؓ نے کہا: کیا تم مجھے قتل ہی کرنا چاہتے ہو؟ اگر صرف مال چاہتے ہو تو یہ مال ہے لے لو اور مجھے چھوڑ دو۔ ڈاکو نے کہا: یہ مال تو اب میرا ہی ہو چکا ہے میں تمہیں قتل بھی ضرور کروں گا۔ ابو معلق انصاریؓ بولے: اگر مجھے تم چھوڑ نہیں سکتے تو مجھے اتنی مہلت تو دو کہ میں چار رکعت نماز پڑھ لوں۔ ڈاکو نے کہا: اچھا! تم جتنی نماز پڑھنا چاہو پڑھ لو۔ ابو معلق انصاریؓ نے وضوء کیا اور چار رکعت نماز پڑھی۔ نماز کے آخری سجدے میں انہوں نے یہ دعاء پڑھی:

((يَا وَدُوْدُ۔ يَا ذَا الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ يَا فَعَّالُ لِمَا تُرِيْدُ اَسْئَلُكَ بِعِزِّكَ الَّذِيْ لَا يَرَامُ وَبِمُلْكِكَ الَّذِيْ لَا يَضَامُ وَبِنُوْرِكَ الَّذِيْ مَلَاءَ اَرْكَانَ عَرْشِكَ اَنْ تَكْفِيَنِيْ شَرَّ هٰذَا اللِّصِّ يَا مُغِيْثُ اَغِثْنِيْ يَامُغِيْثُ اَغِثْنِيْ يَا مُغِيْثُ اَغِثْنِيْ))

''اے محبت کرنے والے' اے شاندار عرش کے مالک' اپنے ارادہ سے سب کچھ کرنے والے! میں تجھی سے سوال کرتا ہوں' تیری عزت کا واسطہ دے کر جسے کوئی

---

[1] مسند احمد (۱/ ۳۹۱'۳۵۲) صحیح ابن حبان (۹۷۲) مستدرك حاکم (۱/ ۵۹۰) [2] ابن ابی الدنیا فی مجابی الدعوۃ (۲۳) ابن حجر فی الاصابة (۴/ ۱۸۲) ابن الاثیر فی اسد الغابة (۵/ ۲۹۵) حسن بصری میں ہے اور سماع کی تصریح نہیں ہے۔

چھیڑ نہیں سکتا' تیری مالکیت کا واسطہ دے کر جس میں کوئی مزاحم نہیں ہو سکتا۔ اور تیرے نور کا واسطہ دے کر جس سے تیرے عرش کا چاروں کھونٹ بھرا ہوا ہے' اس چور کے شر سے تو مجھے بچا لے۔ اے فریاد رس! میری مدد کر۔ اے فریاد رس! میری مدد کر' اے فریاد رس! میری مدد کر۔"

تین مرتبہ انہوں نے یہ دعاء پڑھی' اسی وقت ایک سوار نمودار ہوا جس کے ہاتھ میں نیزہ تھا' جو گھوڑے کے سر پر دو کانوں کے بیچ میں رکھے ہوئے تھا۔ ڈاکو سوار کی طرف دیکھ رہا ہے۔ سوار فوراً اس کی طرف لپکا اور اسے نیزے میں پرو دیا۔ اس کے بعد سوار نے ابو معلق انصاریؓ سے کہا: اٹھو سر اٹھاؤ۔ ابو معلق انصاریؓ بولے: میرے ماں باپ تم پر قربان' تم ہو کون؟ آج تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے میری کارگزاری فرمائی ہے۔ سوار نے کہا: میں چوتھے آسمان کا ایک فرشتہ ہوں۔ جس وقت تم نے بارگاہ الٰہی میں دعاء کی تو اس دعاء نے آسمان کے دروازے ہلا دیئے' جب تم نے دوسری مرتبہ دعاء کی تو آسمان والوں میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ جب تم نے تیسری مرتبہ دعاء کی تو مجھے حکم ہوا کہ یہ ایک ستم رسیدہ آدمی کی دعاء ہے۔ پس میں نے بارگاہِ الٰہی میں درخواست کی کہ اس کام پر مجھے مامور کیا جائے۔ چنانچہ میں تمہاری مدد کے لیے یہاں پہنچا ہوں۔

سیدنا حسن بصریؒ کہتے ہیں: جو شخص وضوء کر کے چار رکعت نماز پڑھے اور مذکورہ دعاء پڑھے تو اس کی دعاء ضرور قبول ہو گی۔ وہ ستم رسیدہ ہو یا نہیں۔

فصل : ۵

قبولیتِ دعا کے اسباب

بسا اوقات بعض لوگوں کی دعاء بہت جلد قبول ہو جاتی ہے اور اس لیے قبول ہو جاتی ہے کہ وہ سخت ضرورت مند ہوتے ہیں اور ضرورت کی وجہ سے ان کے اندر اضطرابی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور کامل اضطراب کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں متوجہ ہو جاتے ہیں یا یہ کہ دعاء کرنے سے پیشتر دعاء کرنے والے سے کوئی بڑی نیکی وجود میں آ چکی ہے۔ یا اس قسم کی کوئی اور بھلائی اس سے وقوع میں آ چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی دعاء جلد قبول ہو جاتی ہے اور اس کی نیکی کا اسے بدلہ دیا جاتا ہے۔ یا دعاء کسی ایسے وقت میں کی گئی کہ وہ اجابتِ دعاء کا وقت تھا یا اس قسم کا کوئی اور سبب موجود ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کی دعاء بہت جلد قبول ہو جاتی ہے۔

یہ دیکھ کر بعض لوگ یہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ اجابتِ دعاء کا سبب صرف دعاء کے الفاظ اور کلمات ہیں اور ان الفاظ وکلمات ہی پر وہ تکیہ کر لیتے ہیں اور وہ اسباب اور باتیں چھوڑ دیتے ہیں جن کی وجہ سے اس کی دعاء قبول ہوئی تھی۔ اس کی مثال بعینہ ایسی ہے کہ ایک شخص ایک مفید دوا کسی مناسب وقت اور مناسب موقع پر استعمال کرتا ہے اور وہ اور اس کے مرض میں مفید ثابت ہوتی ہے۔ دیکھنے والا یہ سمجھ لیتا ہے کہ صرف اس دوا کے استعمال سے اسے شفاء ملی ہے کسی دوسرے اسباب کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس کا یہ سمجھنا قطعاً غلط ہے۔ دعاء کے افادہ کے لیے دوا کے علاوہ دیگر امور کی بھی ضرورت ہوا کرتی ہے۔

بہت سے لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں اور اس قسم کی غلط فہمیوں میں سے ایک زبردست غلط فہمی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی اضطرابی کیفیت کے ساتھ کسی قبر پر پہنچتا ہے اور وہاں

پہنچ کر بارگاہ الٰہی میں مضطربانہ حالت میں دعا کرتا ہے، روتا اور گڑگڑاتا ہے۔ اس کی مضطربانہ حالت کی بنا پر اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ جاہل لوگ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ مقبولیت دعا کا سبب اور راز یہ قبر ہے، حالانکہ ان کا یہ سمجھنا سراسر غلط ہے۔ مقبولیت دعا کا سبب اور راز اس کا اضطراب اور بارگاہ الٰہی میں اس کی مضطربانہ التجا اور اس کا عجز و انکسار ہے۔ اگر یہی باتیں اس سے کسی مسجد میں سرزد ہوتیں تو زیادہ بہتر تھا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ پسندیدہ تر بات ہوتی۔

فصل : ٦

دعاء اور تعوذّات

دعاء اور تعوذّات (اللہ سے پناہ چاہنا) اسلحہ کی طرح ہیں اور اسلحہ بھی صرف تیز دھار والے نہیں بلکہ اسلحہ مع سپاہی۔ جب خنجر وتلوار کی دھار تیز ہوگی اور اس میں کوئی نقص نہیں ہوگا اور اس کو چلانے والے بازو بھی قوی اور مضبوط ہوں گے اور کوئی رکاوٹ بھی نہ ہوگی تو وہ ضرور دشمن کا کام تمام کردے گی۔

اور اگر ان تین باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی مفقود ہوگی تو ہتھیار یقیناً ناکام ہوگا۔ ہتھیار کی عمدگی اور تیزی کا کوئی اثر مرتب نہ ہوگا۔ اگر دعاء فی نفسہ (ذاتی طور پر) اچھی نہیں ہے یا دعاء کرنے والے کا دل اور زبان ایک نہیں ہے یا اجابتِ دعاء میں کوئی دوسری چیز مانع ہے تو یقیناً دعاء کا اثر ظاہر نہ ہوگا۔

فصل : ۷

دعا اور تقدیر

اسباب ترک کر کے صرف تقدیر پر تکیہ کر لینا مذموم ہے۔ اسباب ترک کر کے صرف تقدیر پر تکیہ کر لینا مذموم ہے۔ یہاں ایک مشہور سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ جس امر کے لیے دعاء کی جاتی ہے اگر وہ مقدر ہو چکا ہے تو بندہ دعاء کرے یا نہ کرے اس کا وقوع میں آنا لابدی اور ضروری ہے اور اگر وہ مقدر نہیں ہے تو بندہ سوال کرے یا نہ کرے وقوع میں نہیں آئے گا۔

اس مشہور مغالطہ کو ایک گروہ نے صحیح سمجھ لیا اور وہ دعاء و التجاء کو بالکل چھوڑ بیٹھا ہے' اس مشہور مغالطہ کی بنا پر یہ گروہ اس امر کا قائل ہو گیا کہ سوال' دعاء اور التجاء سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ان کی انتہائی جہالت اور ضلالت و گمراہی ہے۔ علاوہ ازیں اپنے مسلک میں یہ خود متناقض ہیں۔ ان کے مسلک میں باہمی تضاد و تخالف پایا جاتا ہے کیونکہ اگر یہ لوگ اپنے اس مسلک کو بطور کلی مان لیتے ہیں تو دنیا جہاں کے تمام اسباب کا تعطل واجب و ضروری ہو جاتا ہے۔ اس مسلک کے قائل سے کہا جائے کہ اگر سیری و سیرابی تیرے لیے مقدر ہو چکی ہے تو وہ ہو کر رہے گی تو کھائے یا نہ کھائے' پانی پئے یا نہ پئے۔ اور اگر مقدر نہیں تو تجھے ہرگز ہرگز سیرابی حاصل نہ ہو گی تو کھائے یا نہ کھائے۔ اسی طرح اگر اولاد تمہارے لیے مقدر ہو چکی ہے تو وہ یقیناً ہو کر رہے گی' اپنی بیوی سے خلوت و ہم بستری کرو یا نہ کرو۔ اور اگر مقدر نہیں ہے تو ہرگز ہرگز اولاد نہ ہو گی' خلوت و ہم بستری کرو یا نہ کرو' پھر تمہیں بیوی سے نکاح کی یا باندی کی کیا ضرورت ہے؟

دنیا کے سارے اسباب اور اسباب کے سارے سلسلہ کو اسی طرح سمجھ لو۔ پس کیا اس خیال کے آدمی کو عقلمند اور عقلمند تو کیا انسان بھی کہا جا سکتا ہے؟ بلکہ حیوانات اور چوپائے تک ان اسباب کو فطرتاً مہیا کرتے ہیں جن سے ان کی بقا اور جن سے ان کی زندگی وابستہ ہے' پس ان

لوگوں سے تو حیوانات چوپائے زیادہ عقل مند اور سمجھ دار کہے جائیں گے۔ یہ لوگ تو حیوانات سے بھی گئے گزرے ہیں۔

بعض نے تو اپنی فطانت و زیرکی کا ثبوت یہاں تک دے دیا اور یہ کہہ دیا کہ دعاء کرنا محض ایک تعبدی امر ہے۔ اللہ تعالیٰ دعاء کرنے والے کو صرف اجر و ثواب عطاء فرماتا ہے۔ حصولِ مطلب میں دعاء کا کوئی اثر داخل نہیں۔ ان زیرک طبع انسانوں کے نزدیک قلب و زباں سے دعاء والتجاء کرنے یا نہ کرنے میں حصولِ مطلب کے لیے کوئی فرق نہیں۔

ایک گروہ جو اس سے بھی زیادہ زیرکی اور دانائی کا مدعی ہے' کہتا ہے: نہیں' بلکہ حصولِ مطلب و مدّعا' اور قضاء حاجت کے بارے میں دعاء ایک علامت و نشانی کا حکم رکھتی ہے۔ کسی بندے کو دعاء کی توفیق میسر آئی تو یہ اس کی حاجت روائی اور حصولِ مدّعا کی علامت ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ موسم برسات میں تم سیاہ بادلوں کی گھٹائیں اور سرد ہوائیں دیکھتے ہو تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ برسات ضرور ہو گی' ان لوگوں کے نزدیک طاعات' عبادات کے اجر و ثواب اور کفر و معاصی کے عقاب و عذاب کا بھی یہی حکم ہے کہ طاعات و عبادات' کفر و عصیان محض اجر و ثواب اور عقاب و عذاب کی علامتیں ہیں اور کچھ نہیں' کیونکہ یہ چیزیں ثواب و عذاب کے اسباب نہیں ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک کسی چیز کو توڑنے سے ٹوٹ جانے' جلانے سے جل جانے' قتل کرنے سے قتل ہو جانے کا بھی یہی حکم ہے' کیونکہ یہ چیزیں ان امور کے لیے حتمی اسباب نہیں ہیں۔ اس لیے کہ ان چیزوں میں اور ان امور میں کوئی ترتب و تعلق نہیں ہے' محض ایک عادتی ربط و تعلق ہے۔ کوئی ایسا اثر اور ایسا تعلق و ربط نہیں جو بطور سبب و علت کے ہو۔

ان کا یہ قول ظاہر' عقل' شرع' فطرت اور تمام اہل عقل و بصیرت کے خلاف ہے بلکہ دنیا جہان کے عقل مند ارباب بصیرت ان کا مضحکہ اڑاتے ہیں۔

سائل کے بیان کردہ دونوں مسلکوں کے علاوہ اس بارے میں ایک تیسرا مسلک بھی ہے۔ اور وہی صحیح مسلک ہے اور وہ یہ کہ امر مقدور و مقدر اسباب کے ساتھ مقدور و مقدر ہوا ہے اور انہی اسباب میں سے ایک سبب دعاء بھی ہے۔ کوئی امر مقدور و مقدر محض بلا سببِ مقدور و مقدرّ نہیں ہوا بلکہ اسباب کے ساتھ مقدور و مقدرّ ہوا ہے۔ پس بندہ جب کوئی سبب عمل میں لاتا ہے تو اس کے سبب کے ساتھ جو امر مقدور و مقدرّ ہے وہ بھی وقوع میں آجاتا ہے۔ اور سبب عمل

میں نہیں لاتا تو اس سبب کے ساتھ جو امر مقدور و مقدّر ہے وہ بھی وقوع میں نہیں آتا' مثلاً: سیری وسیرابی کھانے پینے کے ساتھ' اولاد ہم بستری کے ساتھ' کھیتی و اناج زمین پر دانے بونے کے ساتھ اور جانور کی جان کا نکلنا ذبح کرنے کے ساتھ مقدور و مقدّر ہے۔ اور یہی تیسری قسم صحیح اور حق ہے۔ اور اس تیسری قسم کے سمجھنے سے سائل محروم ہے اور اسے اس کے سمجھنے کی توفیق ہی میسر نہیں ہوئی۔

اس تیسری قسم کے لحاظ سے دعاء التجاء ایک قوی ترین اور زبردست سبب ہے' پس جب کہ کسی امر مقدر کا وقوع دعاء کے ساتھ مقدّر ہے تو پھر یہ کہنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے کہ دعاء سے کوئی فائدہ نہیں۔ جس طرح کہ یہ کہنا صحیح نہیں کہ کھانے' پینے اور دیگر حرکات اور اعمال سے کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا۔ یقیناً مطلب کے لیے دعاء اور التجاء سے زیادہ کوئی چیز موثر' مفید اور نفع بخش نہیں اور اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا سبب نہیں۔ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ اور اللہ کے رسول اور کتاب و سنت کو سب سے زیادہ جاننے والے اور دین کو سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے اس لیے اس سبب دعاء کو تمام اسباب سے زیادہ اہمیت دیتے تھے اور نہایت اہتمام کے ساتھ اس پر عمل کرتے تھے۔ وہ دعاء اور التجاء کے شرائط و آداب کے پابند تھے۔

خلیفہ دوم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اَعداءِ اسلام کے مقابلہ میں دعاء ہی کے ذریعہ بارگاہِ الٰہی میں نصرت و امداد اور فتح و ظفر کی التجائیں کرتے تھے اور اکثر اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا کرتے تھے کہ:

((لَسْتُمْ تُنْصَرُوْنَ بِكَثْرَةٍ وَاِنَّمَا تُنْصَرُوْنَ مِنَ السَّمَاءِ))

''کثرتِ افواج سے تمھیں فتح نہیں ہوتی بلکہ تمھیں آسمان سے اللہ کی جانب سے نصرت ملتی ہے۔''

اور فرمایا کرتے تھے:

((اِنِّیْ لَا اَحْمِلُ هَمَّ الْاِجَابَةِ وَلٰكِنْ هَمَّ الدُّعَاءِ فَاِذَا اُلْهِمْتُ الدُّعَاءَ فَاِنَّ الْاِجَابَةَ مَعَهٗ))

''مجھے اجابتِ دعاء کی فکر نہیں' فکر ہے تو دعاء کی' اس لیے کہ جب دعاء کی توفیق دی گئی تو اجابت تو اس کے ساتھ ہی ہے۔''

کسی شاعر نے اس معنی کو اپنے شعر میں ادا کیا ہے:

لَوْ لَمْ تُرِدْ نَيْلَ مَا أَرْجُوْ وَأَطْلُبُهُ
مِنْ جُودِ كَفِّيكَ مَا عَلَّمْتَنِي الطَّلَبَا

''اگر اپنے دستِ سخا سے میری طلب کو پوری کرنے کا تو ارادہ نہ کرتا تو مانگنا مجھے نہ سکھایا ہوتا۔''

پس جس شخص کو دعاء القا کی گئی' دعاء اور التجاء کی توفیق عطاء کی گئی تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس نے ضرور اجابتِ دعاء کا ارادہ فرمالیا ہے چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ ۝ ﴾ (المومن:۴۰/۶۰)

''تم مجھ سے مانگو میں تمہاری دعاء قبول کروں گا۔'' اور مزید ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ ۝ ﴾ (البقرة:۲)

''اور جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کا جب کبھی وہ مجھے پکارے ہوں (جواب دیتا ہوں)''۔

اور سنن ابن ماجہ میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ لَمْ يَسْئَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ)) [1]

''جو آدمی اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس پر خفا ہوتا ہے۔''

یہ دونوں آیات اور حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضاء مندی اسی میں ہے کہ اس سے دعاء کی جائے' اس سے سوال کیا جائے' اس سے بندے مانگیں اور اس کی اطاعت وعبادت کی جائے۔ اور ظاہر ہے کہ جب اللہ رب تبارک وتعالیٰ راضی ہوتا ہے تو ہمہ قسم کی خیر و بھلائی اس کی رضاء اور خوشنودی ہی میں ہے' جس طرح کہ ہر قسم کی آفتیں اور مصیبتیں اس کے غضب' خفگی اور ناراضی میں ہیں۔

---

[1] سنن ترمذی۔ کتاب الدعوات۔ باب (۲) (حدیث۔ ۳۳۷۳) سنن ابن ماجہ۔ کتاب الدعاء۔ باب فضل الدعاء۔ (حدیث۔ ۳۸۲۷)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "کتاب الزھد" میں ایک حدیث قدسی نقل کی ہے:

((اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا اِذَا رَضِيْتُ بَارَكْتُ وَلَيْسَ لِبَرَكَتِيْ مُنْتَهٰى وَاِذَا غَضِبْتُ لَعَنْتُ وَلَعْنَتِيْ تَبْلُغُ السَّابِعَ مِنَ الْوَلَدِ)) [1]

"میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، جب میں کسی سے راضی ہوتا ہوں تو اس کو اپنی برکت سے نوازتا ہوں اور میری برکت کی کوئی انتہاء نہیں ہے، اور جب میں کسی سے خفا ہوتا ہوں تو میں اس پر لعنت بھیجتا ہوں اور میری لعنت اس کی ساتویں اولاد تک پہنچتی ہے۔"

اعمال کے نتائج

عقل و نقل، فطرت اور تمام ملل و اقوام اور پرستارانِ مذاہب کا تجربہ ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ اللہ رب العالمین کا تقرب، اس کی رضاء مندی اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کے بندوں کے ساتھ نیکی، بھلائی اور احسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر قسم کے خیر اور بھلائی حاصل کرنے کا سب سے بڑا سبب ہے اور اس کے خلاف عمل کرنا ہمہ قسم کے شر اور برائی کا سبب ہے۔ پس تم انعاماتِ الٰہیہ اور اس کی نوازشات سے اسی قدر بہرہ ور ہو سکتے ہو۔ اور اسی قدر اس کی خفگی و ناراضی سے دور رہ سکتے ہو جس قدر تم اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرو گے اور اس کا تقرب حاصل کرو گے اور اس کی مخلوق اور بندوں کے ساتھ احسان اور صلہ رحمی کرو گے۔

حق سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن حکیم کے اندر ہر قسم کی خیر و بھلائی، فلاح و بہبود، سرور و بہجت کو اعمال ہی سے وابستہ فرمایا ہے اور اس طرح وابستہ فرمایا ہے جس طرح جزاء سے شرط یا معلول سے علت یا مسبب سے سبب وابستہ ہوتا ہے، اور یہ تلازم ایک ہزار سے زیادہ مواقع میں قرآنِ حکیم کے اندر موجود ہے:

﴿فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ﴾ (الاعراف: ۷/۱۶۶)

"پھر جس کام سے انہیں منع کیا تھا، جب اس میں حد سے بڑھ گئے تو ہم نے ان کو حکم دیا، تم ذلیل و خوار بندر بن جاؤ۔"

﴿فَلَمَّاۤ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ﴾ (الزخرف: ۴۳/۵۵)

---

[1] کتاب الزھد للامام احمد (۴۹) ذم الھوی لابن الجوزی (۱۸۲)

''پھر جب ان لوگوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا۔''

﴿وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا﴾ (المائدة: ۳۸/۵)

''اور مرد چوری کرے' اور عورت چوری کرے تو اس کے کرتوت کے بدلے میں دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔''

﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ الى ...... وَ الذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (الاحزاب: ۳۵/۳۳)

''بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ...... کثرت سے اللہ کو یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں ان کے لیے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی معافی اور بڑے بڑے اجر تیار کر رکھے ہیں۔''

اس قسم کی آیتیں قرآن حکیم میں بکثرت موجود ہیں۔ کہیں اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے حکم کو صیغہ' شرط و جزا سے مربوط و مرتب فرمایا ہے:

﴿اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ﴾

(الأنفال: ۱۹/۸)

''مسلمانو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہارے لیے ایک امتیاز پیدا کر دے گا اور تمہارے گناہ تم سے دور کر دے گا' اور تم کو بخش دے گا۔''

﴿وَاَلَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا﴾ (الجن: ۱۶/۷۲)

''اور اگر یہ لوگ سیدھے راستے پر قائم رہتے تو ہم ان کو پانی کی ریل پیل سے سیراب کر دیتے۔''

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ﴾

(هود: ۱۱/۹)

''اگر یہ لوگ توبہ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں تو یہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔''

اس قسم کی آیتیں بھی قرآن حکیم میں بکثرت موجود ہیں' جب کہ اللہ تعالیٰ کبھی لام تعلیل کے ساتھ اس قسم کے حکم کو نتیجہ و معلول قرار دیتا ہے:

﴿لِّيَدَّبَّرُوْا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ (ص: ۳۸/۲۹)

''تا کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور کریں اور عقل مند لوگ اس سے نصیحت پکڑیں۔''

اور مثلاً:

﴿لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾

(البقرۃ: ۲/۱۴۳)

''تا کہ لوگوں کے مقابلے میں تم گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ بنیں۔''

اور کبھی حرف کیلا سے، جو تعلیل کے لیے آتا ہے، حکم کی ترتیب کا اظہار فرماتا ہے، مثلاً

﴿كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ﴾ (الحشر: ۵۹/۷)

''یہ حکم اس لیے دیا گیا کہ جو لوگ تم میں مالدار ہیں یہ مال ان ہی میں دائم نہ رہے۔

اور کبھی ''باء'' سبب کے ساتھ:

﴿ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ﴾ (آل عمران: ۳/۱۸۲)

''اور یہ تمہارے ہاتھوں نے پہلے کیا، اس کا نتیجہ ہے۔

﴿بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (یونس: ۱۰/۲۳)

''تمہارے عمل کا بدلہ ہے۔''

﴿بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ﴾ (یونس: ۱۰/۵۲)

''تمہارے کسب کا نتیجہ ہے۔''

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ (البقرۃ: ۲/۶۱)

''اس کا بدلہ ہے جو یہ لوگ خدا کی آیتوں کا انکار کرتے رہے۔''

اور کبھی صریح یا محذوف مفعول کے ذریعے علت و معلول کو واضح فرماتا ہے، مثلاً:

﴿فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى﴾ (البقرۃ: ۲/۲۸۲)

''تو ایک مرد اور دو عورتیں جو تمہیں پسندیدہ ہوں، ان کو گواہ بنا لو تا کہ اگر کوئی ایک بھول جائے تو دوسرا اسے یاد دلا دے۔''

﴿اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ﴾ (الاعراف: ۷/۱۷۲)

''قیامت کے دن تم یہ کہو گے کہ بے شک ہم اس چیز سے غافل تھے۔''

﴿اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا﴾ (الانعام: ۶/۱۵۷)

''تم یہ کہو کہ یہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر ہی اتاری گئی تھی۔''

اور کبھی اللہ تعالیٰ فاء سببیہ کے ساتھ حکم کو ماقبل کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔

﴿فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا﴾ (الشمس: ۹۱/۱۴)

''اس پر بھی ان لوگوں نے پیغمبر کو جھٹلایا اور اونٹنی کو مار ڈالا تو ان کے پروردگار نے ان کے گناہ کے بدلے میں ان پر ہلاکت لا ڈالی اور سب کا پٹڑا کر دیا۔''

اور مثلاً:

﴿فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً﴾ (الحاقۃ ۶۹/۱۰)

''پس ان لوگوں نے اپنے پروردگار کے پیغمبر کی نافرمانی کی تو اس نے بھی ان کو بڑا سخت پکڑا۔''

﴿فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ﴾ (المؤمنون ۲۳/۴۸)

''غرض! ان لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام دونوں کو جھٹلایا تو یہ ہلاک کر دیے گئے۔''

یہ اور اس کی مثل دوسری آیتیں ہیں۔ کبھی حرف لما سے جو شرط و جزا پر دلالت کرتا ہے' مثلاً:

﴿فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ﴾ (الزخرف: ۴۳/۵۵)

''پھر جب ان لوگوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا۔''

اور کبھی حرف ''ان'' کے ساتھ۔

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ﴾ (الانبیآء: ۲۱/۹۰)

''اس لیے کہ یہ لوگ نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے۔''

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ (الانبیاء: ۲۱/۷۷)

''یہ نافرمان بڑے بڑے لوگ تھے ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔''

اور کبھی حرف ''لولا'' کے ساتھ جو اپنے ماقبل کو اپنے مابعد سے مربوط کرتا ہے' یہ حکم ظاہر فرماتا ہے:

﴿فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ○ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾

(الصافات: ۳۷/۱۴۳، ۱۴۴)

''تو اگر یونس خدا کی تسبیح و تقدیس کرنے والوں میں نہ ہوتے تو اس دن تک کے لوگ اٹھا'' اور کبھی حرف ''لو'' سے جو شرط و جزا پر دلالت کرتا ہے' مثلاً:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾ (النساء: ۴/۶۶)

''اور جو کچھ ان کو سمجھایا جاتا اگر اس کی تعمیل کرتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا۔''

حاصل کلام

حاصل کلام یہ کہ قرآنِ حکیم اوّل سے آخر تک خیر و شر اور احکام تکوین اور اوامر تشریعی کا ربط اسباب پر بصراحت فرماتا ہے' بلکہ دنیا اور آخرت کے تمام احکام و اوامر اور مصالح و مفاسد کو اسباب و اعمال ہی پر مرتب فرماتا ہے۔ جو شخص اس مسئلہ پر پوری عقل مندی اور تفقّہ (سمجھ بوجھ) سے کام لے گا اور اس پر کامل طور پر غور و تامّل کرے گا' اسے اس سے انتہا درجہ کا نفع پہنچے گا اور اس قدر نفع پہنچے گا کہ اس کا اندازہ لگانا دشوار ہے۔ اور اپنی جہالت و بے علمی' عجز و کاہلی' افراط و تفریط کی وجہ سے ساری طاقتیں ضائع کرنے اور قوتِ عمل برباد کرنے کے لیے صرف اس تقدیر پر کبھی تکیہ اور بھروسہ نہیں کرے گا کہ جس کے معنی یہ ہیں کہ عاجزی' کاہلی بے عملی کو توکل سمجھ لیا گیا ہے اور توکل اسی عاجزی' کاہلی اور بے عملی کا نام رکھ لیا گیا ہے' بلکہ کامل ترین فقیہہ ''عقل مند'' اور سمجھ دار انسان وہی ہے جو تقدیر کو تقدیر سے توڑے اور تقدیر کی تقدیر سے مدافعت کرے۔ تقدیر کے مقابلہ میں تقدیر کو لا کھڑا کر دے۔

بلکہ واقعہ اور حقیقت یہ ہے کہ انسان اس اصول پر عمل کیے بغیر اس دنیا میں زندہ ہی نہیں رہ سکتا۔ بھوک' پیاس' سردی' گرمی اور ہمہ قسم کے خوف سے نجات پانے اور بچنے کے اسباب تقدیر ہی کی جانب سے ہیں۔ اور دنیا جہاں کی ساری مخلوق ان چیزوں کی مدافعت اسی طرح کر رہی ہے کہ تقدیر سے تقدیر کی مدافعت کی جاتی ہے۔ اسی طرح وہ انسان جسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے توفیق میسر آتی ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت عطاء فرمائی ہے وہ ہمیشہ مقدر شدہ اخروی عقوبت و عذاب کی مدافعت مقدر شدہ توبہ و انابت سے اور ایمان و اعمال صالحہ کے ذریعہ کرتا ہے۔ اور یہی وہ تقدیر ہے جس سے دنیا اور آخرت کے تمام خطرات اور تکالیف و مصائب کا

مقابلہ اور مدافعت کی جاتی ہے۔ دونوں جہاں کا مالک' رب' پروردگار ایک ہی ہے۔ اس کی حکمت بھی ایک ہی طریقہ پر کام کرتی ہے۔ اور اس کی حکمتوں اور مصلحتوں میں باہم تضاد اور تناقض نہیں ہے۔ اس کی ایک حکمت و مصلحت دوسری حکمت و مصلحت سے کبھی ٹکراتی نہیں۔ ایک مصلحت دوسری مصلحت کو کبھی باطل اور لغو نہیں قرار دیتی۔ پس تقدیر کا یہ مسئلہ درحقیقت اس شخص کے حق میں جو اس کی قدر و عظمت کر سکتا ہے اور اس کے حقوق کی کماحقّہ رعایت کر سکتا ہے' بڑا ہی اہم ہے' اور یہ مسئلہ بڑے سے بڑے مسائل سے بھی زیادہ شریف اور بزرگ ترین مسئلہ ہے۔ واللہ المستعان۔

لیکن یہاں اس کے لیے دو بحث طلب اہم امور باقی رہ گئے ہیں جن سے اس کی سعادت و فلاح وابستہ ہے۔

سعادت و فلاح کیسے؟

اَمرِ اوّل یہ کہ انسان ہر خیر و شر کے اسباب اور اس کی تفصیلات سے پوری طرح آگاہ اور باخبر ہو جائے۔ پس انسان اس بارے میں اپنے مشاہدات کو جو دنیا میں اس کے سامنے آ چکے ہیں اور اپنے اندر باہر کے تجربات کو اور قدیم و حدیث' اگلی پچھلی قوموں کے حالات و واقعات کو جو اس نے تاریخ میں پڑھے اور سنے ہیں۔ اپنا نصیر و مددگار بنائے اور اس بارے میں سب سے زیادہ مفید و نفع بخش قرآن حکیم ہے' اگر پورے غور و تدبر سے قرآنِ حکیم کا مطالعہ کیا جائے تو قرآن حکیم ان تمام امور کا سب وجوہ کے ساتھ کفیل و ضامن ہے۔ اس کے اندر خیر و شر کے تمام اسباب پوری تفصیل اور پوری وضاحت کے ساتھ موجود ہیں۔

قرآن حکیم کے بعد سنت نبوی کا درجہ ہے۔ سنتِ نبوی قرآن کی رفیقہ بہن ہے' کیونکہ یہ درجہ دوم کی وحی الٰہی ہے۔ جو شخص ان دو چیزوں کے اندر اپنی توجہ کرے گا تو یہ اس کے لیے کافی ہو جائیں گی اور دوسری تمام چوکھٹوں سے مستغنی اور بے پروا کر دیں گی۔ یہ دونوں چیزیں تمہاری رہنمائی' راہبری اس طرح کریں گی کہ خیر و شر اور ان کے اسباب اس طرح تمہارے سامنے آ جائیں گے گویا تم انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو' اس کے بعد تم دنیا کی قوموں اور ملتوں کی تاریخ اور اطاعت گزاروں اور نافرمانوں کے حالات و واقعات پر غور کرو گے' تو تم پر اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ قرآنِ حکیم اور سنتِ نبوی نے جو کچھ بیان کیا ہے بالکل صحیح اور ٹھیک

ٹھیک ہے۔ تاریخ و حالات کا ہر ہر واقعہ کتاب و سنت کے عین مطابق ہے اور ان تمام تاریخی واقعات و حالات کو اللہ تعالیٰ کے ان وعدوں اور وعیدوں کی تفصیل پاؤ گے جن کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے۔ اور آفاق و عالم میں اللہ تعالیٰ کی جس قدر نشانیاں ہیں وہ بھی تمہاری راہ نمائی اور راہبری کریں گی کہ قرآن حکیم بالکل برحق ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ برحق پیغمبر ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے ضرور پورے فرمائیں گے۔ پس تاریخ ان جزئیات و واقعات کی تفصیل ہے جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اسبابِ خیر و شر کے ضمن میں پیش فرمایا ہے اور یہ ان اسباب و خیر و شر کے کلیات و اصول کی تفصیل ہے۔ جس کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے وضاحت فرمائی اور اس کی تفصیل بیان کی ہے۔

فصل : ۸

توبہ واستغفار کی حقیقت

زبانی توبہ استغفار کے بھروسہ پر گناہوں کا ارتکاب قطعاً درست نہیں۔ اللہ کا رول اسی بات سے راضی ہوتا ہے جس سے اللہ راضی رہے۔

مغالطۂ نفس:

أمرِ دوم یہ ہے کہ اسباب کے بارے میں بندہ اپنے نفس کے مغالطہ اور دھوکہ سے بہت ہوشیار رہے۔ اور اس سے بچنے کی پوری کوشش کرے کہ یہ ایک اہم معاملہ اور نازک ترین امر ہے۔ کیونکہ ہر بندہ اس اُمر کو اچھی طرح جانتا سمجھتا ہے کہ معصیت و نافرمانی' غفلت اور اللہ کو فراموش کرنا اس کے حق میں ایک خطرناک امر ہے' اس کی ہلاکت وتباہی کا موجب اور سبب ہے' جس سے اس کی دنیا اور آخرت دونوں تباہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی بندے کا نفس اسے دھوکہ اور فریب دیتا رہتا ہے' اور یہ دھوکہ اور فریب کبھی اللہ کے عفو و درگز اور مغفرت و بخشش کی امید پر ہوتا ہے' اور کبھی زیادتی توبہ و استغفار کے بھروسہ پر' اور کبھی ادنیٰ درجے کے مستحبات کے بھروسہ پر' اور کبھی علم و منزلت کے غرہ (دھوکہ) پر' کبھی تقدیر کی آڑ لے کر' کبھی اپنے جیسے لوگوں کے اعمال و کردار کو دلیل کی راہ بنا کر' کبھی ان لوگوں کی اقتداء کی بنا پر جو ریاست و امارت' جاہ و منزلت کے فتنہ میں پڑ کر دنیا کے عوض اپنا دین برباد کر چکے ہیں۔ اور بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ابھی تو جو چاہو کرلو پھر استغفر اللہ' استغفر اللہ کہہ کہ معاف کرالیں گے۔

ایک فقیہہ جسے فقہ سے خاص نسبت ہے ایک روز مجھ سے کہنے لگے: میں تو سارے کام کر گزرتا ہوں اس کے بعد سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھ لیا کرتا ہوں' سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور استدلال میں یہ حدیث بیان کردی:

((مَنْ قَالَ فِيْ يَوْمٍ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَلَوْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ)) [1]

''جو آدمی ایک دن میں سو مرتبہ **سبحان اللہ و بحمدہ** پڑھ لیا کرے گا اس کے

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الدعوات۔ باب فضل التسبیح (حدیث۔ ۶۴۰۵) صحیح مسلم۔ کتاب الذکر والدعاء۔ باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء (حدیث۔ ۲۶۹۱)

سارے گناہ معاف ہو جائیں گے اگر چہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔"

ایک مکہ کا باشندہ مجھ سے کہنے لگا: ہم سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو غسل کر کے خانہ کعبہ کا طواف کر لیتے ہیں' اس سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ایک اور صاحب کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ صحیح حدیث ہے:

((اَذْنَبَ عَبْدِیْ ذَنْبًا فَقَالَ اَیْ رَبِّ اَصَبْتُ فَاغْفِرْلِیْ فَغَفَرَ اللّٰہُ ذَنْبَہٗ ثُمَّ مَکَثَ مَاشَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ اَذْنَبَ ذَنْبًا اٰخَرَ۔ فَقَالَ اَیْ رَبِّ اَصَبْتُ ذَنْبًا فَاغْفِرْلِیْ فَقَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ قَدْ عَلِمَ عَبْدِیْ اِنَّ لَہٗ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَأْخُذُ قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ فَلْیَصْنَعْ مَاشَاءَ)) ①

"بندہ گناہ کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ کہتا ہے: اے پروردگار! مجھ سے گناہ ہو گیا۔ معاف فرما۔ اللہ اس کا گناہ معاف کر دیتا ہے۔ کچھ عرصہ رک کر پھر گناہ کرتا ہے' پھر بارگاہ الٰہی میں رجوع کرتا اور کہتا ہے: اے پروردگار! مجھ سے خطاء ہو گئی تو معاف فرمادے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرا یہ بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ کو معاف بھی کر سکتا ہے اور گرفت بھی کر سکتا ہے۔ اس بندے کا گناہ میں نے معاف کر دیا' اب اس کا جو جی چاہے کرے۔"

یہ حدیث بیان کرنے کے بعد وہ کہنے لگا: مجھے اس میں ذرا برابر بھی شک نہیں کہ میرا ایک پروردگار ہے جو گناہوں کی مغفرت کر سکتا ہے اور گرفت بھی کر سکتا ہے اس قسم کے لوگ بسا اوقات اسی قسم کی امید ورجاء کی نصوص سے چمٹے رہتے ہیں' انہی پر تکیہ کر لیتے ہیں اور دونوں ہاتھوں سے اس قسم کی نصوص کو تھام لیتے ہیں۔ اگر اس قسم کے لوگوں پر گناہوں اور گناہوں کے انہماک پر ملامت وسرزنش کی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی وسعتِ رحمت' وسعتِ عفو ومغفرت اور امید ورجاء کی ساری نصوص اور اس بارے میں ان کے پاس جس قدر بھی علم ہوتا ہے پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں اور پھر جاہل' بے علم لوگ تو کچھ عجیب وغریب ہی باتیں کہا کرتے ہیں' چنانچہ کسی نے کہا ہے:

وَکَثِّرْ مَا اسْتَطَعْتَ مِنَ الْخَطَایَا   اِذَا کَانَ الْقُدُوْمُ عَلٰی کَرِیْمٖ

① صحیح بخاری کتاب التوحید۔ باب قول اللہ تعالیٰ (یریدون ان یبلوا کلام اللہ) (حدیث۔ ۷۵۰۷) صحیح مسلم۔ کتاب التوبۃ۔ باب قبول التوبۃ من الذنوب (حدیث۔ ۲۷۵۸)

''جب تمہیں کریم و بخشش کرنے والے کی بارگاہ میں حاضری دینی ہے تو پھر جس قدر بھی ہو سکے گناہ کرلو۔''

مثلاً: بعض کہتے ہیں کہ گناہوں سے اجتناب کرنا اللہ تعالیٰ کی وسعتِ رحمت اور وسعتِ عفوو کرم' اور وسعت مغفرت و بخشش سے بے خبری ہے۔

کوئی کہتا ہے کہ گناہوں سے باز رہنا اللہ تعالیٰ کی مغفرت و بخشش کی خلاف ورزی اور اس کی شان کریمی کی توہین ہے۔

محمد بن حزمؒ کہتے ہیں کہ میں نے کچھ لوگوں کو دعاء میں یہ کہتے سنا ہے: اے اللہ! میں عصمت و بے گناہی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور پھر تمہیں بہت سے لوگ ملیں گے جو مسئلہ خیر و قدر سے اپنا تعلق و رشتہ جوڑ بیٹھتے ہیں اور صاف صاف کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال و اعمال میں بالکل بے اختیار اور معاصی و گناہ کے ارتکاب میں مجبورِ محض ہے۔ اور انہی لوگوں میں سے بعض مسئلہ ارجاء کے فریب میں مبتلا ہیں اور کہتے ہیں کہ ایمان صرف تصدیقِ قلب کا نام ہے' اعمال کو ایمان سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں' فاسق سے فاسق ترین آدمی کا ایمان اور جبرائیل و میکائیل علیہما السلام کا ایمان برابر ہے' انہی میں بہت سے لوگ ہیں جو فقراء مشائخ اور صالح' نیک بخت بندوں کی محبت' ان کی قبروں کی زیارت' ان کے سامنے تضرع وزاری کرنے' ان کی سفارش حاصل کرنے اور بارگاہ الٰہی میں ان کا وسیلہ لینے اور ان کے حقوق و حرمت کا واسطہ دے کر مانگنے کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں' کچھ لوگ اپنے آباؤ و اجداد' اسلاف و بزرگوں کی عظمت و تقدیس کے فریب میں مبتلا ہیں' کہ ان کے اسلاف بارگاہِ الٰہی میں بلند و بالا مقام اور عظیم الشان درجہ رکھتے تھے۔ یہ انہیں ہر مصیبت و بلا سے نجات دلا دیں گے۔ کبھی انہیں عذاب میں مبتلا نہ ہونے دیں گے جس طرح کہ سلاطین کی بارگاہ میں ہوا کرتا ہے۔ سلاطین و ملوک اپنے خواص و مقربین کی اولاد و قرابت داروں کے جرائم' گناہ اور لغزشیں معاف کر دیا کرتے تھے' خواص و مقربین کے عزیزوں اور قرابتداروں میں سے جب کوئی کسی خطرناک جرم کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کا باپ یا دادا اپنی جاہ و منزلت اور تقربّ و مرتبت کے زور سے اسے چھڑا لیتا ہے۔

بعض فریب خوردہ اس چکر میں پڑے ہوئے ہیں کہ بندہ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ بالکل

مستغنی ہے' بندہ کو عذاب دینے سے اس کے ملک اور خدائی میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا اور بندے پر رحم و کرم کرنے سے اس کے ملک اور خدائی میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ اور پھر کہتا ہے: اس کی رحمت کا میں محتاج ہوں اور وہ بہت بڑا غنی ہے۔ اگر کوئی فقیر و مسکین مجبور و محتاج کسی ایسے آدمی کے دَر پر پہنچتا ہے جس کے دَر پر پانی کی نہر بہ رہی ہو اور اپنی پیاس بجھانا چاہتا ہے تو ہر گز اسے منع نہیں کریں گے۔ پس اللہ تعالیٰ تو سب سے بڑا کریم اور سب سے زیادہ وسیع رحمت والا ہے' مغفرت و بخشش سے اس کے ملک و خدائی میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ اور عذاب دینے سے اس کے ملک میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ پھر وہ اپنے بندوں کی مغفرت کیوں نہیں کرے گا؟

بعض ناقص العقل' فاسد الفہم تو اپنی غلط فہمی کی بنا پر قرآن و سنت کی بعض نصوص پر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ مثلاً: کچھ لوگ اس آیت پر تکیہ کر کے ارتکابِ جرائم پر جریؔ و نڈر ہو بیٹھے ہیں:

﴿ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۝ ﴾ (ضحی : ۹۳/ ۵)

''(اور اے پیغمبر) تمہارا پروردگار بہت جلد تم کو اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔''

یہ آیت پیش کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کبھی اس بات سے راضی نہ ہوں گے کہ آپؐ کی امت میں سے ایک آدمی بھی جہنم میں جائے۔ ان لوگوں کا یہ کہنا اور ایسا سمجھنا بدترین قسم کی جہالت اور ایک رسوا کن کذب و بہتان ہے۔ رسول اللہ ﷺ تو اسی بات سے راضی ہوں گے جس سے اللہ عزّ وجلّ راضی اور خوش ہو گا۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی رضاء مندی اسی میں ہے کہ وہ ظالموں' خائنوں' بدکرداروں اور کبیرہ گناہوں پر اصرار کرنے والوں کو عذاب میں مبتلا کرے تو پھر حاشاء لِلّٰہ۔ (اللہ کی پناہ) یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اس کا رسول اس بات سے راضی اور خوش ہو جس سے رب تبارک و تعالیٰ راضی نہیں ہے۔ کچھ لوگ اس آیت پر تکیہ کر بیٹھتے ہیں:

﴿ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۝ ﴾ (زمر: ۳۹/ ۵۳)

''بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔''

لیکن یہ ایک بدترین قسم کی جہالت ہے کیونکہ اس آیت کے اندر شرک بھی داخل ہے

''جمیعا'' کے اندر شرک بھی آ جاتا ہے' جو تمام گناہوں کا سر چشمہ اور اصلی جڑ ہے اور بلا خلاف یہ مسلّم امر ہے کہ یہ آیت توبہ کرنے والوں کے حق میں وارد ہوئی ہے' کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کے تمام گناہ معاف کر دے گا۔ اگر یہ آیت توبہ نہ کرنے والوں کے حق میں وارد ہوتی ہے تو پھر وعید و عذاب کی ساری نصوص اور اہل توحید کو شفاعت کے ذریعہ جہنم سے نجات ملنے کی تمام احادیث و روایات باطل اور بے کار ہو جاتی ہیں۔ پس یہ بالکل واضح ہے کہ جو آدمی ایسا کہتا ہے محض اپنے علم و فہم کی کوتاہی کی وجہ سے کہتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس جگہ آیت کے اندر عموم و اطلاق اختیار فرمایا ہے جس میں شرک اور تمام گناہ شامل ہیں اور اس کا مقصد یہی ہے کہ یہ آیت توبہ کرنے والوں کے حق میں وارد ہوئی ہے' توبہ کرنے سے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے خواہ وہ شرک ہو یا دوسرے گناہ۔ اور سورہ النساء کے اندر اللہ تعالیٰ تخصیص و تقیید کے ساتھ بیان فرماتا ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ ۝ ﴾

(نساء : ۴/ ۱۱۶)

''اللہ تعالیٰ قطعاً نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جائے ہاں شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے معاف فرما دیتا ہے''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ وہ شرک کو معاف نہیں کرے گا' نیز یہ بھی خبر دی ہے کہ شرک کے علاوہ دوسرے گناہ چاہے گا تو بخش دے گا۔ اگر یہ آیت توبہ کرنے والوں کے حق میں وارد ہوئی ہوتی تو اللہ تعالیٰ شرک اور دوسرے گناہوں میں فرق نہ فرماتا۔

اور مثلاً: بعض فریب خوردہ جاہل اس آیت سے دھوکہ کھا رہے ہیں:

﴿ يٰٓأَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝ ﴾ (الانفطار ۸۲/ ۶)

''اے آدم زاد! تجھے کس چیز نے اپنے ربّ کریم سے بہکایا؟''

اور پھر یہی جاہل آیت کا جواب بھی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کرم اور اس کی مغفرت و بخشش نے ہم کو فریب خوردہ کر دیا ہے اور پھر اس سے بھی زیادہ جرأت کر بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں: ہم فریب خوردگان دہر کے لیے خود اللہ تعالیٰ نے یہ حجت و دلیل پیش کر دی ہے ان کا یہ سمجھنا بدترین قسم کی جہالت و بے وقوفی ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی فریب و دھوکہ کی تلقین نہیں فرماتا بلکہ

بندہ کا غرور بندے کو دھوکہ دیتا ہے' شیطان اور اس کا نفس امارہ اسے دھوکہ دیتا ہے اور عصیان و نافرمانی پر آمادہ کرتا ہے اور اس کی جہالت' نفس پرستی اور خواہشات اسے دھوکہ دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آیت میں لفظ "کریم" ارشاد فرمایا ہے اور "کریم" کے معنی ہیں "سیّد عظیم" بہت بڑا سردار کہ جس کی اطاعت وفرمانبرداری لازم وضروری ہو' جس کے ساتھ کسی حال میں فریب و دھوکہ درست نہیں' جس کا کوئی حق قابلِ واگزار نہیں۔ یہ غلط کیش' غلط رَو' مغرور وفریب خوردہ آدمی اس آیت کو بالکل غلط' بے محل' خلافِ مقصد معنی میں استعمال کر رہا ہے اور اللہ کریم کے ساتھ دھوکہ کر رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ فریب و دھوکہ کسی حال میں بھی جائز نہیں۔

اور مثلاً کچھ لوگ اس آیت سے دھوکہ کھا رہے ہیں:

﴿ لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ۝ الَّذِیْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ ﴾(واللیل: ٩٢/ ١٥،١٦)

"کہ جہنم میں وہی بدبخت داخل ہوگا جو دنیا میں دینِ حق کو جھٹلاتا اور روگردانی کرتا ہے۔"

نیز اس آیت سے بھی دھوکہ کھا رہے ہیں جو جہنم کے متعلق وارد ہے کہ:

﴿ أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝ ﴾ (البقرۃ: ٢/ ٢٤)

"جہنم کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔"

یہ مغرور وفریب خوردہ آدمی اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ آیت کے اندر شعلوں والی آگ کا ذکر ہے اور یہ جہنم کے بہت سے طبقوں میں سے ایک مخصوص طبقہ ہے۔ اور آیت کے اندر نفی وارد ہے' وہ اسی طبقہ میں داخل ہونے کی نفی ہے کہ بدبخت ہی اس طبقہ جہنم میں داخل ہوگا' دوسرا نہیں۔ اگر اس سے مطلق جہنم مراد ہوتی تو "لا یصلاھا" (اس تک نہیں پہنچتا) نہ فرماتا۔ بلکہ "لا یدخلھا" فرماتا۔ آیت میں "صلی" (پہنچنے) کی نفی کی گئی ہے نہ کہ "دخول" کی اور "صلی" دخول سے اَخصّ ہے۔ اور اَخصّ کی نفی سے عام کی نفی لازم نہیں آتی۔ علاوہ ازیں اگر یہ فریب خوردہ آدمی اس آیت کے مابعد کی آیت پر غور کرتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اگر جہنم میں داخل نہ ہوگا تو یہ بھی تو نہ ہوگا کہ وہ اس سے بالکل بچ جائے گا اور کسی اور طریقہ پر اسے دوزخ کا عذاب نہ ہوگا۔

اب رہی آیت ﴿أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ﴾ (دوزخ کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے) تو سمجھ لینا چاہیے کہ جنت کے متعلق بھی یہ وارد ہے ﴿أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ (جنت متقی پرہیزگاروں

کے لیے بنائی گئی ہے) پس کفار کے لیے جہنم تیار کرنا۔ اس کے منافی نہیں ہے کہ اس میں فاسق و فاجر' ظالم و بدکار لوگ بھی داخل کیے جائیں۔ جس طرح کہ جنت متقی پرہیزگاروں کے لیے بنائی گئی۔ لیکن یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اس میں ایسے لوگ بھی داخل ہوں گے جن کے دلوں میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا۔ اور انہوں نے قطعاً کوئی نیک عمل نہیں کیا ہوگا۔

گناہوں کی معافی

کچھ لوگ عاشورہ اور عرفہ کے دن روزہ رکھ کر غرہ (دھوکہ) میں گمراہ ہو رہے ہیں حتیٰ کہ بعض تو یہاں تک کہنے لگتے ہیں کہ عاشورہ کا روزہ سال بھر کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور عرفہ کے دن کے روزے کا اجر و ثواب بطور ذخیرہ جمع رہتا ہے۔ ① مگر افسوس یہ فریب خوردگان تمنا یہ نہیں سمجھ سکتے کہ رمضان المبارک کے روزے اور پنجگانہ نماز' عاشورہ اور یوم عرفہ کے روزوں سے کہیں زیادہ عظیم المرتبہ اور عظیم القدر ہیں۔ لیکن یہ بھی ایک رمضان سے دوسرے رمضان اور ایک نماز سے دوسری نماز کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ اسی وقت ہے جب کہ بندہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے۔ رمضان المبارک کے روزے اور جمعہ کی نماز بھی صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے اور یہ بھی اس وقت جب کہ کبائر سے اجتناب کیا جائے۔ ② رمضان المبارک اور نماز جمعہ کی عظمت و تقدیس اور کبائر سے اجتناب' یہ دو قوتیں مل کر صغیرہ گناہوں کے کفارہ کی قوت پیدا کر لیتی ہیں۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ یہ نفلی روزے ان کبائر کا کفارہ ثابت ہوں جن کا ارتکاب ہو رہا ہے۔ جن پر اصرار کیا جا رہا ہے اور جن سے توبہ نہیں کی گئی۔ یقیناً یہ امر محال و ناممکن ہے۔

علاوہ ازیں یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ عاشورہ اور عرفہ کے روزے ہر قسم کے گناہوں کا کفارہ ہوں اور حدیث کے الفاظِ عمومی کو اس کے عموم ہی پر رکھا جائے لیکن یہ وعدہ ان نصوص میں سے ہو جن کے پورا ہونے کے لیے کچھ شرائط اور موانع ہوتی ہیں' اور کبائر پر اصرار کفارہ گناہ کے موانعات میں سے ہے۔ جب بندہ کبائر پر اصرار نہ کرے تو روزہ کی قوت اور اصرار نہ کرنے کی قوت دونوں کی باہمی مساعدت (مدد) گناہوں کے کفارہ میں معین و مددگار بن جاتی ہیں' جس

① صحیح مسلم۔ کتاب الصیام باب استحباب صیام ثلاثة ایام من کل شهر (حدیث ۱۱۶۲)

② صحیح مسلم۔ کتاب الطهارة۔ باب الصلوٰت الخمس والجمعة ...... (حدیث۔ ۲۳۳)

طرح کہ رمضان کے روزے اور پنج وقتہ نماز اور کبائر سے اجتناب یہ دونوں باہم مل کر گناہوں کے کفارہ کے لیے معاون و مددگار بن جاتے ہیں اور پھر حق سبحانہ وتعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے:

﴿ إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ ۝ ﴾

(نساء: ۴/ ۳۱)

''اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تم کو منع کی کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ دور (معاف) کر دیں گے''۔

پس یہ بات صاف واضح ہے کہ کسی ایک چیز کو گناہ کے کفارہ کا سبب گردانا اس امر کے مانع نہیں کہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا سبب بھی ہو' اور یہ دونوں مل کر گناہوں کے کفارہ کا موجب ہوں۔ اور کفارۂ گناہ کے ایک سبب کے مقابلہ میں دو سببوں کی قوت زیادہ مؤثر اور مکمل ہوتی ہے اور جس قدر بھی اسباب کی کثرت وفراوانی ہوگی تو ثۃ کفارہ قوی تر' مستحکم تر اور اکمل واتم اور ہمہ گیر ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن کا معنیٰ:

مثلاً: بعض لوگ اس حدیث قدسی پر تکیہ کر لیتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے پروردگارِ عالَم سے نقل فرمائی ہے کہ: ((اَنَا عِنْدَ حُسْنِ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فَلْیَظُنَّ مَاشَاءَ)) [1]

''میں اپنے بندے کے ساتھ اپنے متعلق اس کے حسن ظن کے مطابق سلوک کرتا ہوں جیسا وہ چاہے مجھ سے گمان رکھے۔''

یعنی میرے ساتھ اس کا جیسا گمان ہوگا ویسا ہی میں اس کے ساتھ پیش آؤں گا (وہ کہے کہ اللہ مجھے بخش دے گا' معاف کر دے گا اور جنت میں داخل کر دے گا یا اللہ میرے اعمال بد کی بنا پر مجھے بخشے گا نہیں بلکہ جہنم میں پھینک دے گا' تو اللہ ویسا ہی کرے گا جیسا وہ خیال کرتا ہو گا۔) اور یہ امر یقینی ہے کسی شبہ کی اس میں گنجائش نہیں کہ حسن ظن اسی صورت میں پیدا ہوتا ہے جب کہ بندہ احسان اور نیکی کا پابند ہو۔ محسن' نیک عمل' نیک کردار کا بندہ ہی یہ حسنِ ظن رکھ سکتا ہے کہ اس کا پروردگار اس کی نیکی و نیک کرداری کی وجہ سے اس کے ساتھ احسان کرے گا اور اپنے وعدے کو پورا فرمائے گا' وعدہ خلافی نہیں کرے گا' اس کی توبہ قبول فرمائے گا' وہ انسان جو مجرم' گنہگار ہے اور جو کبائر کا ارتکاب کرتا ہے' ظلم و جور کا خوگر ہے۔ پروردگارِ عالَم کے احکام و

[1] مسند احمد (۳/ ۳۹۱) (۴/ ۱۰۶) سنن الدارمی (۲۷۳۱) مستدرك حاکم (۴/ ۲۴۰)

اَوامر کی خلاف ورزی کرتا ہے اور اس پر اصرار کرتا رہتا ہے۔ ایسے انسان کے اندر تو اس کے معاصی اور جرائم' اس کا ظلم و جور ایسی خطرناک وحشت پیدا کر دیتے ہیں جو پروردگارِ عالم کے ساتھ حسنِ ظن پیدا ہونے میں سخت رکاوٹ بن جاتی ہے۔ اور یہ ایک روزمرّہ کے مشاہدہ کی چیز ہے کہ ایک بھاگا ہوا غلام جو اپنے سیدّ و آقا کا مجرم ہے اور اپنے آقا کی اطاعت و فرمانبرداری سے نکل چکا ہے' اپنے سیدّ و آقا کے ساتھ کبھی حسن ظن نہیں رکھ سکتا' گناہوں کی وحشت اور حسن ظن کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ گنہگار' مجرم اسی قدر متوحش ہو گا جس قدر اس کے جرائم اور گناہ ہوں گے۔ پروردگار کے ساتھ وہی آدمی حسنِ ظن اور زیادہ سے زیادہ نیک گمان رکھ سکتا ہے جو اس کا زیادہ سے زیادہ مطیع و فرمانبردار ہو۔ جیسا کہ سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے:

((اِنَّ الْمُؤْمِنَ اَحْسَنَ الظَّنَّ بِرَبِّہٖ فَاَحْسَنَ الْعَمَلَ وَاِنَّ الْفَاجِرَ اَسَاءَ الظَّنَّ بِرَبِّہٖ فَاَسَاءَ الْعَمَلَ)) [1]

''مؤمن اپنے پروردگار کے ساتھ حسنِ ظن رکھتا ہے اسی لیے وہ اچھا عمل کرتا ہے اور فاسق و فاجر آدمی اپنے پروردگار کے ساتھ برا گمان رکھتا ہے' اسی لیے وہ بدعملی کا ارتکاب کرتا ہے۔''

پس وہ شخص جو اللہ سے بھاگا بھاگا پھرتا ہے اللہ کی خفگی کے مواقع میں دوڑا دوڑا پھرتا ہے اور اس کے غضب کے مواقع پر ڈیرے ڈالے رہتا ہے' ذِلّت و رسوائی کے میدانوں میں مارا مارا پھرتا ہے' حقوق الٰہی کی توہین و ناقدری کرتا ہے' اس کے فرامین کو ٹھکرا رہا ہے۔ اس کی محرمات و نواہی کو معمولی چیز سمجھ کر اس کا ارتکاب کرتا ہے اور اس پر اصرار کرتا ہے۔ وہ کس طرح اپنے پروردگار کی جناب میں حسنِ ظن رکھ سکتا ہے؟ وہ شخص جو پروردگارِ عالم کے مقابلہ میں اعلانِ جنگ کر رہا ہے' اولیاءِ اللہ اور اللہ کے دوستوں سے دشمنی کر رہا ہے اور اس کے دشمنوں سے دوستی کی گرہ باندھتا ہے' اللہ تعالیٰ کی ان صفات کمالیہ کا انکار کر رہا ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیان کی ہیں' اور اس کے رسول نے پیش کی ہیں۔ اور اس طرح اس نے ذاتِ الٰہی کے ساتھ سوءِ ظنّی پیدا کر رکھی ہے۔ اور اپنی جہالت کی وجہ سے ان صفات کمالیہ کے متعلق یہ خیال قائم کر رکھا ہے کہ ان کے ظاہری معنی ضلالت اور کفر ہے۔ بتلاؤ ایسا شخص پروردگار عالم کے ساتھ حسنِ ظن کیونکر اور کس طرح رکھ سکتا ہے؟ بھلا وہ شخص کیونکر اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن رکھ سکتا ہے

---

[1] کتاب الزھد للامام احمد (۳۴۸) حلیۃ الاولیا لابی نعیم (۲/ ۱۴۴)

جو یہ سمجھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کلام نہیں کرتا' نہ کسی چیز کا حکم دیتا ہے' نہ کسی بات کی ممانعت کرتا ہے' نہ وہ کسی بات سے راضی ہوتا ہے اور نہ کسی بات سے خفاء ہوتا ہے اور حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے حق میں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ مخفی باتوں کو وہ نہیں سنتا' فرماتا ہے:

﴿ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِىْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ ﴾ (فصلت ۴۱/ ۲۳)

''اور تمہاری اسی بدگمانی نے جو تم نے اپنے رب سے کر رکھی تھی تمہیں ہلاک کر دیا اور بالآخر تم زیاکاروں (نقصان اٹھانے والوں) میں سے ہو گئے''۔

جب یہ لوگ یہ خیال کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے بہت سے اعمال وافعال سے بے خبر ہے تو یہ پروردگارِ عالم کے ساتھ سوءِ ظن نہیں ہے تو کیا ہے؟ یقیناً یہ ایک بدترین قسم کی بدگمانی ہے۔

اور اس شخص کا یہی حال ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمالیہ' اور اوصافِ جلالی کا انکار کر رہا ہے اور ایسی صفات سے ذاتِ الٰہی کو متصف گردانتا ہے جو اس کی شان کے شایان نہیں ہیں۔ اس قسم کے لوگ جب یہ خیال کرنے لگیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت عطاء کرے گا تو یہ سراسر غرور و دھوکہ نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ یقیناً یہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور یقیناً شیطان کی جانب سے ایک زبردست دھوکہ' اور فریب ہے۔ اس کو پروردگار عالم کے ساتھ حسنِ ظن نہیں کہا جاسکتا۔

اس مسئلہ پر پوری طرح غور کرو' اور یہ بھی سوچو کہ لوگوں کو اس مسئلہ کے سمجھنے کی کیسی شدید ضرورت ہے' کسی بندے کے دل میں یہ دونوں باتیں یکجا کیسے ہو سکتی ہیں؟ آدمی کو اس کا یقین ہو کہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس کو حاضری دینی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ساری باتیں سنتا ہے اور یہ اس کے حضور میں کھڑا ہے۔ اس کے ہر ہر عمل کی وہ باز پرس کرے گا۔ اور وہ ہے کہ غضبِ الٰہی کے مواقع پر ڈیرے ڈالے ہوئے ہے؟ اس کے احکام واوامر کو ٹھکرا رہا ہے' اس کے حقوق کو روند رہا ہے۔ اور پھر یہ تمام باتیں ہوتے ہوئے بھی یہ شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے (کہ وہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا' اور بہترین صِلہ دے گا) کیا یہ نفس کا دھوکہ اور غلط آرزوؤں کا فریب نہیں ہے؟ سیدنا ابو امامۃ سہل بن حنیف فرماتے ہیں کہ میں اور سیدنا عروہ بن زبیرؓ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں میرے پاس چھ سات دینار تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے ڈالو۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف اور آپ کی تیمارداری کی

وجہ سے ایسا نہ کر سکی حتی کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو صحت عطاء فرمائی۔ صحت و عافیت کے بعد آپ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم نے وہ دینار اللہ کی راہ میں دے ڈالے تھے؟ میں نے کہا: نہیں، آپؐ کی بیماری اور تیمارداری کی وجہ سے میں ایسا نہیں کر سکی۔ تو آپؐ کچھ ناراض ہوئے اور فرمایا:

((مَا ظَنُّ نَبِيِّ اللّٰهِ لَوْ لَقِيَ اللّٰهَ وَهٰذِهِ عِنْدَهُ؟)) [1]

''اللہ تعالیٰ کے ایک نبی کا گمان کیسا ہوتا اگر وہ اس کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتا؟'' ایک دوسری روایت میں نبی اللہ کی جگہ محمد ﷺ کا لفظ ہے۔

ذرا سوچو تو پھر یہ اصحاب کبائر، ارباب ظلم و جور اللہ تعالیٰ کے حضور میں کیسے حسن ظن رکھ سکتے ہیں؟ جب کہ اللہ کے بندوں پر ظلم کا بار گراں ان کے کندھوں پر لدا ہوا ہے؟ اور اللہ کے بندوں پر ظلم و جور کے پہاڑ توڑ رکھے ہیں؟ اگر ان کا یہ صرف زبانی دعویٰ کہ اے پروردگار! ہم تجھ سے حسن ظن رکھتے ہیں، انہیں نفع پہنچا سکتا ہے تو پھر نہ کسی ظالم کو سزا ہو سکتی ہے اور نہ کسی فاسق و فاجر کو اس کے اعمال کا بدلہ مل سکتا ہے۔ بندوں کو چاہیے کہ جو جی چاہے کرتے رہیں اور منہیات و محرمات کا بے خوف و خطر ارتکاب کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ حسن ظن لگائے رہیں کہ جہنم کی آگ انہیں چھوئے گی تک نہیں۔ سبحان اللہ! یہ فریب و دھوکہ بندوں کو کہاں سے کہاں پہنچا دے گا؟

سیدنا ابراہیم علیہ السلام تو اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں:

﴿ أَئِفْكًا آلِهَةً دُونَ اللّٰهِ تُرِيدُونَ فَمَا ظَنُّكُم بِرَبِّ الْعٰلَمِينَ ۝ ﴾

(صافات: 37/ 86، 87)

''کیا تم اپنی فاسد رائے سے اللہ کے سوا دوسروں کے مرید بن رہے ہو؟ تو تم نے رب العالمین کو کیا سمجھ رکھا ہے؟''

یعنی تمہارا ظن اور گمان اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسا ہوگا؟ جب کہ تم آخرت میں اس کی بارگاہ میں حاضر ہو گے جبکہ (دنیا میں) تمہارا حال یہ رہا ہوگا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی عبادت و پرستش کرتے رہے۔

---

[1] مسند احمد (6/ 104، 182) مصنف ابن ابی شیبة (13/ 238) صحیح ابن حبان (3212، 3213)

پس جو شخص اس مقام کو سمجھے گا اور اس پر پوری طرح غور و تامل کرے گا' اس پر پوری طرح واضح ہو جائے گا کہ "حسن ظن باللہ" "حسن عمل" ہی کا دوسرا نام ہے' کیونکہ بندے کو حسنِ ظن پیدا کرنے پر اس کا یہ عقیدہ ہی آمادہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اعمال و افعال کا بدلہ دے گا' نیک اعمال کا اجر و ثواب عطاء فرمائے گا' اس کے اعمالِ صالحہ قبول فرمائے گا۔ اس کا یہ حسنِ ظن ہی اس کو عمل صالح پر آمادہ کرتا ہے۔ جب یہ حسنِ ظن اسے حاصل ہو گا تو اسے حسن عمل کی برکتیں بھی حاصل ہوں گی۔ اگر ایسا نہیں ہے اور صرف نفس و خواہشات کی پیروی کی جاتی ہے اور حسن ظن رکھا جاتا ہے' تو یہ بالکل واضح ہے کہ یہ سراسر حماقت اور ایمان کی کمزوری ہے' جیسا کہ سیدنا شداد بن اوس بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ' وَالْعَاجِزُ مَنِ اتَّبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ)) [1]

"عقل مند وہ ہے جو اپنے آپ کو حقیر سمجھے اور مرنے کے بعد کے لیے عمل کرے اور وہ عاجز (اور بے وقوف) ہے جو اپنی خواہشات کے پیچھے مارا مارا پھرے اور اللہ تعالیٰ سے بڑی بڑی تمنائیں رکھے۔"

حاصل کلام یہ ہے کہ حسن ظن تب ہی پیدا ہو سکتا ہے جب کہ نجات کے اسباب پائے جائیں اور ہلاکت و بربادی کے اسباب پیدا کیے جائیں تو حسنِ ظن پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔

اگر یہ کہا جائے کہ نہیں حسنِ ظن تو ہر حال میں رکھا جا سکتا ہے' حسنِ ظن رکھنے کی قوی ترین وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت' اس کی رحمت' اس کا عفو و کرم' اس کا جود و سخا بہت وسیع ہے۔ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ بندوں کو عذاب دینے میں اس کا کوئی نفع نہیں۔ اگر اس کو بخش دے تو اس کی خدائی میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بات تو یہی ہے اور ذات الٰہی تو اس سے بھی زیادہ ارفع و بلند ہے۔ اس کی جلالتِ شان بہت بلند و بالا ہے' وہ اکرم الاکرمین' ارحم الرحمین ہے' جو دو سخا کے تمام خزانے اس کے ہاتھ میں ہیں۔ وہی مالک الملک اور قادر مطلق ہے۔ لیکن شہنشاہِ قدوس ان تمام چیزوں کو اپنے محل و مقام ہی میں صرف کرتا ہے اور ان ہی مقامات پر صرف

[1] سنن ترمذی۔ کتاب صفة القیامة۔ باب (۲۵) (حدیث۔ ۲۴۵۹) سنن ابن ماجہ۔ کتاب الزھد۔ باب ذکر الموت والاستعداد له' (حدیث۔ ۴۲۶۰) اسنادہ ضعیف ابوبکر بن ابی مریم ضعیف راوی ہے۔

فرماتا ہے جہاں ان کا صَرف مناسب ہوتا ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ حکمت والا' عزت وغلبہ' انتقام و بدلہ' قوی البطش' مضبوط گرفت اور مستحق عذاب کو عذاب دینے کی صفات سے بھی تو موصوف ومتصِف ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے اسماء وصفات صرف حسنِ ظن ہی کا مرجع ہوسکتی ہیں تو نیک وبد' فاسق وفاجر' مؤمن وکافر' دوست ودشمن سبھی اس میں شریک ہوسکتے ہیں۔ پس یقینی امر یہ ہے کہ مجرم کے لیے اسماء الٰہی اور صفات الٰہیہ سود مند نہیں ہوسکتیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی خفگی اور اس کے غضب کا بار اپنے کندھوں پر لادے ہوئے ہے' اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے کاموں میں اپنا وقت برباد کرچکا ہے' محرمات ومنہیات کا ارتکاب کرتا رہا ہے اور اس کی محرم چیزوں کی حقارت وتوہین کرتا رہا ہے۔ بلکہ حسنِ ظن اس شخص کے لیے سود مند ہوگا جس نے توبہ وانابت' ندامت و پشیمانی کے آنسو بہائے اور گناہوں کی جڑیں اپنے اندر سے اکھاڑ پھینکیں' اور گناہوں کو نیکیوں سے دھویا اور اپنی بقیہ عمر خیر وطاعت اور نیک اعمال میں صرف کی' اور پھر حسن ظن قائم رکھا' حسن ظن کی صحیح ترین صورت اور واقعی حقیقت یہی ہے اور پہلی صورت سراسر دھوکہ اور فریب ہے۔ واللہ المستعان

یہ فصل اگرچہ کچھ طویل ہوگئی لیکن تم اسے طویل نہ سمجھنا' ہر شخص کو اس کی ضرورت بلکہ شدید ضرورت ہے۔ اس کو پڑھنے کے بعد تم "حسنِ ظن باللہ" اور "فریب حسنِ ظن" میں بآسانی فرق وامتیاز کرسکتے ہو' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ ﴾ (البقرۃ: ۲/ ۱۸)

"بے شک ایمان لانے والے' ہجرت کرنے والے' اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہی رحمتِ الٰہی کی امید رکھتے ہیں اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔"

اللہ تعالیٰ ان صفات کے لوگوں کو امید ورجاء کا حق دار قرار دیتا ہے نہ کہ ظالموں' فاسقوں اور بدکاروں' اور ارشاد فرماتا ہے:

﴿ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِن بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ ﴾ (النحل: ۱۶/ ۱۱۰)

"جن لوگوں نے فتنوں میں ڈالے جانے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور صبر کا

ثبوت دیا بے شک تیرا رب ان باتوں کے بعد بخشنے والا اور مہربانیاں کرنے والا ہے''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ ان چیزوں پر عمل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ان کے حق میں غفور ورحیم ہے۔ پس حقیقت یہ ہے کہ عالم وعقل مند' امید ورجاء کو اپنے محل ومقام پر رکھتا ہے۔ اور جاہل' احمق اسے بے محل اور بے موقع استعمال کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

فصل : ۹

موت کے بعد

(حالات قبر' موت کے بعد کا خوف' امید ورجاء پر تکیہ کر کے گمراہ نہ ہونا چاہیے)

بہت سے جاہل صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے عفو و کرم اور فضل کے اعتماد پر اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو پامال کر دیتے ہیں اور یہ بات بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شدید العقاب (سخت سزا دینے والا) بھی ہے۔ مجرموں کو اس کے عذاب سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ جو شخص گناہوں پر اصرار کرتا ہے اور صرف عفوِ الٰہی پر اعتماد و تکیہ کرتا ہے وہ درحقیقت معاند' منکر اور گمراہ ہے۔ سیدنا معروف کرخی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تم جس کی اطاعت و فرمانبرداری نہیں کرتے اس سے رحمت و فضل کی امید' ذلت و رسوائی اور حماقت ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں: جو ذات صرف تین درہم کی چوری پر دنیا میں تمہارے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتی ہے' اس سے بے خوف نہ رہنا چاہیے کہ وہ آخرت میں تمہیں اسی قسم کا عذاب نہیں دے گی۔

حسن بصریؒ کا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا

کسی نے سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ ہم تمہیں ہمیشہ روتا ہوا ہی دیکھتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: مجھے خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کہیں مجھے آگ میں نہ جھونک دے اور پرواہ بھی نہ کرے۔ [1]

کسی نے سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا: اے ابوسعید! ہم ایسے لوگوں کے پاس بیٹھا کرتے ہیں جو ہمیں سخت خوف زدہ کر دیتے ہیں۔ ہمارے دلوں کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ ہم اس قسم کے خوف کا کیا علاج کریں؟ تو انہوں نے جواب دیا: تمہارا ان لوگوں کے پاس بیٹھنا بہت ہی اچھا ہے جو تمہیں ڈرا ڈرا کر امن و راحت کی جگہ پہنچا دیں۔ ان لوگوں کے مقابلہ میں جو

[1] کتاب الزھد للامام احمد (۳۱۷) حلیۃ الاولیاء (۲/ ۱۴۹)

تمہیں امن وسلامتی کی باتیں سنا سنا کر خوف وہلاکت کی منزل پر لے جائیں۔ ①

بے عمل واعظ

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: قیامت کے دن ایک آدمی کو بلایا جائے گا اور اسے آگ میں جھونک دیا جائے گا' اس کی آنتیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی اور وہ اس طرح جہنم میں گھومتا پھرے گا جس طرح چکی کے گرد گدھا گھوما کرتا ہے۔ یہ دیکھ کر جہنمی لوگ اس کے اردگرد جمع ہو جائیں گے اور پوچھیں گے: اے شخص! یہ مصیبت تجھ پر کیوں آئی؟ تُو تو ہمیں نیکی اور بھلائی کا حکم دیا کرتا تھا۔ اور برائیوں سے ہمیں روکتا تھا۔ وہ جواب دے گا: میں اَوروں کو نیکی اور بھلائی کا حکم ضرور دیتا تھا لیکن میں خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا' لوگوں کو برائیوں سے روکتا تھا لیکن خود میں باز نہیں رہتا تھا۔ ②

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سیدنا ابو رافع سے بیان کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان بقیع سے گزرے تو فرمانے لگے: افسوس تجھ پر' افسوس تجھ پر۔ میں سمجھا غالباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے فرما رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں تم سے نہیں کہہ رہا ہوں' بلکہ یہ اس شخص کی قبر ہے جس کو میں نے فلاں قبیلہ کی اصلاح کے لیے بھیجا تھا اس نے غنیمت کے مال میں سے ایک کمبل اٹھا لیا تھا' اس وقت اس کو اسی کمبل کے برابر آگ کی چادر پہنائی گئی ہے۔ ③

سیدنا انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معراج کی شب مجھے ایسے لوگوں پر سے گزارا گیا جن کے لب آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ میں نے فرشتوں سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ فرشتوں نے کہا: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے وہ خطیب و واعظ ہیں' جو دوسروں کو نیک کاموں کا حکم دیتے تھے اور خود عمل نہیں کرتے تھے۔ ④ افسوس یہ لوگ اتنی بھی سمجھ نہیں رکھتے تھے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے معراج کرائی گئی تو اس وقت میں نے ایسے لوگ دیکھے جن کی انگلیوں پر بڑے بڑے تانبے کے ناخن لگے ہوئے تھے' جن سے وہ اپنے چہرے اور گال اور سینے نوچ رہے تھے اور کھرچ رہے تھے۔ میں نے سیدنا

① حلیة الاولیاء (۲/ ۱۳۹) ② صحیح بخاری۔ کتاب بدء الخلق۔ باب صفة النار (حدیث۔ ۳۲۶۷) صحیح مسلم۔ کتاب الزهد۔ باب عقوبة من یامر بالمعروف ولا یفعله (حدیث۔ ۲۹۸۹) ③ مسند احمد (۳/ ۱۱۵۔۱۱۶) سنن نسائی۔ باب الاسراع الی الصلاة من غیر سعی (حدیث۔ ۸۶۳) ④ مسند احمد (۳/ ۱۲۰'۱۸۰) مصنف ابن ابی شیبة (۸/ ۳۳۶) مسند ابی یعلی (۳۹۹۲'۴۰۶۶)

جبریل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھایا کرتے تھے (غیبت کیا کرتے تھے) اور ان کی بے آبروئی کرتے تھے۔ ①

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات یہ دعاء پڑھا کرتے تھے:

((يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ وَالْأَبْصَارِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ))

''اے دلوں اور آنکھوں کو پھیرنے والے! میرے قلب کو تو اپنے دین پر قائم رکھ۔''

ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم آپ پر ایمان لے آئے۔ اور جو کچھ آپ نے لا کر دیا اس پر بھی ایمان لے آئے، کیا پھر بھی ہمارے لیے اس کا خوف و خطرہ ہے؟ آپ نے فرمایا: انسانوں کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں میں ہیں وہ ان کو جدھر چاہے پھیر دے۔ ②

جہنم کی ہولناکی

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سیدنا جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: کیا وجہ ہے جو میں نے کبھی سیدنا میکائل علیہ السلام کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا؟ سیدنا جبریل علیہ السلام نے فرمایا: جب سے جہنم پیدا کی گئی ہے وہ کبھی نہیں ہنسے۔ ③

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ جن پر دنیا میں اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے انعامات کیے تھے اور وہ جہنم کے حقدار تھے ان کو بلایا جائے گا اور انہیں جہنم کے اندر ایک چکر دیا جائے گا۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا: اے آدم کے بیٹو! تم نے کوئی بھی خیر و بہتری اور کوئی بھی نعمت آج تک دیکھی ہے؟ وہ جواب دیں گے: اے پروردگار! قسم تیری ذات کی، ہم نے کبھی کوئی نعمت نہیں دیکھی۔ اس کے بعد ان جنتیوں کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ نامراد تھے۔ اور تکالیف میں دن گزارے تھے اور انہیں جنت میں ایک چکر لگوایا جائے گا۔ پھر پوچھا جائے گا: اے آدم کے بیٹو! کیا تم نے کبھی کوئی تکلیف اٹھائی ہے؟ وہ جواب دیں گے: اے پروردگار! قسم تیری ذات کی، ہم پر کوئی مصیبت نہیں آئی۔ نہ ہم نے کبھی تکلیف دیکھی ہے۔ ④

---

① مسند احمد (۳/ ۲۲۷) سنن ابی داود۔ کتاب الادب۔ باب فی الغیبة (حدیث۔ ۴۸۷۸) ② مسند احمد (۱۱۲۴) سنن ترمذی۔ کتاب القدر۔ باب ماجاء ان القلوب بین اصبعی الرحمن (حدیث۔ ۲۱۴۰) سنن ابن ماجه کتاب الدعاء باب دعاء رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم (حدیث۔ ۳۸۳۴) ③ مسند احمد (۳/ ۲۲۴) والزهد له (۸۸) الشریفه للآجری (ص ۳۹۵) اسناده ضعیف حمید بن عبید مجہول راوی ہے۔ نیز اسماعیل بن عیاش کی غیر شامیین سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔ ④ صحیح مسلم۔ کتاب صفات المنافقین۔ باب صبغ انعم اهل الدنیا فی النار (حدیث۔ ۲۸۰۷)

مرنے کے بعد کیا ہوگا؟

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے' جب ہم قبر پہ پہنچے' ابھی اس کو قبر میں اتارا نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ایک جگہ بیٹھ گئے اور ہم لوگ آپ کے اردگرد بیٹھ گئے اور اس طرح مؤدب اور خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک پتلی سی لکڑی تھی جس سے آپ زمین کرید رہے تھے' یکا یک آپ نے سر مبارک اوپر اٹھایا اور فرمانے لگے:

((اِسْتَعِيْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ))

''لوگو! بارگاہِ الٰہی میں قبر کے عذاب سے پناہ مانگو۔''

یہ کلمات زبانِ مبارک سے دو یا تین بار نکلے۔ پھر ارشاد فرمایا: بندہ جب دنیا سے رشتہ توڑتا ہے اور آخرت کی طرف جانے لگتا ہے تو آسمان سے فرشتے اترتے ہیں' جن کے چہرے اس قدر نورانی اور روشن ہوتے ہیں گویا سورج چمک رہا ہے۔ ان کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے اور مردے کی نگاہوں کے سامنے فاصلہ پر بیٹھ جاتے ہیں۔ اس کے بعد موت کا فرشتہ آتا ہے اور اس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے' اور کہتا ہے: اے نفسِ مطمئنہ ! اللہ کی مغفرت و رضاء مندی کی طرف نکل چل۔ اس کی جان اس طرح نکلتی ہے جس طرح مشکیزے سے پانی' یا دودھ کا قطرہ ٹپک جاتا ہے۔ ملک الموت اسے اٹھالیتا ہے اسی وقت وہ فرشتے دوڑ پڑتے ہیں جو دور بیٹھے ہوتے تھے' ایک لحہ بھی ملک الموت کے پاس نہیں رہنے دیتے۔ وہ فرشتے جنت سے لایا ہوا کفن پہنا دیتے ہیں اور جنت کی خوشبو جو مشک (کستوری) سے بھی زیادہ بہتر ہوتی ہے اسے لگا دیتے ہیں۔ اور پھر اسے لے کر وہ آسمان کی طرف جاتے ہیں۔ جہاں جہاں سے وہ گزرتے ہیں فرشتے دریافت کرتے ہیں: کون سی بہترین روح ہے؟ فرشتے کہتے ہیں: فلاں ابن فلاں کی' اور دنیا میں جو اس کا بہترین نام تھا وہ بتلاتے ہیں۔ فرشتے اسے لے کر آسمانِ دنیا تک لے جاتے ہیں اور آسمان کے دروازے اس کے لیے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح ہر آسمان کے فرشتے اس کی متابعت کے لیے اوپر کے آسمان تک جاتے ہیں۔ اسی طرح اسے ساتویں آسمان تک لے جاتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے اس بندے کا نام دفتر علّیین میں لکھ دو۔ اور اسے زمین پر واپس بھیج دو۔ کیونکہ میں نے اس کو اسی زمین سے پیدا کیا

ہے اور اسی کی طرف میں ان کو لوٹاؤں گا۔ اور اسی سے ان کو دوبارہ اٹھاؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کی روح واپس (قبر میں) لوٹائی جاتی ہے' پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا دیتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میرا رب پروردگارِ عالم ہے۔ پھر پوچھتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میرا دین' اسلام ہے۔ پھر پوچھتے ہیں: کون سے پیغمبر تمہاری طرف بھیجے گئے تھے؟ وہ کہتا ہے: محمد رسول اللہ ﷺ ہماری طرف بھیجے گئے تھے۔ پھر پوچھتے ہیں: تمہارے پاس کون سا علم ہے؟ جواب دے گا: میں نے قرآن مجید پڑھا ہے۔ اور میں اس پر ایمان لایا ہوں اور اس کی تصدیق کی ہے۔ اس وقت آسمان سے ندا آئے گی: میرا بندہ سچ کہتا ہے! اسے جنت کا فرش بچھا دو' جنت کا لباس پہنا دو۔ اور اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دو۔ اس کے بعد جنت کی خوشگوار ہوائیں اور خوشبوئیں اس کے پاس آنے لگتی ہیں اور اس کی قبر اس کی حدِ نظر تک وسیع کر دی جائے گی۔ اس کے بعد ایک خوبصورت حسین آدمی اس کے پاس آئے گا' جس کا لباس نہایت خوبصورت اور خوشبو سے مہک رہا ہو گا اور اس کے سامنے آ کھڑا ہو جائے گا اور کہے گا: میں تجھے مسرت و آرام کی خوشخبری سناتا ہوں۔ اسی دن کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ وہ پوچھے گا: تم کون ہو؟ تمہارے چہرے سے خیر و برکت ٹپک رہی ہے؟ وہ جواب دے گا: میں تیرا نیک عمل ہوں۔ اس کے بعد میت کہنے لگے گی: اے پروردگار! تو قیامت جلد قائم کر دے تاکہ میں اپنی بی بی (بیوی) اور بچوں سے جلد مل سکوں۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کافر مر جاتا ہے اور آخرت کی طرف جاتا ہے تو اس کے پاس سیاہ فام دو فرشتے آتے ہیں جن کے جسم پر سیاہ غلیظ کمبل ہوتے ہیں اور اس مرنے والے کی نگاہوں کے سامنے فاصلہ پر بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت آ کر اس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے اور اسے کہتا ہے: اے خبیث روح! چل۔ اللہ تعالیٰ کی خفگی اور اس کے غضب کی طرف چل۔ یہ سن کر اس کی روح جسم کے اندر ادھر ادھر بھاگنے لگتی ہے لیکن فرشتہ اسے اس طرح پکڑتا ہے اور کھینچتا ہے جس طرح قصائی چھریوں سے گوشت کاٹا کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ دور بیٹھے ہوئے فرشتے آ کر اس روح کو اپنے قابو میں کر لیتے ہیں اور ایک لمحہ کے لیے بھی اسے مہلت نہیں دیتے اور اسے ایک سیاہ بدبودار کمبل پہنا دیتے ہیں' اس کی بدبو اس قدر خراب ہوتی ہے کہ مردار جانور سے بھی بدتر۔ فرشتے اس روح کو لے کر اوپر کی طرف

جاتے ہیں، جہاں جہاں سے یہ فرشتے اسے لے کر گزرتے ہیں، دوسرے فرشتے ان سے دریافت کریں گے: یہ کس کی خبیث روح ہے جس سے اس قدر خراب بدبو آرہی ہے؟ فرشتے اس کا برے سے برا نام لے کر کہتے ہیں: فلاں ابن فلاں کی! اس کے بعد آسمان کے دروازے کھولنے کی درخواست کرتے ہیں لیکن وہ اس کے لیے نہیں کھولے جاتے اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ ۝ ﴾ (اعراف: ۷/۴۰)

''نہ تو ان کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہونے پائیں گے یہاں تک کہ سوئی کے ناکے سے اونٹ گزر جائے۔''

اس کے بعد اللہ تعالیٰ حکم دے گا اس کا نام دفتر سِجّین میں سب سے نیچے کی زمین میں لکھ دو۔ اس کے بعد اس روح کو وہیں سے نیچے پھینک دیا جائے گا' یہاں رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝ ﴾ (حج: ۲۲/ ۳۱)

''سنو! اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا گویا آسمان سے گر پڑا اب یا تو اسے پرندے اُچک لے جائیں گے یا ہوا کسی دور دراز کی جگہ پھینک دے گی''۔

اس کے بعد روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں: تمہارا رب کون ہے؟ وہ گھبراہٹ کے مارے ہاہ ہاہ کرے گا اور کہے گا: مجھے معلوم نہیں۔ پھر پوچھیں گے: تمہارا دین کیا ہے؟ اس کا بھی وہ یہی جواب دے گا۔ اس کے بعد اس سے پوچھیں گے: تمہارے پاس کون سے پیغمبر آئے تھے؟ اس کا بھی وہ یہی جواب دے گا۔ آسمان سے آواز آئے گی: یہ بندہ جھوٹ بولتا ہے اس کیلئے جہنم کا فرش لگا دو اور جہنم کے دروازے اس کیلئے کھول دو۔ تاکہ جہنم کے شعلے اس تک پہنچتے رہیں' اس کے بعد اس کی قبر اس قدر تنگ کر دی جائے گی۔ اور وہ اسے اس طرح دبوچے گی کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف نکل جائیں گی۔ اس کے بعد ایک بدشکل آدمی گندے غلیظ لباس میں اس کے سامنے آ کھڑا ہوگا اور اسے کہے گا: میں تجھے عذاب کی خبر سناتا ہوں' یہی وہ دن ہے جس کے متعلق تجھ

سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ وہ کہے گا: تو کون ہے؟ تیرے چہرے سے مجھے ڈر لگتا ہے، وہ کہے گا: میں تیرا خبیث عمل ہوں۔ اس کے بعد وہ کہے گا: پروردگارِ عالم! تو قیامت قائم مت کر۔ [1]

امام احمد رحمہ اللہ کی روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس کے بعد اس پر ایک ایسا فرشتہ مسلّط کر دیا جائے گا جو اندھا، بہرہ اور گونگا ہو گا۔ اس کے ہاتھ میں بھاری سے بھاری گُرز ہو گا کہ اگر اسے پہاڑ پر مارا جائے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو کر ریت ہو جائے۔ فرشتہ اسے یہ گرز مارے گا جس سے وہ چیخنے لگے گا اور اس کی چیخ و پکار جن اور انسان کے سوا اللہ کی ساری مخلوق سنے گی۔ سیدنا براء بن عازب فرماتے ہیں: اس کے لیے جہنم کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اس کے لیے جہنم کا فرش بچھا دیا جائے گا۔ [2]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے، یکایک آپؐ کی نگاہ ایک مجمع پر پڑی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کون لوگ ہیں؟ کیوں جمع ہوئے ہیں؟ جواب دیا گیا: قبر کھود رہے ہیں۔ یہ سن کر آپؐ گھبرائے اور نہایت تیز رفتاری سے صحابہ سے آگے ہو گئے، اور قبر تک پہنچے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔ میں آپؐ کے سامنے کھڑا ہو گیا کہ دیکھوں آپؐ کیا کرتے ہیں۔ آپؐ وہاں اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی۔ اس کے بعد آپؐ ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے:

((اِخْوَانِیْ لِمِثْلِ ھٰذَا الْیَوْمِ فَأَعِدُّوْا)) [3]

”میرے بھائیو! ایسے دن کے لیے تیاری کرو۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مثال بیان کرتے ہیں

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے پاس تشریف لائے اور باآواز بلند فرمانے لگے: لوگو! میری اور تمہاری مثال کیسی ہے، تم جانتے ہو؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپؐ فرمانے لگے: میری اور تمہاری مثال اس قوم کی سی ہے جو کسی آنے والے دشمن سے ڈر رہی ہو اور اس کی تفتیش کے لیے انہوں نے کسی آدمی کو بھیجا ہو۔ یہ آدمی دشمن کو دیکھ کر ڈرتا ہوا آیا تا کہ قوم کو ڈرائے اور دشمن جو سر پر آ گیا

[1] مسند احمد (۴/ ۲۸۷-۲۸۸) سنن ابی داود۔ کتاب السنۃ۔ باب فی المسألۃ فی القبر و عذاب القبر، (حدیث۔ ۴۷۵۳) واللفظ لاحمد [2] مسند احمد (۴/ ۲۹۵) السنۃ لعبداللہ بن احمد (۱۴۴۱) اسنادہ ضعیف۔ یونس بن خباب رافضی راوی ہے۔ [3] مسند احمد (۴/ ۲۹۴) سنن ابن ماجہ۔ کتاب الزھد۔ باب الحزن والبکاء (حدیث۔ ۴۱۹۵)

ہے اس سے لوگوں کو آگاہ کرے، لوگوں کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی اس نے کپڑا اہلا کر یہ خبر دی کہ لوگو! دشمن آ گیا بلکہ سر پر پہنچ گیا ہے۔ ①

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((كُلُّ مَا اَسْكَرَ حَرَامٌ وَاِنَّ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَقْدًا لِمَنْ شَرِبَ الْمُسْكِرَ اَنْ يُّسْقِيَهُ مِنْ طِيْنَةِ الْخَبَالِ قِيْلَ وَمَا طِيْنَةُ الْخَبَالِ؟ قَالَ عِرْقُ اَهْلِ النَّارِ اَوْ عُصَارَةُ اَهْلِ النَّارِ)) ②

"ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ شراب پینے والے کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ پختہ عہد ہے کہ وہ اسے دوزخیوں کا پسینہ یا ان کا نچوڑ پلائے گا۔"

خوفِ الٰہی

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَاءُ وَحُقَّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ مَا فِيْهَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَعَلَيْهِ مَلَكٌ يُسَبِّحُ اللّٰهَ سَاجِدًا لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُوْشِ وَلَخَرَجْتُمْ اِلَى الصَّعَدَاتِ تَجْئَرُوْنَ اِلَى اللّٰهِ تعالٰى))

"جو میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے، جو میں سنتا ہوں تم نہیں سنتے، آسمان فرشتوں کے بوجھ سے کراہ رہا ہے۔ اور اس کا کراہنا حق بجانب ہے، کوئی چار انگلیوں کے بقدر بھی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں فرشتے سجدے میں گر کر اللہ کی تسبیح و تقدیس نہ کرتے ہوں۔ لوگو! جو میں جانتا ہوں اگر تم جان لو، تو تم ہنسنا چھوڑ دو اور بہت زیادہ روتے ہی رہو، اور عورتوں کے ساتھ بستروں پر لذت اندوز ہونا ترک کر دو۔ اور گھروں سے باہر نکل کر راستوں اور میدانوں میں بھاگتے پھرو۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف جھک پڑو۔"

یہ حدیث بیان کر کے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: ((وَاللّٰهِ لَوَدِدْتُ اَنِّیْ شَجَرَةٌ تُعْضَدُ))

"اللہ کی قسم واللہ! کاش میں ایک درخت ہوتا، جو کاٹ لیا جاتا۔" ③

---

① مسند احمد (۵/ ۳۴۸) ابو الشیخ فی الامثال (۲۵۳) والرامھر مذی فی الامثال (۷) اسنادہ ضعیف۔ بشیر بن المھاجر الغنوی بین الحدیث راوی ہے۔ تاہم اس روایت کے معنوی شواہد ہیں۔ ② صحیح مسلم۔ کتاب الاشربة۔ باب بیان ان کل مسکر خمر ...... (حدیث۔ ۲۰۰۲) ③ مسند احمد (۵/ ۱۷۲) سنن ترمذی۔ کتاب الزھد۔ باب ماجاء فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم ...... (حدیث۔ ۲۳۱۲) سنن ابن ماجه۔ کتاب الزھد۔ باب الحزن والبکاء (حدیث۔ ۴۱۹)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک جنازے میں شریک تھے۔ جب ہم قبر پر پہنچے تو آپؐ اس قبر کی ایک جانب بیٹھ گئے اور آنکھیں پھرا پھرا کر قبر کے اندر نگاہ ڈالی' اس کے بعد آپؐ نے فرمایا:

((یُضْغَطُ الْمُؤْمِنُ فِیْهِ ضَغْطَةً تَزُوْلُ مِنْهَا حَمَائِلُهُ وَیُمْلَأُ عَلَى الْكُفَّارِ نَارًا)) [1]

''مؤمن کو قبر میں بھینچا جاتا ہے جس سے اس کے سینے کی ہڈیاں ادھر سے ادھر ہو جاتی ہیں' اور کافر کی قبر آگ سے بھر دی جاتی ہے۔''

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جنازہ میں شریک ہوئے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ کی نماز پڑھ لی اور انہیں قبر میں اتارا گیا اور قبر برابر کر دی گئی تو آپؐ دیر تک سبحان اللہ ' سبحان اللہ پڑھتے رہے' آپؐ کے ساتھ ہم بھی یہی پڑھتے رہے' پھر آپ نے اللہ اکبر' اللہ اکبر کہنا شروع کر دیا۔ ہم بھی آپ کے ساتھ یہی کہتے رہے۔ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سبحان اللہ پڑھا پھر اللہ اکبر پڑھا' کیا وجہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

((لَقَدْ تَضَایَقَ عَلٰى هٰذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرُهُ حَتّٰى فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ)) [2]

''اللہ کے اس بندے پر قبر تنگ ہو گئی تھی' بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس کو فراخ کر دیا۔''

سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب مردے کو جنازہ میں رکھ کر لوگ کندھوں پر اٹھا کر چلنے لگتے ہیں تو اگر مردہ صالح اور نیک ہے تو کہتا ہے: مجھے جلد سے جلد لے چلو' اور اگر صالح اور نیک نہیں ہے تو کہتا ہے: افسوس! تم لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ اور اس کی یہ آواز انسانوں کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے' اگر انسان اسے سن لیں تو ہیبت اور وحشت کے مارے بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔'' [3]

سورج کی تپش

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت

---

[1] مسند احمد (۵/ ۴۰۷) اثبات عذاب القبر للبیھقی (۱۲۸) السنة لعبداللہ بن احمد (۱۴۶۲) اسنادہ ضعیف محمد بن جابر ضعیف راوی ہے۔ [2] مسند احمد (۳/ ۳۶۰'۳۷۷) المعجم الکبیر للطبرانی (۵۳۴۶) اثبات عذاب القبر (۱۳۶) اسنادہ ضعیف۔ محمود بن محمد بن عبدالرحمٰن مجہول راوی ہے۔ تاہم سنن نسائی (۲۰۵۷) میں اس کا حسن مشاہد ہے۔ [3] صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز۔ باب حمل الرجال الجنازة دون النساء (حدیث۔ ۱۳۱۴)

کے دن سورج اس قدر قریب ہو جائے گا کہ قریب ایک میل کا فاصلہ رہ جائے گا۔ اس کی گرمی اس قدر ہو گی کہ اس سے لوگوں کے دماغ کھولنے لگیں گے۔ اسی طرح کھولنے لگیں گے جس طرح چولہے پر ہنڈیاں کھولتی ہیں' اور لوگ اپنے اپنے گناہوں کے مطابق پسینے میں غرق ہوں گے' کسی کے گھٹنوں تک' کسی کے پنڈلیوں تک اور کچھ ایسے بھی ہوں گے جو کمر تک ڈوبے ہوئے ہوں گے اور کچھ ایسے بھی ہوں گے جو منہ تک ڈوبے ہوئے ہوں گے۔'' ①

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((قُولُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا)) ②

''لوگو! تم یہ پڑھا کرو: اللہ تعالیٰ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ اچھا وکیل ہے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔''

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ تَعَظَّمَ فِي نَفْسِهِ أَوِ اخْتَالَ فِي مِشْيَتِهِ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ)) ③

''جو شخص اپنے آپ کو بڑا سمجھے گا' یا فخر وغرور سے چلے گا تو قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس طرح آئے گا کہ وہ اس پر سخت غضبناک ہو گا۔''

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ الْمُصَوِّرِيْنَ يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيُقَالُ لَهُمْ: اَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ)) ④

''قیامت کے دن تصویریں بنانے والوں کو عذاب دیا جائے گا اور کہا جائے گا: جو تصاویر تم نے بنائی ہیں ان میں جان ڈالو۔''

اور صحیح بخاری میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ مِنَ الْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ اِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنَ الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَمِنْ اَهْلِ النَّارِ فَيُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى يَبْعَثَكَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ)) ⑤

---

① مسند احمد (۵/ ۲۵۴) المعجم الكبير للطبراني (۷۷۹) وله شاهد عن مسلم (۲۸۶۴) عن المقداد ② مسند احمد (۱/ ۳۲۶/۳، ۷) مستدرك حاكم (۴/ ۵۵۹) وللحديث شواهد ③ مسند احمد (۲/ ۱۸۸) الادب المفرد للبخاري (۵۵۵) مستدرك حاكم (۱/ ۶۰) ④ صحيح بخاري۔ كتاب اللباس۔ باب عذاب المصورين يوم القيامة (حديث۔ ۵۹۵۱) صحيح مسلم۔ كتاب اللباس۔ باب تحريم تصوير صورة الحيوان (حديث ۲۱۰۸) ⑤ صحيح بخاري۔ كتاب الجنائز۔ باب الميت لعرض عليه مقعدة بالغداة والعشي (حديث۔ ۱۳۷۹)

”جب تم میں سے کوئی مر جاتا ہے تو صبح و شام اس کا ٹھکانہ اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اگر جنتی ہے تو جنت کا، اور اگر دوزخی ہے تو دوزخ کا، اور اسے کہا جاتا ہے: یہ قیامت تک کا تمہارا ٹھکانا ہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دوبارہ اٹھائے گا۔“

موت کو ذبح کر کے موت دے دی جائے گی

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِذَا صَارَ اَهْلُ الْجَنَّةِ فِی الْجَنَّةِ وَاَهْلُ النَّارِ فِی النَّارِ جِیْءَ بِالْمَوْتِ یُوْقَفُ بَیْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ثُمَّ یُذْبَحُ ثُمَّ یُنَادِیْ مُنَادٍ یَا اَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُوْدٌ وَلَا مَوْتٌ وَیَا اَهْلَ النَّارِ خُلُوْدٌ وَلَا مَوْتٌ فَیَزْدَادُ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَرَحًا اِلٰی فَرَحِهِمْ وَیَزْدَادُ اَهْلُ النَّارِ حُزْنًا اِلٰی حُزْنِهِمْ)) [1]

”جب جنتی لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے اور جہنمی لوگ جہنم میں چلے جائیں گے، تو موت کو جنت و دوزخ کے درمیان لا کھڑا کر دیا جائے گا، اور اسے ذبح کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد اللہ کا منادی (پکارنے والا) پکارے گا: اے جنت والو! تمہارے لیے ہمیشہ ہمیش کے لیے جنت ہے، اور موت نہیں ہے۔ اے دوزخ والو! تمہارے لیے ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم ہے، اب موت نہیں ہے۔ یہ سن کر جنتی لوگوں کی مسرت اور بڑھ جائے گی اور دوزخیوں کا رنج و غم اور زیادہ ہو جائے گا۔“

حرام کا عبرتناک انجام

اور مسند احمد میں انہی سے روایت ہے: ((مَنِ اشْتَرٰی ثَوْبًا بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ فِیْهَا دِرْهَمٌ حَرَامٌ لَمْ یَقْبَلِ اللّٰهُ لَهٗ صَلٰوةً مَا دَامَ عَلَیْهِ ثُمَّ اَدْخَلَ اِصْبَعَیْهِ فِیْ اُذُنَیْهِ فِیْ اُذُنِهٖ ثُمَّ قَالَ: صُمَّتَا اِنْ لَمْ اَكُنْ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ)) [2]

”جس نے دس درہم میں کوئی کپڑا خریدا، اور اس میں ایک درہم بھی حرام کا تھا تو جب تک یہ کپڑا اس کے جسم پر ہوگا، اللہ اس کی نماز قبول نہیں فرمائے گا۔ راوی نے یہاں اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال لیں۔ اور کہا: اگر یہ حدیث میں نے

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب صفة الجنة والنار، (حدیث۔ ۶۵۴۸) صحیح مسلم۔ کتاب الجنة۔ باب النار یدخلها الجبارون (حدیث۔ ۲۸۵۰) [2] مسند احمد (۲/ ۹۸ المجروحین لابن حبان (۲/ ۳۸) تاریخ بغداد (۱۴/ ۲۱) اسنادہ ضعیف جدا معاشم الاوقص متروک راوی ہے۔ نیز بقیہ بن الولید مدلس راوی ہے اور سماع کی تصریح نہیں۔

رسول اللہ ﷺ سے نہ سنی ہو تو میں بہرہ ہو جاؤں۔"

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ سُكْرًا مَرَّةً وَاحِدَةً فَكَاَنَّمَا كَانَتْ لَهُ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا فَسُلِبَهَا وَمَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ سُكْرًا اَرْبَعَ مَرَّاتٍ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يَسْقِيَهُ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ)) ①

"جس نے نشہ پی کر ایک وقت کی نماز ترک کر دی تو گویا دنیا و مافیہا (دنیا اور جو اس میں ہے) سب اس کی ملکیت تھی جو اس سے چھین لی گئی۔ اور جس نے نشہ کی وجہ سے چار وقت کی نماز ترک کر دی تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہو گا کہ اسے وہ دوزخیوں کا نچوڑا ہوا عصارہ (رس پیپ) اسے پلائے۔"

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ شُرْبَةً لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةُ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَلَا اَدْرِيْ فِي الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ قَالَ فَاِنْ عَادَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يَسْقِيَهُ مِنْ رَدْغَةِ الْخَبَالِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) ②

"جس نے شراب کا ایک گھونٹ بھی پی لیا، تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں کی جائے گی اگر وہ توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا، راوی کہتے ہیں: تیسری مرتبہ یا چوتھی مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اس نے پھر یہ گناہ کیا تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہو گا کہ وہ اسے دوزخیوں کا نچوڑا ہوا خون اور پیپ پلائے۔"

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ مَاتَ مُدْمِنًا لِلْخَمْرِ سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ نَهْرِ الْغُوْطَةِ قِيْلَ: وَمَا نَهْرُ الْغُوْطَةِ؟ قَالَ: نَهْرٌ يَجْرِيْ مِنْ فُرُوْجِ الْمُومِسَاتِ يُؤْذِيْ اَهْلَ النَّارِ رِيْحُ فُرُوْجِهِنَّ)) ③

"جو شخص شراب کی مداومت (ہمیشگی) کرتے ہوئے مر گیا، تو اللہ تعالیٰ اسے نہر غوطہ سے پانی پلائے گا۔ کسی نے پوچھا: نہر غوطہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے

---

① مسند احمد (۲/ ۱۷۸) مستدرك حاکم (۴/ ۱۴۶) السنن الكبرى للبيهقى (۸/ ۲۸۷) ② مسند احمد (۲/ ۱۲۲) سنن ابن ماجه۔ كتاب الاشربة۔ باب من شرب الخمر لم تقبل له صلاة (حديث۔ ۳۳۷۷) سنن نسائى۔ كتاب الاشربة۔ باب توبة شارب الخمر (حديث۔ ۵۶۷۳) ③ مسند احمد (۴/ ۳۹۹) صحيح ابن حبان (۵۳۴۶) مستدرك حاکم (۴/ ۱۴۶) اسناده ضعيف ابوحریز ضعیف راوی ہے۔

فرمایا: یہ نہر بدکار عورتوں کی شرمگاہ سے نکلی ہے۔ اور یہ ایسی خراب ہے کہ خود دوزخی لوگوں کو بھی ان کی شرمگاہوں کی بو سے اس سے سخت تکلیف ہو گی۔"

اور اسی مسند احمد میں مروی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يُعْرَضُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَ عَرَضَاتٍ فَأَمَّا عَرْضَتَانِ فَجِدَالٌ وَمَعَاذِيرُ وَأَمَّا الثَّالِثَةُ فَعِنْدَ ذَالِكَ تَطِيرُ الصُّحُفُ فِي الْأَيْدِي فَآخِذٌ بِيَمِينِهِ وَآخِذٌ بِشِمَالِهِ)) (1)

"قیامت کے دن تین مرتبہ لوگوں کی پیشی ہو گی۔ دو پیشیوں میں حجت و معذرت ہو گی۔ تیسری پیشی پر اعمال نامے اڑ اڑ کر لوگوں کے ہاتھوں میں چلے جائیں گے' کوئی دائیں ہاتھ میں لے گا اور کوئی بائیں ہاتھ میں لے گا۔"

مسند احمد میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِيَّاكُمْ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوبِ فَإِنَّهُنَّ يَجْتَمِعْنَ عَلَى الرَّجُلِ حَتَّى تُهْلِكَهُ))

"چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی تم اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ جب چھوٹے چھوٹے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں تو انسان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔"

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس کی مثال ارشاد فرمائی کہ جب لوگ کسی صحرا میں منزل کرتے ہیں اور کھانے پکانے کا وقت آتا ہے تو کوئی لکڑی لے آتا ہے' کوئی اونٹ کی مینگنیاں لے آتا ہے حتی کہ ڈھیر لگ جاتا ہے اور پھر آگ جلائی جاتی ہے اور پھر جو کچھ اس میں ڈالتے ہیں سب جل جاتا ہے۔ (2)

پل صراط

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا "جہنم پر پل کھڑا کیا جائے گا۔ اور سب سے پہلے اس پر سے میں گزروں گا۔ اس روز تمام پیغمبروں کی یہ دعاء ہو گی اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ۔ سَلِّمْ (اے اللہ! سلامتی دے' اے اللہ! سلامتی دے) پل کے دونوں جانب

(1) مسند احمد (۴/ ۴۱۴) سنن ابن ماجه۔ کتاب الزهد۔ باب ذکر البعث' (حدیث۔ ۴۲۷۷) اسناده ضعیف سند منقطع ہے۔ حسن بصری نے ابوموسیٰ اشعری سے نہیں سنا۔ (2) مسند احمد (۱/ ۴۰۲) المعجم الكبير للطبرانی (۱۰/ ۲۱۲) شعب الایمان (۱/ ۲۶۹) اس کی سند میں ابو عیاض مجہول راوی ہے۔ لیکن مسند احمد (۵/ ۳۳۱) اور شعب الایمان (۷/ ۳۵۶) وغیرہ میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے اس کا ایک حسن شاہد ہے۔ جس کی وجہ سے یہ روایت بھی صحیح ہو جاتی ہے۔

ببول کے کانٹوں کی مانند کانٹے ہوں گے۔ اور لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق ان سے اُلجھیں گے۔ بعض صحیح سالم نکل جائیں گے۔ بعض زخمی ہو کر پار ہوں گے' اور نجات پائیں گے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ بندوں کے فیصلہ سے فارغ ہوں گے اور ان بندوں کو جن پر وہ رحم کرنا چاہتا ہے اور وہ کلمہ شہادت ''لا الہ الا اللہ'' کی شہادت دینے والوں میں سے ہیں تو فرشتوں کو حکم دے گا کہ ان لوگوں کو جہنم سے نکالو۔ فرشتے ان کو سجدوں کے نشانوں سے پہچانیں گے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سجدوں کے اثر کو جلانا آگ پر حرام کر دیا ہے۔ یہ نشانیاں دیکھ دیکھ کر فرشتے ان کو باہر نکالیں گے' اس وقت ان کا حال یہ ہوگا کہ ان کی کھالیں جل چکی ہوں گی' فرشتے ان پر ''ماءُ الحیات'' آب حیات ڈالیں گے جس سے ان کو دوبارہ زندگی حاصل ہوگی۔ [1]

ریا کار کا انجام

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''قیامت کے دن سب سے پہلے تین قسم کے لوگوں کا فیصلہ کیا جائے گا' سب سے پہلے شہید کو لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں گنوائے گا اور وہ ان نعمتوں کا اعتراف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے یہ نعمتیں کہاں خرچ کیں؟ وہ جواب دے گا: میں تیری راہ میں لڑتا رہا حتی کہ میں تیری راہ میں شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے' تو اس لیے لڑا کہ لوگ تجھے بہادر کہیں۔ اور دنیا میں لوگوں نے تجھے بہادر کہا' اس کے بعد حکم دیا جائے گا کہ اسے سر کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ' اور جہنم میں ڈال دو۔ چنانچہ اسے جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اس کے بعد عالم اور قرآن سیکھے ہوئے لوگوں کو بلایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے انعامات یاد دلائے گا۔ وہ ان کا اعتراف کرے گا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے اسے کہاں خرچ کیا؟ وہ کہے گا: میں نے لوگوں کو علم اور قرآن پڑھایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ کہتا ہے' تو نے اس لیے پڑھا تھا کہ لوگ تجھے عالم' حافظ' قاری کہیں۔ اور یہ بات تجھے دنیا میں حاصل ہو گئی' پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے بھی سر کے بل گھسیٹ کر جہنم میں جھونک دیا جائے' تو اسے جہنم میں ڈالا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کو بلائے گا جس کو رزق کی فراوانی اور مال و دولت اور قسم قسم کی نعمتیں دنیا میں دی گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں یاد دلائے گا۔ جب وہ اس کا اعتراف کرے گا' تو فرمائے گا: تو نے میری نعمتوں کو کہاں صرف کیا؟ وہ جواب دے گا: تیری مرضی کی راہ میں میں نے خرچ کیا'

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب الصراط جسر جھنم (حدیث۔ ۶۵۷۳) صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب معرفة طریق الروایة (حدیث۔ ۱۸۲) مطولا

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ کہتا ہے' تو نے اس لیے خرچ کیا ہے کہ لوگ تجھے سخی کہیں اور دنیا میں یہ ہو چکا۔ اس کے بعد حکم دیا جائے گا کہ اسے بھی سر کے بل جہنم میں جھونک دو' چنانچہ اسے جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔" ایک حدیث میں یہ الفاظ زیادہ ہیں "یہی لوگ سب سے پہلے جہنم میں ڈالے جائیں گے اور انہی سے جہنم سلگائی جائے گی۔" (۱)

اس روایت کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے میں نے سنا ہے وہ فرمایا کرتے تھے: تمام سے بہترین لوگ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔ اور وہ شریر ترین لوگ ہیں جو اپنے کو انبیاء کرام کا جانشین کہتے ہیں لیکن وہ کذاب اور جھوٹے دعوے دار ہیں۔ انبیاء کرام کے بعد تمام سے بہترین لوگ علماء کرام' شہداء' اور صدیقین اور مخلصین ہیں لیکن جو لوگ ایسے نہیں اور ان جیسے بن کر لوگوں کو دھوکہ اور فریب دیتے ہیں اور یہ شریر ترین لوگ ہیں۔

حقوق العباد

صحیح بخاری میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ لِأَخِيهِ مُظْلَمَةٌ فِي مَالٍ أَوْ عِرْضٍ فَلْيَأْتِهِ فَلْيَسْتَحِلَّهَا مِنْ قَبْلِ أَنْ يُؤْخَذَ وَلَيْسَ عِنْدَهُ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ فَإِنْ كَانَتْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ حَسَنَاتِهِ فَأُعْطِيَهَا وَإِلَّا أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِهِ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ)) (۲)

"جس شخص نے اپنے کسی بھائی پر ظلم کیا ہو وہ ظلم مال کا ظلم ہو' یا اسباب و متاع کا یا آبرو کا۔ اسے چاہیے کہ وہ اپنے بھائی کے پاس جائے اور قبل اس کے کہ اس سے مؤاخذہ ہو اور بدلہ دینے کے لیے اس کے پاس دینار و درہم نہ ہوں' اس سے معاف کرا کر اپنے لیے جائز گردان لے' کیونکہ اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی تو اس سے لے کر اُس کو دے دی جائے گی اور اگر نیکیاں نہیں ہیں تو اس کے گناہ اس پر لا دے جائیں گے اور پھر اسے جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔"

اور صحیح بخاری میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ أَخَذَ مِنَ الْأَرْضِ بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى سَبْعِ أَرَضِينَ)) (۳)

"کسی نے ایک بالشت زمین بھی کسی کی ناحق لے لی ہے' تو قیامت کے دن سات

---

(۱) صحیح مسلم۔ کتاب الامارۃ۔ باب من قاتل للریا' والسمعة (حدیث۔ ۱۹۰۵) (۲) صحیح بخاری۔ کتاب المظالم۔ باب من کانت له مظلمة عند الرجل (حدیث۔ ۲۴۴۹) (۳) صحیح بخاری۔ کتاب بدء الخلق۔ باب ماجاء فی سبع ارضین (حدیث۔ ۳۱۹۶) وفیه "شیئا" "شبرا" واللہ اعلم

زمینوں تک اسے دھنسا دیا جائے گا۔"

دنیا اور جہنم کی آگ

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((نَارُكُمْ هٰذِهِ الَّتِي تُوقِدُوْنَ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِيْنَ جُزْءً مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ))

"جو آگ تم دنیا میں جلاتے ہو یہ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔"

صحابہؓ نے عرض کیا: اللہ کی قسم! عذاب کے لیے یہی آگ کافی وافی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر ۶۹ حصہ زیادہ ہے اور جس کا ایک ایک حصہ اس کے برابر اور ہم مثل ہے۔ [1] سیدنا معاذؓ بیان کرتے ہیں:

((اَوْصَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَاِنْ قُتِلْتَ اَوْ حُرِّقْتَ وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَيْكَ وَاِنْ اَمَرَاكَ اَنْ تَخْرُجَ مِنْ مَالِكَ وَاَهْلِكَ وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلٰوةً مَكْتُوْبَةً مُتَعَمِّدًا فَاِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةً مَكْتُوْبَةً مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَلَا تَشْرَبْ خَمْرًا فَاِنَّهُ رَاسُ كُلِّ فَاحِشَةٍ وَاِيَّاكَ وَالْمَعْصِيَةَ فَاِنَّ الْمَعْصِيَةَ تَحِلُّ سَخَطَ اللّٰهِ)) [2]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ گردانو! اگرچہ تم قتل کر دیے جاؤ یا تمہیں جلا دیا جائے اور اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو اگرچہ وہ تمہیں تمہارے مال اور تمہاری بی بی (بیوی) کو تم سے علیحدہ کرنے کا حکم دیں۔ فرض نماز کبھی قصداً ترک نہ کرو کیونکہ جو شخص قصداً (جان بوجھ کر) فرض نماز ترک کرے گا اس کی جانب سے میں اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری سے بری ہوں اور کبھی شراب نہ پینا کیونکہ شراب تمام گناہوں کی جڑ ہے اور گناہوں سے بہت دور رہو کیونکہ گناہ اللہ تعالیٰ کی خفگی کا موجب ہیں۔"

مذکورہ بالا احادیث کے علاوہ بے شمار احادیث اس بارے میں موجود ہیں جو شخص نصیحت حاصل کرنا چاہے اسے چاہیے کہ وہ ان احادیث کی طرف سے نابینا نہ بن جائے اور نفس کو خود سر اور آزاد نہ کر دے اور صرف حسنِ ظن اور حسنِ رجاء پر تکیہ کر کے نہ بیٹھ جائے۔

---

[1] صحيح بخاري۔ كتاب بدء الخلق۔ باب صفة النار (حديث۔ ۳۲۶۵) صحيح مسلم۔ كتاب الجنة۔ باب جهنم اعاذنا الله منها (حديث۔ ۲۸۴۳) [2] مسند احمد (۵/ ۲۳۸)

سیدنا ابوالوفا ابن عقیل رحمہ اللہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو' فریب و مغالطہ کا شکار نہ بنو' کیونکہ اللہ تعالیٰ تو صرف تین درہم کی چوری میں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتا ہے اور سوئی کے ناکے کے برابر شراب پینے پر حد جاری کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور ایک بلی سے معمولی غفلت کی بنا پر اس نے ایک عورت کو جہنم میں ڈال دیا اور مال غنیمت میں سے ایک عمامہ اٹھا لینے کے بدلہ میں یہی عمامہ آگ کا شعلہ بن کر عذاب کا موجب ہوا' حالانکہ یہ شخص شہید ہو کر مرا تھا۔

سیدنا امام احمد نے ایک مرفوع حدیث روایت کی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((دَخَلَ رَجُلٌ الْجَنَّةَ فِي ذُبَابٍ وَدَخَلَ رَجُلٌ النَّارَ فِي ذُبَابٍ))

''ایک مکھی کے سبب سے ایک آدمی جنت میں داخل ہوا اور ایک مکھی کے سبب سے ایک جہنم میں گیا۔'' (صحیح یہ ہے کہ یہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے)

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ! کیونکر؟ آپ نے فرمایا: دو آدمی ایک جگہ سے گزرے جہاں کے باشندوں کا ایک بت تھا۔ کسی آنے جانے والے کو بت پر بھینٹ چڑھائے بغیر وہاں سے جانے نہیں دیتے تھے۔ ان میں سے ایک کو کہا: اس بت پر بھینٹ چڑھاؤ' تو آگے جا سکتے ہو ورنہ نہیں۔ اس نے کہا: میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ ان لوگوں نے کہا: ایک مکھی ہی بھینٹ چڑھا دو۔ اس نے مکھی کی بھینٹ دے دی۔ ان لوگوں نے اسے چھوڑ دیا' یہ شخص جہنم میں داخل کیا گیا۔ دوسرے سے کہا: تم بھی بھینٹ چڑھاؤ' اس نے کہا کہ میں اللہ کے سوا کسی پر بھینٹ نہیں چڑھاتا۔ ان لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔ یہ شخص جنت میں داخل ہو گیا۔''[1]

اور بندہ کبھی منہ سے ایسا کلمہ بول دیتا ہے جس سے وہ جہنم کا ایندھن بن جاتا ہے۔

گناہ گار اور مال و متاع کی حقیقت

(اللہ کی نعمتوں کے سلسلہ میں دھوکہ) اور بہت سے فریب خوردہ لوگ مال و دولت اور اللہ تعالیٰ کے دنیاوی انعامات کے مغالطہ میں آ جاتے ہیں اور یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہے اور مجھے دوست رکھتا ہے۔ اور آخرت میں وہ مجھے اس سے بھی زیادہ انعامات سے نوازے گا۔ لیکن یہ تمام باتیں محض اوہام اور دھوکہ ہیں۔ چنانچہ سیدنا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا رَأَيْتَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُعْطِي الْعَبْدَ مِنَ الدُّنْيَا عَلَى مَعَاصِيهِ مَا يُحِبُّ فَإِنَّمَا هُوَ اسْتِدْرَاجٌ))

---

[1] كتاب الزهد للاما احمد (ص: ۳۲) حلية الاولياء لابی نعيم (۱/ ۲۰۳)

”جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے بندے کو دنیا دیتا ہے جو گناہوں میں ڈوبا ہوا ہے تو سمجھ لو یہ استدراج (ڈھیل) ہے۔“ [1]

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۭ حَتّٰٓي اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝ ﴾

(انعام: ۶/ ۴۴)

”پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کشادہ کر دیے۔ یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو کہ ان کو ملی تھیں وہ خوب اترا گئے ہم نے یکا یک ان کو پکڑ لیا پھر تو وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے (کہ یہ کیا ہو گیا!!)“

بعض سلف صالحین فرماتے ہیں: اگر تم گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہو پھر بھی اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں سے تمہیں نواز رہا ہے تو تمہیں اللہ تعالیٰ سے بہت ہی ڈرنا چاہیے کیونکہ یہ استدراج ہے اور اللہ کا امتحان لینا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿ وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ۝ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـــــُٔوْنَ ۝ وَزُخْرُفًا ۭ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ ﴾

(زخرف: ۴۳/ ۳۳)

”اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقے کے ہو جائیں گے تو دنیا کے ساز و سامان ہمارے ہاں اس قدر حقیر ہیں کہ جو لوگ منکرِ رحمٰن ہیں ان کے لیے ان کے گھروں کی چھتیں ہم چاندی کی کر دیتے اور زینے بھی کہ جن پر چڑھا کرتے ہیں اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت بھی کہ ان پر تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں بلکہ سونے کے بھی۔ یہ تمام اسی دنیا کی زندگی کے فائدے ہیں اور آخرت تمہارے پروردگار کے ہاں پرہیزگاروں ہی کے لیے ہے۔“

---

[1] مسند احمد (۴/ ۱۴۵) تفسیر ابن جریر (۷/ ۱۹۵) الشکر لابن ابی الدنیا (ص: ۳۲) المعجم الکبیر للطبرانی (۱۷/ ۳۳۰)

اور اس قسم کے خیالات کی تردید اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتا ہے:

﴿ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ۝ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۝ كَلَّا ۝ ﴾ (فجر:۸۹/ ۱۵/۱۶)

''انسان کا یہ حال ہے کہ جب اسے اس کا رب آزماتا ہے اور عزت و نعمت دیتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے میری تکریم کی ہے۔ اور جب وہ اس کا امتحان لیتے ہوئے اس کی روزی تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے میری اہانت کی اور مجھے ذلیل کیا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے''۔

یعنی یہ بات ہرگز ہرگز نہیں ہے کہ جن کو میں اپنی نعمتوں سے دنیا میں نوازتا ہوں اور رزق کی وسعتیں دیتا ہوں۔ ان کو میں عزت و کرامت سے نوازتا ہوں۔ اور جن کو مصائب و آلام میں مبتلا کرتا ہوں اور رزق میں تنگی دیتا ہوں' اس کی میں توہین و بے عزتی کرتا ہوں۔ بلکہ ایک کا انعامات کے ذریعہ امتحان کر رہا ہوں اور دوسرے کو مصائب میں مبتلا کر کے اسی آزمائش سے اسے مکرّم بنا رہا ہوں۔ اور جامع ترمذی میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ يُعْطِي الدُّنْيَا مَنْ يُحِبُّ وَمَنْ لَا يُحِبُّ وَلَا يُعْطِي الْاِيْمَانَ اِلَّا مَنْ يُحِبُّ)) [1]

''اللہ تعالیٰ دنیا اسے بھی دیتا جسے وہ دوست رکھتا ہے اور اسے بھی جسے وہ دوست نہیں رکھتا ہے۔''

بعض سلف کا قول ہے کہ بہت سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے انعامات سے نوازتا ہے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے استدراج اور امتحان ہوا کرتا ہے اور انہیں اس کی خبر نہیں ہوتی' لوگوں کے منہ سے اس کی تعریف بھی کرائی جاتی ہے لیکن حقیقت میں اللہ کی جانب سے آزمائش ہوتی ہے اور ان کو خبر تک نہیں ہوتی۔ بہت سے لوگوں کی پردہ داری کی جاتی ہے جس سے وہ مغالطہ میں پڑ جاتے ہیں لیکن ان کے حق میں یہ ایک فریب اور دھوکہ ہوتا ہے۔

❁❁❁

---

[1] مسند احمد (۱/ ۳۸۷) شرح السنة للبغوی (۸/ ۱۰) مستدرك حاكم (۱/ ۳۴) اس کے روایت کے مرفوع و موقوف ہونے میں اختلاف ہے۔ دیکھئے الصحیحہ (۴/ ۲۷) ترمذی میں یہ روایت نہیں۔

فصل : ۱۰

انسان، دنیا اور آخرت

دنیا میں سب سے بڑا فتنہ اور سب سے بڑا دھوکہ یہ ہے کہ انسان دنیا کے فوری فوائد کے فریب میں پھنس جاتا ہے اور وہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے فوری فوائد کو ترجیح دے دیتا ہے اور دنیا کے قلیل سے قلیل فائدے سے خوش ہو جاتا ہے اور اس کے فریب خوردہ لوگوں کی باتیں بھی کچھ عجیب وغریب ہوا کرتی ہیں۔ بعض تو یہاں تک کہنے لگتے ہیں کہ دنیا نقد ہے اور آخرت ادھار اور ادھار کے مقابلہ میں نقد زیادہ سودمند و نفع بخش ہوا کرتا ہے۔

بعض اس سے بھی چند قدم آگے ہوتے ہیں۔ کہتے نقد ذرہ' ادھار موتی سے بہتر (نو نقد نہ تیرہ ادھار) اور کچھ لوگ تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ دنیا کی لذتیں یقینی ہیں آخرت مشکوک و مشتبہ' اور مشکوک و مشتبہ چیز کے لیے یقینی چیز نہیں چھوڑ جاسکتی۔ لیکن یہ تمام باتیں شیطان کا دھوکہ اور فریب ہے۔ اس سمجھ کے انسانوں سے تو جانور زیادہ عقل مند' اور سمجھدار ہوتے ہیں' مضرت رساں چیز سے تو جانور تک دور بھاگتے ہیں' اسے مارا پیٹا جائے تب بھی وہ مضرت رساں چیز کی طرف نہیں بڑھتا' لیکن افسوس ہے جان بوجھ کے انسان ایسی چیزوں کی طرف بھی اقدام کرتے ہیں جو ان کے حق میں سخت مضر اور نقصان دہ ہوا کرتی ہیں اور ان چیزوں کا انجام وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ پھر بھی اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ نہ تو ان باتوں کی تصدیق کرتا ہے نہ تکذیب' اس قسم کے لوگ اگر اللہ اور اللہ کے رسول پر اور بارگاہ الٰہی میں حاضری اور قیامت کی جزا و سزا پر ایمان رکھتے ہوئے ایسا سمجھ رہے ہیں' تو ماننا چاہیے کہ ان سے زیادہ کوئی محروم و بدنصیب نہیں' ان سے زیادہ حسرت و یاس کا کون مستحق ہو سکتا ہے؟ کہ باوجود علم و ایمان کے وہ ایسا کر رہے ہیں۔ اور اگر اللہ' اور اللہ کے رسول پر ایمان ہی نہیں رکھتے تو پھر ان سے زیادہ تو کوئی محروم اور بدنصیب ہو ہی نہیں سکتا۔

جو شخص یہ کہتا ہے کہ ادھار سے نقد بہتر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس وقت ہے

جب کہ نقد اور ادھار مساوی اور برابر کی حیثیت رکھتے ہوں لیکن اگر نقد اور ادھار مساوی اور برابر نہیں ہیں بلکہ ادھار زیادہ ہے۔ اور زیادہ نفع بخش ہے تو یقیناً ادھار ہی افضل و بہتر ہے اور جب حقیقت یہ ہے تو پھر دنیا کے نقد کو آخرت کے ادھار سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ جب کہ ساری کی ساری دنیا از ابتداء تا انتہا آخرت کے مقابلہ میں ایک سانس کے برابر بھی نہیں ہے۔ جیسا کہ مسند احمد اور جامع ترمذی میں سیدنا مستورد بن شدادؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا كَمَا يُدْخِلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ؟)) [1]

''آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی حیثیت اتنی ہی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص سمندر میں اپنی انگلی ڈالے اور پھر دیکھے کہ انگلی کے ساتھ کتنا پانی آتا ہے؟''

اور حقیقت تو یہ ہے کہ آخرت ہی نقد ہے اور دنیا ادھار۔ اور اس نقد کو ایسے ادھار کے عوض تباہ و برباد کر دینا ایک عظیم ترین خسارہ اور بدترین جہالت و بے وقوفی نہیں تو اور کیا ہے؟ اور جب کہ پوری دنیا کی حیثیت آخرت کے مقابلہ میں یہ ہے تو پھر ایک انسان کی عمر کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔ اب بتاؤ عقل مندوں کے نزدیک دونوں میں سے کونسی چیز افضل و بہتر ہے؟ کیا اس مختصر سی مدت کی قلیل ترین چیز کو اختیار کرنا' اور آخرت کی دائمی خیر و بھلائی کو ٹھکرا دینا بہتر ہے؟ یا ایک حقیر اور کمتر اور جلد سے جلد ختم ہو جانے والی چیز کو اس لیے ترک کر دینا کہ اس کے عوض وہ بیش بہا' بیش قیمت چیز حاصل کی جائے جس کی قیمت کا کوئی اندازہ ہی نہیں کر سکتا۔ اور جو کبھی انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتی جس کی بہتات کا کوئی شمار نہیں ہو سکتا۔ اور جس کے ختم ہونے کی کوئی میعاد ہی نہیں ہے؟

دوسرے شخص کا قول کہ ''یقینی چیز کو مشکوک و مشتبہ چیز کے مقابلہ میں ترک نہیں کیا جا سکتا'' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے اور وعید اور اس کے پیغمبر کی صداقت میں تمہیں شک ہے یا یقین؟ اگر تمہیں یقین ہے تو جو کچھ دنیا کا نقد تم چھوڑ رہے ہو۔ اس کی حیثیت ادنیٰ سے ادنیٰ ذرہ سے زیادہ نہیں ہے اور وہ جلدی سے جلدی آناً فاناً ختم ہونے والا ہے

[1] صحیح مسلم۔ کتاب الجنة۔ باب فنا الدنیا۔ (حدیث۔ ۲۸۵۸) سنن ترمذی۔ کتاب الزھد باب (۱۵) (حدیث۔ ۲۳۲۳) مسند احمد (۴/ ۲۲۸۔۲۲۹)

اور آخرت یقینی چیز ہے جس میں شک کی گنجائش ہی نہیں ہے اور وہ کبھی منقطع ہونے والی بھی نہیں ہے اور اگر تمہیں اس کے اندر شک وشبہ ہے تو تمہیں پروردگارِ عالم کی آیات اور نشانیوں پر غور کرنا چاہیے جو اس کے وجود' اس کی قدرت' مشیئت و حدانیت' پیغمبروں کی حقانیت وصداقت اور پیغمبروں کے پیش کردہ صراط مستقیم کی صداقت پر دلالت کرتی ہے۔ پورے پورے تجرّد و یکسوئی کے ساتھ آیاتِ الٰہیہ کو سوچو! ہمّت وعزیمت کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ' غور و تدبّر کرو۔ بحث و مناظرہ کرو حتی کہ تم پر اچھی طرح واضح ہو جائے کہ انبیاءِ کرام نے اللہ کی جانب سے جو کچھ پیش کیا ہے وہ بالکل حق اور صحیح ہے۔ اس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ اس دنیا کا خالق بھی وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا خالق اور پروردگار ہے۔ اس کی شان نہایت بلند و بالا ہے۔ ہر قسم کے نقائص سے منزّہ اور پاک ہے اور انبیاء کرام نے اس ذاتِ مقدس کے متعلق جو خبریں پہنچائی ہیں وہ بالکل حق ہیں۔ اس کے خلاف اگر کوئی شخص ذات الٰہی کے متعلق کہتا ہے' تو وہ اللہ کو گالی دے رہا ہے' اسے جھٹلا رہا ہے' اس کی اُلوہیت و ربوبیت اس کے ملک ومملکت' اور اس کی شہنشاہی کا انکار کر رہا ہے۔ کیونکہ ہر صاحب فطرت سلیمہ کے نزدیک یہ امر محال و ممتنع ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک الملك احکم الحاکمین کسی طرح بھی عاجز و بے بس ہو۔ یا وہ جاہل و بے خبر ہے کہ اس کے علم سے کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی چھوٹی ہوئی ہے' یا وہ سنتا نہیں' دیکھتا نہیں' کلام نہیں کرتا' بندوں کا مامور نہیں کرتا' بری چیزوں کی ممانعت نہیں کرتا' نیکی کا بدلہ ثواب اور بدی کا بدلہ عذاب نہیں دیتا۔ عزت و دولت کا مالک نہیں کہ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔ اپنے ملک ومملکت میں اور مملکت کے اطراف و جوانب میں اپنے پیغمبروں کو نہیں بھیج سکتا۔ اپنی مخلوق اور رعایا کی پرواہ نہیں کرتا۔ ان کے حالات و اطوار کی خبر نہیں رکھتا۔ ان کو بے کار و لایعنی چھوڑ دیا ہے۔ ان کو مہمل اور آزاد پیدا کیا ہے۔ یہ باتیں تو دنیا کے بادشاہوں کی بھی شان کے خلاف ہے۔ چہ جائیکہ مالک الملک' بادشاہ حقیقی' حکم الحاکمین کی ذاتِ مقدس کی طرف ایسی باتیں منسوب کی جائیں۔

انسان اپنی ابتدائی خلقت' نطفہ سے لے کر پیدائش' شیر خوارگی' بچپن' جوانی کے حالات پر غور کرے تو اسے پوری طرح معلوم ہو جائے گا کہ وہ ذات جس نے انسان کی تخلیق و تربیت کا یہ نظام قائم کیا۔ جس نے اس کو ان مختلف حالات سے گزارتے ہوئے اس منزل تک پہنچایا' مختلف اخلاق و اُطوار سے اُسے نوازا' اس کے لیے کیا یہ سزاوار ہے کہ انسان کو بالکل مہمل اور

بے کار چھوڑ دے؟ کسی قسم کے حکم سے اسے مامور نہ کرے' کسی چیز سے اس کو نہ روکے اور اسی پر جو حقوق و فرائض عائد ہوتے ہیں' ان سے اس کو آشنا نہ کرے' کسی چیز کا اجر وثواب نہ دے' کسی جرم کی سزا نہ دے۔ اگر بندہ پوری طرح ان چیزوں پر غور کرے تو اس کی آنکھوں کے سامنے جو کچھ ہے اور اس کی آنکھوں سے اوجھل جو کچھ ہے ان سب کو توحید و رسالت' معاد و آخرت کی کامل ترین دلیل پائے گا۔ نیز ہر چیز اس پر بھی دلالت کرے گی کہ قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے' غرض دنیا کی ہر چیز ان امور کی طرف انسان کی راہنمائی کرے گی۔ اور ہم اپنی کتاب "ایمان القرآن میں آیت:

﴿ فَلَآ اُقۡسِمُ بِمَا تُبۡصِرُوۡنَ ۝ وَمَا لَا تُبۡصِرُوۡنَ ۝ اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ۝ ﴾ (الحاقۃ: ۶۹/ ۳۸)

"پس مجھے قسم ہے ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو۔ اور ان چیزوں کی جنہیں تم نہیں دیکھتے۔ کہ بے شک یہ قرآن معزز فرشتے کا لایا ہوا ہے"۔

کی تفسیر کے ضمن میں اس کی وجہ استدلال اور طریقِ دلالت کو پوری طرح واضح کر چکے ہیں نیز آیت:

﴿ وَفِيۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ‌ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ۝ ﴾ (ذاریات: ۵۱/ ۲۱)

"خود تمہارے اندر بہت سی نشانیاں ہیں کیا تم دیکھتے نہیں؟"

کی تفسیر کے ضمن میں بھی ہم نے وجہ استدلال اور صورتِ دلالت پر بہت کچھ روشنی ڈالی ہے اگر کامل طور پر غور و تدبر کیا جائے تو خود انسان کا وجود ہی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ خالق حق سبحانہ و تعالیٰ موجود ہے' وہ وحدہٗ لا شریک ہے' رسالت و نبوت حق ہے اور اس کی صفاتِ کمالیہ حق ہیں۔ بہر حال! آخرت کو ضائع کرنے والا ہر دو صورت میں فریب و دھوکہ کا شکار ہے' تصدیق و یقین کی صورت میں بھی' اور تکذیب و شک کی صورت میں بھی۔

معاد و آخرت کے متعلق ایک شبہ

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ معاد و آخرت' جنت و دوزخ کے متعلق تصدیق جازم' اور یقین کامل موجود ہو تو تخلف عمل (عمل چھوڑنا) کیونکر ممکن ہے؟ یہ دونوں باتیں ایک جگہ جمع ہو ہی نہیں سکتیں' کیا بشری طبائع میں یہ چیز ہے کہ کسی انسان کو بادشاہِ وقت بلاتا ہے اور یہ خبر بھیجتا

ہے کہ کل تم ہمارے دربار میں حاضر ہو جاؤ' تمہارے فرائض و اعمال کا جائزہ لیا جائے گا' اگر تم اس میں ناکام ثابت ہوئے تو تمہیں سخت ترین سزا دی جائے گی۔ اور اگر کامیاب رہے تو تمہاری پوری پوری عزت افزائی کی جائے گی۔ کیا اس خبر کی اطلاع پانے کے بعد وہ غافل اور بے خبر ہو کر سو جائے گا کل حضور شاہی میں حاضری دینی ہے اسے فراموش کر جائے گا۔ کل کے لیے نہ وہ کسی قسم کی تیاری کرے گا نہ اسے کسی کا خوف و ہراس ہو گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بخدا تمہارا اعتراض صحیح اور بالکل صحیح ہے۔ اور اکثر و بیشتر مخلوق پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے اور ان پر دو متضاد امور کا مجتمع ہو جانا نہایت تعجب انگیز بھی ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ علم و یقین اور تخلف عمل کے بہت سے اسباب ہیں۔ منجملہ یہ کہ علم کی کمزوری اور یقین کی کمی بھی ایک اہم سبب ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ علم کے مدارج مختلف نہیں ہیں' وہ سراسر غلط کہتا ہے۔ غور کرو۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو علم تھا کہ پروردگارِ عالم مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔ باوجود اس کے بارگاہِ الٰہی میں استدعاء کرتے ہیں کہ وہ مردہ زندہ کر کے دکھائے! یہ کیوں؟ اس لیے کہ یقین و اطمینان میں استحکام فراوانی حاصل ہو جائے اور جو چیز بطورِ غیب معلوم ہے بطورِ حضور و شہود معلوم ہو جائے۔ (البقرۃ ۲۶۰) چنانچہ مسند احمد میں روایت ہے' رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمایا:

((لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايِنِ)) [1]

''خبر کی حیثیت معاینہ و مشاہدہ کی نہیں ہے۔''

جب ضعفِ علم و یقین موجود ہو' اور آخرت کے متعلق جو چیزیں بیان کی جاتی ہیں وہ سامنے متحضر (حاضر) نہ ہوں اور جو چیزیں کہ معادِ آخرت کے خلاف ہیں قلب اکثر اوقات ان میں مشغول ہو۔ اور اس اشتغال کی وجہ سے آخرت کی چیزیں قلب سے محجوب و مستور ہو جائیں۔ نیز ان چیزوں کے ساتھ ساتھ طبعی مقتضیات' خواہشات و شہوات کا اِستیلاء و غلبہ ہی ہو جائے۔ نفس کی فریب کاری' شیطان کا دھوکہ' وعدۂ آخرت بدیر پورا ہونے کی امید' طویل امیدیں' غفلت کی نیند' موجودہ و حاضر کی قدر' تاویل کی رخصتیں' شب و روز کی مالوفات سے دل بستگی یہ تمام باتیں جب جمع ہو جائیں تو اس وقت قلبِ انسانی کے اندر ایمان کو وہی ذات قائم اور باقی رکھ سکتی ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو باقی اور قائم رکھا ہے۔ اور یہی وہ اسباب ہیں' جن کی بنا پر ایمان و

[1] مسند احمد (۱/ ۲۱۵_۲۷۱) مستدرك حاكم (۲/ ۳۲۱) صحيح ابن حبان (۶۲۱۳)

عمل میں لوگوں کے مدارج مختلف ہوا کرتے ہیں حتی کہ کمزوری اور ضعف کی انتہا یہ ہوتی ہے کہ ایمان بقدرِ ذرہ بن کر رہ جاتا ہے۔ یہ تمام اسباب جب یکجا اکھٹے ہو جاتے ہیں تو صبر و استقلال کی قوت کمزور ہو جاتی ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل صبر (استقلال) و یقین کی مدح و توصیف فرمائی ہے، اور صبر و یقین والوں کو ''امامت فی الدین'' کا درجہ عطاء فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۗ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ۝ ﴾ (سجدہ: ۳۲/ ۲۴)

''اور ہم نے بنی اسرائیل میں سے ایسے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے کیونکہ انھوں نے صبر کیا تھا اور وہ ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے''۔

فصل : ۱۱

حُسنِ ظن اور عملِ صالح

حسن ظن کیا ہے؟ حسنِ ظن وہ ہے جو انسان کو عملِ صالح پر آمادہ کرے۔ حسنِ ظن وہ نہیں جو انسان کو عصیان و نافرمانی پر ابھارے

''حسنِ ظن'' اور فریب و مغالطہ'' کا فرق تم پر پہلے واضح ہو چکا ہے کہ حسنِ ظن وہ صحیح اور حق ہے جو بندے کو عملِ صالح کے لیے آمادہ اور تیار کرے' عملِ صالح کے لیے مساعد و ممد ہو' اعمالِ صالحہ کی طرف کھینچ کر لے جائے۔ اور اگر وہ بطالت اور بد عملی' انہماکِ معاصی کی طرف لے جاتا ہے' تو وہ حسنِ ظن نہیں بلکہ فریب اور دھوکہ ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ حسن ظن' رجاء و امید ہی کا نام ہے اور رجاء و امید وہی صحیح اور حق ہے جو انسان کو طاعت الٰہی کی طرف لے جائے۔ اور معاصی بطالت و بدعملی پر ابھارے' اور بطالت و بد عملی اس کو خواہ مخواہ کی رجاء و امید پیدا کر دے۔ ایسی رجاء و امید' سراسر فریب اور دھوکہ ہے اگر ایک شخص بہت سی زمین رکھتا ہے' اس سے شادابی اور پیداواری کی امید رکھتا ہے' اس سے مستفید ہونا چاہتا ہے' پھر بھی وہ زمین کو بے کار چھوڑ دیتا ہے' اس میں تخم ریزی نہیں کرتا' زمین کی خدمت نہیں کرتا' پانی نہیں دیتا تو ایسے شخص کو لوگ احمق اور پاگل ہی کہیں گے۔ یہ حسنِ ظن اور امید نہیں بلکہ حماقت ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ حسنِ ظن اور امید قائم کرے کہ بغیر ہم بستری کے اس کے گھر بچہ پیدا ہو گا اور بلا طالبِ علم اور بلا تحصیل علم کی محنت و مشقت کے اپنے ہم عصروں سے آگے نکل جائے گا تو لوگ اسے احمق اور پاگل ہی کہیں گے۔ وقس علی ھذا! اسی طرح جو شخص بغیر طاعت و بندگی' اور بلا اعمال صالحہ مقربہ اور بلا امتثال اوامر' اور اجتناب منہیات و محرمات کے فوز و فلاح' بلندی مدارج اور جنت کی دائمی نعمتوں کی امیدیں قائم کرتا ہے اور ایسا حسن ظن رکھتا ہے تو وہ احمق اور پاگل سمجھا جائے گا۔ اس بارے میں اللہ رب العزت کا ارشاد تو یہ ہے کہ:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ ﴾ (بقرہ: ۲/ ۲۱۸)

''جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرتیں بھی کیں اور جہاد بھی کیے' یہی لوگ اللہ کی رحمت کی امید لگائے بیٹھے ہیں۔''

غور کرو اللہ رب العزت تو اس آیت میں ان لوگوں کو امید و رجاء کا مستحق قرار دیتا ہے جو مذکورہ طاعات کو انجام دیں' اور یہ فریب خوردہ انسان یہ کہتا ہے کہ رحمت الٰہی کا مستحق وہ ہے جو احکامِ الٰہی کی خلاف ورزی کرے' حقوق خداوندی کو ٹھکرا دے' بندگان الٰہی پر ظلم و جور روا رکھے' محرّمات و منہیات کا بے خوف ارتکاب کرے۔

مسئلہ کا اصل راز' یہ ہے کہ ''حسن ظن ''اور امید و رجاء اسی وقت ممکن ہے جب کہ ان اسباب و وسائل کو عمل میں لایا جائے جن کی حکمتِ الٰہی' شریعتِ الٰہیہ' اس کی تقدیر و قضاء' اس کا ثواب و کرامت مقتضی ہے۔ بندہ ان اسباب کو عمل میں لائے اس کے بعد پروردگارِ عالم کی بارگاہ میں حسنِ ظن رکھے۔ اور اس کی جناب سے امیدیں وابستہ کرے۔ یہ امید قائم کرے کہ اللہ تعالیٰ ان اسباب و وسائل کو بے کار نہ کر دے۔ مطلوب و مقصود تک پہنچانے میں اسباب کو ممد گردانے' اسباب کا رخ دوسری طرف نہ پھیر دے کہ اسباب ساقط ہو جائیں۔ اسباب کی تاثیرات معطّل و بے کار ہو کر رہ جائیں۔

فَصْل : ۱۲

امید ورجاء کے لیے تین باتیں

یہ امر سمجھ لینا بہت ضروری ہے کہ کسی چیز کو امید ورجاء کے لیے تین چیزیں لازم اور ضروری ہیں:

اول: یہ کہ اس چیز کی محبت لازمی ہے۔

دوم: یہ کہ اس کے فوت ہونے کا خوف واندیشہ ہونا چاہیے۔

سوم: یہ کہ اس کے حصول کی حتی الامکان کوشش کی جائے۔

جس امید ورجاء میں یہ تین باتیں نہ ہوں' وہ امید ورجاء نہیں۔ بلکہ محض امانی یعنی خالی آرزو ہے اور کچھ نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ امید ورجاء اور چیز ہے' اور امانی جھوٹی آرزو دوسری چیز' ہر صاحب امید ورجاء اپنی مطلوب چیز کے فوت ہونے سے ڈرتا ہے اور خائف رہتا ہے۔ ایک مسافر جب سفر کا راستہ طے کرتا ہے تو اسے منزل تک پہنچنے کا خوف رہتا ہے۔ اس لیے وہ اپنی رفتار تیز تر کر دیتا ہے۔ چنانچہ جامع ترمذی میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ خَافَ اَدْلَجَ وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِيَةٌ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ)) [1]

''جو شخص منزل تک نہ پہنچنے سے ڈرتا ہے وہ پچھلی رات ہی سے سفر شروع کر دیتا ہے اور جو پچھلی رات سے سفر شروع کرتا ہے منزل تک پہنچ جاتا ہے' آگاہ رہو اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا سامان بہت قیمتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا سامان ''جنت'' ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ نے جس طرح اعمال صالحہ والوں کے لیے امید ورجاء ضروری گردانی ہے۔ اسی طرح ان کے لیے خوف و ڈر بھی ضروری گردانا ہے۔ اور یہ خوب واضح ہے کہ خوف ورجاء وہی مفید ہے جس کے ساتھ عملِ صالح موجود ہو۔

---

[1] سنن ترمذی کتاب صفة القيامة۔ باب (۱۸) (حدیث۔۲۴۵۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ○ ﴾ (مومنون: ۲۳/۶۱)

''اور جو لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے ترساں رہتے ہیں اور جو لوگ اپنے پروردگار کی آیتوں پر یقین رکھتے ہیں' اور جو اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور جتنا کچھ انہیں اللہ دیتا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے ہیں اور پھر بھی ان کے دلوں کو اس بات کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ ان کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ یہی لوگ نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور ان کے لیے لپکتے ہیں۔''

اور جامع ترمذی میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ سے میں نے اس آیت کے متعلق پوچھا: یارسول اللہ! ایسے لوگ کون ہیں؟ کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیا کریں' زنا اور چوری کیا کریں؟ آپؐ نے جواب دیا:

((لَا يَا ابْنَةَ الصِّدِّيْقِ وَلٰكِنَّهُمُ الَّذِيْنَ يَصُوْمُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَيَخَافُوْنَ اَنْ لَا يُتَقَبَّلَ مِنْهُمْ اُولٰئِكَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ)) [۱]

''اے صدیق کی بیٹی! نہیں۔ ایسے لوگ نہیں' بلکہ وہ لوگ جو روزے رکھتے ہیں' نماز پڑھتے ہیں' صدقہ دیتے ہیں' اور پھر ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کے اعمال مقبول نہ ہوں (یعنی رد نہ کر دیے جائیں) یہی لوگ خیر و بھلائی میں جلدی کیا کرتے ہیں۔''

نیز سیدنا ابوہریرہؓ سے بھی یہ روایت مروی ہے [۲]

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ اہل سعادت کی توصیف و تعریف فرماتا ہے تو ان کے احسان و نیکی اور خوف الٰہی کا ذکر فرماتا ہے اور شقی و بدبخت لوگوں کا ذکر فرماتا ہے تو ان کے گناہ اور ان کی بے خوفی کا ذکر فرماتا ہے۔

---

[۱] سنن ترمذی۔ کتاب تفسیر القرآن۔ باب ومن سورۃ المومنون (حدیث۔ ۳۱۷۵) سنن ابن ماجہ۔ کتاب الزھد۔ باب التوقی علی العمل (حدیث۔ ۴۱۹۸) مسند احمد (۶/ ۱۵۹،۲۰۵)

[۲] تفسیر ابن جریر (۱۸/ ۳۴) اسنادہ ضعیف۔ محمد بن حمید ضعیف راوی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے آنسو

اگر کوئی صاحب بصیرت صحابہ کرامؓ کے حالات پر غور کرے تو اسے معلوم ہوگا صحابہ کرام کس درجہ اعمالِ صالحہ سے مزین تھے پھر بھی وہ کس درجہ اللہ سے ڈرتے تھے اور ہم ہیں کہ باوجود انتہا درجہ کی تقصیر وکوتاہی کے بھی کس قدر بے خوف' اور نڈر بنے ہوئے ہیں۔ یہ ہماری کس قدر غلط فہمی ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالات پڑھو۔ آپؓ اکثر اپنی زبان پکڑ کر کہتے تھے:

((هٰذَا الَّذِیْ اَوْرَدَنِی الْمَوَارِدَ)) [1]

''اس نے مجھے ہلاکت کے مواقع میں ڈالا ہے'' یہ کہہ کر حد سے زیادہ روتے۔''

اور فرماتے ((اَبْكُوْا فَاِنْ لَّمْ تَبْكُوْا فَتَبَاكُوْا)) [2]

''خوب رویا کرو۔ اگر نہ روسکو تو کم از کم رونی شکل تو بناؤ''

جب آپؓ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو خوفِ الٰہی ایسا طاری ہو جاتا کہ لکڑی کی طرح کھڑے ہو جاتے ذرا بھر جنبش نہیں ہونے پاتی تھی۔ [3]

ایک مرتبہ ایک پرندہ آپؓ کے سامنے لایا گیا۔ آپ نے ہاتھ میں پکڑا' اور الٹ پلٹ کر دیکھنے لگے اور فرمانے لگے: اس وقت تک کوئی جانور شکار نہیں بنتا' اور کوئی درخت کاٹا نہیں جاتا جب تک کہ وہ تسبیح الٰہی کو ترک نہ کردے۔ [4]

آپؓ کی وفات کا وقت قریب آ گیا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''بیٹی! میرے پاس مسلمانوں کے مال میں سے یہ چیزیں ہیں۔ ایک عباء' ایک دودھ نکالنے کا پیالہ اور ایک غلام۔ تو اسے جلد سے جلد خطاب کے بیٹے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا دو۔''

((يَا بُنَيَّةُ! اِنِّیْ اَصَبْتُ مِنْ مَالِ الْمُسْلِمِيْنَ هٰذِهِ الْعَبَاءَةَ وَهٰذَا الْحِلَابَ وَهٰذَا الْعَبْدَ فَاسْرِعِیْ بِهِ اِلَى ابْنِ الْخَطَّابِ)) [5]

اور آپؓ نے فرمایا:

---

[1] موطا امام مالك (۲/ ۹۸۸) كتاب الكلام۔ باب ماجاء فيما يخاب من اللسان (۱۲) كتاب الزهد للامام احمد (۱۳۶) [2] كتاب الزهد للامام احمد (۱۳۵_۱۳۹) [3] كتاب الزهد للامام احمد (۱۳۵_۱۳۹) [4] كتاب الزهد للامام احمد (۱۳۵_۱۳۹) [5] كتاب الزهد للامام احمد (۱۳۵_۱۳۹)

((لَوَدِدْتُ اَنِّی کُنْتُ هٰذِهِ الشَّجَرَةَ تُؤْكَلُ وَتُعْضَدُ)) ①

''کیا اچھا ہوتا میں درخت ہوتا کہ مجھے جانور کھاتے اور پھر کاٹ دیا جاتا۔''

سیدنا قتادة رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ تک سیدنا ابوبکر صدیق کے یہ کلمات پہنچے ہیں' وہ فرماتے ہیں:

((لَيْتَنِی خَضِرَةٌ تَاْكُلُنِی الدَّوَابُّ)) ②

''کاش میں سبز گھاس ہوتا تو چوپائے مجھے کھالیتے۔''

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حالات پڑھو۔ ایک مرتبہ انہوں نے سورہ طور پڑھنا شروع کی جب آپ ﴿ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ ﴾ (طور: ۵۲/ ۷)

''تمہارے پروردگار کا عذاب ضرور نازل ہو کر رہے گا''

پر پہنچے تو شدت سے رونا شروع کر دیا حتیٰ کہ آپؓ اس قدر بیمار ہو گئے کہ لوگ عیادت کیلئے آنے لگے۔ ③ جس وقت آپؓ بسترِ مرگ پر تھے' اپنے بیٹے سے کہنے لگے: ''تیرا بھلا ہو۔ میرے رخسار زمین پر دھر دے۔ شاید اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمائے۔'' پھر فرمانے لگے: وَيْلُ اُمِّی اِنْ لَمْ يَغْفِرِ اللّٰهُ لِی (اگر اللہ تعالیٰ میری مغفرت نہ فرمائے تو میں غارت ہی ہو گیا) یہ کلمات آپؓ نے تین مرتبہ فرمائے۔ اس کے بعد ہی آپؓ کی روح قبض ہو گئی۔ ④

آپؓ معمولاتِ شب کے مطابق روزانہ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ جب وعید کی آئتیں آ جاتیں تو اس قدر روتے کہ ہچکی بندھ جاتی۔ اور دِنوں تک گھر میں پڑے رہتے کہ لوگ بیمار سمجھ کر عیادت کے لئے دوڑ آتے۔ خوفِ الٰہی سے آپؓ اس قدر رو دیا کرتے تھے کہ آنسو بہنے کی وجہ سے رخساروں پر دو سیاہ خط سے پڑ گئے تھے۔ ⑤

موت سے کچھ پہلے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپؓ سے کہا: امیر المومنین! آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ملکی فتوحات عطاء فرمائیں' بڑے بڑے شہر آباد کئے اور یہ کیا وہ کیا۔ تمام چیزیں گنوائیں۔ آپؓ نے فرمایا:

((وَدِدْتُ اَنِّی اَنْجُوْلَا اَجْرَ وَلَاوِزْرَ)) ⑥

''میں چاہتا ہوں کہ میری نجات ہو جائے۔ نہ مجھے اجر ملے نہ بارِ گناہ مجھ پر لادا جائے۔''

---

① کتاب الزهد للامام احمد (۱۳۵۔۱۳۹) ② کتاب الزهد للامام احمد (۱۳۵۔۱۳۹) ③ کتاب الزهد للامام احمد (ص۱۳۹) مصنف ابن ابی شیبة (۸/ ۱۳۹) ④ کتاب الزهد للامام احمد (ص۱۳۹) مصنف ابن ابی شیبة (۸/ ۱۳۹) ⑤ کتاب الزهد للامام احمد (ص۱۳۹) مصنف ابن ابی شیبة (۸/ ۱۳۹) ⑥ کتاب الزهد للامام احمد (ص۱۳۹) مصنف ابن ابی شیبة (۸/ ۱۳۹)

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھو' جب وہ کسی قبر پر پہنچتے تو اتنا روتے کہ آپؓ کی داڑھی تر ہو جاتی ① اور کہتے کہ اگر مجھے جنت اور دوزخ کے مابین اختیار کا حکم دیا جاتا تو اس سے قبل ہی کہ میں اپنے متعلق یہ سمجھ سکوں کہ کس صورت کو میں زیادہ برداشت کر سکتا ہوں' راکھ ہو جانے کو پسند کروں گا۔ ②

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حالات پڑھو' وہ ہمہ وقت روتے رہتے' اور خوف الٰہی سے نڈھال ہو جاتے' خصوصاً دو باتوں سے ان کا خوف حد سے زیادہ متجاوز ہو جاتا تھا۔

① طولِ اَمل دنیا کی زیست (زندگی) کی بڑی بڑی امیدیں۔

② خواہشات کی پیروی' فرمایا کرتے: طولِ اَمل آخرت سے غافل کر دیتا ہے اور خواہشات کی پیروی حق سے روک دیتی ہے۔

اور فرمایا کرتے: ''دنیا پیٹھ دیکر بھاگ رہی ہے۔ اور آخرت نہایت تیزی سے قریب آ رہی ہے اور لوگ ان دونوں کے بال بچے ہیں۔ دنیا کے بھی اور آخرت کے بھی۔ تم آخرت والے بنو۔ دنیا والے نہیں۔ آج عمل کا دن ہے حساب نہیں' حساب کل ہوگا۔ کل عمل نہیں ہوگا۔''

سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے حالات پڑھو۔ فرماتے تھے: ''قیامت کے دن سب سے زیادہ مجھے اس امر کا خوف ہے کہ مجھ سے باز پرس ہوگی کہ تم نے جو کچھ علم سیکھا تھا اس پر تم نے کس قدر عمل کیا؟''

اور کہا کرتے تھے: ''مرنے کے بعد جو کچھ پیش آنیوالا ہے اگر تمہیں معلوم ہو جائے تو تم شوق سے کھانا پینا چھوڑ دو' اور گھروں میں نہ رہو۔ بلکہ گھروں سے نکل کر پہاڑوں کی طرف بھاگو' ماتم کرو' اور روتے ہی رہو۔ اے کاش کہ میں درخت ہوتا۔ کاٹا جاتا کھالیا جاتا۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حالات پڑھو۔ آنسوؤں کی کثرت کی وجہ سے ان کی آنکھوں کے نیچے سیاہ نشان پڑ گئے تھے۔

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ ''کاش میں درخت ہوتا۔ لوگ مجھے کاٹ ڈالتے۔ کاش میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔'' ان کی خدمت میں جب کچھ نان ونفقہ پیش کیا جاتا تو

---

① سنن ترمذی۔ کتاب الزھد۔ باب (۵) (حدیث۔ ۲۳۰۸) سنن ابن ماجہ۔ کتاب الزھد۔ باب ذکر القبر والبلی' (حدیث۔ ۴۲۶۷) ② مسند احمد (۵/ ۲۷۷) سنن ابن ماجہ۔ المقدمۃ۔ باب فی القدر۔ (حدیث۔ ۹۰'۴۰۲۲)

جواب دیتے ''ہماری بکریاں ہمارے پاس ہیں ہم انہیں دودھ کر پی لیا کرتے ہیں۔ گدھے ہیں سواری کی ضرورت ہو تو ان پر سواری کر لیا کرتے ہیں۔ آزاد کردہ غلام ہیں جو ہماری خدمت کر لیا کرتے ہیں۔ سیاہ کمبل ہے جسے اوڑھ لیا کرتے ہیں۔ مجھے تو ان ہی چیزوں کے حساب و کتاب کا خوف کھائے جاتا ہے اور لیکر کیا کروں گا۔''

سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ رات کو سورۃ جاثیہ پڑھنا شروع کی اور جب وہ اس آیت پر پہنچے:

﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ ﴾ (جاثیہ : ۴۵/۲۱)

''جو لوگ بدکرداریوں کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ کیا انہوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے''

تو بار بار اسے پڑھتے اور روتے حتی کہ اسی حالت میں صبح ہو گئی۔

سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: کاش! میں بھیڑ ہوتا۔ میرے گھر والے مجھے ذبح کر کے میرا گوشت کھا لیتے اور میرا شوربا پی جاتے۔

اس بارے میں آثار اس قدر موجود ہیں کہ یہاں پیش کرنا دشوار ہے۔ صحیح البخاری میں ایک مستقل باب ہے:

((بَابُ خَوْفِ الْمُؤْمِنِ اَنْ يُّحْبَطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ))

''باب: مؤمن کے خوف کا بیان کہ کہیں اس کے اعمال اس طرح ساقط نہ ہو جائیں کہ وہ سمجھ بھی نہ سکے۔''

سیدنا ابراہیم تیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جب کبھی میں نے اپنے قول و عمل کا جائزہ لیا تو یہی ڈر ہوا کہ میں جھوٹ تو نہیں بول رہا ہوں۔''

سیدنا ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں تیس صحابہ سے مل چکا ہوں جو کثرتِ خوفِ الٰہی کی وجہ سے اپنے متعلق نفاق سے ڈرتے تھے۔ ان تمام کا حال دیکھو۔ پھر بھی ان میں سے کوئی یہ نہیں کہتا تھا کہ میرا ایمان جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کے ایمان کے برابر ہے۔

سیدنا حسن رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: ''مومن ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، منافق نہیں ڈرتا۔''

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ 'سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہتے تھے: میں تمہیں اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں میں میرا نام گنوایا تھا؟ وہ کہتے: نہیں۔ لیکن تمہارے سوا کسی اور کی صفائی نہیں پیش کروں گا۔''

اس روایت کے متعلق استاذ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا' تو فرمانے لگے: سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ مقصد نہیں تھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سوا نفاق سے کسی اور کی برأت نہیں پیش کروں گا۔ بلکہ یہ مقصد تھا کہ یہ دروازہ تمہارے سوا میں کسی اور کے لئے نہیں کھولوں گا کہ ہر شخص اپنی نسبت دریافت کرتا رہے اور میں اس کی صفائی کر دیا کروں۔ اسی روایت کے قریب قریب رسول اللہ کی خدمت میں گزارش کی کہ میرے حق میں دعاء فرمایئے کہ ستر ہزار آدمی جو بلا حساب و کتاب جنت میں داخل کئے جائیں ان میں میرا بھی نام ہو' آپ ؐ نے فرمایا: عکاشہ تم سے سبقت کر گئے۔ اس سے رسول اللہ کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اس کے حقدار صرف عکاشہ ؓ ہیں۔ بلکہ یہ مقصد ہے کہ اگر اس کے لئے دعاء کی جائے گی تو یکے بعد دیگرے بہت سے لوگ کھڑے ہو جائیں گے اور کہیں گے: ہمارے لئے بھی دعاء فرمایئے۔ اور جب یہ دروازہ کھل جاتا ہے تو ہو سکتا ہے ایسے لوگ بھی کھڑے ہو جائیں جو اس کے مستحق نہ ہوں اور کہنے لگیں کہ ہمارے لئے بھی دعاء فرمایئے۔ اس لئے یہاں اس سلسلہ کو روک دینا ہی اولیٰ اور بہتر تھا۔ واللہ اعلم

فصل : ۱۳

شرائع الٰہیہ کی خلاف ورزی

اب ہم اصل مقصد کی طرف مراجعت کرتے ہیں جس کا ہم نے آغازِ کتاب میں ذکر کیا ہے یعنی وہ مرض کہ اگر اس کا سلسلہ جاری رہا تو انسان کی دنیا اور آخرت دونوں تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ اسی مرض کا علاج ہم یہاں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ سمجھ لینا چاہئے کہ گناہ انسان کے حق میں نہایت مضرت رساں چیز ہے اور یہ یقینی امر ہے۔ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اور یہ بھی یقینی امر ہے کہ گناہ کا زہر قلب میں اس طرح سرایت کر جاتا ہے جس طرح انسان کے جسم میں زہر سرایت کر جاتا ہے اور جس درجہ کا زہر ہوتا ہے اسی درجہ کی اس کی تاثیر ہوا کرتی ہے۔ کیا دنیا اور آخرت کی کوئی مصیبت' کوئی خرابی' کوئی تباہی بربادی اور بیماری ایسی ہے جس کی اصل وجہ اور اصل سبب معاصی نہ ہو؟ سیدنا آدمؑ اور سیدہ حواؑ کو جنت سے کس چیز نے نکالا؟ اور کس چیز نے ان کو جنت اور جنت کی نعمتوں' لذتوں اور جنت کی مسرتوں سے محروم کیا؟ اور کس چیز نے ان کو جنت الخلد اور دارِ بہجت وسرور سے نکال کر دارِ محن اور دار مصائب وآلام میں ڈال دیا؟ اور کس چیز نے ان کو دنیا کے قید خانہ میں مقید کر دیا؟

ابلیس، معلم الملکوت تھا اس کو ملکوتِ سماوات سے کس چیز نے ملعون' مطرور اور مردود بنا کر رکھ دیا؟ اور کس چیز نے اس کا ظاہر وباطن مسخ کر کے رکھ دیا؟ اور ایسا مسخ کر دیا گیا کہ اس کی بدترین صورت کے برابر کوئی صورت نہ رہی' اور اس کے بدترین باطن کے برابر کوئی باطن نہ رہا۔ ایک وقت تھا کہ وہ مقربین بارگاہ الٰہی میں بلند درجہ رکھتا تھا' لیکن سرکشی کی وجہ سے وہ سب سے بڑا ملعون اور مردودِ بارگاہ بن کر رہ گیا۔ ''رحمت'' ''لعنت'' سے تبدیل ہوگئی' خوبصورتی بدصورتی' سے تبدیل ہوگئی۔ جنت کے بدلہ شعلہ فگن آگ کا ایندھن بن کر رہ گیا' ایمان کفر سے بدل گیا۔ خدائے حمید کا دوست تھا لیکن وہ اس کا سب سے بڑا دشمن بن کر رہ گیا' یا تو وہ تسبیح وتقدیس، تکبیر وتہلیل کے نعرے لگاتا تھا۔ یا اب وہ کفر وشرک' کذب ودروغ، فحش دیاوہ گوئی کا

دِل دادہ ہے۔ لباسِ ایمان کو لباس کفر' لباسِ فسق و فجور اور لباس عصیان سے تبدیل کر دیا گیا۔ اور نگاہ الٰہی میں وہ انتہا درجہ ذلیل و خوار بن کر رہ گیا۔ رحمتِ الٰہی کی بلندیوں سے بالکل تحت اثریٰ میں جا گرا۔ پروردگار عالم کا قہر و غضب اس پر ایسا ٹوٹا کہ وہ سب سے نیچے جا گرا' فجار' فساق' بدکاروں اور جرائم پیشہ لوگوں کا بڑے سے بڑا قائد اور سپہ سالار بن کر رہ گیا' یا تو وہ عبادات و طاعات میں سب سے پیش پیش تھا اور فرشتوں کی سیادت و قیادت کیا کرتا تھا' یا اب وہ اللہ کی ساری مخلوق سے بدتر اور سب سے بڑا منکر و کافر بن کر رہ گیا۔ اے اللہ قادر و توانا!...... تیری نافرمانی سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔

گناہ اور قوموں کی تباہی

آہ! وہ کونسی چیز تھی جس نے ساری زمین کے بسنے والوں کو طوفان کے ایسے پانی سے غرق کر دیا جس نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہنے والوں کو بھی نہ چھوڑا؟

وہ کونسی چیز ہے جس نے قوم عاد پر باد صرصر مسلّط کر دی؟ یہ لوگ مر کھپ گئے۔ اور زمین پر ایسے مرے پڑے رہ گئے گویا درختوں کے بوٹے زمین پر گرے پڑے ہیں۔ یہ ہوا ایسی چلی کہ جہاں سے گزری شہروں' آبادیوں' باغوں اور کھیتوں' چوپایوں' جانوروں کو تباہ و برباد کرتی چلی گئی اور ایسی قیامت برپا کر دی کہ دنیا کی قوموں کے لئے عبرت کا سامان چھوڑ گئی۔

اور وہ کونسی چیز ہے جس نے قوم ثمود پر بادلوں کی گرج بھیجی کہ جس کی آواز سے لوگوں کے دل اور شکم شق ہو کر رہ گئے اور تمام کے تمام مر کھپ گئے؟

اور وہ کونسی چیز تھی جس نے قوم لوط کی آبادیوں کو اٹھا کر آسمان کے قریب تک پہنچا دیا؟ اور اس قدر آسمان کے قریب پہنچا دیا کہ کتوں کے بھونکنے کی آواز فرشتے سننے لگ گئے اور پھر اس طرح اس طبقہ کو پلٹ دیا کہ اوپر کو تلے اور تلے کو اوپر کر دیا۔ اس طرح تمام کو ہلاک کر کے مارا۔ اور پھر ان پر جہنم کے پکائے ہوئے پتھر آسمان سے گرائے گئے۔ اور انہیں ایسی سخت سزا دی گئی کہ دنیا میں ایسی سزا کسی قوم کو نہیں دی گئی' کیا ایسا عذاب ظالموں سے دور رہ سکتا

ہے؟ اور ظالم اس سے بچ سکتے ہیں۔

اور وہ کونسی چیز تھی جس نے فرعون کی قوم کو دریا بُرد کر دیا؟ اور انکی روحوں کو جہنم میں پہنچا دیا؟ حق اور واقعہ یہ ہے کہ ان کے جسم غرق ہونے ہی کے لئے اور ان کی روحیں جہنم میں جلنے ہی کے لئے تھیں۔

اور وہ کونسی چیز تھی جس نے قارون، قارون کا گھر، اس کا مال، اور اس کے اہل وعیال کو زمین میں دھنسا دیا؟

اور وہ کونسی چیز تھی جس نے سیدنا نوح علیہ السلام کے بعد مختلف اوقات میں بے شمار قوموں کو انواع واقسام کے عذابوں سے دوچار کر دیا اور قومیں کی قومیں تباہ وبرباد کر دی گئیں؟

اور وہ کونسی چیز تھی جس نے صاحب یٰسین کی قوم کو بجلی کی کڑک سے ہلاک کر مارا حتیٰ کہ ایک فرد بھی زندہ نہ بچ سکا؟

اور وہ کونسی چیز تھی جس نے بنی اسرائیل پر جابر وظالم لوگوں کو بھیج کر انہیں تاراج وبرباد کرا دیا؟ اور ان کے سامان، گھر، مال واسباب سب کا سب لوٹ لیا گیا۔ مرد قتل کئے گئے، بچے اور عورتیں اسیر کر لی گئیں۔ شہر کے شہر جلا کر خاکستر کر دیئے گئے۔ اور مال ودولت، غارتگری کی نذر ہو گئے، بار بار جابر، ظالم لوگ ان پر بھیجے گئے اور بار بار تباہ وبرباد کر دیئے گئے، کونسی چیز تھی جس نے ان کو انواع واقسام کے عذابوں میں مبتلا کر دیا؟ ان پر مصائب وآلام کے پہاڑ توڑے، قتل وغارتگری کا نشانہ بنائے گئے۔ کبھی اسیر کئے گئے، کبھی ان کی صورتیں مسخ کر دی گئیں۔ اور بندر اور خنزیر کی صورتیں بنا دی گئیں، اور آخری انجام یہ ہوا کہ خود پروردگار عالم نے قسم کھا کر ان کی قسمتوں پر مہر لگا دی:

﴿ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَن يَسُومُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ ۝ ﴾
(اعراف: ۷/۱۶۷)

"قیامت تک ان لوگوں پر ایسے لوگوں کو اللہ مسلط کرتا رہے گا کہ ان کو برے عذاب کا مزہ چکھاتے رہیں"

امام احمدؒ سے مروی ہے، عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر اپنے والد جبیرؒ سے بیان کرتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں: جب قبرص فتح ہوا' قبرص کے باشندے تباہ حال ہو کر تتر بتر ہو گئے۔ جگہ جگہ سے رونے دھونے' آہ وبکا کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اس وقت میں نے ابوالدرداءؓ کو دیکھا کہ وہ علیحدہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں۔ میں ان کے قریب گیا اور کہا: ابوالدرداؓ! آج اللہ نے اسلام اور مسلمانوں کو فتح ونصرت' عزت وعظمت بخشی ہے اور آپؓ رو رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: اے جبیر! اللہ تیرا بھلا کرے۔ اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے آج اس مخلوق کا کیا حشر ہو رہا ہے؟ یہ لوگ کیسے ذلیل وخوار کر دیئے گئے؟ کل یہ قوم ایک قہار' زبردست طاقتور قوم تھی۔ بہت بڑا ملک ان کے قبضہ میں تھا لیکن اس نے احکام الٰہی کی خلاف ورزی کی تو آج اس کا حشر (ہمارے ہاتھوں) تمہارے سامنے ہے اور ایک حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا:

((لَنْ يُهْلَكَ النَّاسُ حَتّٰى يَعْذِرُوْا مِنْ اَنْفُسِهِمْ))

''لوگ اس وقت تک ہرگز ہلاک نہیں کئے جاتے جب تک کہ وہ اپنے گناہوں کے لیے کوئی عذر پیش کر سکیں۔''

سیدہ ام سلمہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ سے میں نے سنا ہے:

((اِذَا ظَهَرَتِ الْمَعَاصِى فِىْ اُمَّتِى عَمَّهُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِنْ عِنْدِهٖ))

''جب میری امت میں گناہوں کی کثرت ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ خواص وعوام سب پر اپنا عذاب اتارے گا''

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ سن کر میں نے رسول اللہ سے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا اسوقت صالح اور نیک بندے نہیں ہوں گے؟ آپ نے جواب دیا: کیوں نہیں! ہوں گے۔ میں نے کہا: پھر ان لوگوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا:

((يُصِيْبُهُمْ مَا اَصَابَ النَّاسَ ثُمَّ يُصِيْرُوْنَ اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ))

''اور جو لوگوں پر اُفتاد آئے گی ان پر بھی آئے گی پھر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کی

بخشش ہوگی اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضاء مندی اترے گی"

حسن بصریؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَزَالُ هَذِه الْأُمَّةُ تَحْتَ يَدِاللّٰه وَفِي كَنَفِهٖ مَالَمْ بِمَالِئِي قُرَّائُهَا أُمَرَائَهَا وَمَالَمْ يُزَكِّ صُلَحَائُهَا فُجَّارَهَا وَمَا لَمْ يُهِنْ خِيَارُهَا شِرَارَهَا فَاذَا فَعَلُوْا ذَالِكَ رَفَعَ اللّٰهُ يَدَهٗ عَنْهُمْ ثُمَّ سَلَّطَ عَلَيْهِمْ جَبَابِرَتَهُمْ فَيَسُوْمُوْنَهُمْ سُوْءَ الْعَذَابِ ثُمَّ ضَرَبَهُمُ اللّٰهُ بِالْفَاقَه وَالْفَقْرِ))

"میری امت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے نیچے اور اس کی بغل میں رہے گی۔ جب تک کہ علما امت اور قاری امیروں کی بیجا حمایت نہیں کریں گے' نیک لوگ فاسقوں' فاجروں کی بیجا صفائی نہیں کریں گے اور شریر لوگ نیک لوگوں کی توہین و بے عزتی نہیں کریں گے۔ جب لوگ ایسا کرنے لگیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ ان پر سے اٹھا لے گا۔ اور جابر ظالم لوگوں کو ان پر مسلّط کر دے گا جو ان پر سخت سے سخت عذاب کے پہاڑ توڑیں گے' اور پھر ان کو اللہ تعالیٰ فقر و فاقہ میں مبتلا کر دے گا۔"

سیدنا ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيْبُهٗ))

"آدمی اپنے گناہوں کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے"

اسی مسند احمد میں مروی ہے' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((يُوْشِكُ اَنْ تَدَاعىٰ عَلَيْكُمُ الْاُمَمُ مِنْ كُلِّ اُفُقٍ' كَمَا تَدَاعَى الْاَكَلَةُ عَلٰى قَصْعَتِهَا))

"ڈر ہے کہ دنیا کی قومیں تم پر ہر طرف سے ٹوٹ پڑیں گی۔ جس طرح کہ بھوکے کھانے کے پیالے پر ٹوٹ پڑتے ہیں"

صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہوگی؟۔ آپؐ نے فرمایا:

((اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ۔ تُنْزَعُ الْمَهَابَةُ مِنْ قُلُوْبِ عَدُوِّكُمْ وَيُجْعَلُ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهَنُ))

"اس وقت تمہاری کثرت ہوگی' لیکن تمہاری حالت اس وقت سیلاب کے خس و

خاشاک جیسی ہو گی تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب اٹھ جائے گا۔ اور تمہارے دلوں میں بزدلی پیدا ہو جائے گی“

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! بزدلی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

((حُبُّ الْحَيَاتِ وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ)) [1]

”زندگی سے محبت، اور موت کا ڈر“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَمَّا عُرِجَ بِيْ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ يَخْمِشُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَصُدُوْرَهُمْ فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ يَاجِبْرِيْلُ؟ فَقَالَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ وَيَقَعُوْنَ فِيْ أَعْرَاضِهِمْ)) [2]

”جب مجھے معراج کے لئے لے گئے تو مجھے ایسے لوگوں پر سے گزارا گیا جن کے ناخن تانبے کے تھے جن سے وہ اپنا منہ اور سینے نوچ رہے تھے۔ میں نے جبریل سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو انسانوں کا گوشت کھایا کرتے تھے (غیبت کرتے تھے) اور ان کی آبروریزی کیا کرتے تھے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((يَخْرُجُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَخْتِلُوْنَ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ وَيَلْبَسُوْنَ لِلنَّاسِ مُسُوْكَ الضَّأْنِ مِنَ اللِّيْنِ أَلْسِنَتُهُمْ أَحْلٰى مِنَ السُّكَّرِ. وَقُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الذِّئَابِ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ أَبِيْ تَغْتَرُّوْنَ أَمْ عَلَيَّ تَجْتَرِءُوْنَ؟ فَبِيْ حَلَفْتُ لَأَبْعَثَنَّ عَلٰى أُولٰئِكَ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِيْمَ مِنْهُمْ حَيْرَانًا)) [3]

”آخر زمانہ میں ایسے لوگ نکل کھڑے ہوں گے جو دین کو فریب کا ذریعہ بنا کر دنیا کمائیں گے، لوگوں کو دکھانے کی غرض سے بکریوں کی نرم کھال اوڑھ لیں گے ان کی زبانیں شکر سے بھی زیادہ شیریں ہوں گی۔ لیکن ان کے دل بھیڑیوں کے سے ہوں

[1] مسند احمد (۵/ ۲۷۸) سنن ابی داود۔ کتاب الملاحم۔ باب فی تداعی الامم علی الاسلام۔ (حدیث۔ ۴۲۹۷) [2] مسند احمد (۳/ ۲۲۴) سنن ابی داود۔ کتاب الادب۔ باب فی الغیبۃ (حدیث۔ ۴۸۷۸) [3] سنن ترمذی۔ کتاب الزهد۔ باب (۵۹) حدیث۔ ۲۴۰۴) اسنادہ ضعیف۔ یحیی بن عبیداللہ متروک ہے۔

گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں کہے گا: کیا تم میرے نام پر اکڑے رہے؟ تم نے میرے خلاف جرأت کی؟ میں اپنی ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں ان لوگوں کو ایسے فتنہ اور عذاب میں ڈالونگا کہ بردبار لوگ بھی حیران ہوکر رہ جائیں گے"

ابن ابی الدنیا' سیدنا علیؓ سے بیان کرتے ہیں' سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

((يَأتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا اِسْمُهُ وَلَا مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا رَسْمُهُ مَسَاجِدُهُمْ يَوْمَئِذٍ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدَى عُلَمَاءُهُمْ أَشَرُّ مِنْ تَحْتِ أَدِيمِ السَّمَاءِ مِنْهُمْ خَرَجَتِ الْفِتْنَةُ وَفِيهِمْ تَعُودُ)) ①

"لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام رہ جائے گا۔ اور قرآن کے صرف حرف رہ جائیں گے' اس وقت مسجدیں ان کی بڑی عالی شان ہوں گی' مگر ہدایت سے خالی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والوں میں سب سے زیادہ برے لوگ ہوں گے انہی سے فتنے کھڑے ہوں گے اور ان ہی میں گھوم کر لوٹ آئیں گے"

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((إِذَا أَظْهَرَ الرِّبَا وَالزِّنَا فِي قَرْيَةٍ أَذِنَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِهَلَاكِهَا)) ②

"جب کسی آبادی میں سود اور زنا پھیل جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دینے کا حکم صادر فرماتا ہے"

اور حسن بصریؒ سے مرسل روایت ہے:

((إِذَا ظَهَرَ النَّاسُ الْعِلْمَ وَضَيَّعُوا الْعَمَلَ وَتَحَابُّوا بِالْأَلْسِنِ وَتَبَاغَضُوا بِالْقُلُوبِ وَتَقَاطَعُوا بِالْأَرْحَامِ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ عِنْدَ ذَالِكَ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَى أَبْصَارَهُمْ)) ③

"جب لوگ علم کا مظاہرہ کرنے لگیں اور عمل کو چھوڑ بیٹھیں اور زبان سے تو محبت کا اظہار کریں اور دلوں میں بغض و کینہ رکھیں' اور رشتہ داریاں توڑ دیں تو اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرتا ہے اور ان کو بہرہ اندھا بنا دیتا ہے"

---

① شعب الایمان (۱۷۶۲) العقوبات لابن ابی الدنیا (۸) اسناده ضعيف جدا۔ عبداللہ بن دکین سخت ضعیف راوی ہے۔ ② مسند احمد (۱/ ۴۰۲) مسند ابی یعلی (۴۹۸۱) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ اسناده ضعيف مستدرك حاكم (۲/ ۳۷) المعجم الكبير للطبرانی (۱/ ۱۷۸) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ ③ العقوبات لابن ابی الدنیا (۱۰) اسناده ضعيف مرسل۔ سند مرسل ہے نیز صالح المری ضعیف راوی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دس آدمیوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی، ان میں سے ایک میں بھی تھا، رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطاب کر کے فرمایا:

((یَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَخَمْسُ خِصَالٍ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ تُدْرِکُوْهُنَّ مَا ظَهَرَتِ الْفَاحِشَةُ فِیْ قَوْمٍ حَتّٰی اَعْلَنُوْا بِهَا اِلَّا ابْتُلُوْا بِالطَّوَاعِیْنَ وَالْاَوْجَاعِ الَّتِیْ لَمْ تَکُنْ فِیْ اَسْلَافِهِمُ الَّذِیْنَ مَضَوْا وَلَا نَقَصَ قَوْمٌ الْمِکْیَالَ اِلَّا ابْتُلُوْا بِالسِّنِیْنَ وَشِدَّةِ الْمُؤْنَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ وَمَا مَنَعَ قَوْمٌ زَکٰوةَ اَمْوَالِهِمْ اِلَّا مُنِعُوا الْمَطَرَ مِنَ السَّمَاءِ وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ یُمْطَرُوْا وَلَا خَفَرَ قَوْمٌ الْعَهْدَ اِلَّا سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَیْرِهِمْ فَاَخَذُوْا بَعْضَ مَا فِیْ اَیْدِیْهِمْ وَمَا لَمْ تَعْمَلْ اَئِمَّتُهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِیْ کِتَابِهٖ اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ بَأْسَهُمْ بَیْنَهُمْ)) ①

''اے گروہِ مہاجرین! پانچ چیزوں سے میں تمہارے حق میں بارگاہِ الٰہی سے پناہ مانگتا ہوں: ① جس قوم میں بدکاری پھیل جائے اور اعلانیہ بدکاری ہونے لگے تو اللہ تعالیٰ ان میں طاعون اور دوسری قسم کی بیماریاں بھیج دیتا ہے، جو ان سے پہلے والوں اگلوں (پہلوں) میں نہیں تھیں۔ ② جو لوگ ناپ تول میں خیانت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان میں قحط سالی اور تنگی، معاش کی مصیبت بھیج دیتا ہے، اور ظالم بادشاہ ان پر مسلّط کر دیتا ہے۔ ③ جو لوگ مال کی زکوٰۃ دینا بند کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش روک دیتا ہے اور اگر چوپائے نہ ہوتے تو ان کے لئے پانی کبھی نہ برستا۔ ④ جو لوگ عہد توڑ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر باہر کا دشمن مسلّط کر دیتا ہے جو ان کی مملوکہ چیزوں میں سے بعض کو چھین لیتا ہے۔ ⑤ ان کے ائمہ اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی کتاب پر عمل کرنا چھوڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو لڑا مارتا ہے۔''

سیدنا ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: ''تم سے پہلے لوگ ایسے تھے کہ جب ان میں کوئی گناہ کرتا تو روکنے والے دوڑ پڑتے۔ اور اسے کہتے: اللہ سے ڈرو۔ لیکن دوسرے ہی دن وہ اس کے ساتھ خلا ملا (دوستی) کر لیتے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے پیتے۔ گویا گذشتہ کل اس کا گناہ انہوں نے دیکھا ہی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب ان کی یہ

① سنن ابن ماجه۔ کتاب الفتن۔ باب العقوبات (حدیث۔ ۴۰۱۹)

حالت دیکھی تو ان کے دلوں میں باہم عداوت پیدا کر دی۔ اور پھر ان کے پیغمبر سیدنا داودؑ اور سیدنا عیسیٰؑ کی زبان سے ان پر لعنت کرائی اور یہ اس لیے کیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کر گئے تھے۔ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے! تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض انجام دو۔ ظالموں اور حق کے خلاف اقدام کرنے والوں کو روکو‘ وگرنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں بھی عداوت پیدا کر دے گا۔ اور تم ایک دوسرے پر لعنت بھیجنے لگو گے جس طرح کہ تم سے اگلے لوگ کیا کرتے تھے۔“ ①

ابن ابی الدنیاؒ نے ایک روایت نقل کی ہے۔ ”اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوشع بن نون کو بذریعہ وحی یہ خبر بھیجی تھی کہ میں تیری قوم میں سے چالیس ۴۰ ہزار اچھے لوگوں کو اور ساٹھ ۶۰ ہزار شریر بدکاروں کو ہلاک کرنے والا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا: پروردگارِ عالم! شریروں کو ہلاک کرنا تو بجا ہے۔ لیکن بھلے لوگوں نے کیا خطاء کی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: یہ اس لئے کہ جب میں ان شریروں پر خفا تھا تو یہ لوگ ان پر کیوں خفا نہ ہوئے۔ کیوں یہ لوگ ان کے ساتھ کھاتے پیتے رہے؟ ②

ابن عبد البرؒ نے اَبُو ھِرؒ ان سے ایک روایت نقل کی ہے کہ ”کسی آبادی کیلئے اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے بھیجے کہ اس آبادی کو تباہ و برباد کر دو۔ جب یہ فرشتے وہاں پہنچے تو دیکھا ایک شخص مسجد میں کھڑا نماز پڑھ رہا ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا: اے پروردگار! اس آبادی میں تیرا فلاں بندہ بھی تو ہے‘ جو نماز پڑھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آبادی کو اور آبادی کے ساتھ اس کو بھی ہلاک کر دو۔ میرے لئے اس کی پیشانی پر کبھی بل نہیں پڑے‘ اس نے کبھی نافرمانوں پر ناراضی کا اظہار نہیں کیا۔“ ③

حمیدیؒ نے سیدنا مسعرؒ کی روایت نقل کی ہے۔ ”اللہ تعالیٰ نے کسی آبادی کو ہلاک کرنے کے لئے ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ نے کہا: پروردگارِ عالم! اس آبادی میں فلاں عابد

---

① مسند احمد (۳۹۱) سنن ابی داود۔ کتاب الملاحم۔ باب الامر والنهی (حدیث۔ ۴۳۳۶‘۴۳۳۷) سنن ترمذی۔ کتاب تفسیر القرآن۔ باب ومن سورة المائدة (حدیث۔ ۳۰۴۸) سنن ابن ماجه۔ کتاب الفتن۔ باب الامر بالمعروف والنهی عن المنکر (حدیث۔ ۴۰۰۶) اسناده ضعیف۔ سند منقطع ہے۔ ابوعبیدہ نے اپنے والد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا۔ ② العقوبات لابن ابی الدنیا (۱۴) شعب الایمان للبیهقی (۹۴۲۸) ابراهیم بن عمرو مجهول الحال راوی ہے۔ ③ العقوبات لابن ابی الدنیا (۱۳) شعب الایمان نحوه۔ اسناده ضعیف

موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ پہلے اس کو ہلاک کردو۔ پھر آبادی کو ہلاک کرو۔ کیونکہ میرے لئے کبھی اس کی پیشانی پر شکن نہیں پڑی۔'' ①

ابن ابی الدنیاؒ سیدنا وہب ابن منبہؒ سے بیان کرتے ہیں'' جب سیدنا داؤد علیہ السلام سے خطاء ہوگئی تو بارگاہ الٰہی میں التجاء کی: اے پروردگارِ عالم! امیری مغفرت فرما' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیرا گناہ میں معاف کرتا ہوں لیکن اس کی عار کا بوجھ نبی اسرائیل پر ڈالتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا: یہ کیسے ہوسکتا ہے' تو حاکم عادل ہے؟ تو کسی پر ظلم نہیں کیا کرتا' گناہ میں کروں اور سزا دوسرے بھگتیں۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ جب تم سے خطاء ہوئی تو ان لوگوں نے جلد ہی اس سے انکار (مخالفت) کیوں نہ کی۔ ②

ابن ابی الدنیاؒ نے سیدنا انس بن مالکؓ سے روایت بیان کی ہے کہ میں اور ایک اور شخص سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ام المومنین! زلزلہ کے بارے میں کوئی حدیث تو بیان فرمایئے۔ انہوں نے فرمایا: ''لوگ جب زنا کاری کو جائز قرار دے لیں' شراب خواری کرنے لگیں۔ اور گانے بجانے کے آلات استعمال کرنے شروع کردیتے ہیں تو آسمان پر غیرتِ الٰہی جوش میں آجاتی ہے پھر وہ زمین کو زلزلہ کا حکم دیتا ہے۔ اگر لوگ جلد سے جلد توبہ کرلیں گے اور معاصی ترک کردیں گے تو ٹھیک' ورنہ اللہ تعالیٰ ان کی آبادی کو منہدم اور مسمار کردیتا ہے۔ سیدنا انسؓ نے کہا: ام المومنین! کیا یہ ان کے حق میں عذاب ہوگا؟ انہوں نے فرمایا: نہیں! یہ ایمان والوں کے حق میں پند وموعظت اور رحمت ہے اور کافروں کے حق میں عذاب اور اللہ کا قہر وغضب۔'' سیدنا انسؓ نے یہ سن کر کہا: رسول اللہ کی وفات کے بعد میں نے ایسی خوش کن' فرحت آگین (خوشی سے بھری ہوئی) حدیث کوئی نہیں سنی۔ ③

ابن ابی الدنیاؒ نے ایک مرسل حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ کے عہد میں زلزلہ آیا تو رسول اللہ ﷺ نے زمین پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا: رک جا' ابھی تیرے لئے اس کا وقت نہیں آیا۔ اس کے بعد آپ صحابہؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

((اِنَّ رَبَّکُمْ لَیَسْتَعْتِبُکُمْ فَاعْتِبُوْہُ))

---

① ابن ابی الدنیا فی العقوبات (۱۶) ② العقوبات لابن ابی الدنیا (۱۵) ③ العقوبات لابن ابی الدنیا (۱۷) مستدرك حاکم (۴/ ۵۱۶) کتاب الفتن لنعیم بن حماد (ص: ۳۲۰) اسنادہ ضعیف۔ بقیہ بن الولید مردی ہے۔

''تمہارا پروردگار تم کو گناہوں سے تائب ہونے کا حکم دیتا ہے' پس تم توبہ کرو۔''

عہدِ فاروقی میں ایک مرتبہ زلزلہ آیا تو عمر فاروقؓ نے لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا: لوگو! یہ زلزلہ تمہاری کسی غلطی اور گناہ کی وجہ سے ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر دوبارہ یہ زلزلہ آیا تو میں تم میں ہرگز ہرگز نہیں رہوں گا۔ ①

اور ابن ابی الدنیاؒ نے مناقبِ فاروقی میں لکھا ہے: عہد فاروقی میں زلزلہ آیا تو سیدنا عمر فاروقؓ نے زمین پر اپنا ہاتھ مارا اور کہا: اے زمین! تجھے کیا ہوا تجھے کیا ہوا؟ تجھے کیا ہوا؟ اگر قیامت آنے والی ہے تو اپنے احوال بیان کرتی۔ میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے:

((اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ فَلَيْسَ فِيهَا ذِرَاعٌ وَلَا شِبْرٌ اِلَّا وَهُوَ يَنْطِقُ))

''جب قیامت آئے گی تو ایک ہاتھ بھر اور ایک بالشت بھر زمین نہ ہوگی جو بول نہ اٹھے'' ②

امام احمدؒ نے سیدہ صفیہؓ سے روایت کی ہے کہ عہد فاروقی میں مدینہ منورہ میں زلزلہ آیا۔ تو سیدنا فاروقؓ نے فرمایا: لوگو! یہ کیا ہے؟ تم نے اتنی جلدی کیا کام کئے جو یہ زلزلہ آ گیا؟ اگر اس کے بعد کوئی زلزلہ آیا تو مجھے مدینہ میں نہیں پاؤ گے۔'' ③

سیدنا کعبؒ فرماتے ہیں'' جب زمین پر گناہ ہونے لگتے ہیں تو زمین خوف الٰہی کے مارے لرزنے لگتی ہے اور زلزلہ آ جاتا ہے اور زمین پر بسنے والوں کو تنبیہ کی جاتی ہے۔'' ④ سیدنا عمر بن عبد العزیزؒ کے عہد میں زلزلہ آیا تو انہوں نے ساری قلمرو (ریاست) میں یہ فرمان جاری کر دیا۔ حمد وصلوۃ کے بعد لکھا۔ امابعد! یہ ایک ایسا عذاب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اپنے بندوں کو عتاب فرماتا ہے۔ میں نے تمام شہروں اور آبادیوں میں یہ اعلان کر دیا ہے کہ فلاں فلاں مہینہ میں فلاں فلاں دن تم شہروں اور آبادیوں سے باہر نکلو' اور جس کے پاس کچھ ہے وہ صدقہ خیرات نکالے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ ﴾ (الاعلی: ۸۷/ ۱۴)

''تحقیق جو پاک صاف رہا اور اپنے پروردگار کا نام لیتا رہا نماز پڑھتا رہا وہ اپنی مراد کو پہنچ گیا۔''

---

① العقوبات لابن ابی الدنیا (۱۸) مصنف ابن ابی شیبۃ (۲/ ۲۲۱) اسنادہ ضعیف۔ اس کی سند رسل ہے۔ ② العقوبات لابن ابی الدنیا (۱۶) اس کی سند میں سعد بن طریق متہم بالوضع راوی ہے۔ ③ العقوبات لابن ابی الدنیا (۲۰) مصنف ابن ابی شیبۃ (۲/ ۲۲۱) ④ العقوبات (۲۱)

اور وہ پڑھا کرو جو آدم علیہ السلام پڑھا کرتے تھے۔

﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ ﴾ (اعراف: ۷/۲۳)

''اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہم کو معاف نہیں کرے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم یقیناً نامرادوں میں سے ہوں گے''

اور وہ پڑھا کرو جو سیدنا نوح علیہ السلام پڑھا کرتے تھے:

﴿ وَاِلَّا تَغْفِرْلِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ ﴾ (ہود: ۱۱/ ۴۷)

''اگر تو میرا قصور معاف نہیں کرے گا اور مجھ پر رحم نہیں کرے گا تو میں نامرادوں میں سے ہو جاؤں گا'' اور وہ پڑھا کر جو سیدنا یونس پڑھا کرتے تھے:

﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾

(انبیاء: ۲۱/ ۸۷)

''اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ذات ہے، میں ہی ظلم کرنے والوں میں سے ہو گیا ہوں''[۱]

گناہ اور غلامی

امام احمدؒ ابن عمرؓ کی ایک روایت نقل کرتے ہیں، سیدنا ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے:

((اِذَا ضَنَّ النَّاسُ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ وَتَبَايَعُوْا بِالْعِيْنَةِ [۲] وَاتَّبَعُوْا اَذْنَابَ الْبَقَرِ [۳] وَتَرَكُوا الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهِمْ بَلَاءً فَلَا يَرْفَعُهُ عَنْهُمْ حَتّٰى يَرْجِعُوْا دِيْنَهُمْ))

---

[۱] العقوبات (۲۳) حلیۃ الاولیاء (۵/ ۳۰۴) [۲] ''بیع عینہ'' کے معنی یہ ہیں کہ کوئی چیز مقررہ قیمت سے میعاد مقررہ کے وعدے سے اس شرط کے ساتھ فروخت کی جائے کہ مقررہ میعاد کے بعد اس سے کم قیمت پر واپس خریدے گا۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک قسم کا سود ہے، اور بیع عینہ سود سے بچنے کا حیلہ، یہود عموماً اس قسم کا کاروبار کیا کرتے تھے اور مقصد یہ تھا کہ محرمات الہیہ کو حیلوں کے ذریعہ حلال کر لیا جائے اور یہ سراسر بے ایمانی ہے، رضاء الٰہی اور ارادۂ الٰہی کے خلاف ہے۔ [۳] ''بیلوں کی دموں کے پیچھے لگے رہتے'' کے معنی ہیں کہ صرف کھیتی باڑی و زراعت پر تکیہ کر لیا جائے، ''سستی'' کا بلی اختیار کر لیں، اور جہاد کا سلسلہ بند کر دیں، یہ بات مصیبت کا موجب اور سبب بن جاتی ہے۔

"جب لوگ دینار و درہم میں بخل کرنے میں لگ جائیں گے اور عینہ کے طریقوں پر بیع و فروخت کرنے لگیں گے اور بیلوں کی دموں کے پیچھے ہی لگے رہیں گے۔ اور جہاد ترک کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر بلا اتارے گا اور جب تک وہ دین کی طرف رجوع نہیں کریں گے یہ بلا ان سے دور نہیں کی جائے گی۔"

امام ابوداؤد نے اس حدیث کو باسناد حسن روایت کیا ہے۔ ①

سیدنا حسن کہتے ہیں: اللہ کی قسم! بیع "عینة" لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔ ② بختِ نصر کے عہد کے بعض پیغمبروں نے جب بخت نصر کا عذاب اور ظلم دیکھا تو فرمانے لگے: "اے اللہ! یہ ہمارے ہاتھوں کی کمائی ہے کہ تو نے ایسے شخص کو ہم پر مسلط کر دیا ہے جو تجھے پہچانتا نہیں۔ اور ہم پر رحم نہیں کرتا۔" ③

بختِ نصر نے ایک مرتبہ سیدنا دانیالؑ نبی سے پوچھا: وہ کونسی چیز ہے جس نے مجھے تمہاری قوم پر مسلّط کر دیا؟ انہوں نے جواب دیا: "تیرے بڑے بڑے گناہوں نے اور میری قوم کے ظلم نے' جو خود انہوں نے اپنی جانوں پر کیا ہے۔"

ابن ابی الدنیاؒ نے سیدنا عمار بن یاسرؓ اور سیدنا حذیفہؓ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ عزوجل اِذَا اَرَادَ بِالْعِبَادِ نِقْمَةً اَمَاتَ الْاَطْفَالَ وَاَعْقَمَ اَرْحَامَ النِّسَاءِ فَتَنَزَّلَ النِّقْمَةُ وَلَيْسَ فِيهِمْ مَرْحُوْمٌ)) ④

"جب اللہ تعالیٰ بندوں پر عذاب بھیجنا چاہتا ہے تو بچوں کو موت دے دیتا ہے اور عورتیں بانجھ ہو جاتی ہیں' اس وقت ان پر عذاب اترتا ہے' ان میں ایک شخص بھی رحم کے قابل نہیں ہوتا"

مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں: میں نے حکمت کی کتابوں میں دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں تو بادشاہوں کا بادشاہ ہوں' بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں۔ جو لوگ میری اطاعت کریں گے ان پر بادشاہوں سے رحم کراؤں گا۔ اور جو لوگ میری نافرمانی کریں گے ان

---

① مسند احمد (۲/ ۲۸) سنن ابی داود۔ کتاب البیوع۔ باب فی النھی عن العینة (حدیث۔ ۳۴۶۲)

② العقوبات (۲۵) ③ العقوبات (۲۸) ④ العقوبات (۲۶) اسناده ضعيف۔

پر ان سے عذاب کراؤں گا۔ پس تم بادشاہوں کو گالیاں نہ دیا کرو بلکہ اللہ کی جناب میں توبہ کرو تا کہ وہ بادشاہوں کو تم پر مہربان کر دے۔ (۱)

حسن بصریؒ سے مرسل روایت ہے:

((اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ خَيرًا جَعَلَ اَمْرَهُمْ اِلٰى حُلَمَائِهِمْ وَفَيْئَهُمْ عِنْدَ سُمَحَائِهِمْ وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ شَرًّا جَعَلَ اَمْرَهُمْ اِلٰى سُفَهَائِهِمْ وَفَيْئَهُمْ عِنْدَ بُخَلَائِهِمْ)) (۲)

''اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو اس کے اختیارات ان کے سمجھداروں کے ہاتھ میں دیدیتا ہے اور مال سخاوت کرنے والوں کو دیتا ہے۔ اور جب کسی قوم کے لئے برائی چاہتا ہے تو شریروں' احمقوں کو ان کا سردار بنا دیتا ہے' اور مال بخیلوں کو دیتا ہے''

امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ سیدنا قتادہؒ سے بیان کرتے ہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دعاء کی کہ اے پروردگار! تو آسمان پر ہے اور ہم زمین پر' تیرے غضب اور تیری رضاء مندی کی نشانی کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: اور جب میں تم پر اچھے لوگوں کو حاکم اور سردار بناؤں تو یہ میری رضاء مندی کی علامت ہے اور جب شریر بدمعاشوں کو تم پر حاکم بناؤں تو یہ میری خفگی' اور ناراضی کی نشانی ہے۔'' (۳)

ابن ابی الدنیاؒ نے فضیل بن عیاضؒ سے روایت بیان کی ہے:

((اَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى بَعْضِ الْاَنْبِيَاءِ اِذَا عَصَانِيْ مَنْ يَعْرِفُنِيْ سَلَّطْتُ عَلَيْهِ مَنْ لَا يَعْرِفُنِيْ)) (۴)

''بعض پیغمبروں پر اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل فرمائی ہے کہ مجھے پہچاننے والا جب میری نافرمانی کرتا ہے تو میں اس پر ایسے شخص کو مسلط کر دیتا ہوں جو مجھے نہیں پہچانتا۔''

نیز سیدنا ابن عمرؓ سے ایک مرفوع روایت بھی انہوں نے نقل کی ہے کہ ''قسم اس ذات کی جس

---

(۱) العقوبات (۳۰) اسنادہ ضعیف صالح المری ضعیف راوی ہے۔ یہ قول مرفوعا بھی مروی ہے المجروحین لابن حبان (۳/ ۷۶) حلیۃ الاولیاء (۲/ ۳۸۸) المعجم الاوسط للطبرانی (۳۶۱۱) اس کی سند میں وھب بن راشد متروک راوی ہے۔ (۲) المراسل لابی داود کما فی الترغیب (۳/ ۳۸۲) العقوبات (۳۱) اسنادہ ضعیف سند مرسل ہے۔ حسن بصری کی مرسل روایتیں' مرسل روایتوں میں ضعیف ترین شمار ہوتی ہیں۔ (۳) کتاب الزھد (۳۳۷) العقوبات (۳۲) (۴) العقوبات (۳۳)

کے ہاتھ میں میری جان ہے‘ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک کہ اللہ تعالیٰ جھوٹے امیروں اور بد کاروزیروں‘ خائن اعوان وانصار واہل کاروں اور قبیلوں‘ جماعتوں کے ظالم سرداروں‘ چوہدریوں اور فاسق‘ بدکار قراء و علماء کو جن کی پیشانیاں راہبوں کی سی ہونگی اور دل مردار جانوروں سے زیادہ متعفن و بدبو دار جس میں ہر قسم کی خواہشاتِ دینا موجزن ہونگی‘ کو میں بھیج نہیں لے گا۔ جب ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے اور ایسے حالات پیدا ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کیلئے خطرناک تاریک فتنے کھڑے کر دے گا۔ جن میں یہ لوگ ٹامک ٹوئیاں مارتے رہیں گے۔ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے! اسلام کی زنجیر پارہ پارہ کر دی جائے گی یہاں تک کہ کوئی اللہ اللہ کہنے والا بھی باقی نہیں رہے گا۔ لوگو! امر بالمعروف‘ نہی عن المنکر کا فرض انجام دیتے رہو‘ ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر اشرار کو مسلط کر دے گا‘ جو تمہیں بد سے بدتر عذاب میں مبتلا کر دیں گے‘ اس وقت جو اچھے لوگ ہوں گے تمہارے حق میں دعاء کریں گے لیکن وہ مقبول نہ ہو گی۔ لوگو! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو۔ ورنہ وہ تم پر ایسے لوگوں کو بھیجے گا جو تمہارے چھوٹوں پر رحم نہیں کریں گے۔ تمہارے بڑوں کی توقیر و عزت نہیں کریں گے۔“ [1]

معجم طبرانی میں سیدنا ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: لوگ جب ناپ تول میں کمی کرنے لگیں گے تو اللہ تعالیٰ بارش روک لے گا‘ جب زنا کی کثرت ہو جائے گی تو موت عام ہو جائے گی۔ جب سود خواری پھیل جائے گی تو ان پر جنون مسلط ہو جائے گا۔ جب قتل و غارت گری کی کثرت ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ دشمنوں کو ان پر مسلط کر دے گا۔ جب لواطت کی کثرت ہو جائے گی تو لوگ زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے۔ جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک کر دیں گے تو ان کے نیک اعمال اوپر کو نہیں جائیں گے اور ان کی دعاؤں کی شنوائی نہ ہو گی۔“

یہ حدیث ابن ابی الدنیاؒ نے بھی سیدنا سعیدؓ سے روایت کی ہے۔ [2]

سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتے ہیں‘ وہ فرماتی ہیں: ایک مرتبہ رسول اللہؐ اس حالت میں میرے یہاں تشریف لائے کہ آپ کی سانس پھولی ہوئی تھی۔ چہرے سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ آپؐ بہت پریشان ہیں۔ آپؐ نے کسی سے بات چیت نہ کی اور وضوء کر کے فوراً حجرے سے

---

[1] العقوبات (۳۴) الامالی للشجری (۲/ ۲۵۷-۲۶۳) اسنادہ ضعیف جدا کوثر بن حکیم منکر الحدیث راوی ہے۔

[2] المعجم الکبیر للطبرانی (۱۰۹۹۲) العقوبات (۳۵) اسنادہ ضعیف ابراھیم بن اشعث‘ عبدالرحمن بن زید العمی اور اس کا والد تینوں ضعیف راوی ہیں۔

باہر تشریف لے گئے اور میں حجرے کے ایک کونے سے چمٹ کر کھڑی ہو گئی' آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر کھڑے ہو گئے۔ حمد وثنا کے بعد فرمایا: ''لوگو! اپنے رب سے ڈرو' اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تم امر بالمعروف ونہی عن المنکر کیا کرو' قبل اس کے کہ تمہاری دعاء قبول نہ کی جائے' تم نصرت وامداد چاہو اور تمہاری مدد نہ کی جائے' تم مانگو اور تمہارا سوال رد کر دیا جائے' اور تمہیں کچھ نہ دیا جائے۔'' ①

سیدنا عمری الزاہدؒ کا قول ہے ''تمہاری غفلت اور اللہ سے روگردانی کی یہ دلیل ہے کہ تمہارے سامنے اللہ کی مرضی کے خلاف کام ہو رہا ہو اور تم دیکھتے رہو۔ اور چشم پوشی کر جاؤ۔ اور مخلوق کے ڈر سے جو تمہیں کسی قسم کا نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتی امر بالمعروف ونہی عن المنکر ترک کر دو۔'' ان ہی کا قول ہے ''جو شخص مخلوق کے ڈر سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک کر دیتا ہے۔ اس سے طاعت کی قوت سلب کر لی جاتی ہے اور پھر اس کی اولاد اس کے حق پدری اور اس کے غلام اس کے حق آقائی کا پاس نہیں کرتے۔'' ② امام احمدؒ اپنی مسند میں سیدنا قیس بن ابی حازم کی روایت نقل کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: اے لوگو! تم ہمیشہ اس آیت کی تلاوت کرتے ہو۔ اور بے محل اس کا حکم چلاتے ہو:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۝ ﴾ (مائدہ : ۵/۱۰۵)

''ایمان والو! تم اپنی خبر رکھو۔ جب تم راہِ راست پر ہو تو کوئی بھی گمراہ ہوا کرے تم کو نقصان نہیں پہنچائے گا''

میں نے تو رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے یہ سنا ہے:

((اِذَا رَأَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلٰى يَدَيْهِ۔ وَفِي لَفْظٍ۔ اِذَا رَأَوُا الْمُنْكَرَ فَلَمْ يُغَيِّرُوهُ أَوْشَكَ أَنْ يَعُمَّهُمْ بِعِقَابٍ مِنْ عِنْدِهِ)) ③

''جب لوگ دیکھیں کہ ظالم ظلم کر رہا ہے' پھر بھی وہ اس کا ہاتھ نہیں پکڑتے۔'' دوسر

---

① مسند احمد (۶/ ۱۵۹) سنن ابن ماجه۔ کتاب الفتن۔ باب الامر بالمعروف والنهی عن المنکر (حدیث۔ ۴۰۰۴) مختصرا صحیح ابن حبان (۲۹۰) مسند البزار (۳۳۰۵) ② العقوبات (۳۸) حلیة الاولیاء (۸/ ۲۸۴) ③ مسند احمد (۱/ ۵،۲) سنن ابی داود۔ کتاب الملاحم۔ باب الامر والنهی (حدیث۔ ۴۳۳۸) سنن ترمذی۔ کتاب الفتن۔ باب ماجاء فی نزول العذاب اذا لم یغیر المنکر (حدیث۔ ۲۱۶۸) سنن ابن ماجه۔ کتاب الفتن۔ باب الامر بالمعروف والنهی عن المنکر (حدیث۔ ۴۰۰۵)

ے الفاظ یہ ہیں۔ ''جب لوگ منکر اُمر کو دیکھیں اور اسے نہ روکیں تو ڈر ہے کہیں اللہ تعالیٰ اپنا عذاب سب پر عام نہ کر دے''

امام اوزاعیؒ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا:

((اِذَا اُخْفِيَتِ الْخَطِيئَةُ فَلَا تَضُرُّ اِلَّا صَاحِبَهَا وَاِذَا ظَهَرَتْ فَلَمْ تُغَيَّرْ تَضُرُّ الْعَامَّةَ)) ①

''گناہ جب چھپا رہتا ہے تو گناہ کرنے والے کے سوا کسی اور کو نقصان نہیں پہنچاتا اور جب ظاہر ہو جاتا ہے تو عام نقصان پہنچانے سے باز نہیں رہتا''

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سیدنا عمر بن الخطابؓ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ڈر ہے آباد اور معمور بستیاں ویران ہو جائیں گی۔ پھر فرمانے لگے: یہ اس وقت ہو گا جبکہ فاسق وفاجر لوگ نیک لوگوں کے مقابلہ میں اُبھر آئیں گے۔ قوم کے سردار منافق لوگ ہوں گے۔'' ②

امام اوزاعیؒ سیدنا حسان بن عطیہؒ سے بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: میری امت کے اشرار اخیار اور بھلے لوگوں کے مقابلہ میں ابھریں گے۔ اور ایسے ابھریں گے کہ ایمان والے لوگ اس طرح چھپا کریں گے جس طرح آج منافق ہم سے چھپا کرتے ہیں۔'' ③

ابن ابی الدنیاؒ سیدنا ابن عباسؓ سے ایک مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں۔ ''ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مؤمن کا دل ایسا گھل کر رہ جائے گا۔ جیسا پانی میں نمک گھل کر رہ جاتا ہے۔'' صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایسا کیوں ہوگا؟ فرمایا: برائی کو دیکھنے پر اس کو روکنے کی طاقت نہ رکھے گا''۔ ④

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سیدنا جریر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: ''جس قوم میں گناہوں کا ارتکاب ہو۔ اور بدکرداروں کے مقابلہ میں دوسرے لوگ غالب ہوں' اور پھر بھی وہ ان کو نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ تمام پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا۔'' ⑤

---

① العقوبات (۴۰) المعجم الاوسط للطبرانی (۴۷۶۷) اسنادہ ضعیف۔ مروان بن سالم الغفاری متروک راوی ہے۔ ② العقوبات (۴۴) ③ العقوبات (۴۵) اس کی سند مفعول ہے۔ حسان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کم از کم دو راوی ساقط ہیں۔ الکامل ابن عدی (۷/ ۲۶۴۷) میں یہ موصولا مروی ہے۔ لیکن اس میں یحیٰی بن ابی انیسہ ضعیف راوی ہے۔ ④ العقوبات (۴۶) اسنادہ ضعیف۔ سند منقطع ہے عطاء الخراسانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نہیں سنا۔ ⑤ مسند احمد (۴/ ۳۶۴،۳۶۳) سنن ابی داود۔ کتاب الملاحم۔ باب الامر والنھی (حدیث۔ ۴۳۳۹) سنن ابن ماجہ۔ کتاب الفتن۔ باب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر (حدیث۔ ۴۰۰۹)

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا:

''قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا' جہنم میں اس کی آنتیں تک نکل پڑیں گی۔ اور دیوانہ وار اس طرح جہنم میں چکر لگائے گا جس طرح چکی کے گرد گدھا چکر لگایا کرتا ہے۔ یہ دیکھ کر دوسرے جہنمی اس کے اردگرد جمع ہو جائیں گے۔ اور اس سے پوچھیں گے: تیرا یہ حال کیوں ہے؟ تُو تو ہمیں اچھے کاموں کا حکم دیا کرتا تھا اور برائیوں سے روکتا تھا۔ وہ جواب دے گا: میں تمھیں اچھے کاموں کا حکم دیتا تھا لیکن میں خود عمل نہیں کیا کرتا تھا۔ بری چیزوں سے روکتا تھا لیکن میں بری چیزوں سے خود باز نہیں رہتا تھا۔''[1] اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سیدنا مالک بن دینار سے بیان کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک بڑا زبردست عالم تھا۔ اس کے مکان پر ہمیشہ مردوں' عورتوں کا ہجوم رہا کرتا تھا۔ یہ انہیں وعظ ونصیحت کیا کرتا تھا' عبرت ونصیحت کے لئے تاریخی واقعات پیش کر کے نیکی کے لئے آمادہ کرتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے دیکھا کہ اس کا لڑکا کسی عورت کو آنکھیں مار رہا ہے۔ وہ بولا: بیٹا یہ کیا ہو رہا ہے؟ بیٹا یہ کیا ہو رہا ہے؟ اس کے بعد وہ فوراً تخت سے نیچے آ گرا۔ اور اس کا بھیجا (دماغ) پھٹ گیا۔ اس کی بیوی بھی گر پڑی۔ اور اس کے لڑکے قتل کر دیئے گئے' پھر اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے پیغمبر کو وحی سے خبر دی کہ فلاں عالم کو خبر دیدو کہ تیری پشت میں اب کوئی صدیق پیدا نہیں ہو گا۔ میرے لئے تیرا غصہ بس صرف اسقدر تھا کہ تو نے کہا: اے میرے بیٹے نرمی سے۔ اے میرے بیٹے آرام سے۔[2]

امام احمدؒ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: چھوٹے سے چھوٹے گناہ سے بھی اپنے کو بچاؤ۔ کیونکہ جب یہ گناہ بہت جمع ہو جاتے ہیں تو بندے کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد رسول اللہؐ نے اس کی مثال پیش فرمائی کہ لوگوں کا قافلہ جب جنگل میں کسی میدان میں منزل کرتا ہے۔ اور جب کھانا پکانے کا وقت آتا ہے تو کوئی ادھر ادھر سے لکڑی لے آتا ہے' کوئی اونٹ کی خشک مینگنیاں لے آتا ہے کوئی کیا اور کوئی کیا۔ حتی کہ ایندھن کا ڈھیر لگ جاتا ہے۔ پھر جب اس میں آگ سلگائی جاتی ہے تو ہرا سوکھا سب اس میں جل جاتا ہے۔''[3]

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب بدء الخلق باب صفة النار (حدیث۔ ۳۲۶۷) صحیح مسلم۔ کتاب الزھد۔ باب عقوبة عن یامر بالمعروف ولا یفعله (حدیث۔ ۲۹۸۹) [2] کتاب الزھد (۱۳۸) [3] مسند احمد (۱/ ۴۰۲) المعجم الکبیر للطبرانی (۱۰/ ۲۱۲) وقد تقدم (ص: ۷۹)

سیدنا انس بن مالک ؓ فرماتے: ”تم ایسے کام کیا کرتے ہو جو تمہاری نگاہوں میں بال سے باریک اور معمولی نظر آتے ہیں لیکن ہم ایسے کاموں کو عہد نبوی میں مہلکات میں شمار کرتے تھے۔“ ①

سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک عورت کو اس لئے عذاب دیا گیا کہ اس نے بلی کو باندھ رکھا تھا۔ نہ تو وہ اسے کھلاتی پلاتی تھی۔ نہ اسے کھولتی تھی تاکہ وہ اِدھر اُدھر سے چن کر اپنا پیٹ بھر لیتی۔ اسی حالت میں وہ بلی مرگئی۔ ②

گناہ کفر کے قاصد ہیں

ابو نعیم ؒ نے حلیہ الاولیاء میں سیدنا حذیفہ ؓ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ سیدنا حذیفہ ؓ سے ایک دن پوچھا گیا: کیا بنی اسرائیل نے اپنا دین ترک کر دیا تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں! بلکہ یہ تھا کہ جب ان کو کسی بات کا حکم دیا جاتا تھا تو وہ اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ کسی چیز سے روکا جاتا تھا تو وہ اسے ضرور کرتے تھے اور اس طرح انہوں نے اپنے دین کا چولا (پہناوا) اتار پھینکا تھا، جس طرح آدمی اپنا قمیص اتار پھینکتا ہے۔ ③ بعض سلف کا قول ہے۔ ”معاصی کفر کے قاصد ہیں جس طرح کہ بوسہ جماع کا قاصد ہے اور گانا زنا کا، نگاہ عشق کا اور بیماری موت کا قاصد ہے۔“ اسی حلیۃ الاولیاء میں سیدنا ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں: ”اے گناہ کرنے والے! تو نگاہ کے فتنہ اور اس کے انجام بد سے بے خوف نہ رہنا کیونکہ یہ اس گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے۔ اپنے داہنے اور بائیں دو فرشتے ہیں، ان سے شرم وحیا نہ کرنا اس گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے، تمہارا ہنسنا اور اس کا اندازہ نہ کرنا کہ اس کے بدلہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا، یہ اس ہنسی سے بھی بڑا گناہ ہے۔ گناہ پر تمہارا خوش ہونا، اس گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے، گناہ کرنا اور اس پر نادم نہ ہونا گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے۔ ہوا تمہارے دروازے کے پردہ کو حرکت دے پھر بھی تم گناہ میں مشغول رہو اور دل میں یہ خوف پیدا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے تو یہ اس گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے، اللہ تمہارا بھلا کرے۔“

سیدنا ایوب ؑ نے کیا گناہ کیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک سخت ترین بیماری میں مبتلا کر دیا۔ اور ان کا سارا مال چھین لیا؟ گناہ تو صرف اتنا ہی تھا کہ ایک غریب مسکین نے ایک ظالم کے ہاتھ چھڑانے کی ان سے درخواست کی اور انہوں نے اس کی فریاد نہ سنی اور ظالم کو نہ روکا۔ ④

امام احمد ؒ بیان کرتے ہیں، سیدنا ہلال بن سعد ؒ کہا کرتے تھے ”یہ نہ دیکھو کہ گناہ چھوٹا ہے

---

① صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب مایتقی من محقرات الذنوب (حدیث۔ ۶۴۹۲) ② صحیح بخاری۔ کتاب احادیث الانبیاء۔ باب (۵۴) (حدیث۔ ۳۴۸۲) صحیح مسلم۔ کتاب السلام۔ باب تحریم قتل الھرۃ (حدیث۔ ۲۲۴۲) ③ حلیۃ الاولیاء (۱/ ۲۷۸۔۲۷۹) ④ حلیۃ الاولیاء (۱/ ۳۲۴)

بلکہ یہ دیکھو کہ تم کس کی نافرمانی کر رہے ہو؟ ① سیدنا فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں:
''گناہ کو تم جس قدر چھوٹا سمجھو گے اسی قدر وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا ہو جائے گا اور گناہ کو تم جس قدر بڑا سمجھو گے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھوٹا ہو جائیگا'' ②

حقیقی مردہ

کتابوں میں یہ روایت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ کو وحی کے ذریعہ یہ فرمایا کہ ''اے موسیٰ! میری مخلوق میں سے سب سے پہلے جس کو موت نے گھیرا وہ ابلیس ہے۔ میری نافرمانی سب سے پہلے اس نے کی۔ جو لوگ میری نافرمانی کرتے ہیں ان کو میں مردہ ہی سمجھتا ہوں۔'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: ''مؤمن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔ اگر وہ توبہ کر لیتا ہے اور گناہ چھوڑ دیتا ہے تو وہ سیاہ نقطہ صاف ہو جاتا ہے۔ اگر وہ زیادہ گناہ کرتا ہے تو زیادہ سیاہ نقطے پڑ جاتے ہیں حتی کہ اس کا سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور یہی وہ سیاہی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ ﴾ (مطففین: ۸۳/۱۴)

''نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ ان کے دلوں پر انہی کے اعمال کے زنگ بیٹھ گئے ہیں''

امام ترمذیؒ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: حدیث صحیح (یہ صحیح حدیث ہے) ③

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں'' جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے اور گناہ کرتے کرتے اس کا سارا دل گرد آلودہ بکری کی مانند ہو جاتا ہے۔'' ④

امام احمد رحمہ اللہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا:
''امابعد! اے قریش! اس حکومت کے حقدار تم ہی ہو، لیکن اس وقت تک کہ تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرو گے۔ جب تم اس کی نافرمانی کرو گے تو وہ تم پر ایسے لوگوں کو مسلط کر دے گا جو تمہیں چھیل ڈالیں گے۔ اور اس طرح تمہاری کھال اتاریں گے جس طرح یہ لکڑی چھیل دی گئی۔ یہ کہہ کر آپؐ نے اس لکڑی کی طرف اشارہ فرمایا جو آپؐ کے ہاتھ میں تھی۔ اور آپؐ نے

① کتاب الزھد (۴۶۰) ② شعب الایمان (۷۱۵۲) ③ مسند احمد (۲/ ۲۹۷) سنن ترمذی۔ کتاب تفسیر القرآن۔ باب ومن سورة المطففین (حدیث۔ ۳۳۳۴) سنن ابن ماجه۔ کتاب الزھد۔ باب ذکر الذنوب (حدیث۔ ۴۲۴۴) ④ شعب الایمان (۷۲۰۵) حلیة الاولیاء (۱/ ۲۷۳)

لکڑی کی چھال اتار دی اور سفید چکنی لکڑی اندر سے نکل آئی۔ [1]

امام احمد سیدنا وہب سے بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ''بنی اسرئیل کو اللہ رب العالمین نے فرمایا تھا: میری اطاعت و پیروی کی جاتی ہے تو میں خوش ہوتا ہوں۔ اور جب میں خوش ہوتا ہوں تو برکت دیتا ہوں۔ اور میری برکت کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ اور جب میری نافرمانی کی جاتی ہے تو میرا غضب نازل ہوتا ہے۔ اور جب میرا غضب نازل ہوتا ہے تو میری لعنت نافرمانی کرنے والے کی ساتویں اولاد تک پہنچتی ہے۔'' [2]

نیز امام احمدؒ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک مراسلہ بھیجا اس میں انہوں نے لکھا:

((اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْعَبْدَ اِذَا عَمِلَ بِمَعْصِيَةِ اللّٰهِ عَادَ حَامِدُهٗ ذَامًّا)) [3]

''امابعد! جب بندہ اللہ کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کی تعریف کرنے والے بھی اس کی مذمت کرنے لگتے ہیں''

ابونعیمؒ سیدنا ابولدرداءؓ سے بیان کرتے ہیں، فرماتے ہیں: ''آدمی کو چاہیے کہ ایمان والوں کی لعنت سے اپنے کو بچالے۔ کیونکہ وہ اس طرح نازل ہوتی ہے کہ اس کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ اس کے بعد فرمایا: جانتے ہو یہ کس طرح؟ میں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے دلوں میں اس کی جانب سے اس طرح نفرت پیدا کر دیتا ہے کہ اس کی سمجھ میں نہیں آتا۔'' [4]

اِذَا لَمْ يُغْبَرْ حَائِطٌ فِي وُقُوعِهٖ
فَلَيْسَ لَهٗ بَعْدَ الْوُقُوعِ غُبَارُ

''جب دیوار کے گرتے وقت غبار نہ اڑی تو گر جانے کے بعد کیا غبار اٹھے گی''

اللہ۔ اللہ! اس دقیق نکتہ سے بے خبری کی وجہ سے اللہ کی کتنی مخلوق ہلاک و برباد ہوگئی۔ اور اللہ کی بڑی بڑی نعمتوں سے اللہ کے بندے محروم ہو گئے؟ اور کیسے کیسے عذاب اپنے سروں پر

---

[1] مسند احمد (۱/ ۳۵۸) مسند ابی یعلی (۵۰۳۳) سند میں انقطاع ہے۔ عبیداللہ بن عبداللہ بن عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں ہے۔ تاہم شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ (الصحیحة: ۱۵۵۲) [2] کتاب الزهد (۶۹) ذم الهوی لابن الجوزی (۱۸۳) [3] کتاب الزهد (۲۰۶) مصنف ابن ابی شیبة (۱۱/ ۱۳۳) موقوفا علی عائشه رضی اللہ عنہا وفی مسند الحمیدی (۲۶۶) والزهد الکبیر للبیهقی (۸۸۶) مرفوعا۔ [4] حلیة الاولیاء (۱/ ۲۱۵)

اٹھالئے۔ بڑے بڑے علما و فضلاء دھوکہ کھا گئے۔ جہاں اور احمقوں کا تو پوچھنا ہی کیا۔ یہ فریب خوردہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ عرصہ کے بعد بھی گناہوں کا پھوڑا پھوٹے بغیر نہیں رہے گا' تلوار اور نیزے کا زخم بھر جاتا ہے مگر معمولی سی بے اعتدالی اور بد پرہیزی اسے تازہ کر دیتی ہے۔ ①

اور امام احمد رحمہ اللہ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں "اللہ تعالیٰ کی عبادت تم اس طرح کرو کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے دیکھ رہے ہو۔ اور اپنے کو مردہ سمجھو اور یہ سمجھ لو کہ تھوڑا سا جو تمہیں کافی ہو جائے' غفلت میں ڈالنے والے کثیر سے بہتر ہے۔ اور سمجھ لو نیکی پرانی نہیں ہوتی' اور گناہ کو کبھی بھولنا نہیں چاہیے۔" ②

ایک بزرگ نے ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھا اور اس کی خوبصورتی پر کچھ دیر غور کرتے رہے۔ جب رات کو وہ سو گئے تو خواب میں وہ لڑکا ان کے سامنے آیا۔ اور کہنے لگا: اس کا انجام تم چالیس ۴۰ سال کے بعد دیکھو گے۔" گناہوں کا اثر بدیر ظاہر ہوتا ہے لیکن اس کا کچھ نہ کچھ اثر فوری طور پر ضرور ہوتا ہے۔ چنانچہ سیدنا سلیمان تیمی کہتے ہیں "انسان رات کو مخفی طور پر گناہ کرتا ہے۔ لیکن صبح کو وہ اس حالت میں اٹھتا ہے کہ اس کی ذلت اس کے سر پر سوار ہوتی ہے۔" ③

سیدنا یحییٰ بن معاذ الرازی کہتے ہیں: مجھے اس عقل مند پر تعجب ہوتا ہے جو یہ دعاء مانگتا ہے:

((اَللّٰھُمَّ لَا تُشْمِتْ بِیَ الْأَعْدَاءَ))

"اے اللہ! دشمنوں کو مجھ پر نہ ہنسا۔"

لیکن افسوس وہ خود دشمنوں کو اپنے اوپر ہنساتا ہے۔ کسی نے پوچھا: یہ کیونکر؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے جس سے قیامت کے دن یقیناً اس کی ہنسی اڑائی جائے گی۔ ④

سیدنا ذوالنون فرماتے ہیں: جو شخص چھپ چھپا کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ خیانت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی مخفی چیز کو ظاہر کر دے گا اور اس کا راز فاش کر دے گا۔

---

① الزهد (۲/ ۲۷۲) حلية الاولياء (۲/ ۲۷۱) ذم الهوى لابن الجوزى (۲۱۲)

② كتاب الزهد للامام احمد (۱۶۸) و الزهد لابى داود (ص ۲۴۰)

③ شعب الايمان (۷۳۳۱)

④ شعب الايمان (۳۴۹۳)

فصل : ۱۴

گناہ کے مذموم اثرات

گناہوں کے بے شمار قبیح و مذموم اثرات ہیں' جو قلب و جسم' دنیا و آخرت دونوں کے حق میں نقصان دہ ہیں' جس کی تفصیلات کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے

علم سے محرومی

گناہوں کے بے شمار اثرات ہیں' چنانچہ گناہوں کے اثرات میں سے ایک یہ ہے کہ گنہگار علم سے محروم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ علم ایک نورِ الٰہی ہے' جسے اللہ تعالیٰ انسانوں کے قلوب میں القا فرماتا ہے' اور گناہوں کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اس نور کو بجھا دیتے ہیں۔ چنانچہ جب سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوے تلمذ (شاگردی) بچھایا۔ اور ان سے درس لینے لگے' تو ان کی فطانت' ذہانت' فہم و بصیرت کی بے پناہ کثرت و فراوانی نے امام مالکؒ کو انتہائی حیرت میں ڈال دیا اور فرمانے لگے "میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلب میں نور القا فرما دیا ہے' کہیں تم اس نور کو گناہوں کی ظلمت سے بجھا نہ دینا۔" اور اسی معنی میں سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ شعر ہیں:

شَكَوْتُ اِلٰى وَكِيعٍ سُوْءَ حِفْظِي فَاَرْشَدَنِي اِلٰى تَرْكِ الْمَعَاصِي

"امام وکیعؒ بن جراح کے سامنے میں نے اپنے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہوں سے بچنے کی ہدایت فرمائی۔"

فَاِنَّ الْعِلْمَ فَضْلٌ مِن اِلٰه وَفَضْلُ اللّٰهِ لَا يُؤْتَا الْعَاصِي [1]

"اور فرمایا سمجھ لو کہ علم اللہ تعالیٰ کا فضل و انعام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فضل و انعام نافرمانوں کو نہیں ملا کرتا۔" [2]

رزق میں تنگی

❷ ایک اثر یہ بھی ہے کہ انسان کی روزی اور رزق میں تنگی ہو جاتی ہے اور وہ فسق و معاصی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مسند احمد میں مروی ہے:

((اِنَّ الْعَبْدَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيبُهُ)) [3]

---

[1] دیوان الشافعی (۵۴) شرح ثلاثیات المسند (۱/ ۷۹) [2] امام شافعیؒ (بقیہ حاشیہ فصل کے آخر پر دیکھیں)

[3] مسند احمد (۵/ ۲۷۷) سنن ابن ماجہ۔ المقدمۃ۔ باب فی القدر (حدیث۔ ۹۰' ۴۰۲۲)

''بندہ اپنے ارتکابِ گناہ سے روزی ورزق سے محروم ہو جاتا ہے۔''

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جس طرح تقویٰ و پرہیز گاری روزی کو کھینچتی ہے' انحراف و اعراض فقر و افلاس کو جلب کرتا ہے۔ حصول رزق اور فراخی معاش کیلئے ترکِ گناہ سے بہتر کوئی چیز نہیں۔

وحشت قلبی کا پیدا ہونا

◆ گناہوں کا ''ایک اثر یہ بھی ہے کہ گنہگار کے قلب اور اللہ کے درمیان ایک خطرناک نامانوسیت پیدا ہو جاتی ہے' اور یہ وحشت اس قدر خطرناک ہوتی ہے کہ دنیا و مافیہا کی ساری لذتیں بھی اسے میسر آ جائیں تو وہ بے کیف ہی رہتا ہے۔ اس وحشت کی وجہ سے کوئی لذت و سرور اسے مسرور نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ حقیقت اللہ کا بندہ ہی سمجھ سکتا ہے جو زندہ دل ہو۔ اور اس کا قلب بیدار ہو۔ مردے کو تو کوئی سا بھی زخم لگایا جائے اسے تکلیف نہیں پہنچتی۔ پس اگر اس وحشت (گھبراہٹ) سے بچنے کے لیے اور وحشت کے گڑھے سے محفوظ رہنے کیلئے ہی گناہوں کا ترک کرنا مفید اور اثر انداز ہے۔ تو صاحبِ عقل و بصیرت کے لیے گناہوں سے بچنے کیلئے صرف یہ ایک سبب کافی وافی ہے۔

کسی شخص نے بعض عارفین کے سامنے اپنی وحشتِ قلبی کی شکایت کی' تو انہوں نے کہا: ''جب گناہوں کی وجہ سے تم وحشت میں مبتلا ہو تو تم گناہ کیوں ترک نہیں کر دیتے؟ گناہ ترک کر دو گے تو تمہیں اللہ تعالیٰ سے اُنس پیدا ہو جائے گا' اور تمہیں سکون و اطمینان حاصل ہو جائے گا۔'' خوب سمجھ لینا چاہیے کہ پے در پے گناہ کرنے سے قلب پر وحشت کا بوجھ بڑھتا چلا جاتا ہے اور یہ ایسا خطرناک بار ہوتا ہے کہ اس سے بدتر اور خطرناک بار کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا۔ واللہ المستعان

لوگوں سے وحشت

◆ ایک اثر گناہوں کا یہ بھی ہے کہ گنہگار کو لوگوں سے وحشت ہو جاتی ہے خصوصاً اربابِ خیر و صلاح سے اس کو کچھ ایسی نفرت ہو جاتی ہے کہ وہ ان سے دور بھاگتا ہے۔ اور جس قدر یہ وحشت اس کے اندر ترقی کرتی جاتی ہے اسی قدر وہ ایسے لوگوں سے دور بھاگتا رہتا ہے۔ اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے گریز کرتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے استفادہ کرنے سے ہی محروم ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح وہ جس قدر رحمانی گروہ سے دور ہوتا جاتا ہے' شیطانی گروہ سے قریب تر ہوتا جاتا ہے۔ اور یہ وحشت شدہ (رفتہ رفتہ) اس قدر ترقی کر جاتی ہے کہ اس کو اپنی بیوی' بچوں' اقرباء' اعزّہ بلکہ اپنی جان تک سے وحشت و نفرت ہونے لگتی

ہے۔ چنانچہ سلف صالحین میں سے بعض کا قول ہے کہ ''جب کبھی مجھ سے اللہ کی نافرمانی ہو جاتی ہے تو اس کا اثر میں اپنی سواری کے جانور اور اپنی بیوی کے برتاؤ میں بھی محسوس کرتا ہوں۔''[1]

مشکلات کا چلے آنا

❺ گناہوں کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ گنہگار کے حالات میں طرح طرح کی مشکلات اور دشواریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جس کام کا بھی وہ عزم و ارادہ کرتا ہے اسے اس کا دروازہ بند نظر آتا ہے۔ یا وہ اسے سخت دشوار پاتا ہے۔ بخلاف اس کے کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس کے تمام کام آسان ہو جاتے ہیں۔ پس جو شخص تقویٰ' پرہیز گاری کو چھوڑ دیتا ہے اس کے سارے کام مشکل اور دشوار ہو جاتے ہیں۔ حسرت ہے کہ جب کوئی اپنے سامنے خیر و فلاح کے دروازے کو بند پاتا ہے یا راہ کو دشوار گزار دیکھتا ہے تو اسے یہ کیوں نہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ خیر و صلاح کہاں سے آتے ہیں۔

❻ گناہ کا اثر یہ بھی ہے کہ نافرمان آدمی اپنے قلب کے اندر ایک خطرناک ظلمت و تاریکی دیکھتا ہے اور وہ اس ظلمت و تاریکی کو اسی طرح محسوس کرتا ہے جس طرح آدمی تاریک رات کی ظلمت اور تاریکی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ طاعت و عبادت ایک نور ہے' اور معصیت تاریکی ہے' جب معصیت بڑھ جاتی ہے تو گنہگار کی حیرانی و پریشانی بھی بڑھ جاتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ وہ ہمہ قسم کی بدعات اور گمراہیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے' مہلک اور خطرناک امور میں پھنس کر اس کی جان وبال میں پڑ جاتی ہے۔ اور پھر طرفہ تماشہ یہ کہ اسے اپنی اس حالت کا شعور و احساس تک نہیں ہوتا اور اس کی حالت ایک ایسے اندھے کی سی ہو جاتی ہے جو اندھیری رات میں نکل کھڑا ہو۔ اور اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتا پھرے۔ اور پھر یہ ظلمت و تاریکی رفتہ رفتہ اس قدر ترقی کر جاتی ہے کہ اس کی آنکھوں سے ظاہر ہونے لگتی ہے۔ اور پھر شُدہ شُدہ (آہستہ آہستہ) اس کے منہ اور چہرے پر بھی چھا جاتی ہے اور یہ سیاہی ایسی نمودار ہو جاتی ہے کہ ہر شخص اسے دیکھتا اور محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((انَّ لِلْحَسَنَةِ ضِيَاءً فِي الْوَجْهِ وَنُوْرٌ فِي الْقَلْبِ وَسَعَةٌ فِي الرِّزْقِ وَقُوَّةٌ لِلْبَدَنِ وَمُحَبَّةٌ فِي قُلُوْبِ الْخَلْقِ۔ وَانَّ لِلسَّيِّئَةِ سَوَادًا فِي الْوَجْهِ وَظُلْمَةً فِي الْقَبْرِ وَالْقَلْبِ وَوَهْنًا فِي الْبَدَنِ وَنَقْصًا فِي الرِّزْقِ وَبُغْضَةً فِي قُلُوْبِ الْخَلْقِ))[2]

---

[1] حلية الاولياء (۸/ ۱۰۹) [2] شعب الایمان (۶۸۲۸) من قول ابراهيم بن آدم بنحوه

"نیکی سے چہرہ پر روشنی ہوتی ہے۔ قلب میں نور پیدا ہوتا ہے' رزق سے فراخی ہوتی ہے' بدن میں قوت پیدا ہوتی ہے اور مخلوق کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور گناہ سے چہرہ پر سیاہی آ جاتی ہے' قبر اور دل میں ظلمت اور تاریکی پیدا ہوتی ہے جس میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے' روزی میں تنگی ہو جاتی ہے اور مخلوق کے دلوں میں بغض و نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔"

دل اور بدن کی کمزوری

◆ ۷ گناہوں کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ معاصی سے قلب اور بدن کمزور اور بزدل ہو جاتا ہے۔ قلب کی کمزوری تو بالکل ظاہر ہے' قلب کی کمزوری بڑھتے بڑھتے یہاں تک بڑھ جاتی ہے کہ بالآخر اس کی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ جسم اور کمزوری کی حقیقت یہ ہے کہ مؤمن کی قوت کا دارومدار اس کے قلب کی قوت پر ہے۔ جب مؤمن کا قلب قوی اور مضبوط ہے تو اس کا جسم خواہ مخواہ بھی قوی اور مضبوط ہوتا ہے۔ بخلاف فاسق و فاجر کے کہ اس کا حال بالکل اس کے برعکس ہوتا ہے اگر چہ وہ جسم و بدن کے لحاظ سے کتنا ہی قوی اور مضبوط کیوں نہ ہو لیکن بزدل و کمزور ہوتا ہے۔ اور وقتِ ضرورت اس کی جسمانی طاقت بالکل بے کار ثابت ہوتی ہے اور جان بچانے کے موقع پر اس کی ساری قوتیں اس سے بے وفائی کر جاتی ہیں۔ چنانچہ اہل فارس و روم کے بہادروں پر غور کرو کہ یہ لوگ کس قدر قوی اور مضبوط تھے لیکن عین تحفظ و دفاع کے موقع پر ان کی قوتوں اور طاقتوں نے ان کے ساتھ کیسی خیانت اور بے وفائی کی۔ اور اہل ایمان اپنی ایمانی قوت اور جسم و قلب کی طاقت سے ان پر کس طرح غالب اور مسلط ہو گئے؟

اطاعت الٰہی سے محرومی

◆ ۸ گناہوں کا ایک اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ یہ انسان کو اطاعتِ الٰہیہ سے روک دیتے ہیں اور صرف یہی ایک سزا ہوتی تو محض یہی ایک عقوبت و سزا بندے کیلئے بہت ہی سخت تھی۔ یہ سزا اس کیلئے طاعت و عبادت کا دوسرا راستہ بند کر دیتی ہے اور پھر اس سے اس کیلئے تیسرا راستہ بھی منقطع ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس سے چوتھا اور اس طرح یہ سلسلہ یکے بعد دیگرے طویل ہوتا جاتا ہے۔ اس طرح بندہ کیلئے بہت سی طاعتوں کی راہیں بند ہو جاتی ہیں حالانکہ اس کے حق میں ہر طاعت و عبادت دنیا و ما فیہا سے بہتر اور قیمتی اور موجب خیر و برکت تھی۔ اور اس کی مثال یوں سمجھ لو کہ ایک آدمی کسی ایسی چیز کا لقمہ کھا لیتا ہے جو اسے ایک طویل مرض میں مبتلا کر دیتا ہے اور پھر وہ اس کی وجہ سے طویل عرصہ تک لذیذ غذاؤں سے محروم ہو جاتا ہے جن کا ہر لقمہ کہیں زیادہ لذیذ اور بہتر تھا۔ واللہ المستعان

عمر میں بے برکتی اور اس کا مفہوم

گناہوں کی ایک تاثیر یہ ہے کہ گناہ عمر کو تباہ کر دیتے ہیں۔ اور عمر کی ساری برکتیں اس سے چھن جاتی ہیں اور یہ لازمی امر ہے کہ نیکی جس طرح عمر کو بڑھاتی ہے' فسق و فجور سے عمر کوتاہ ہوتی ہے۔ اس مقام پر علماء کرام میں کچھ اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ گناہ سے عمر کی کوتاہی کا مطلب ہے کہ عمر کی برکتیں کم ہو جاتی ہیں۔ اور عمر اس کے حق میں موجبِ زحمت و وبال بن جاتی ہے۔ اور ہمارے نزدیک یہی معنی حق اور صحیح ہیں۔ کیونکہ یہ یقینی امر ہے کہ گناہوں کی تاثیر یہ ہے کہ اس سے عمر کی برکتیں سلب ہو جاتی ہیں۔ دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ نہیں' بلکہ گناہ حقیقتاً عمر کو کم کر دیتے ہیں جس طرح کہ روزی کم ہو جاتی ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے رزق و روزی میں خیر و برکت عطاء کرنے کے بہت سے اسباب رکھے ہیں جن کے ذریعہ رزق و روزی میں برکت و فراوانی عطاء کرتا ہے۔ اسی طرح اس نے عمر میں برکت عطاء کرنے کیلئے بھی بہت سے اسباب رکھے ہیں جن کے ذریعہ عمر بڑھتی ہے۔ ان علماء کا یہ کہنا ہے کہ ہمارے اس مسلک پر کہ اسباب کے ذریعہ عمر بڑھتی ہے اور گھٹتی ہے۔ کوئی اعتراض اور استحالہ (حالت تبدیل ہونا) لازم نہیں آتا۔ جب کہ روزی' عمر' اجل' سعادت' شقاوت' صحت و مرض' غنا و فقر' وغیرہ تمام امور قضاء الٰہی سے وابستہ ہیں' باوجود اس کے حق سبحانہ وتعالیٰ ان اسباب کے ذریعہ جو اپنے مسببات کے مقتضی ہیں اپنی مشیت و ارادہ ہی سے فیصلہ اور حکم فرماتا ہے (اسی پر عمر کے مسئلہ کو بھی قیاس کر لیجیے) ایک تیسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ عمر کم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ گناہوں کی وجہ سے حقیقی عمر فوت ہو جاتی ہے' کیونکہ حقیقی اور اصلی زندگی یہ ہے کہ انسان کا قلب زندہ ہو' چنانچہ اسی معنی کی رُو سے اللہ تعالیٰ نے کافر کو ''مردہ'' کہا ہے جیسا کہ سورہ نحل کے اندر ارشاد ہے:

﴿ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ ﴾ (نحل: ۲۱/۱۶) ''کافر مردے ہیں زندہ نہیں۔''

پس حقیقی زندگی قلب کی زندگی ہے اور انسان کی عمر اس کی اسی زندگی کے زمانہ کا نام ہے۔ انسان کی عمر اس کے وہی اوقات زندگی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ گزاریں اور یہی اوقات اس کی عمر کی حقیقی ساعتیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ تقویٰ و پرہیزگاری' طاقت و عبادات اِن اوقات میں اضافہ کرتی ہیں اور خیر و برکت پیدا کرتی ہیں جو انسان کی حقیقی عمر ہے۔ جس کے بغیر عمر کی کوئی حقیقت نہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کی جناب سے گریز کرتا ہے اور معاصی کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی وہ حقیقی زندگی فنا ہو جاتی ہے جس کے فنا ہو جانے کا افسوس

اس کو اس دن ہو گا جس دن اس کی زبان سے بے ساختہ نکلنے لگے گا:

﴿ يَٰلَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي ۝ ﴾ (فجر: ۸۹/ ۲۴)

"کاش! میں اپنی آخرت کی اس زندگی کے لیے پہلے سے ہی کچھ سامان بھیج چکا ہوتا۔"

یہاں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بندے کی کئی حالتیں ہیں۔ یا تو بندہ اپنی دنیوی اور اخروی مصالح سے بے خبر ہے یا باخبر۔ اگر اس سے بالکل بے خبر ہے تو اس کی ساری عمر رائیگاں گئی اور اگر وہ ان مصالح سے بے خبر ہے اور پھر بھی وہ معاصی میں گرفتار ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ راہ کے عوائق ومشکلات کی وجہ سے اصل راہ اس کیلئے طول وطویل ہو گئی اور خیر وصلاح کے اسباب اس کیلئے دشوار ہو گئے۔ اور اسی قدر دشوار ہو گئے جس قدر خیر وصلاح کی اضداد اور مخالف امور میں اس کی مشغولیت رہی۔ اور بندے کی یہ حالت بھی اس کی حقیقی عمر کا عظیم الشان نقصان ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسئلہ کا حقیقی راز یہ ہے کہ حقیقتاً انسان کی عمر اس کی زندگی کی مدت کا نام ہے۔ اور یہ بالکل واضح ہے کہ انسان کی زندگی یہی ہے کہ وہ اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرے اس کی محبت وذکر سے لذت اندوز ہو۔ اور اس کی رضاء مندی ورضاء جوئی کو سب سے مقدم سمجھے۔

(صفحہ ۱۳۲ کا حاشیہ) اور وکیعؒ سے متعلق یہ واقعہ صحیح نہیں ہے بلکہ من گھڑت اور جھوٹا ہے۔ اس کے متعلق مولانا عبدالرؤف الرحمانی اپنے رسالہ صوت الحق دسمبر ۱۹۹۳ء میں رقمطراز ہیں: اس واقعہ کے جھوٹا ہونے کی شہادت یہ ہے کہ ایک مرتبہ امام مالکؒ نے امام شافعیؒ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل کو روشنی سے منور کر دیا ہے کہیں اس روشنی کو گناہوں کی ظلمت سے بجھا نہ دینا۔ جب امام مالکؒ نے امام شافعیؒ کی ذہانت وفطانت دیکھ کر تنبیہ کر دی تو پھر امام شافعیؒ نے امام مالک کے شاگرد امام وکیعؒ سے کب اور کس وقت اپنے سوءِ حفظ کی شکایت کر دی؟ اور امام وکیعؒ سے شکایت کرنے کا یہ مطلب ہوا کہ امام شافعیؒ نے اپنے استاد کی تنبیہ کو بھلا دیا اور گناہوں کے کام میں لگ گئے۔ لہٰذا سوءِ حفظ کا شکار ہو گئے۔ دراصل کسی ناخدا ترس نے اس واقعہ کو امام شافعی کی تنقیص کرنے کے لیے ان کے ساتھ چسپاں کر دیا ہے۔ امام شافعیؒ امام وکیعؒ سے علی اختلاف الروایۃ بیس یا اکیس برس کے چھوٹے تھے' اور امام وکیعؒ سے دس برس بعد وفات ہوئی۔ دونوں امام مالکؒ کے شاگرد ہیں۔ امام شافعیؒ نے امام وکیعؒ سے کسی بھی کتاب میں کوئی روایت کی ہی نہیں' اور نہ ہی ان کے اساتذہ میں امام وکیعؒ کا کسی نے تذکرہ کیا ہے نہ ہی امام وکیعؒ کے تلامذہ میں امام شافعیؒ کا کہیں ذکر ہے۔ یہ سارے دلائل اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ یہ من گھڑت واقعہ کسی ناخدا ترس نے امام شافعیؒ کی تنقیص کے لیے ان کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

اصل حقیقت کیا ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ علی بن خشرم نے اپنے استاد امام وکیعؒ سے دواءِ حفظ کا سوال کیا تھا جیسا کہ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۱۱ صفحہ نمبر ۱۲۹ میں امام وکیعؒ کے ترجمہ کے آخر میں یہ عبارت موجود ہے: ترجمہ: علی بن خشرم نے امام وکیعؒ سے ان کے وکیعؒ حافظے کی بنا پر کہا اور قوی الحافظہ ہونے کی دوا پوچھی تو انھوں نے فرمایا کہ معاصی چھوڑ دو۔ حفظ کیلئے اس سے بہتر عمل کا مجھے کوئی تجربہ نہیں۔ یہ وہ بات ہے جس کو کسی ناعاقبت اندیش نے کچھ کا کچھ بنا دیا اور ساتھ ہی بعض الٹے سیدھے اشعار بھی بنا کر امام شافعیؒ کے نام سے منسلک کر دیے۔ یعنی ایک ساتھ تین گناہوں کا ارتکاب کیا۔ واقعہ میں سوءِ حفظ کا ذکر نہیں کیا' لیکن اس میں سوءِ حفظ کا اضافہ کر دیا۔ واقعہ کا تعلق علی بن خشرم سے ہے لیکن اس کو امام شافعیؒ سے جوڑ دیا۔ واقعہ میں شکایت کا کوئی پہلو نہیں بلکہ مجرد دواءِ حفظ کا سوال ہے۔ لیکن اسے شکایت سے تعبیر کر دیا۔ مزید یہ کہ چند اشعار بھی اس کے متعلق بنا کر امام شافعیؒ کی طرف منسوب کر دیے گئے' نہیں معلوم ان اشعار کا تعلق علی بن خشرم سے ہے یا نہیں بلکہ واقعہ کا پہلو یہ بتا رہا ہے کہ یہ اشعار بالکل الحاقی ہیں۔ علی بن خشرم کے اشعار نہیں۔ واللہ اعلم۔

فصل : ۱۵

گناہ در گناہ

⓯ گناہوں کا خاصہ یہ ہے کہ ایک گناہ دوسرے گناہ کے لیے بیج کا کام کرتا ہے' اور ایک سے دوسرا اور دوسرے سے تیسرا گناہ پیدا ہوتا رہتا ہے' یہاں تک کہ آدمی کے لیے گناہ کو چھوڑنا اور اس بھنور سے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ بعض سلف صالحین کا ارشاد ہے۔ ''گناہ کی سزا دوسرے گناہ کی شکل میں ملتی ہے اور نیکی کا صلہ مابعد کی نیکی کے صلہ میں ہوتا ہے۔ جب ایک بندہ کوئی نیکی کرتا ہے تو دوسری نیکی جو اس کے قریب ہوتی ہے کہتی ہے کہ ''مجھے بھی انجام دیتے چلو۔'' جب وہ اس کو انجام دے لیتا ہے تو ایک اور نیکی اسے یہی دعوت دیتی ہے اور اس طرح نیکیوں کا یہ سلسلہ بڑھتا ہی چلا جاتا ہے' جس سے بندے کو بے حساب نفع حاصل ہوتا ہے اور نیکیاں بڑھتی ہی چلی جاتی ہیں۔ اور جو شکل نیکیوں کی ہے۔ وہی گناہوں کی بھی ہے۔'' طاعات اور معاصی بندے کے حق میں نہ مٹنے والی تصویریں لازم غیر منفک صفات اور ثابت و لازم ملکہ بن کر رہ جاتی ہیں۔ جس وقت کسی نیکوکار آدمی سے کوئی نیکی چھوٹ جاتی ہے تو وہ اپنے لیے تنگی اور تکلیف محسوس کرتا ہے اور اس غفلت کی وجہ سے اس پر زمین تنگ ہو جاتی ہے۔ اور وہ اپنے کو اس مچھلی کی طرح پاتا ہے جو پانی سے الگ کر لی گئی ہو اور وہ پانی میں جانے کے لیے بے تاب ہو۔ مچھلی کو اس وقت سکون ملتا ہے جب کہ وہ پھر پانی میں جا گرے' پانی ہی سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔

اسی طرح جب ایک عاصی گنہگار کسی معصیت و گناہ کو چھوڑتا ہے اور نیکی کی طرف توجہ کرتا ہے تو اس پر بھی زمین تنگ ہو جاتی ہے اور سینہ میں تنگی پیدا ہوتی ہے۔ اور جب تک کہ وہ دوبارہ یہ گناہ نہ کر لے۔ زندگی کی ساری راہیں اس پر تنگ ہو جاتی ہیں' حتیٰ کہ بعض فاسق فاجر لوگوں کا تو یہ حال ہوتا ہے کہ بلا کسی لذت' بلا کسی لطف' بلا کسی داعیہ اور خواہش کے بھی ارتکاب گناہ کرتے رہتے ہیں۔ اور بات صرف یہی ہوتی ہے کہ گناہوں کی مفارقت سے ان کو تکلیف ہوا کرتی ہے' چنانچہ اس گروہ کے شیخ حسن بن ہانی (مشہور شاعر ابونواس) کا شعر ہے:

وَكَأْسٍ شَرِبْتُ عَلٰى لَذَّة
وَأُخْرٰى تَدَاوَيْتُ مِنْهَا بِهَا

''ایک جامِ شراب میں نے لذت سے نوش کیا اور دوسرے جام سے پہلے سے پیدا شدہ مرض کا علاج کیا۔''

اور کسی دوسرے شاعر نے کہا ہے:

وَكَانَتْ دَوَائِي وَهِيَ دَائِي بِعَيْنِه
كَمَا يَتَدَاوٰى شَارِبُ الْخَمْرِ بِالْخَمْرِ

''میری دوا بعینہٖ میرے لیے بیماری تھی جس طرح کہ شرابی آدمی شراب ہی سے اپنا علاج کرتا ہے۔''

جب اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ طاعت الٰہی کا اہتمام والتزام کرتا ہے اور طاعت وعبادت سے اس کو خاص قسم کا اُنس اور اُلفت ومحبت ہو جاتی ہے تو اس کو ہر چیز سے مقدم سمجھتا ہے۔ جب اس بندے کی حالت یہ ہو جاتی ہے تو حق سبحانہ وتعالیٰ اس کے لیے اپنی رحمت کے فرشتے بھیجتا ہے جو ہر طرح اس کی امداد کرتے ہیں' اسے اطاعت الٰہی اور عبادت کا شوق دلاتے ہیں۔ اس کے جذبات ایمانی کو ابھارتے ہیں' بستر تک چھڑا دیتے ہیں کیسی حالت اور کیسی ہی مجلس میں بیٹھا ہوا ہو' اسے اُٹھا کر طاعت وعبادت میں لگا دیتے ہیں۔

اسی طرح جب کوئی بندہ معاصی اور گناہوں سے الفت کرنے لگتا ہے' گناہوں کو محبوب رکھتا ہے اور خیر ونیکی کے مقابلہ میں گناہوں کو ترجیح دیتا ہے' تو اللہ تعالیٰ شیاطین کو اس پر مسلط کر دیتا ہے جو معاصی اور گناہوں میں اس کی امداد ومعاونت کرتے ہیں۔ اور اس کے جذباتِ شیطانی ونفسانی کو ابھارتے ہیں۔

پس پہلا بندہ وہ ہے جس کی اعانت وامداد کے لیے طاعت وعبادت کا پورا لشکر موجود ہوتا ہے جو اس کی پشت پر رہ کر اس کی پوری امداد کرتا ہے اور اس لشکر کی امداد سے بندہ نہایت قوی اور مضبوط ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا بندہ وہ ہے جس کی پشت پر معصیت وگناہوں کا لشکر ہوتا ہے جو معصیت وگناہوں میں اس کی اعانت وامداد کرتا ہے اور یہ شیطانی لشکر اسے معصیت و گناہ میں قوی اور مضبوط بنا دیتا ہے۔

فصل : ۱۶

توبہ سے انحراف

گناہ قلب کو کمزور بنا کر بندے کو توبہ سے دور کر دیتے ہیں۔

⓫ آثار معاصی میں سے ایک خطرناک اور مہلک امر یہ بھی ہے کہ گناہ بندے کے قلب کو کمزور اور پست ہمت بنا دیتے ہیں' توبہ کے ارادہ کو آہستہ آہستہ کمزور کرتے رہتے ہیں اور معصیت و گناہ کے جذبات و ارادے کو قوی و مستحکم کر دیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ بندے سے توبہ و انابت کی توفیق ہی مفقود ہو جاتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ اس کے قلب سے توبہ و انابت کا مقصد و ارادہ کلیتاً ختم ہو جاتا ہے۔ پس جس بندے کا آدھا قلب مر چکا ہے تو اگر وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ استغفار کے لیے جھکتا بھی ہے تو اس کی توبہ اور استغفار جھوٹی ہوتی ہے۔ زبان سے بہت کچھ کہتا ہے لیکن قلب معصیت سے آلودہ ہوتا ہے۔ اور باوجود توبہ و استغفار کی رٹ کے وہ گناہوں پر اصرار ہی کرتا رہتا ہے' اس کا عزم و ارادہ گناہوں کے مواقع کی تلاش میں رہتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ حالت انسان کے لیے بڑا ہی شدید مرض ہے اور ہلاکت سے قریب تر ہونے کی حالت ہے۔

فصل : ۱۷

گناہ پر فخر

بار بار گناہ کرنے سے اس کی برائی کا تصور ختم ہو جاتا ہے اور انسان گناہوں پر فخر کرنے لگتا ہے۔

⓬ آثارِ معاصی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان گناہ کرتے کرتے اس کا عادی بن جاتا ہے۔ اور جب عادی ہو جاتا ہے تو دل سے گناہ کی قباحت و برائی ختم ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ گناہوں کو برا ہی نہیں سمجھتا اور بے مہار' نڈر ہو کر برملا لوگوں کی موجودگی میں گناہ کرتا چلا جاتا ہے' کسی کی پروا نہیں کرتا۔ اربابِ فسق و فجور کے نزدیک تو یہ بات ایک دل بہلانے کی دلچسپ چیز ہوتی ہے۔ اس میں ان کو انتہا درجہ کی لذت محسوس ہوتی ہے بلکہ اس قسم کے لوگ تو معصیت پر فخر کیا کرتے ہیں' اور لوگوں میں بیٹھ کر اپنے گناہوں کو بڑے فخر و غرور کے ساتھ جھوم جھوم کر بیان کرتے ہیں۔ اور جنہیں ان کے اعمال اور کردار بد کی خبر تک نہیں ہوتی' انہیں انتہائی دلچسپ طریقے سے سناتے ہیں کہ ارے' او فلاں! میں نے تو یہ یہ اور ایسے ایسے کام کیے ہیں' کچھ تمہیں خبر بھی ہے؟ جو لوگ اس درجہ کے جرائم پیشہ بن جاتے ہیں ان کے لیے عافیت و خیر کے دروازے بالکل مسدود ہو جاتے ہیں۔ توبہ و انابت اور استغفار کی راہیں قطعاً منقطع ہو جاتی ہیں۔ اور سمجھ لینا چاہیے کہ اس قسم کے لوگوں کے لیے اکثر و بیشتر توبہ و انابت کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرُونَ وَإِنَّ مِنَ الْإِجْهَارِ أَنْ يَسْتُرَ اللّٰهُ عَلَى الْعَبْدِ ثُمَّ يُصْبِحُ يَفْضَحُ نَفْسَهُ وَيَقُولُ: يَا فُلَانُ عَمِلْتُ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا فَيَهْتِكُ نَفْسَهُ وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ)) ①

"میری ساری امت کو معافی حاصل ہے مگر خود رسوا ہونے والوں کے لیے معافی نہیں۔ اور یہ رسوائی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ستر پوشی فرماتا ہے لیکن خود بندہ صبح ہوتے ہی اپنے آپ کو رسوا اور ذلیل کر لیتا ہے۔ لوگوں سے کہتا ہے کہ اے فلاں! میں نے

---

① صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب ستر المؤمن علی نفسه (حدیث۔ ۶۰۶۹) صحیح مسلم۔ کتاب الزهد۔ باب النهی عن هتك الانسان ستر نفسه (حدیث۔ ۲۹۹۰)

فلاں فلاں اور یہ یہ اور ایسا ایسا کیا ہے۔ اس طرح وہ اپنے کو ذلیل و رسوا کر لیتا ہے' حالانکہ پروردگار نے اس کی ستر پوشی فرمائی تھی۔"

معصیت ہلاک شدہ قوموں کی میراث

❸ آثارِ معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ دنیا کے سارے گناہ دنیا کی اگلی امتوں میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا ہے کسی نہ کسی امت کا ترکہ اور میراث ہے۔ چنانچہ لواطت' قومِ لوط کا ترکہ ہے۔ لین دین میں لیتے وقت حق سے زیادہ لینا اور تولنا اور دیتے وقت حق سے کم دینا اور تولنا قوم شعیب کا ترکہ ہے۔ زمین پر اکڑنا اور فساد کرنا فرعون اور قوم فرعون کا ترکہ ہے۔ تکبر و غرور جبر و زیادتی قوم ہود کا ترکہ ہے۔ پس گنہگار و نافرمان آدمی ان میں سے جس امت کا گناہ کرے گا اسی میں اس کا شمار ہو گا' حالانکہ یہ امتیں اللہ تعالیٰ کی دشمن تھیں۔ چنانچہ عبداللہ بن احمدؒ اپنی تصنیف کتاب الزھد میں اپنے والد سے اور وہ مالک بن دینارؒ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

((اَوحىَ اللّٰهُ اِلىٰ نَبِيٍ مِنْ اَنْبِيَاءِ بَنِىْ اِسْرَائِيلَ اَنْ قُلْ لِقَوْمِكَ: لَا تَدْخُلُوْا مَدَاخِلَ اَعْدَائِي وَلَا تَلْبَسُوْا مَلَابِسَ اَعْدَائِي وَلَا تَرْكَبُوْا مَرَاكِبَ اَعْدَائِي وَلَا تَطْعَمُوْا مَطَاعِمَ اَعْدَائِي فَتَكُوْنُوْا اَعْدَائِيْ كَمَاهُمْ اَعْدَائِي)) ①

"انبیاءِ بنی اسرائیل میں سے کسی پیغمبر پر اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل فرمائی کہ تم اپنی قوم سے کہہ دو کہ میرے دشمن جہاں داخل ہوں وہاں تم داخل نہ ہونا' میرے دشمنوں نے جو لباس پہنا تھا تم نہ پہننا۔ میرے دشمن جس سواری پر سوار ہوئے تھے تم سوار نہ ہونا۔ میرے دشمن جو کھانا کھاتے تھے تم نہ کھانا۔ اگر تم ایسا کرو گے تو جیسے وہ میرے دشمن ہیں تم بھی میرے دشمن ہو۔"

اور مسند احمد میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((بُعِثْتُ بِالسَّيْفِ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ حَتّٰى يُعْبَدَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَجُعِلَ رِزْقِيْ تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِيْ وَجُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلٰى مَنْ خَالَفَ اَمْرِيْ وَمَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)) ②

① کتاب الزھد (۲/ ۱۸۰) ② مسند احمد (۲/ ۵۰'۹۲) للفظ لہ۔ سنن ابی داود۔ کتاب اللباس۔ باب فی لبس الشهرة (حدیث۔ ۴۰۳۱)

''میں قیامت کے قریب تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہوں تا کہ دنیا میں صرف اللہ وحدہ لا شریک کی پرستش کی جائے۔ میرا رزق اللہ تعالیٰ نے میرے نیزے کے سایہ تلے کر رکھا ہے۔ اور میری مخالفت کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے ذلت و رسوائی لازم کر دی ہے۔ اور جو شخص بہ تکلف کسی دوسری قوم سے تشبہ اختیار کرے گا وہ ان ہی میں سے شمار ہوگا۔''

فصل : ۱۸

ذلت معاصی

بندے کو پروردگار کی نظر میں ذلیل کرنے کا سبب معصیت ہے۔

⓮ معاصی کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ بندہ گناہ کرنے سے پرورگار عالم کے نزدیک بے وقعت ہو جاتا ہے۔اس کی نگاہ سے گر جاتا ہے' چنانچہ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جولوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باعزت ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو گناہوں سے بچالیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہوتا ہے تو پھر دنیا میں کوئی بھی اس کی عزت نہیں کرتا۔'' چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿ وَمَن يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّكْرِمٍ ۚ ﴾(الحج: ۲۲/ ۱۸)

''جس کو اللہ ذلیل کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔''

اگر چہ لوگ اس قسم کے لوگوں کی ان کے خوف وڈر کے مارے اوران کے شر سے بچنے کے لیے بظاہر عزت کرتے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان کے دلوں میں وہ انتہائی ذلیل اور حقیر ہوا کرتے ہیں۔

بڑے گناہوں کو چھوٹا سمجھنا

⓯ یہ بھی معاصی کا اثر ہے کہ جب بندہ بکثرت پے در پے گناہ کرنے لگ جاتا ہے تو پھر بڑے سے بڑا گناہ بھی اس کی نگاہ میں چھوٹا ہو جاتا ہے اور یہی اس کی ہلاکت کی علامت ہے کیونکہ بندے کی نگاہ میں جو گناہ چھوٹا ہوتا ہے اللہ کے نزدیک بہت بڑا بن جاتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اپنی کتاب صحیح بخاری میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

((اِنَّ الْمُؤْمِنَ یَرٰی ذُنُوْبَهٗ کَاَنَّهَا فِیْ اَصْلِ الْجَبَلِ یَخَافُ اَنْ یَّقَعَ عَلَیْهِ وَاِنَّ الْفَاجِرَ یَرٰی ذُنُوْبَهٗ کَذُبَابٍ وَقَعَ عَلٰی اَنْفِهٖ فَقَالَ بِهٖ هٰکَذَا فَطَارَ)) ①

''صاحب ایمان گناہوں کو پہاڑ سمجھتا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں یہ پہاڑ اس کے سر پر نہ آ گرے۔ اور فاجر آدمی اپنے گناہوں کو ایسا سمجھتا ہے گویا ناک پر مکھی بیٹھی ہے۔ ہاتھ اٹھایا اور مکھی اڑ گئی۔''

① صحیح بخاری۔ کتاب الدعوات۔ باب التوبة (حدیث۔ ۶۳۰۸)

فصل : ۱۹

گناہوں کی نحوست

گنہگار پر جانور، چوپائے، پرندے، کیڑے مکوڑے بھی لعنت بھیجتے ہیں۔

۱۹ یہ بھی معاصی کے اثرات میں سے ہے کہ گناہ گار کے گناہوں کی نحوست بے گناہ انسانوں اور جانوروں تک کو تباہ کر دیتی ہے۔ اس کے ظلم و گناہ کی وجہ سے خود وہ تو جل مرتا ہی ہے۔ لیکن دوسرے بے گناہ انسان اور جانور بھی جل مرتے ہیں۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''ظالم کے ظلم کی وجہ سے چڑیاں اپنے گھونسلوں میں مر جاتی ہیں۔''[1]

امام مجاہدؒ کا قول ہے ''جب قحط سالی ہو جاتی ہے تو جانور، چوپائے ظالم انسانوں پر لعنت بھیجتے ہیں کہ ان کی وجہ سے برسات رک گئی ہے۔''[2]

امام عکرمہؒ فرماتے ہیں ''زمین کے جانور، کیڑے مکوڑے، چھپکلیاں اور بچھو تک چلا اٹھتے ہیں کہ بنی آدم کے گناہوں کی وجہ سے ہم پر برسات رک گئی۔''

پس گنہگار کو صرف اس کے گناہوں کی سزا ہی بس نہیں کرتی۔ بلکہ بے گناہوں کی لعنت و پھٹکار بھی اس پر مسلط ہو جاتی ہے۔

---

[1] العقوبات لابن ابی الدنیا (۲۶۹)

[2] العقوبات (۲۷۱)

فصل : ۲۰

معصیت باعث تذلیل ہے

معصیت سے انسان ذلیل ہو جاتا ہے اور طاعت سے عزت بڑھتی ہے

آثارِ معاصی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ معصیت انسان کو ذلیل وحقیر کر دیتی ہے اور یہ یقینی حقیقت ہے کیونکہ دنیا جہاں کی ساری عزتیں طاعتِ الٰہی سے وابستہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۝ ﴾ (فاطر:۳۵/۱۰)

''جو شخص عزت حاصل کرنا چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہر قسم کی عزت ہے''۔

پس بندے کو چاہیے کہ وہ طاعت الٰہی کے ذریعہ خواستگارِ عزت ہو۔ عزت صرف طاعت الٰہی سے میسر آ سکتی ہے اور بس۔ چنانچہ بعض صالحین سلف کی یہ دعاء تھی:

((اَللّٰهُمَّ اَعِزَّنِیْ بِطَاعَتِكَ وَلَا تُذِلَّنِیْ بِمَعْصِيَتِكَ))

''اے اللہ! اپنی طاعت سے مجھے عزت عطاء فرما۔ نافرمانی سے مجھے ذلیل نہ کر''

حسن بصری رحمہ اللہ کا ارشاد ہے ''یہ لوگ اگرچہ قوی وخوبصورت خچروں پر سوار ہو کر دوڑتے پھریں اور کھر بجاتے پھریں۔ اور ان کی تیز رفتاری پر فخر ونخوت کے ڈھول پیٹتے رہیں لیکن گناہوں کی ذلت جو ان کے لیے لازم ہو چکی ہے وہ کبھی دور نہیں ہو سکتی۔''[1]

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے یہ اشعار مشہور ہیں:

رَأَيْتُ الذُّنُوْبَ تُمِيْتُ الْقُلُوْبَ وَقَدْ يُوْرِثُ الذُّلَّ اِدْمَانُهَا

''میں نے دیکھا کہ گناہ دلوں کو مردہ کر دیتے ہیں اور گناہوں کی مداومت ذلت کا موجب ہوتی ہے۔''

وَتَرْكُ الذُّنُوْبِ حَيَاتُ الْقُلُوْبِ وَخَيْرٌ لِنَفْسِكَ عِصْيَانُهَا

''گناہ سے بچنا دلوں کی زندگی ہے اور تمہارے لیے خیر یہ ہے کہ تم گناہوں کی مخالفت کرو۔''

وَهَلْ اَفْسَدَ الدِّيْنَ اِلَّا الْمُلُوْكُ وَاَحْبَارُ سُوْءٍ وَرُهْبَانُهَا؟

''اور دین کو بادشاہوں اور مشائخ سوء اور برے تارک الدنیا کے سوا کسی نے خراب نہیں کیا۔''

---

[1] حلیۃ الاولیاء (۲/ ۱۴۹)

فصل : ۲۱

عقل اور معصیت

۱۸ آثارِ معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ معاصی سے عقل مند کی عقل خراب ہو جاتی ہے۔ عقل ایک ''نور'' ہے۔ چنانچہ بعض صالحین سلف کا مقولہ ہے کہ ''جو آدمی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اس کی عقل غائب ہو جاتی ہے۔'' عقل کا غائب ہونا بالکل واضح ہے۔ اگر عقل موجود ہوتی تو اسے معصیت سے کیوں باز نہ رکھتی؟ وہ کیوں نہ سمجھتا کہ اس کی جان اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے؟ اور اس کے قہر و غلبہ کے ماتحت ہے اور اس کے کردار سے اللہ ہر طرح باخبر ہے۔ اللہ ہی کے گھر میں اس کے فرش پر بیٹھا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کے ساتھ گئے ہوئے ہیں جو کچھ کرتا ہے وہ دیکھ رہے ہیں۔ قرآن مجید کا واعظ گناہوں سے احتراز کرنے کی اسے ہدایت کر رہا ہے۔ ایمان کا واعظ گناہ سے روکتا ہے۔ موت کا واعظ اور جہنم کا واعظ اسے معصیت سے منع کر رہے ہیں۔ نیز یہ کہ معصیت سے اس کی دنیا و آخرت کی خیر و فلاح جو ضائع ہو رہی ہے وہ اس کے اس عارضی سرور اور ناپائیدار وقتی لذت سے بدرجہا قیمتی ہے۔ تو کیا کوئی صاحب عقل و بصیرت ان تمام امور کی ناقدری کر سکتا ہے؟ اور کیا کوئی عقلِ سلیم اسے گوارا کر سکتی ہے؟

فصل : ۲۲

کثرتِ گناہ سے دل کی کیفیت

⑲ آثارِ معاصی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب گناہوں کی کثرت ہو جاتی ہے تو گنہگار کے قلب پر مہر لگ جاتی ہے اور وہ غافل اور بے خبر ہو کر رہ جاتا ہے جیسا کہ بعض سلف صالحین نے آیت:

﴿ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ ﴾ (مطففین: ۸۳/۱۴)

''یوں نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے زنگ چڑھ گیا ہوگا''۔
کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس کے معنی پے در پے گناہ کرنے کے ہیں۔

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پے در پے گناہ کرتا رہا حتی کہ قلب اندھا ہو کر رہ گیا۔''①

بعض دوسرے علماء یہ کہتے ہیں کہ ''جب گناہوں کی کثرت ہو جاتی ہے تو وہ دلوں کو گھیر لیتے ہیں۔'' اور اس بارے میں اصل بات یہ ہے کہ معاصی سے قلب زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ اور معاصی کی کثرت ہو جاتی ہے۔ زنگ غالب آ جاتا ہے حتی کہ دل کا بڑا حصہ زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ پھر جب معاصی اور بڑھ جاتے ہیں تو یہ انسان کی طبیعت بن جاتی ہے، ہر قلب پر قفل لگ جاتا ہے۔ اور پھر مہر لگ جاتی ہے اور رفتہ رفتہ اس کا قلب غلافوں اور پردوں میں مستور ہو جاتا ہے اور اگر معصیت و گناہوں کی یہ کیفیت ہدایت و بصیرت کے بعد ہوئی ہے تو معاملہ بالکل ہی درہم برہم ہو جاتا ہے۔ قلب کا بالائی حصہ نیچے ہو جاتا ہے اور نیچے کا اوپر، اور پھر اس کا دشمن پوری قوت سے اس پر غالب آ جاتا ہے اور یہ دشمن جہاں چاہتا ہے اسے ہنکائے پھرتا ہے۔

❀❀❀

---

① تفسیر ابن جریر (۱۵/ ۹۸) تفسیر درمنشور (۸/ ۴۴۷)

فصل : ۲۳

معاصی پر لعنت

۲۰ آثارِ معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ بندہ رسول اللہ ﷺ کی لعنت کی زد میں آ جاتا ہے رسول اللہ ﷺ نے بہت سے گناہوں پر لعنت بھیجی ہے۔ پس جو شخص ان معاصی کا ارتکاب کرے گا وہ بدرجہ اولیٰ اس لعنت کا مستحق ہو گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان عورتوں پر لعنت بھیجی ہے جو بدن کو کھدوا کر اس میں رنگ بھریں' اور بالوں کے ساتھ دوسرے بال جوڑ کر بالوں کو لمبے کریں اور جو ایسا کرنے کا پیشہ اختیار کریں [1] اور چہرے سے بال اکھاڑیں [2] اور اپنے دانتوں کو گھس کر تیز کریں اور اس کا پیشہ کریں۔ [3] آپؐ نے سود لینے والے' دینے والے' اس کے لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت بھیجی ہے۔ [4] آپؐ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے دونوں پر لعنت کی ہے۔ [5] آپؐ نے چور [6] پر' شراب پینے والے پر' پلانے والے پر' بنانے والے پر اور اس پر جس کے لیے بنائی جائے اور اس کے بیچنے والے پر' خریدنے والے پر' اس کی قیمت لینے والے پر اور اس کے اٹھانے والے پر اور جس کے لیے اٹھائی جائے اس پر لعنت بھیجی ہے۔ [7] اور ان پر لعنت بھیجی ہے جو حد بندی کے نشانات ادھر ادھر ہٹا دیں' [8] والدین پر لعنت بھیجنے والوں پر' [9] غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے والوں پر' [10] مُخنث پر' اور ان عورتوں پر جو مرد کی وضع بنائیں لعنت بھیجی ہے۔ [11] دین میں بدعت جاری کرنے والے پر اور اس پر عمل کرنے والے پر۔ [12] تصویر بنانے والے پر' [13] لواطت کرنے والے پر۔ [14] ماں باپ کو گالی دینے والے پر' [15] اندھے کہ راستہ سے بھٹکا دینے والے پر [16] اور کسی چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرنے [17] اور اس پر جو کسی جانور کے چہرے پر داغ دے یا اس

---

[1] صحیح بخاری (۵۹۴۰'۵۹۴۱) صحیح مسلم (۲۱۲۲' ۲۱۲۴) [2] سنن ابی داود (۴۱۷۰) [3] مسند عمر بن عبدالعزیز (۲۹) من حدیث معاویة ؓ ۔ اسنادہ ضعیف وفی مسند احمد (۱/ ۴۱۵) من حدیث ابن مسعود ؓ "نهی ...... عن الواشرة' واسنادہ حسن [4] صحیح مسلم (۱۵۹۸) [5] سنن ترمذی (۱۱۲۰) سنن نسائی (۳۴۴۵) وغیرهما [6] صحیح بخاری (۶۷۹۹) صحیح مسلم (۱۶۸۷) [7] مسند احمد (۱/ ۳۱۶) سنن ترمذی (۱۲۹۵) سنن ابن ماجه (۳۳۸۰'۳۳۸۱) [8] صحیح مسلم (۱۹۷۸) [9] صحیح مسلم (۱۹۷۸) [10] صحیح مسلم (۱۹۷۸) [11] صحیح بخاری (۵۸۸۶) [12] صحیح بخاری (۱۸۷۰) صحیح مسلم (۱۳۷۰) [13] صحیح بخاری (۵۳۴۷) [14] مسند احمد (۱/ ۳۰۹) مستدرك حاکم (۴/ ۳۰۵) [15] مسند احمد (۱/ ۳۰۹) مستدرك حاکم (۴/ ۳۰۵) [16] مسند احمد (۱/ ۳۰۹) مستدرك حاکم (۴/ ۳۰۵) [17] مسند احمد (۱/ ۳۰۹) مستدرك حاکم (۴/ ۳۰۵)

کی شکل بگاڑے،(۱) مسلمانوں کو ضرر پہنچانے والے اور ان کو دھوکہ دینے والے پر،(۲) قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر،(۳) قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والوں پر،(۴) اور قبروں پر چراغ جلانے والوں پر،(۵) عورت کو اس کے شوہر کے خلاف اور غلام کو اس کے آقا کے خلاف ورغلانے والے پر۔(۶) بیوی کے ساتھ دُبر میں جماع کرنے والے پر اِن سب پر آپ نے لعنت بھیجی ہے۔(۷)
رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو عورت اپنے شوہر سے سرکش ہو کر علیحدہ سوئے گی صبح تک فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ جو شخص اپنے آپ کو اپنے باپ کے سوا دوسرے کا بیٹا گردانے اس پر لعنت بھیجی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو آدمی کسی مسلمان بھائی کو کسی ہتھیار سے ڈرائے گا اس پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں، صحابہ ؓ کو گالی دینے والے پر بھی آپ نے لعنت بھیجی ہے۔(۸) اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی کتاب قرآن مجید میں کئی لوگوں پر لعنت کی ہے مثلاً لوگوں میں فساد کرنے والے پر، قطع رحمی کرنے والے پر،(۹) اللہ اور اللہ کے رسول کو ایذاء پہنچانے والے پر،(۱۰) اللہ تعالیٰ کی آیات و ہدایت کو چھپانے والوں پر۔(۱۱) باایمان و پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے والوں پر۔(۱۲) اور اس آدمی پر جو کافروں کی راہ کو مسلمانوں کی راہ سے بہتر کہیں لعنت بھیجی ہے۔(۱۳) جو مرد عورت کے کپڑے پہنے، اور جو عورت مرد کے کپڑے پہنے۔(۱۴) اور رشوت لینے والے، دینے والے اور درمیانی دلالی،(۱۵) اس پر بھی رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجی ہے۔ ان امور کے علاوہ دوسرے بہت سے امور پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجی ہے۔ اگر کوئی شخص صرف یہی سمجھ لے کہ یہ گناہ ایسے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ اور اس کے فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں تو اس کی تنبیہ کے لیے کافی ہے۔ اس کا صرف یہ سمجھنا ہی اس کو ان معاصی سے بچنے کا تقاضہ کرے گا۔

---

(۱) صحیح مسلم۔ (۲۱۱۷) (۲) سنن ترمذی (۱۹۴۱) اسنادہ ضعیف منقطع۔ سنن ابن ماجه (۱۵۷۶)۔ سنن نسائی (۲۰۴۸) وهو متفق علیه بلفظ آخر (۳) سنن ابی داود (۳۲۳۶) سنن ترمذی (۳۲۰) اسنادہ ضعیف (۴) الموضوعات لابن الجوزی (۲/ ۲۸۰) والحدیث موضوع وفی سنن ابی داود (۲۱۷۵) بلفظ مختلف۔ سنن ابی داود (۲۱۶۲) الکامل لابن عدی (۳/ ۱۳۶۶) المعجم الاوسط للطبرانی (۱۹۵۲) (۵) صحیح بخاری (۵۱۹۳) صحیح مسلم (۱۴۳۶) (۶) صحیح مسلم (۱۳۷۰) (۷) صحیح مسلم (۲۶۱۶) (۸) المعجم الکبیر للطبرانی (۱۲/ ۱۴۲، ۴۳۳) المعجم الاوسط (۷۰۱۱) (۹) سورة الرعد۔ ۱۳/ ۲۵ (۱۰) سورة الاحزاب: ۳۳/ ۵۷ (۱۱) سورة البقرة: ۲/ ۱۵۹ (۱۲) سورة النور: ۲۳، ۲۴ (۱۳) سورة النساء ۴/ ۵۱، ۵۲ (۱۴) سنن ابی داود (۴۰۹۸) (۱۵) مسند احمد (۵/ ۲۷۹) مستدرك حاکم (۴/ ۱۰۳) اسنادہ ضعیف۔ درمیانی دلائل ''الرائش کے اضافہ کے بغیر یہ روایت صحیح ہے۔ دیکھئے۔ سنن ابی داود (۳۵۸۰) سنن ترمذی (۱۳۳۶، ۱۳۳۷) سنن ابن ماجه (۲۳۱۳)

فصل : ۲۴

معصیت کا مرتکب، دعا سے محروم ہے

۶۱ آثارِ معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ معصیت کرنے والا رسول اللہؐ اور فرشتوں کی دعاء سے محروم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ کو یہ حکم فرمایا ہے کہ ''ایمان والے مردوں اور عورتوں کے حق میں آپؐ استغفار کرتے رہیں۔[1] چنانچہ سورہ غافر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ○ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ نِ الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ وَقِهِمُ السَّیِّاٰتِ ○ ﴾

(سورہ غافر۴۰/ ۷)

''جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو عرش کے اردگرد ہیں، اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں۔ اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لیے استغفار کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہر چیز کو اپنی رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے پس تو انھیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیری راہ کی پیروی کریں اور تو انہیں دوزخ کے عذاب سے بھی بچا لے۔ اور اے ہمارے پروردگار! ان کو ہمیشہ رہنے والے باغوں میں داخل کر۔ جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے باپ داداؤں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں

[1] سورۃ محمد ۴۷/ ۱۹

سے جو نیک ہوں ان کو بھی۔ بیشک تو ہی زبردست ہے حکمت والا ہے اور ان کو ہر طرح کی خرابیوں (برائیوں) سے محفوظ رکھ"۔

فرشتوں کی یہ دعاء ان ایمان والوں کے لئے ہے جو مذکورہ صفات سے متصف ہوں اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی اتباع کریں۔ پس جو لوگ مذکورہ صفات سے متصف نہیں ہیں' اس دعاء میں شمولیت کی ہرگز ہرگز توقع نہ رکھیں۔

فصل : ۲۵

عذابِ الٰہی کی لرزہ خیز مثالیں

معاصی کی کچھ سزائیں وہ ہیں جو امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری میں سیدنا سمرہ بن جندبؓ سے روایت میں بیان کی ہیں۔ وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز کے بعد صحابہؓ سے اکثر دریافت فرماتے کہ آج رات تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جن جن لوگوں نے خواب دیکھا ہوتا' وہ اپنا اپنا خواب بیان کرتے۔ ایک دن صبح کو خود رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا'' آج میرے پاس دو آدمی آئے اور مجھے اٹھایا اور کہا: آپؐ ہمارے ہمراہ تشریف لے چلیں۔ میں انکے ہمراہ ہولیا۔ جب ہم آگے چلے تو دیکھا کہ ایک آدمی چت لیٹا ہوا ہے۔ اور اس کے پاس ایک شخص پتھر لیکر کھڑا ہے۔ اور اس کے سر پر زور زرو سے مار رہا ہے ۔جس سے اسکا بھیجا (دماغ) نکل پڑتا ہے۔ وہ ہر چند اپنے سر کو بچاتا ہے لیکن بچا نہیں سکتا۔ پھر وہ آدمی پتھر کو اٹھاتا ہے۔ اتنے عرصہ میں اس کا سر (کچلے جانے کے بعد دوبارہ) اصلی حالت میں آجاتا ہے۔ پھر وہ اسے مارتا ہے اور اسکا وہی حال ہو جاتا ہے جو پہلی مرتبہ ہوا تھا۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہتا ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا: سبحان اللہ! اور پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: آگے تشریف لے چلئے۔

ہم آگے بڑھے' تو دیکھا کہ ایک آدمی اوندھے منہ لیٹا ہوا ہے۔ اور ایک آدمی اس کے پاس لوہے کے کانٹے لے کر کھڑا ہے اور سوئے ہوئے کے گالوں میں اور منہ پر وہ اس طرح مارتا ہے کہ اس کے گال اور باچھیں چیری جاتی ہیں۔ گال' آنکھیں' ناک' گردن کی طرف کھنچ آتے ہیں۔ پھر وہ دوسری طرف مارتا ہے۔ اس سے بھی اس کا وہی حال ہو جاتا ہے۔ اتنی دیر میں اس کی دوسری جانب (چرنے کے بعد) اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہے۔ پھر اس کا وہی حال ہوتا ہے جو پہلے ہوا تھا اور یہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: آگے تشریف لے چلئے۔ ہم آگے بڑھے۔ ایک بہت بڑا تنور دیکھا جس

کے اندر سے چیخ و پکار کی آوازیں آ رہی تھیں۔

ہم نے جا کر دیکھا، تو اس کے اندر ننگے مرد، ننگی عورتیں جلتی ہوئی نظر آئیں جن کے نیچے شعلے بھڑک رہے تھے اور وہ لوگ چیخ چیخ کر روتے چلاتے تھے اور اس آگ سے پناہ مانگ رہے تھے۔ میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: آگے تشریف لے چلئے۔

ہم آگے بڑھے اور ایک نہر پر پہنچے جس کا پانی خون کی طرح سرخ تھا۔ ایک آدمی اس کے اندر تیر رہا تھا۔ نہر کے کنارے ایک آدمی بے شمار پتھروں کا ڈھیر لگائے کھڑا تھا۔ تیرنے والا تیرتے تیرتے تھک کر نہر کے کنارے آیا۔ اور کنارے پر کھڑے ہوئے آدمی کے سامنے آ کر اپنا منہ کھولا۔ اس نے اس کے منہ میں ایک پتھر ڈالدیا۔ وہ پھر پانی میں تیرنے لگا۔ یہ حالت اس کی جاری رہی۔ میں نے اس کے متعلق پوچھا تو کہنے لگے: آگے تشریف لے چلئے۔

ہم آگے بڑھے، تو ایک وحشت ناک کریہہ المنظر آدمی دیکھا جو آگ کے کنارے کھڑا ہے اور آگ کو دھونک رہا ہے۔ اور آگ کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ میں نے کہا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: آگے تشریف لے چلئے۔

ہم آگے بڑھے اور ایک خوبصورت عمدہ وسیع خیمہ دیکھا۔ جو پوری طرح سجایا گیا ہے۔ اس کے نیچے ایک طویل لمبا تڑنگا آدمی کھڑا تھا۔ جس کی لمبائی اس قدر تھی کہ اس کا سر آسمان کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اس کے اردگرد بے شمار خوبصورت لڑکے کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: آگے تشریف لے چلئے:

ہم آگے بڑھے تو ہم نے ایک عظیم الشان خوبصورت درخت دیکھا۔ ایسا کہ اس قسم کا درخت ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ انہوں نے کہا: اس پر چڑھ جایئے! ہم اُس پر چڑھ گئے تو ایک ایسے شہر میں پہنچ گئے جس کی عمارتیں سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنی ہوئی تھیں۔ ہم شہر کے دروازے پر پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔ اور اندر گئے۔ یہاں ہمیں بے شمار آدمی ملے جن کا آدھا جسم نہایت خوبصورت تھا اور آدھا بدصورت۔ میرے ساتھیوں نے ان سے کہا: جاؤ! اس نہر میں غوطہ لگاؤ۔ یہ نہر نہایت عمدہ اور چوڑی تھی اور اس کا پانی دودھ جیسا سفید وشفاف تھا۔ یہ لوگ نہر میں نہا کر ہمارے پاس آئے۔ انکی ساری سیاہی ڈھل چکی تھی اور بدصورتی، خوبصوتی سے تبدیل ہو گئی تھی، میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا: یہ "جنت عدن" ہے۔ اور یہ آپکا مقام ہے۔ میں نے نیچے سے اوپر تک اس عمارت پر نظر ڈالی، یہ محل نہایت خوبصورت اور سفید تھا۔

انہوں نے کہا: یہ آپ ہی کا مقام ہے۔ میں نے ان سے کہا: بارک اللہ! مجھے اندر جانے دو۔ انہوں نے کہا: ابھی نہیں! آپؐ تو اس کے اندر جائیں گے ہی۔ میں نے ان ساتھیوں سے کہا: آج رات کو عجیب وغریب چیزیں میں نے دیکھی ہیں۔ یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہم آپ کو مطلع کئے دیتے ہیں۔ وہ آدمی جس کا سر کچلا جارہا تھا۔ وہ آدمی ہے جس نے قرآن یاد کیا تھا۔ لیکن پھر بھول گیا تھا۔ اور فرض نماز ترک کر کے سوجایا کرتا تھا اور وہ آدمی جس کا منہ اور باچھیں لوہے کے کانٹوں سے چیری جاتی تھیں۔ وہ آدمی ہے جو اپنے گھر سے نکل کر لوگوں کی غیبت کیا کرتا تھا اور لوگوں کی جھوٹی باتیں اڑایا کرتا تھا۔ اور تنور میں جو ننگے مرد اور عورتیں جل رہی تھیں' وہ زنا کار مرد اور عورتیں تھیں۔ اور نہر کے اندر جو آدمی تیر رہا تھا اور پتھر نگل رہا تھا وہ سود خور آدمی تھا۔ اور آگ کے کنارے جو دہشت ناک کریہہ المنظر آدمی کھڑا تھا۔ اور آگ دھونک رہا تھا۔ وہ خازنِ جہنم تھا۔ اور وہ آدمی جس کا سر آسمان سے لگا ہوا تھا وہ سیدنا ابراہیم تھے۔ اور انکے گرد جو لڑکے جمع تھے وہ لڑکے تھے جو فطرت پر مَرے تھے۔ اور البرقانی کی روایت میں ہے کہ جو فطرت پر پیدا ہوئے تھے۔ کچھ لوگوں نے اس موقع پر رسول اللہ سے دریافت کیا: یارسول اللہ' کیا یہ مشرکوں کی اولاد تھی؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ یہ مشرکوں کی اولاد تھی۔ اور وہ لوگ جن کے آدھے جسم خوبصورت اور آدھے بدصورت تھے یہ وہ لوگ تھے جن لوگوں نے دنیا میں نیک اعمال کیے تھے لیکن ساتھ ہی ساتھ گناہ بھی کیے تھے' اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائے۔[۱]

---

۱ صحیح بخاری۔ کتاب التعبیر۔ باب تعبیر الرؤیا بعد صلاۃ الصبح (حدیث۔۷۰۴۷)

فصل : ۲۶

گناہ اور دنیوی آفات

گناہوں کے بسبب پانی، ہوا، زراعت، پھلوں اور گھروں پر آفت کا نزول

زمین کی پیداوار کم ہو جاتی ہے، انسانوں کی پیدائش اور عمر میں کمی ہو جاتی ہے

آثارِ معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ زمین پر مختلف قسم کی آفتیں نازل ہوتی ہیں۔ پانی، ہوا، زراعت، پھلوں اور گھروں پر تباہیاں آ جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ ﴾ (روم: ۳۰/ ۴۱)

''خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا اس لیے کہ انھیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالیٰ چکھا دے۔ بہت ممکن ہے کہ وہ باز آ جائیں''۔

امام مجاہدؒ فرماتے ہیں: ''ظالم حاکم جب ظلم و فساد شروع کر دیتا ہے تو برسات روک دی جاتی ہے۔ کھیتیاں اور نسلیں برباد ہو جاتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ظلم و فساد پسند نہیں۔'' استدلال میں انہوں نے یہی مذکورہ بالا آیت پڑھی۔ اس کے بعد فرمایا: آیت کے اندر لفظ ''بحر'' وارد ہے، اس سے یہ دریا مراد نہیں، بلکہ ہر وہ آبادی مراد ہے جو جاری اور بہنے والے پانی کے کناروں پر واقع ہو۔ اسی پانی کو ''بحر'' کہا گیا ہے۔

ابن زیدؒ کہتے ہیں ''ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ'' کے اندر جو فساد کا لفظ ہے اس سے مراد ''گناہ'' ہیں۔ میں کہتا ہوں: اس کا مطلب یہ ہے کہ گناہ فساد و بربادی کا سبب ہیں۔ اور اگر فساد سے مراد ''عین معصیت'' ہے۔ تو لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا میں جو لام وارد ہے وہ لام تعلیل ہو گا۔ پہلے معنی کی رو سے فساد سے مراد نقصان، خرابیاں مصائب و آلام ہیں۔ جو بندوں کے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ زمین پر بھیجتا ہے۔ جب بندے گناہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ مصائب و آلام اور آفتیں بھیج دیتا ہے۔ جیسا کہ بعض سلف کا

قول ہے ''تم جب گناہ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اپنی فرمانروائی میں عقوبتیں اور سزائیں بھی بھیج دیتا ہے۔ اور ظاہر یہی ہے کہ ''فساد'' سے مراد گناہ اور گناہ کے موجبات ہیں۔ اور اس معنی پر آیت کا یہ حصہ دلالت کرتا ہے:

﴿ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا ۝ ﴾ (روم: ۳۰/ ۴۱)

''تا کہ اللہ ان کے بعض اعمال کا ان کو مزہ چکھائے''

غرض یہ تو دنیا کے عذاب کا حال ہے جو بندوں کے گناہوں اور بداعمالیوں کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے۔ اگر تمام اعمال و گناہوں کی سزا دی جائے تو زمین پر کوئی جاندار چیز زندہ باقی نہیں رہ سکتی۔

زمین کا پھٹنا

◆ آثارِ معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ زمین شق ہونے لگتی ہے۔ آبادیاں زمین کے اندر دھنس جاتی ہیں۔ زلزلے آنے لگتے ہیں۔ زمین کی برکتیں اور اس کی روئیدگی کم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے قوم ثمود کی آبادیوں سے گزرنے والوں کو حکم دیا تھا کہ یہاں سے روتے ہوئے جلد سے جلد نکل جاؤ اور ان آبادیوں کا پانی نہ پیو۔ یہاں تک کہ حکم فرمایا کہ اس پانی سے جو آٹا گوندھ لیا گیا ہے پھینک دو۔ اپنے اونٹوں کو بھی نہ کھلاؤ۔ [1] اور یہ حکم آپؐ نے اس لیے فرمایا تھا کہ قوم ثمود کے گناہوں کی نحوست اس پانی میں بھی سرایت کر گئی تھی۔ ! گناہوں کی شومی پھلوں اور دیگر اشیاء میں بھی آتی ہے۔

عدل وانصاف کی برکت

امام احمد بن حنبلؒ ایک حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں: ''بنی امیہ کے خزانے میں مَیں نے ایک تھیلی دیکھی جس کے اندر کھجور کی گٹھلی کے برابر گیہوں کے دانے بھرے ہوئے

[1] صحیح بخاری۔ کتاب احادیث الانبیاء۔ باب قول اللہ تعالیٰ (والی ثمود اخاهم هودا) (حدیث۔ ۳۳۷۸،۳۳۸۰ صحیح مسلم۔ کتاب الزهد۔ باب النهی عن الدخول علی اهل الحجز (حدیث۔ ۲۹۸۰،۲۹۸۱)

تھے۔ اور ہتھیلی پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے "عدل وانصاف کے زمانے میں ایسے گیہوں پیدا ہوا کرتے تھے۔"① یہ تمام آفتیں اللہ تعالیٰ نے بندوں کے گناہ اور نافرمانیوں کی وجہ سے بھیجی ہیں۔ نیز بعض' بدوی اور دیہاتیوں نے مجھ سے بیان کیا کہ آج کل جو پھل یہاں پیدا ہو رہے ہیں۔ اس سے بہت بڑے پھل یہاں پیدا ہوتے تھے۔ جو آفتیں آج کل آ رہی ہیں۔ پہلے نہ تھیں۔ کچھ تھوڑے ہی زمانہ سے یہ آفتیں آ رہی ہیں۔

شکلوں اور خلقت میں تبدیلی

صورتوں اور خلقتوں پر بھی گناہوں کا اثر پڑتا ہے۔ جامع ترمذی میں وارد ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ نے جس وقت آدم کو پیدا کیا۔ انسان کا قد ساٹھ ذراع (ہاتھ) کا تھا۔ یہ قد کم ہوتے ہوتے وہ رہ گیا جو تم آج دیکھتے ہو۔"②

جب اللہ تعالیٰ ظلم و جور' خیانت' فسق و فجور سے زمین کو پاک کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو اہل بیت نبوت میں سے اپنے ایک بندے کو بھیجے گا۔ یہ آ کر زمین کو عدل وانصاف سے پُر کر دے گا۔ جس طرح آج یہ زمین ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہے۔ اس وقت پھر سے عدل وانصاف سے پر ہو جائے گی۔ یہ مسیح آ کر یہود و نصاریٰ کو قتل کرے گا اور وہ دین جسے لے کر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بھیجا ہے پھر قائم اور مضبوط ہو جائے گا۔ زمین اپنی برکتیں اگلنے لگے گی جس طرح کہ وہ پہلے اگلتی تھی۔ اور اس قدر برکت ہو گی کہ ایک "انار" سے ایک پوری جماعت سیر ہو جائے گی۔ انار اس قدر بڑا ہو گا کہ اس کے چھلکے تلے ایک جماعت سایہ لے سکے گی۔ "انگور" کا ایک خوشہ اس قدر بڑا ہو گا کہ وہ ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر ہو گا۔ اور ایک بکری کا دودھ ایک جماعت کو سیراب کر دے گا۔"③

---

① مسند احمد (۲/ ۲۹۶) من قول ابی قحذم وهو ضعيف

② صحیح بخاری۔ کتاب احادیث الانبیاء۔ باب خلق آدم وذریته (حدیث۔ ۳۳۲۶) صحیح مسلم۔ کتاب الجنه۔ باب یدخل الجنة اقوام افئدتهم ......' (حدیث۔ ۲۸۴۱) سنن ترمذی میں یہ روایت نہیں ملی۔

③ صحیح مسلم۔ کتاب الفتن۔ باب ذکر الدجال' (حدیث۔ ۲۹۳۷)

یہ برکت اس لیے ہو گی کہ زمین جب گناہوں سے پاک ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ کی ان برکتوں کے آثار نمایاں ہوں گے۔ جو گناہوں کی وجہ سے سلب کر لی گئی تھیں۔ اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ جو عقوبتیں اور سزائیں کہ اگلی امتوں پر نازل ہوئی تھی۔ ان کے اثرات آج بھی موجود ہیں۔ اسی قسم کے گناہ ان اثرات کو باقی رکھتے ہیں اور جس طرح یہ معاصی اور گناہ اگلی سزا یافتہ امتوں کے آثار معاصی ہیں۔ ان کی سزاؤں کے آثار بھی موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام اور عالم کون و فساد اور اس کے فیصلہ سے یہ بات اولاً و آخراً متناسب ہے۔ جس قسم کا گناہ ہوتا ہے اسی قسم کی سزا ہوتی ہے بڑے گناہ کی بڑی سزا ہوتی ہے اور چھوٹے گناہ کی چھوٹی۔ اور اسی طریقہ پر اللہ تعالیٰ عالم برزخ میں بھی لوگوں کے فیصلے کرے گا اور دار الجزاء میں بھی۔

غور کرو کہ شیطان سے رشتہ جوڑنے اور بندوں پر اس کے مسلط ہونے سے عمر، عمل، قول و فعل، روزی اور رزق کی برکتیں سلب ہو جاتی ہیں، اور جب زمین پر شیطان کی اتباع و پیروی عام ہو جاتی ہے تو ساری زمین سے برکتیں سلب کر لی جاتی ہیں۔ تو پھر آخرت میں بھی تو یہی ہونا چاہیے، چنانچہ ارباب معاصی کے لیے آخرت میں بھی کوئی سکون و اطمینان کا ٹھکانہ نہیں ہو گا۔ جہنم کے اندر روح، رحمت، برکت، سکون و اطمینان کا نام تک نہیں ہو گا۔

فصل : ٢٧

غیرتِ محمودہ اور غیرتِ مذمومہ

معاصی سے غیرت کا نور بجھ جاتا ہے۔ اللہ اور اللہ کے رسول سب سے زیادہ غیور ہیں۔

❖ معاصی کی سزا یہ بھی ہے کہ انسان کے دل سے وہ غیرت فنا ہو جاتی ہے جس سے قلب کی حیات و اصلاح وابستہ ہے۔ قلب کی زندگی کے لیے غیرت وہی حکم رکھتی ہے۔ جو جسم کی زندگی کے لیے حرارت غریزیہ رکھتی ہے' جس طرح جسم بغیر حرارت غریزیہ کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ قلب بغیر غیرت کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ غیرت کی حرارت ہی قلب کی خباثت اور ناپاکی' مذموم صفات' ذلیل و خسیس اوصاف کو جلا دیتی ہے جس طرح کہ آگ کی بھٹی سونا' چاندی لوہے کا زنگ جلا دیتی ہے۔ اور دنیا میں سب سے زیادہ شریف' بلند رتبہ' عالی قدر' عالی ہمت شخص وہ ہوتا ہے جو اپنے اندر اپنے لیے اپنے خواص کے لیے اور بندگانِ الٰہی کے لیے انتہا درجہ کی غیرت رکھتا ہو۔ اور یہی وجہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے حق میں ساری دنیا سے زیادہ غیور تھے اور اللہ حق سبحانہ و تعالیٰ رسول اللہ ﷺ سے بھی زیادہ غیور ہے' جیسا کہ صحیح بخاری میں مروی ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَتَعْجَبُوْنَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ؟ لَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ۔ وَاللّٰهُ أَغْيَرُ مِنِّيْ)) [1]

---

[1] سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے ایک دن کہا: یا ابا ثابت! اب تو اللہ تعالیٰ نے حدود کا حکم فرمایا مگر یہ تو فرمائیے کہ اگر تم کسی کو اپنی بی بی کے ساتھ حرام کاری کرتے دیکھو تو کیا کرو گے؟ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں تو اسی وقت دونوں کو قتل کر دوں گا۔ کیا میں اس حالت میں دیکھ کر چار گواہ تلاش کرنے کو نکلوں گا؟ اتنی دیر میں تو وہ اپنا کام کر کے چلتا بنے گا۔ سیدنا کا یہ قصہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے حضور میں پیش کیا' تو آپ ﷺ نے وہ کلمات فرمائے جو صحیح بخاری کی روایت میں مروی ہے۔

صحیح بخاری۔ کتاب الحدود۔ باب من رای مع امراتہ وجلا فقتلہ (حدیث۔ ٦٨٤٦)
صحیح مسلم۔ کتاب الایمان (حدیث۔ ١٤٩٩)

"کیا سعد بن عبادہؓ کی غیرت پر تمہیں تعجب ہو رہا ہے؟ یقین کرو میں ان سے زیادہ غیور ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیور ہے۔"

اور صحیح بخاری میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ سورج گرہن کے موقع پر فرمایا:

((یَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ اَمَا اَحَدٌ اَغْیَرَ مِنَ اللّٰهِ اَنْ یَزْنِیَ عَبْدُهٗ۔ اَوْ تَزْنِیَ اَمَتُهٗ)) [1]

"اے امت محمدؐ! اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی غیور نہیں کہ اس کا کوئی بندہ یا بندی زنا کرے۔"

نیز اسی صحیح بخاری میں مروی ہے:

((لَا اَحَدٌ اَغْیَرَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ اَجْلِ ذَالِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَیْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللّٰهِ مِنْ اَجْلِ ذَالِكَ اَرْسَلَ الرُّسُلَ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ وَمَا اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَیْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللّٰهِ مِنْ اَجْلِ ذَالِكَ اَثْنٰی عَلٰی نَفْسِهٖ)) [2]

"اللہ سے زیادہ کوئی غیرت مند نہیں، اور اسی وجہ سے اس نے ظاہری، باطنی فواحش کو حرام قرار دیا ہے۔ اور اللہ سے زیادہ کوئی معذرت کو پسند کرنے والا نہیں، اور اسی لیے اس نے اپنے پیغمبر کو جنت کی بشارت اور دوزخ سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اللہ سے زیادہ مدح و تعریف کا پسند کرنے والا کوئی نہیں۔ اور اسی لیے اس نے خود اپنی تعریف کی ہے۔"

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے غیر کو کہ جس کی اصل قبائح، ذمائم اور جرائم سے کراہت و بغض اور معذرت کو کہ جس کی اصل کمال عدل، کمال رحمت اور کمال احسان ہے، ایک جگہ جمع فرما دیا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ انتہا درجہ کا غیور ہے۔ لیکن پھر بھی وہ اس بات کو محبوب رکھتا ہے کہ بندہ اس کی بارگاہ میں معذرت خواہ ہو کر آئے۔ اور یہ اس کی معذرت قبول فرمائے۔ نیز یہ کہ جن امور سے غیرت وحمیت بھڑک اٹھتی ہے، ان کے ارتکاب پر اللہ فوراً مواخذہ اور بازپرس

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب النکاح۔ باب الغیرہ، (حدیث۔ ۵۲۲۱، ۱۰۴۴)

[2] صحیح بخاری۔ کتاب التوحید۔ باب قول النبی ﷺ لاشخص اغیر من اللہ (حدیث۔ ۷۴۱۶) صحیح مسلم۔ کتاب اللعان (حدیث۔ ۱۴۹۹)

نہیں کرتا۔ تا کہ بندہ اس کی بارگاہ میں معذرت (معافی) پیش کرے۔ اسی غرض سے اس نے پیغمبروں کو بھیجا۔ اور بندوں کی طرف اپنی کتابیں بھیجیں تا کہ پیغمبر اُن کو بارگاہ الٰہی میں معذرت خواہی' اور اس سے ڈرنے کی تلقین فرمائیں۔ اللہ کا یہ انعام و احسان اس کی انتہائی عظمت و جلالت کی اور انتہائی احسان اور انتہائی کمال کی دلیل ہے۔ کیونکہ عموماً دیکھا گیا ہے کہ جن لوگوں میں بافراط غیرت ہوا کرتی ہے۔ وہ شدت غیرت کی وجہ سے بہت جلد مشتعل ہو جاتے ہیں اور فوراً عقوبت وسزا کا ہاتھ بڑھا دیتے ہیں۔ نہ ملزم کو معذرت کا موقع دیتے ہیں نہ ہی اس کی معذرت قبول کرتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بات فی الواقع معذرت کی ہوتی ہے۔ اور نفس الامر میں وہاں جرم نہیں پایا جاتا' اور بات عذر پذیری کی ہوتی ہے لیکن شدت غیرت کی وجہ سے عذر قطعاً قبول نہیں کیا جاتا۔ بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے اندر غیرت کا مادہ ہی سرے سے کم ہوتا ہے۔ اور وہ معذرت قبول کرنے اور عذر پذیری ہی کو بہترین کام سمجھتے ہیں۔ حتی کہ اس قسم کے لوگوں کے یہاں معذرتوں اور عذر پذیرائیوں کی راہیں بہت وسیع اور کشادہ ہو جاتی ہیں۔ اور ان امور کو بھی عذر سمجھا جاتا ہے جو فی الواقع عذر نہیں ہوا کرتے۔ اور بے شمار انسانوں کو بلا عذر خواہی کے معذور قرار دے کر درگزر کر دیتے ہیں۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ غیرت اور معذرت علی الاطلاق پسندیدہ نہیں ہے۔ بلکہ قابل تعریف اور قابل ستائش یہ ہے کہ ہر دو اپنے اپنے درجہ اور مرتبہ میں نمایاں ہوں۔ افراط وتفریط کسی طرح بھی قابل ستائش نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((انَّ مِنَ الْغَيْرَةِ مَا يُحِبُّهَا اللّٰهُ وَمِنْهَا مَا يُبْغِضُهَا اللّٰهُ فَالَّتِي يُبْغِضُهَا اللّٰهُ الْغَيْرَةُ مِنْ غَيْرِ رِيْبَةٍ)) ①

"غیرت کی بعض صورتیں اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ ہیں اور بعض ناپسندیدہ۔ ناپسندیدہ غیرت وہ ہے جو خواہ مخواہ شک وشبہ کی بنا پر کی جائے۔"

حقیقتِ امر قابل ستائش یہ ہے کہ غیرت اور معذرت پذیری دونوں ہمدوش و ہم رکاب رہیں۔ غیرت کی جگہ غیرت سے کام لیا جائے اور عذر پذیری کی جگہ عذر پذیری سے کام لیا جائے اور ہر وہ شخص جو ان دونوں کے مواقع اور مواقع کی رعایت کو اچھی طرح سمجھے' وہ مدح وثنا'

① سنن ابی داود کتاب الجهاد۔ باب فی الخیلا وفی الرحب (حدیث ۲۶۵۹) سنن نسائی کتاب الزکاۃ۔ باب الاختیال فی الصدقة (حدیث۔ ۲۵۵۷)

تعریف وستائش کا زیادہ مستحق ہے اور چونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے اندر تمام صفاتِ کمالیہ بدرجہ اَتم موجود اور مجتمع ہیں۔ اس لیے وہ سب سے زیادہ مستحق مدح وستائش ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی مدح و ستائش کا مستحق وسزاوار ہے جو اس نے خود اپنے لیے کی ہے۔ اور جس مدح وستائش کا وہ مستحق ہے۔ کوئی دوسرا اتنی مدح وستائش نہیں کر سکتا۔

پس اللہ تعالیٰ کا کوئی غیور بندہ اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ میں سے کسی ایک صفت میں بھی اس کی موافقت کر لیتا ہے تو یہ صفت اس کی قیادت وراہبری کرتی ہے اور اس کی باگ پکڑ کر اسے بارگاہ رب العالمین میں پہنچا دیتی ہے۔ اور پروردگار کی رحمت کے قریب لا کر اسے کھڑا کر دیتی ہے۔ اور بالآخر اسے اللہ تعالیٰ کا محبوب ترین بندہ بنا دیتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ رحیم ہے۔ رحم کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ کریم ہے۔ کرم کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے علیم ہے۔ علماء کو محبوب رکھتا ہے۔ قوی ہے مؤمن قوی الایمان کو محبوب رکھتا ہے۔ ضعیف الایمان مؤمن کے مقابلہ میں قوی الایمان مؤمن اللہ کو زیادہ محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ ''حی'' ہے اہل حیاء کو زیادہ محبوب رکھتا ہے۔ جمیل ہے اہل جمال کو محبوب رکھتا ہے۔ وتر یعنی طاق ہے۔ اربابِ وتر وطاق کو زیادہ محبوب رکھتا ہے۔

پس اگر گناہ کا کوئی دوسرا اثر نہ بھی ہو تو صرف یہی بہت بڑی سزا ہے کہ گنہگار انسان ان مقدس اور پاکیزہ صفات کی اضداد سے متصف ہو جاتا ہے اور یہ اضداد اس کو ان مقدس صفات سے متصف ہونے سے روک دیتی ہے۔ کیوں کہ قلب کے اندر جو خطرہ پیدا ہوتا ہے، وہ بالآخر وسوسہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اور پھر یہ وسوسہ ارادہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اور ارادہ عمل کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ اس کے بعد یہ چیز ایک صفت لازمہ ثابتہ اور ہیئیت راسخہ بن کر رہ جاتی ہے۔ اور جب نوبت اس درجہ تک پہنچ جاتی ہے تو بندے کے لیے اس سے رستگاری (رہائی) اور نجات مشکل ہو جاتی ہے۔ جس طرح کہ صفات کاملہ سے عاری ہونا اور ان کو ترک کرنا مشکل اور متعذر ہو جاتا ہے۔

مقصود یہ ہے کہ انسان کے اندر جس قدر گناہوں کی شدت اور کثرت ہوتی چلی جائے گی اسی قدر اس کے قلب سے غیرت وحمیت کا جوہر کم ہوتا چلا جائے گا۔ اور پھر اسے نہ اپنے حق میں غیرت آئے گی نہ اپنے اہل وعیال کے حق میں نہ عام لوگوں کے حق میں۔ غیرت کا مادہ یکسر ختم ہو جائے گا۔ انجام یہ ہوگا کہ وہ کسی قباحت وگناہ کو قباحت وگناہ ہی نہیں سمجھے گا۔ جب

انسان اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے تو سمجھ لو وہ ہلاکت وتباہی کے دروازے میں داخل ہو گیا۔ اس قسم کے لوگوں میں اکثر کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ کسی قباحت و گناہ کو قباحت و گناہ ہی نہیں سمجھتے۔ بلکہ گناہوں اور ظلم و جور، فسق و فجور کو ایک پسندیدہ مشغلہ بنا لیتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی ظلم کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور ظلم کو مستحسن کام بنا کر لوگوں کو اس پر آمادہ اور برانگیختہ کرتے ہیں اور ظالموں کی امداد کرتے ہیں۔ اور یہی وہ راز ہے جس کی وجہ سے دیوث کو خبیث ترین مخلوق کہا گیا ہے۔ غور کرو غیرت کی کمی نے دیوث کو کس درجہ تک پہنچا دیا۔ اس سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ غیرت اصل دین ہے جس کے اندر غیرت نہیں اس کے اندر دین نہیں ہے۔ غیرت قلب کے اندر حرارت اور گرمی پیدا کرتی ہے۔ جب قلب گرم ہوتا ہے تو سارے جسم میں گرمی پیدا ہوتی ہے اور اسی حرارت و گرمی کے زور سے وہ برائیوں اور فسق و فجور کی مدافعت کرتا ہے۔ جب غیرت نہیں ہوتی تو قلب مر جاتا ہے۔ اور جب قلب مر جاتا ہے تو جسم اور اعضاء بھی مر جاتے ہیں اور پھر اس کے اندر جرائم کی مدافعت کی طاقت ہی باقی نہیں رہتی۔ قلب کے اندر غیرت کا ہونا ایسا ہی ہے جیسا انسان کے اندر امراض کی مدافعت کے لیے قوت کا ہونا کہ جس قوت کی وجہ سے وہ ہمیشہ مرض کی مدافعت اور مقابلہ کرتا رہتا ہے۔ جب قوت ختم ہو جاتی ہے تو مرض پوری شدت سے اس پر قابو پا لیتا ہے۔ اور آخری انجام یہ ہوتا ہے کہ مرض اس کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔ غیرت انسان کے لیے وہی درجہ رکھتی ہے جو بھینس اور بیل وغیرہ کے لیے سینگ کا درجہ ہے۔ ان ہی سینگوں کے زور سے وہ اپنی اور بچوں کی حفاظت کرتے ہیں اور دشمن سے بچاؤ کرتے ہیں۔ جب سینگ ٹوٹ گئے تو پھر ہر دشمن اس پر حملہ آور ہونے لگتا ہے۔

فصل : ۲۸

حیا: قلب کا جوہر حیات

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ حیاء جو قلب کا اصلی جوہرِ حیات ہے' فنا ہو جاتی ہے حالانکہ ہر خیر وفلاح کی اصل جڑ شرم وحیاء ہی ہے۔ جب یہی فنا ہو جائے تو خیر وفلاح کی امید ہی نہیں قائم کی جا سکتی۔ صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ بیان کرتے ہیں:

((اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّہٗ)) ①

''حیاء سراسر خیر و بھلائی ہے۔''

اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ کَلَامِ النُّبُوَّةِ الْاُوْلٰی اِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ)) ②

''لوگوں نے پچھلی نبوت کے کلام میں سے جو کچھ پایا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب تم حیاء نہ کرو تو پھر جو بھی جی چاہے کر گزرو۔''

اس کلام کی دو تفسیریں کی گئی ہیں:

ایک یہ کہ یہ تنبیہ اور وعید کے طور پر کہا گیا ہے۔ اور معنی یہ ہیں کہ جب تم نے شرم وحیاء چھوڑ دی تو پھر جو چاہو کرو۔ جو برائیاں بھی چاہو کر گزرو۔ کیونکہ برائیوں سے باز رکھنے والی چیز صرف شرم وحیاء ہی ہے۔ اور جب یہی ختم ہو گئی تو پھر کونسی چیز برائیوں سے انسان کو روک سکتی ہے۔ اس کلام کی یہ تفسیر سیدنا ابو عبیدہ رحمہ اللہ نے کی ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ جس کام کے کرنے میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے حیاء دامنگیر نہ ہو سکے

① صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب بیان عدد شعب الایمان (حدیث۔ ۳۷)

② صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب اذا لم تستح فاصنع ماشئت (حدیث۔ ۶۱۲۰)

وہ تم کر سکتے ہو۔ کیونکہ جس کام میں اس سے حیاء دامنگیر ہو وہ قابل ترک ہے۔ یہ تفسیر بروایت امام ابن ہانی رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ نے کی ہے۔ پہلی تفسیر کی رو سے یہ کلام وعید، تہدید اور تنبیہ ہے۔ جیسا کہ سورۃ "حم سجدہ" میں وارد ہے:

﴿ اِعۡمَلُوۡا مَا شِئۡتُمۡ ۙ ﴾ (حم سجدہ: ۴۱/ ۴۰)

"جو چاہو عمل کرو (اللہ تم کو دیکھ رہا ہے)"

دوسری تفسیر کی رو سے یہ کلام ایک قسم کی رخصت و اباحت پیش کر رہا ہے۔ یعنی جس کام میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے حیاء دامنگیر نہ ہو اس کے کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

اگر کہا جائے کہ کیا اس کلام کو ہر دو معنی پر ایک ساتھ محمول کر سکتے ہیں؟ تو میں کہوں گا: ہر گز نہیں۔ اس شخص کے قول کے مطابق کہ "لفظ" مشترک اپنے تمام معانی پر مستعمل ہو سکتا ہے۔ یہ کلام اپنے ہر دو معانی پر محمول نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ ایک معنی کی رو سے یہ ایک وعید، تہدید اور تنبیہ ہے۔ اور دوسرے معنی کی رو سے اباحت و رخصت۔ اور ظاہر ہے کہ وعید و تہدید اور اباحت و رخصت میں منافات ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جب ایک معنی کا اعتبار کیا جائے تو دوسرے معنی کا بھی اعتبار لازم و ضروری ہے۔

"مقصود" یہ ہے گناہوں سے جو ہر حیاء ضعیف و کمزور ہو جاتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات ختم ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اس قدر بے حیاء اور بے شرم بن جاتا ہے کہ لوگوں کے دیکھنے، سننے سے بھی وہ متاثر نہیں ہوتا۔ بلکہ لوگ جب اس کے برے حالات کی طرف اسے متوجہ کرتے ہیں اور اسے اس کی برائیوں اور اعمال بد کے برے نتائج سے باخبر کرتے ہیں پھر بھی اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔ اور یہ صرف اس لیے ہوتا ہے کہ حیاء کا اصل جوہر اس کے اندر سے بالکل فنا ہو جاتا ہے۔ جب کسی انسان کی حالت اس درجہ تک پہنچ جاتی ہے تو پھر اس کی اصلاح ناممکن ہو جاتی ہے۔ ایسے شخص کی حالت ابلیس دیکھتا ہے تو بہت خوش ہوتا ہے اور اسے شاباش دیتا ہے اور کہتا ہے: اے فلاح و خیر سے محروم! میں تجھ پر قربان تو میرا سچا رفیق ہے۔

لفظ "حیاء" "حیات" سے مشتق ہے۔ برسات کو "حیات" کہا جاتا ہے۔ کیونکہ زمین کی روئیدگی درختوں، کھیتوں، گھاس، اور ہر جاندار کی زندگی اس سے وابستہ ہے اسی طرح "حیاء" کو بھی دنیا اور آخرت کی حیات کہا گیا ہے۔ جس آدمی کے اندر حیاء نہ ہو وہ ایک مردہ انسان ہے۔ اور ایسا انسان "آخرت" میں سب سے بڑا شقی و بدبخت ہو گا۔ گناہ اور بے حیائی

میں گناہ اور بے غیرتی میں باہم تلازم ہے۔ جہاں بے حیائی اور بے غیرتی پائی جائے گی گناہ ضرور پائے جائیں گے۔

جو آدمی اللہ تعالیٰ سے حیاء وشرم کرتا ہے اور گناہوں سے احتراز کرتا ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بھی اسے سزا دینے میں شرم وحیاء برتے گا۔ اور جو اس سے شرم وحیاء نہیں رکھے گا اور گناہ کرے گا تو وہ بھی قیامت کے دن اسے سزا دینے میں کسی قسم کا حیاء نہیں برتے گا۔

فَصْل : ۲۹

عزت وذلت اللہ کے اختیار میں ہے

(معاصی سے بندے کے دل میں پروردگار عالم کی عظمت وجلالت کم ہو جاتی ہے)

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ بندہ کے دل میں پروردگار عالم کی عظمت و جلالت کم ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت' وقار و ہیبت جو بندے کے دل میں ہونی چاہیے' قطعاً باقی نہیں رہتی۔ اگر قلب میں اس کی عفت و ہیبت موجود ہوتی تو وہ کبھی عصیان و نافرمانی کی جرأت نہیں کرتا۔

بسا اوقات بعض فریب خوردہ انسان یہ کہتے ہیں کہ اللہ کی بارگاہ سے بڑی امیدیں رکھتے ہیں اور اس کے عفو وکرم کی فراوانی ہم سے گناہ کراتی ہے۔ اس کی عظمت وجلالت ہمارے قلوب میں بے حد و بے پایاں موجود ہے' ذرا بھی کم نہیں ہوتی۔ لیکن یہ بات اس کے نفس کا ایک خطرناک مغالطہ اور دھوکہ ہے۔ کیونکہ اگر بندوں کے قلوب میں اس کی عظمت و جلالت' اس کی محرمات کی اہمیت ہوتی' تو بندے گناہ کا ارتکاب ہی کیوں کرتے؟ اس کی عظمت و جلالت اس کی محرمات کی اہمیت کا احساس بندوں اور گناہوں کے درمیان ایک زبردست دیوار ہے۔ جو بندوں کو گناہوں سے روکتی ہے' جو لوگ معاصی اور گناہ کرتے ہیں۔ درحقیقت وہ حق تعالیٰ کی اور اس کے اوامر ونواہی کی کوئی قدر وعظمت ہی نہیں کرتے' جو لوگ اللہ کے اوامر ونواہی کی قدر نہیں کرتے وہ اللہ تعالیٰ کی قدر کیا کر سکتے ہیں۔ اور اس کی امید ہی کیونکر کی جا سکتی ہے کہ ایسے بندوں کے قلوب میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت پیدا ہو سکتی ہے۔ یہ ایک محال سے محال اور ناممکن سے ناممکن امید ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ عاصی و نافرمان بندوں کے حق میں صرف اتنی سزا بہت کافی ہے کہ اس کے قلب میں اللہ جل جلالہ کی قدر وعظمت ختم ہو جاتی ہے اور اس کے محرمات کی اہمیت باقی نہیں رہتی۔ اس کے قلب سے حقوق الٰہی کی قیمت وقدر مفقود ہو جاتی ہے۔ جب کسی بندے کو یہ سزا

دی جاتی ہے تو پھر اس سزا سے ایک دوسری سزا اس لیے تجویز کی جاتی ہے اور وہ یہ کہ لوگوں کے دلوں سے اللہ تعالیٰ اس کی عظمت و ہیبت نکال دیتا ہے اور جس طرح اس نے احکام الٰہی کو بے وقعت بنا دیا ہے وہ خود بھی لوگوں کی نظروں میں ذلیل و بے وقعت بنا دیا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بندے کے دل میں جس قدر اللہ کی محبت ہوگی' اسی قدر لوگ اس سے محبت کریں گے۔ جس قدر اس کے اندر اللہ کا خوف ہوگا' اسی قدر لوگ اس سے ڈریں گے۔ جس قدر وہ حرماتِ الٰہی کی عظمت و تعظیم کرے گا' اسی قدر لوگ اس کی عظمت و تعظیم کریں گے۔ یہ کیوں کر ممکن ہے کہ یہ تو حرمات الٰہی کی حدیں توڑ دے۔ اور لوگ اس کی حرمات کی حدیں نہ توڑیں؟ کیا نافرمان بندہ اس کی امید و توقع رکھ سکتا ہے؟ حقوق الٰہی کی بے قدری کرنے کے بعد یہ کہاں ممکن ہے کہ اللہ لوگوں کی نظروں میں اسے بے قدر اور ذلیل نہیں کرے گا۔ کیا معاصی و گناہ کو بے قدر و بے وقعت سمجھنے کے بعد یہ ممکن ہے کہ مخلوق اسے بے قدر و بے وقعت نہ سمجھے؟ مالکِ ارض و سماوات نے قرآن حکیم کے اندر جہاں معاصی کا تذکرہ کیا ہے' وہاں اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ ارباب معاصی کے قلوب ان کی بداعمالیوں و بدکرداریوں کی وجہ سے الٹ دیئے گئے۔ ان کے قلوب پر پردے ڈال دیئے۔ گناہوں کی وجہ سے ان کے قلوب پر مہریں لگا دی گئیں اور انہیں اللہ تعالیٰ نے اسی طرح بھلا دیا ہے جس طرح انہوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ اِن کو اُس نے اس طرح ذلیل و رسوا کر دیا۔ جس طرح انہوں نے اُس کے دین کو ذلیل و رسوا کیا۔ ان کو اسی طرح تباہ و برباد کیا جس طرح لوگوں نے اس کے احکام و اوامر کو تباہ و برباد کر دیا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ ذلیل و خوار کرے اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا۔ جیسا کہ سورۂ حج میں وارد ہے:

﴿ مَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۝ ﴾ (الحج : ۲۲/ ۱۸)

''جسے رب ذلیل کر دے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں''۔

جب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرنے کے حکم کی بے قدری اور بے وقعتی کریں اور سجدہ سے جان چرائیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کو ذلیل کر دیتا ہے۔ اور جسے اللہ تعالیٰ ذلیل کرے اس کا اکرام و احترام کون کر سکتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ جس کی قدر و عظمت کرے اسے کون ذلیل کر سکتا ہے؟

فصل : ۳۰

معاصی کی سخت ترین سزا

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ گنہگار بندے کو بھلا دیتا ہے اور اسے اسی کے نفس اور شیطان کے حوالہ کر دیتا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ بندہ ہلاکت کے عمیق غار میں جا گرتا ہے۔ اور اس کی نجات کی کوئی امید ہی باقی نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ ﴾

(الحشر: ۵۹/ ۱۸، ۱۹)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ بھال لے کہ کل قیامت کے واسطے اس نے اعمال کا کیا ذخیرہ بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔ اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی انہیں اپنی جانوں سے غافل کر دیا اور ایسے ہی لوگ فاسق ہوتے ہیں"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ تقویٰ و پرہیزگاری کا حکم فرماتا ہے۔ اور اپنے مؤمن بندوں کو ان بندوں کی مشابہت سے روکتا ہے۔ جو تقویٰ کی راہ سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کو بھلا بیٹھے ہیں۔
اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ اگلے لوگوں میں کچھ لوگ ایسے تھے جو تقویٰ کی راہ چھوڑ بیٹھے تھے۔ اور اپنی مصالح کو عذاب سے نجات دینے والے۔ دائمی حیات بخش امور کو اور کمال لذت و سرور' کمال انعام کی موجب چیزوں کو بھلا بیٹھے تھے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو بھلا دیا۔ جب یہ لوگ عظمت الٰہی' خوفِ باری تعالیٰ اور احکام ربانی کو فراموش کر بیٹھے تو اللہ تعالیٰ

نے ان کو یہ سزا دی۔ عاصی اور نافرمان بندہ جب اپنی بھلائی کو فراموش کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے ذکر سے اس کے قلب کو غافل و بے خبر بنا دیتا ہے۔ اور بندہ ہوائے نفسانی کا پیرو بن جاتا ہے۔ جب خود بندہ اپنی بھلائی کو برباد کرنے میں اعتدال کی حدود کو توڑ کر افراط وتفریط کے دلدل میں پھنس جاتا ہے۔ تو لازمی طور پر اس کی ساری دنیا و آخرت کی بھلائیاں اس افراط و تفریط کی نذر ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ دنیا کی لذتیں اور مسرتیں اس قدر بے وقعت ہیں کہ اس کی حیثیت گرمی کے بادلوں یا وہم وخیال کے انباروں سے زیادہ نہیں ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

اَحْلَامُ نَوْمٍ اَوْ کَظِلٍّ زَائِلٍ
اِنَّ اللَّبِیْبَ بِمِثْلِهَا لَا یُخْدَعُ

''خواب کی باتیں ہیں یا چلتی پھرتی چھاؤں' عقل مند انسان کو ایسے امور سے دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔''

اور عظیم ترین سزا یہ ہے کہ بندہ خود اپنی جان کو بھی بھلا دیتا ہے اور اپنے اسی حصہ کو ٹھکرا دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ اسے عطاء کرنے والا تھا۔ اور اپنے اس حصہ کو وہ کھوٹے داموں رذیل و ذلیل امور کے عوض فروخت کر دیتا ہے۔ اور ایسی چیز کو ضائع کر دیتا ہے۔ جس کے بغیر اسے چارہ نہیں اور جس کے عوض کوئی دوسری چیز ہو ہی نہیں سکتی۔ اور ایسی چیز کے عوض ضائع اور برباد کر دیتا ہے۔ جس سے انسان بالکل مستغنی ہے۔ جو اس کے معاوضہ کے پلہ میں آ ہی نہیں سکتی۔ کسی شاعر کا قول ہے:

مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اِذَا ضَیَّعْتَهٗ عِوَضٌ
وَلَیْسَ فِی اللّٰهِ اِنْ ضَیَّعْتَهٗ عِوَضٌ

''ہر چیز کا اگر تم اسے ضائع کر دو تو عوض ممکن ہے لیکن اللہ کو چھوڑ دو تو اس کا عوض ممکن نہیں ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے سے مستغنیٰ ہے لیکن کوئی شے اس سے مستغنی نہیں۔ ہر شے سے وہ بندے کو محروم کر سکتا ہے لیکن بندے کو کوئی شے اللہ سے بے نیاز نہیں کر سکتی۔ ہر چیز کو اس کی جناب میں پناہ حاصل ہے لیکن کوئی چیز بندہ کو اللہ سے پناہ نہیں دے سکتی۔ جس اللہ کی

شان یہ ہو اس سے بندہ ایک لمحہ کے لیے بھی کیوں کر مستغنی اور بے پروا ہو سکتا ہے؟ بندہ اگر بندہ ہے تو اس کے ذکر سے کبھی غافل نہیں رہ سکتا۔ اس کے احکام کی خلاف ورزی ہرگز نہیں کر سکتا' کیونکہ اس میں خود بندے ہی کا نقصان ہے۔ اسی طرح بندہ خود اپنی جان کو بھلا دیتا ہے اور اپنے آپ کو سخت ترین خسارے میں ڈال دیتا ہے۔ اسی اپنی جان پر سخت سے سخت ظلم کرتا ہے۔ پروردگار تو اپنے کسی بندے پر ظلم نہیں کرتا بلکہ خود بندہ ہی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ پروردگارِ عالم نے اپنے بندوں پر کبھی ظلم نہیں کیا۔ بلکہ بندے خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہتے ہیں۔

فصل : ۳۱

توبہ کا دروازہ کھلا ہے

۷۸ معاصی اور گناہوں کی ایک یہ سزا بھی ہے کہ بندے کو اس کے گناہ دائرہ احسان سے خارج کر دیتے ہیں۔ اور محسنین کے اجروثواب سے اسے محروم بنا دیتے ہیں۔ جب بندے کے قلب میں احسان جاگزیں ہو جاتا ہے تو وہ بندے کو معاصی سے روکتا ہے۔ ایسا بندہ جب عبادت سرانجام دیتا ہے تو اس طرح انجام دیتا ہے گویا اللہ کے سامنے موجود ہے۔ اور یہ حالت اسی وقت ہوتی ہے جب کہ بندہ کے قلب میں ذکر الٰہی' اس کی محبت اور اس سے خوف وڈر کا اس پر غلبہ ہو اور غلبہ ایسا ہو کہ گویا بندہ اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ اور یہی وہ کیفیت ہے جو بندے کو معاصی کے ارتکاب سے باز رکھتی ہے۔ اور باز کیا رکھتی ہے ارتکاب معاصی کے ارادہ تک سے اسے دور رکھتی ہے۔ یہی کیفیت و حالت معاصی اور بندے کے درمیان حائل ہو جاتی ہے اور جب کوئی بندہ دائرہ احسان سے خارج ہو جاتا ہے' تو اپنے رفقاء خصوصی اور خوشگوار حیات اور اللہ کے کامل ترین بندوں کی رفاقت وتائید سے محروم ہو جاتا ہے

باوجود اس کے اگر اللہ تعالیٰ اس قسم کے کسی بندے کے لیے بھلائی چاہتا ہے تو اسے عام مومنین' عام اہل ایمان کے دائرہ میں برقرار رکھتا ہے۔ پھر بھی اگر وہ معاصی اور گناہوں سے احتراز نہیں کرتا' تو بالآخر اللہ تعالیٰ اسے عام اہل ایمان کے دائرہ سے بھی خارج کر دیتا ہے۔ جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ میں آیا ہے کہ:

((لَا یَزْنِی الزَّانِی حِیْنَ یَزْنِی وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَشْرَبُ الْخَمْرَ حِیْنَ یَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَسْرِقُ السَّارِقُ حِیْنَ یَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَنْتَهِبُ نُهْبَةً ذَاتَ شَرَفٍ یَرْفَعُ اِلَیْهِ النَّاسُ فِیْهَا اَبْصَارَهُمْ حِیْنَ

يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ)) ①

''زانی زنا کے وقت مؤمن نہیں رہتا۔ اور شراب خور شراب نوشی کے وقت مؤمن نہیں رہتا۔ اور چور چوری کے وقت مؤمن نہیں رہتا۔ اور لٹیرا ڈاکو جب کہ ایسی چیز لوٹتا ہے جس پر لوگوں کی نگاہیں اٹھتی ہیں تو اس وقت وہ مؤمن نہیں رہتا۔''

پس اے اللہ کے بندو! اپنے آپ کو معاصی اور گناہوں سے بچاؤ اور اچھی طرح بچاؤ۔ توبہ کرو کہ توبہ کا دروازہ اب بھی کھلا ہوا ہے۔

① صحیح بخاری۔ کتاب الاشربۃ۔ باب اقول اللہ تعالیٰ (انما الخمر والمیسر والانصاب......) (حدیث۔ ۵۵۷۸) صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب بیان نقصان الایمان بالمعاصی (حدیث۔ ۵۷)

فصل : ۳۲

ایمان اور خیر و فلاح سے دوری

جب کوئی بندہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور اہل ایمان کی رفاقت سے محروم ہو جاتا ہے تو ایمان کے ساتھ جو بھلائیاں وابستہ ہیں' ان سب سے بھی محروم ہو جاتا ہے

جو بندہ کہ مومنین کی رفاقت سے محروم ہو جاتا ہے اور دائرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی جانب سے جو بہترین مدافعت کرتا رہتا ہے' اس سے بھی یہ بندہ محروم ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ اللہ تو اہل ایمان کی جانب سے مدافعت کرتا ہے۔ اور یہ اپنے کو دائرہ ایمان سے خارج کر چکا ہے۔ اور اس لیے وہ اس خیر و فلاح سے بھی محروم کر دیتا جاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ایمان سے وابستہ قرار دیا ہے اور جن قیمتی خصوصیات کو اللہ تعالیٰ نے ایمان سے وابستہ قرار دیا ہے وہ تقریباً ایک سو ہیں۔ ان میں سے ہر خصوصیت سے دنیا و مافیہا کی خیر و فلاح وابستہ ہے:

۱ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم سے نوازتا ہے' ارشاد ہے:

﴿ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ ﴾ (نسا: ۴/ ۱۴۶)

''اور عنقریب اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اجر عظیم سے نوازے گا''۔

۲ دنیا اور آخرت کے شر اور برائیوں سے اللہ انہیں بچاتا اور ان کی مدافعت کرتا ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا ۝ ﴾ (حج: ۲۲/ ۳۸)

''یقیناً سچے مومنوں کے دشمنوں کو خود اللہ تعالیٰ ہٹا دیتا ہے (یعنی ان کے سر سے مومنوں کو بچاتا ہے)''۔

۳ عرش کے اٹھانے والے فرشتے ایمان والوں کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا ۝ ﴾ (مومن: ۴۰/ ۷)

''جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے عرش کے اردگرد تعینات ہیں۔ اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح و تقدیس بیان کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ایمان والوں کے لیے اپنے رب سے مغفرت مانگا کرتے ہیں۔''

٤ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے۔ اور جسے اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے اسے کوئی ذلیل نہیں کر سکتا۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۝ ﴾ (البقرۃ: ٢/ ٢٥٧)

''اللہ ایمان والوں کا دوست ہے''۔

٥ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ایمان والوں کو ہمیشہ ثابت قدم رکھیں اور ان کی امداد و اعانت کرتے رہیں۔ ارشاد ہے:

﴿ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۝ ﴾ (انفال: ٨/ ١٢)

''اے پیغمبر! اس وقت کو یاد کرو جب کہ آپ کا رب فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں سو تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ (یعنی مدد کرو)''۔

٦ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو عزت و توقیر عطاء فرماتا ہے' ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ (منافقون: ٦٣/ ٨)

''اور عزت صرف اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے۔''

٧ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ (انفال: ٨/ ١٩)

''اور بے شک اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔''

٨ دنیا و آخرت میں ایمان والوں کے مراتب بلند ہوتے ہیں' ارشاد ہوتا ہے:

﴿ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۝ ﴾ (مجادلہ: ٥٨/ ١١)

اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور جو علم دیئے گئے ہیں درجے بلند کرتا ہے''۔

۹ ایمان والوں کو اللہ دہری رحمت عطاء فرماتا ہے۔ اور ایسا نور عطاء فرماتا ہے جس کی روشنی میں ایمان والے چلتے پھرتے ہیں۔ نیز اللہ ان کے گناہ معاف فرماتا ہے۔

۱۰ ایمان والوں کے لیے اللہ تعالیٰ محبت کو عام کر دیتا ہے اور یہ اس طرح کہ وہ خود ان کو محبوب رکھتا ہے۔ پھر اپنے فرشتوں میں ان کو محبوب کر دیتا ہے اور پھر اپنے پیغمبروں اور صالح بندوں میں ان کو محبوب بنا دیتا ہے۔

﴿ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا ○﴾

(مریم: ۹۶/۱۹)

''بے شک جو ایمان لائے اور جنھوں نے شائستہ اعمال کیے ہیں ان کے لیے اللہ رحمان محبت پیدا کر دے گا''۔

۱۱ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو شدید ترین خوف و ہراس کے وقت بھی امن و اطمینان عطاء فرماتا ہے' ارشاد ہے:

﴿ فَمَنْ آمَنَ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○﴾

(انعام: ۴۸/۶)

''جو ایمان لایا اور اس نے اپنی حالت کی اصلاح کی۔ تو ایسے لوگوں پر نہ کسی طرح کا خوف طاری ہوگا اور نہ وہ آزردہ خاطر (مغموم و پریشان) ہوں گے''۔

۱۲ ایمان والے ان لوگوں میں شامل کر لیے جاتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے انعامات کیے ہیں' جن کی راہ دن رات میں سترہ مرتبہ طلب کرنے کیلئے ہمیں حکم دیا گیا ہے۔[1]

۱۳ ایمان والوں کے لیے قرآن حکیم ہدایت اور شفاء ہے' ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَعَرَبِيٌّ ۗ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ ۖ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۚ أُولَٰئِكَ يُنَادَوْنَ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ ○﴾ (حم: ۴۴/۴۱)

---

[1] شب و روز میں سترہ رکعت نماز فرض ہے۔ ان میں سے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔ جس کے اندر اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ۔ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ پڑھا جاتا ہے۔

"آپ کہہ دیجیے کہ یہ قرآن تو ایمان والوں کے لیے ہدایت وشفاء ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں تو بہرا پن اور بوجھ ہے اور یہ ان پر اندھا پن ہے' یہ وہ لوگ ہیں جو کسی بہت دور دراز جگہ سے پکارے جاتے ہیں"۔

مقصد یہ ہے کہ ایمان ہر خیر و برکت کو جلب کرتا ہے اور دنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں کا سبب ہے۔ جب حقیقت یہ ہے تو پھر بندہ اس اہم ترین چیز کو معمولی' اور بے قدر کیسے سمجھ سکتا ہے؟ اور وہ کام جو اسے دائرہ ایمان سے خارج کر دے۔ اور بندے اور اللہ کے درمیان حائل ہو جائے۔ اس کا ارتکاب وہ کیوں کر سکتا ہے؟ اگرچہ مؤمن دائرہ ایمان سے خارج نہ ہو لیکن اگر گناہوں پر بندہ اصرار ہی کرتا رہا تو خوف ہے کہ اس کا پورا قلب زنگ آلود ہو جائے۔ اور بالآخر اس بندے کو اسلام سے خارج ہی کر دے۔ اعاذنا الله من هذا۔ اور یہی وہ مقام خوف ہے جس سے سلف صالحین ہمیشہ ڈرتے رہے اور بہت ہی زیادہ ڈرتے رہے۔ جیسا کہ بعض سلف کا قول ہے:

((اَنْتُمْ تَخَافُوْنَ الذُّنُوْبَ وَاَنَا اَخَافُ الْكُفْرَ))

"تم گناہوں سے ڈرتے ہو مگر میں تو کفر سے ڈرتا ہوں۔"

فصل : ۳۳

سیر الی اللہ میں رکاوٹیں

◆ معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ انسان کا قلب سیر الی اللہ سلوک آخرت میں افتادہ پا' کاہل' سست اور پست ہمت ہو جاتا ہے۔ یا پھر فلاح ونجات کی راہ میں حجاب بن جاتے ہیں۔ اقدام سفر میں کاہلی اور سستی پیدا کر دیتے ہیں۔ اس کی ہمت اس قدر پست ہو جاتی ہے کہ اللہ کی طرف اس کا قدم اٹھنا ہی دشوار ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی اس وقت جب کہ معاصی اور گناہ اسے دوسری جانب نہ موڑ دیں۔ اس صورت میں گناہ منزل تک پہنچنے میں حجاب بن جاتے ہیں' اور سیر الی اللہ میں رکاوٹیں ڈال دیتے ہیں۔ پھر طالب کو گمراہ کر کے دوسری طرف لے جاتے ہیں۔ انسانی قلب کا یہ حال ہے کہ وہ اپنی قوت و طاقت ہی کے بل پر اللہ کی طرف بڑھتا ہے۔ اور جب معاصی اور گناہ اسے بیمار کر دیتے ہیں تو قلب کمزور ہو جاتا ہے۔ اور اس کی قوتِ اقدام اور طاقت سیر بھی کمزور ہو جاتی ہے' اگر اللہ نہ کرے قلب کی یہ قوت و طاقت بالکلیہ ختم ہو گئی تو سمجھ لو وہ اللہ سے بالکل ہی منقطع ہو جاتا ہے اور اس کا تدارک ناممکن ہو جاتا ہے۔ واللہ المستعان

پس معلوم ہوا گناہ یا تو قلب کو مردہ کر دیتے ہیں یا پھر خطرناک مرض میں مبتلا کر دیتے ہیں یا قلب کی قوتوں کو کمزور کر دیتے ہیں۔ اور ایسا ہونا لابدی اور ضروری ہے اور پھر قلب کی یہ کمزوری ان آٹھ صفات پر جا کر منتہی ہوتی ہے جس سے رسول اللہ ﷺ پناہ مانگا کرتے تھے اور وہ یہ ہیں:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ ضِبلَعِ الدَّیْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ))[1]

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الدعوات۔ باب التعوذ من غلبة الرجال (حدیث۔ ۶۳۶۳)

''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں فکر اور غم سے اور ناتوانی اور سستی سے اور بزدلی اور بخل سے اور قرض کے بوجھ سے اور لوگوں کے غلبے سے۔''

ان آٹھ میں سے ہر دو دو چیزیں قریب المعنی ہیں۔ ھم اور حزن قریب المعنی ہیں۔ اگر رنج و غم جو قلب پر وارد ہوتا ہے۔ مستقبل کی متوقع مصیبت کے متعلق ہے تو وہ ھم ہے اور اگر ماضی کی وجہ سے ہے تو حزن ہے۔ عجز و کسل قریب المعنی ہیں۔ اگر بندہ بوجہ عدم قدرت کے اسباب خیر وفلاح سے محروم ہے' تو یہ عجز ہے۔ اور اگر ارادہ کی کمزوری کی وجہ سے محروم ہے تو کسل ہے۔ جبن اور بخل قریب المعنی ہیں۔ اگر جسم و بدن اور قلب کی کاہلی کی وجہ سے انتفاع سے محروم ہے تو جبن ہے۔ اور اگر حب مال کی وجہ سے اس کے انتفاع سے محروم ہے تو بخل ہے۔ ضلع الدین اور قهر الرجال قریب المعنی ہیں۔ اگر کسی حق کی بنا پر دوسرا اس پر غالب آ جائے تو یہ ضلع الدین ہے۔ اور اگر باطل طریقہ پر دوسرا اس پر غالب آ جائے تو وہ قهر الرجال ہے۔

مقصود یہ ہے کہ گناہ ان آٹھ چیزوں کے جلب کرنے کے قوی ترین اسباب میں سے ہیں اور گناہ ان چیزوں کو اسی طرح جلب کرتے ہیں جس طرح دوسری احادیث کی رو سے۔

((جُهْدِ الْبَلَاءِ دَرَكِ الشَّقَاءِ سُوْءِ الْقَضَاءِ شَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ)) [1]

''بلاء کی سختی' بدبختی کی گرفت' فیصلہ کے برے نتائج اور دشمنوں کی ہنسی۔''

کو جلب کرتے ہیں۔ انعاماتِ الٰہیہ اور خیر و عافیت کو اللہ کی نعمت و خفگی سے تبدیل کر دیتے ہیں۔ نیز اللہ کے امور کی خفگی و ناراضی کے قوی ترین اسباب میں سے ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الدعوات۔ باب التعوذ من جهد البلاء (حدیث۔ ۶۳۴۷) صحیح مسلم۔ کتاب الذکر والدعاء۔ باب فی التعوذ من سوء القضاء (حدیث۔ ۲۷۰۷)

فصل : ۳۴

انعاماتِ الٰہیہ سے محرومی

❂ گناہ کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ بندہ اللہ کے انعامات سے محروم ہو جاتا ہے اور اللہ کی ناراضی و خفگی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جب کسی بندے سے کوئی نعمت سلب کر لی جاتی ہے یا وہ کسی نکبت و عذاب میں گرفتار ہو جاتا ہے تو اس کا سبب اس کی نافرمانی اور عصیان ہی ہوتے ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((مَا نَزَلَ بَلَاءٌ اِلَّا بِذَنْبٍ وَلَا رُفِعَ بَلَاءٌ اِلَّا بِتَوْبَةٍ))

''جو مصیبت نازل ہوتی ہے گناہوں کی وجہ سے نازل ہوتی ہے اور جو مصیبت رفع ہوتی ہے توبہ کی وجہ سے رفع ہوتی ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝ ﴾ (شوریٰ : ۴۲/ ۳۰)

''تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے اور اللہ بہت سی باتوں سے درگزر فرما لیتا ہے (معاف فرما دیتا ہے)''۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۝ ﴾ (انفال: ۸/ ۵۳)

''یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ کسی قوم پر کوئی نعمت انعام فرما کر پھر بدل دے جب تک کہ وہ خود اپنی اس حالت کو نہ بدل دیں جو کہ ان کی اپنی تھی''۔

اس آیت میں اللہ یہ خبر دیتا ہے کہ اللہ جس قوم یا جس شخص پر انعام فرماتا ہے اور اپنے لطف و کرم سے نوازتا ہے۔ اس کو اس وقت تک اس نعمت سے محروم نہیں فرماتا جب تک کہ وہ

خود اپنے کو محرومی کا حقدار اور مستحق نہ بنالیں۔ جب بندہ غلط راہ پر چل پڑتا ہے اور اللہ کی اطاعت و عبادت کی جگہ معصیت و گناہ اور شکر گزاری کی جگہ کفرانِ نعمت کرنے لگتا ہے اور اسبابِ رضاء مندی کی جگہ اسباب خشم (عتاب) و ناراضی پیدا کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی نعمتیں اس سے چھین لیتا ہے اور عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور بداعمالی کی سزا ٹھیک ٹھیک دی جاتی۔ جیسا عمل ویسی سزا۔ وَمَا رَبُّ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ تمہارا پروردگار بندوں کے حق میں ظلم نہیں کرتا۔ اگر بندہ طاعت و عبادت کو معصیۃ و گناہ سے تبدیل کر دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ بھی خیر و عافیت کو عقوبت و عذاب سے اور عزت کو ذلت سے بدل دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ۗ وَإِذَآ أَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝﴾

(رعد: ۱۳/ ۱۱)

”اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ اپنے سلوک میں ہرگز کوئی تغیر و تبدل نہیں کرتا جب تک وہ قوم خود اپنے اندر کوئی تغیر و تبدل نہ کر لیں اور جب اللہ کسی قوم کے حق میں برائی کا ارادہ فرماتا ہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا اور ان لوگوں کو اللہ کے مقابلہ میں کوئی حمایتی نہیں مل سکتا ہے۔“

بعض آثارِ الٰہیہ یعنی احادیثِ قدسیہ میں وارد ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((وَعِزَّتِي وَجَلَالِي لَا يَكُوْنُ عَبْدٌ مِنْ عُبَيْدِيْ عَلٰى مَا أُحِبُّ ثُمَّ يَنْتَقِلُ مِنْهُ إِلٰى مَا أَكْرَهُ إِلَّا انْتَقَلْتُ لَهٗ مِمَّا يُحِبُّ إِلٰى مَا يَكْرَهُ وَلَا يَكُوْنُ عَبْدٌ مِنْ عُبَيْدِيْ عَلٰى مَا أَكْرَهُ فَيَنْتَقِلُ عَنْهُ إِلٰى مَا أُحِبُّ إِلَّا انْتَقَلْتُ لَهٗ مِمَّا يَكْرَهُ إِلٰى مَا يُحِبُّ))

”میری عزت و جلال کی قسم ہے! جب میرا کوئی بندہ وہ کام کرتا ہے جو مجھے محبوب ہے اور پھر وہ اسے چھوڑ کر وہ کام کرنے لگتا ہے جو مجھے ناپسند ہے تو میں بھی اسے اس کی محبوب چیز سے محروم کر دیتا ہوں اور جو اسے مکروہ اور ناپسندیدہ ہے اس کی طرف منتقل کر دیتا ہوں۔ اور جب کوئی میرا بندہ مکروہ اور ناپسندیدہ کام کرتا ہے اور پھر وہ اسے ترک کر کے وہ کام کرنے لگتا ہے جو مجھے محبوب ہے تو میں اسے اس کی ناپسندیدہ چیز سے الگ کر کے اس کی محبوب و پسندیدہ چیز کی طرف لے جاتا ہوں۔“

اور کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے:

اِذَا كُنْتَ فِي نِعْمَةٍ فَارْعَهَا ۔۔۔ فَاِنَّ الذُّنُوبَ تُزِيلُ النِّعَمْ

''جب تمہیں کوئی نعمت حاصل ہو تو تم اس کی رعایت کرو کیونکہ گناہ نعمت کو زائل کر دیتے ہیں۔''

وَحُطَّهَا لِطَاعَةِ رَبِّ الْعِبَادِ ۔۔۔ فَرَبُّ الْعِبَادِ سَرِيعُ النِّقَمْ

''رب العباد کی طاعت سے گناہوں کو جھاڑ دو کیونکہ رب العباد بہت جلد انتقام لیا کرتا ہے۔''

وَاِيَّاكَ وَالظُّلْمَ مَهْمَا اسْتَطَعْتَ ۔۔۔ فَظُلْمُ الْعِبَادِ شَدِيدُ الْوَخَمْ

''جہاں تک ہو سکے بندوں پر ظلم کرنے سے احتراز کرو۔ کیونکہ ظلم کرنا بہت بھاری بوجھ ہے۔''

وَسَافِرْ بِقَلْبِكَ بَيْنَ الْوَرٰى ۔۔۔ لِتَبْصُرَ آثَارَ مَنْ قَدْ ظَلَمْ

''اپنے قلب سے دنیا کا سفر کرو تاکہ ظلم کرنے والوں کے آثار کا تمہیں پتہ چلے''

فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ بَعْدَهُمْ ۔۔۔ شُهُودٌ عَلَيْهِمْ وَلَا تَتَّهِمْ

''ظالموں کے یہ مکانات ان کے مرنے کے بعد ان کے خلاف شہادت دیتے ہیں اور تم ان کو جھٹلا نہیں سکتے۔''

وَمَا كَانَ شَيْءٌ عَلَيْهِمْ أَضَرَّ ۔۔۔ مِنَ الظُّلْمِ هُوَ الَّذِي قَدْ قَصَمْ

''ان کے حق میں ظلم سے زیادہ کوئی مضر چیز نہ تھی۔ اسی نے ان کو توڑ کر رکھ دیا۔''

فَكَمْ تَرَكُوا مِنْ جِنَانٍ وَمِنْ ۔۔۔ قُصُورٍ وَاُخْرٰى عَلَيْهِمْ اُطُمْ

''ان لوگوں نے کتنے ہی باغ اور کتنے ہی محل چھوڑے اور خود ان پر ملبوں کے ڈھیر لگ گئے۔''

صَلُّوا بِالْجَحِيمِ وَفَاتَ النَّعِيمُ ۔۔۔ وَكَانَ الَّذِي نَالَهُمْ كَالْحُلُمْ

''لیکن مرنے کے بعد سیدھے جہنم رسید ہوئے اور ساری نعمتیں ختم ہو گئیں اور جو کچھ دنیا میں ان کو ملا تھا خواب بن کر رہ گیا۔

فصل : ۳۵

طاعت: عبادت کا ایک مضبوط قلعہ

۳۱ معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نافرمان بندے کے دل میں مرعوبیت اور خوف پیدا کر دیتا ہے۔ گنہگار آدمی کو تم ہمیشہ مرعوب و خوف زدہ پاؤ گے کیوں کہ طاعت ہی ایک ایسی چیز ہے جو دنیا اور آخرت کی عقوبتوں سے بندے کو محفوظ رکھتی ہے۔ طاعت و عبادت اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہی اللہ تعالیٰ کا ایک مضبوط قلعہ ہے۔ جو آدمی بھی اس میں داخل ہو جائے گا دنیا و آخرت کی تکالیف سے محفوظ ہو جائے گا۔ اور جو بھی اس قلعہ سے باہر نکلے گا خوف و ہراس، مصائب و آلام کا شکار ہو جائے گا۔ جو بندہ طاعت الٰہی کو اپنا شیوہ بنا لے گا ہمہ قسم کا خوف و ہراس اس کے لیے امن و سکون، اطمینان و تسکین سے تبدیل ہو جائے گا۔ عاصی و نافرمان کا حال ہمیشہ تم ایسا ہی پاؤ گے گویا اسکا دل کسی پرندے کے پروں میں جوڑ دیا گیا ہے۔ دروازہ کھٹکا تو سمجھا کہ شکاری آ گیا۔ قدم کی آہٹ سنی سمجھا عزرائیل آ گیا۔ کہیں سے کوئی آواز آئی سمجھا اسی کو کچھ کہہ رہا ہے اور ہر ناگوار چیز گویا اسی کی تلاش میں پھر رہی ہے۔ پس حقیقت یہ ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہر خوف سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور جو اس سے نہیں ڈرتا تو ہر چیز اسے ڈراتی ہے۔ کسی شاعر نے کیا اچھی بات کہی ہے:

لَقَدْ قَضَى اللّٰهُ بَيْنَ الْخَلْقِ مُذْ خُلِقُوا ۔۔۔ أَنَّ الْمَخَاوِفَ وَالْأَجْرَامَ فِي قَرَنِ

"جب سے مخلوق پیدا ہوئی اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ رہا کہ مخاوف (ڈر و اندیشے) اور جرائم ہمیشہ ہم قرین رہے۔"

دلی وحشت اور دہشت کا سبب گناہ ہے

۳۲ معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ قلوب کے اندر خطرناک قسم کی وحشت پیدا کر دیتے ہیں گنہگار انسان ہمیشہ متوحش رہے گا۔ اپنی جان سے متوحش، پروردگار سے متوحش، اللہ

تعالیٰ کی مخلوق سے متوحش۔ جس قدر گناہ زیادہ کرے گا اس کی وحشت میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ اور یہ بالکل واضح ہے کہ توحش و خوف کی زندگی تلخ ترین زندگی ہوا کرتی ہے۔ اور بہترین زندگی وہ ہوتی ہے جو سکون و مانوسیت کی زندگی ہو۔ ایک عقل مند انسان لذت گناہ اور وحشت گناہ کا موازنہ کرے تو معلوم ہو جائے گا کہ اس کی حالت کس قدر خراب ہے؟ وہ کس قدر گھاٹے اور خسارے میں ہے؟ اور افسوس کرے گا کہ اس نے طاعت کی مانوسیت' طاعت کے امن وسکون' اطاعت کی حلاوۃ و شیرینی کو معصیت کی وحشت و معصیت کے خوف وہراس کے عوض کیوں فروخت کر دیا؟ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

إِذَا كُنْتَ قَدْ أَوْحَشَتْكَ الذُّنُوْبُ فَدَعْهَا إِذَا شِئْتَ وَاسْتَأْنِسُ

''جب گناہ تجھے وحشت میں مبتلا کر دیں تو گناہ کو ترک کر دے اور مانوسیت حاصل کرے۔''

مسئلہ کا اصل راز یہ ہے کہ طاعت و عبادت تقربِ الٰہی کا موجب ہے اور یہ تقرب جس قدر زیادہ ہوگا مانوسیت' طمانیت اور سکون زیادہ ہوگا' گناہ پروردگار سے دور کرتے ہیں اور جس قدر گناہ زیادہ ہوں گے' وحشت زیادہ ہوگی۔ مانوسیت اور وحشت کا اصل راز یہی ہے۔ دشمن کتنا ہی قریب ہو لیکن اس سے وحشت ہی ہوگی۔ اور محبوب کتنا ہی دور رہے مگر اس سے محبت اور انس ہی ہوگا۔ وحشت کا اصل سبب حجاب قلب ہے۔ یہ حجاب جس قدر غلیظ ہوگا اسی قدر وحشت زیادہ ہوگی۔ وحشت کا موجب گو غفلت ہے' لیکن معصیت و گناہ کی وحشت غفلت کی وحشت سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اور پھر معصیت کی وحشت سے زیادہ وحشت کفر ہے۔ اہل معاصی کو تم دیکھو گے کہ وہ جس درجہ کے معاصی کے مرتکب ہوں گے' اسی قسم کی اور اسی درجہ کی ان کو وحشت ہوگی۔ بڑے معاصی کی وحشت بڑی ہوگی اور چھوٹے کی چھوٹی۔ جس قدر معاصی بڑے ہوں گے وحشت بڑی ہوگی۔ اور جس قدر زیادہ ہوں گے وحشت زیادہ ہوگی۔ اور پھر وحشت کا یہ حال ہو جائے گا کہ اس کا قلب وحشتوں سے لبریز ہو جائے گا اور پھر اس کے چہرے سے وحشت برسنے لگے گی۔ اور وہ ساری مخلوق سے متوحش ہو جائے گا اور مخلوق اس سے متوحش ہو جائے گی۔

فصل : ۳۶

گناہوں سے اجتناب اور آخرت کی نعمتیں

۴۳ معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ قلب کی صحت وتندرستی بگڑ جاتی ہے اور وہ بیمار ہو جاتا ہے اور بیماری رفتہ رفتہ لا علاج و لا دوا ہو جاتی ہے۔ اور بالآخر کوئی دوا اور کوئی خوراک اسے نفع نہیں دیتی۔ امراض جس طرح جسم پر اثر انداز ہوتے ہیں اسی طرح گناہ قلوب پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ بلکہ قلوب کے حق میں گناہ ایسی خطرناک بیماری ہے جس کی کوئی دوا ہی نہیں ہے۔ اس کی دوا اور اس کا علاج صرف ایک ہی ہے کہ انسان گناہ کرنا چھوڑ دے۔

اربابِ سیر وسلوک کا اس پر اتفاق ہے کہ قلب اپنے مقصد میں صرف اسی وقت کامیاب ہوتا ہے جب کہ وہ اپنے مولیٰ کو پا جائے اور اس کو تقرب حاصل ہو جائے۔ یہ تقرب اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ قلب صحیح وسالم ہو۔ قلب اسی وقت صحیح وسالم ہوتا ہے جب کہ مرض دور ہو جائے۔ جب مرض دور ہو گیا تو صحت یقینی ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ نفسانی خواہشوں کی پیروی چھوڑ دی جائے۔ کیونکہ قلب کی بیماری یہی خواہشات ہیں۔ خواہشات کی خلاف ورزی قلب کی اصل شفاء اور تندرستی ہے۔ لیکن اگر مرض مزمن (پرانا) ہو گیا تو پھر مریض یا تو موت کا لقمہ بن جائے گا یا قریب المرگ ہو کر رہ جائے گا۔ خواہشات سے کنارہ کشی کرنے والے کے لیے تو مرنے کے بعد جنت ہی ٹھکانہ ہے لیکن اس کے قلب کو دنیا میں ہی جنت حاصل ہو جاتی ہے۔ جو لذت وسرور کی زندگی اسے حاصل ہوتی ہے۔ بڑی بڑی نعمتوں اور ثروتوں کے مالکوں کو بھی حاصل نہیں ہوتی۔ اس کی اور دنیا داروں کی لذتوں اور مسرتوں میں اتنا ہی فرق ہوتا ہے جتنا دنیا و آخرت کی لذتوں اور مسرتوں میں فرق ہے۔ اور اس حقیقت کی تصدیق ہر وہ شخص کر سکتا ہے جس نے ان لذتوں کا تجربہ کیا ہو۔ اور قرآن حکیم میں ہے:

﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ۝﴾ (انفطار: ۸۲/ ۱۴)

"بے شک نیک لوگ (جنت کے عیش و آرام) اور نعمتوں میں ہوں گے اور یقیناً بدکار لوگ دوزخ میں (سڑ رہے) ہوں گے"۔

اسے تم صرف آخرت ہی کی نعمت اور آخرت ہی کی جہنم میں محصور نہ سمجھنا۔ بلکہ یہ انسان کے ہر دور اور ہر سہ مقامات کے لیے وارد ہے۔ مقام دنیا' مقام آخرت' مقام برزخ ہر سہ مقامات پر یہ مشتمل ہے۔ ان تینوں مقامات میں "ابرار" نعیم میں ہوں گے اور "فجار" جھنم میں۔ نعیم و سرور تو درحقیقت وہی ہے جو قلب کو حاصل ہو اور عذاب بھی وہی ہے جو قلب کو محسوس ہو۔ اور ظاہر ہے کہ خوف و ہراس' حزن و ملال' ضیقِ صدر' اعراض عن اللہ اور تعلق غیر اللہ اور اللہ سے کٹ جانے سے زیادہ کونسا عذاب ہو سکتا ہے؟ یہ ضروری ہے کہ ان میں سے ہر وادی ایک جداگانہ شعبہ رکھتی ہے۔ بندہ اللہ تعالیٰ کے سوا جس چیز سے بھی تعلق اور رشتہ جوڑتا ہے۔ جس سے بھی محبت والفت کا رشتہ قائم کرتا ہے اس سے اس کو تکلیف پہنچنا لازمی ہے۔

غیر اللہ سے محبت کی سزا

جو آدمی اللہ کے سوا دوسری چیز سے محبت کرتا ہے اسے تین مرتبہ عذاب و تکلیف لازمی ہے۔ سب سے پہلے تحصیل کی تکالیف' تحصیل کے بعد اس کے سلب اور فوت کے خوف کی تکلیف' اور وہ تکالیف مزید جو اس کی تحصیل و تحفظ میں ہیں اور مخالف اسباب کے مقابلہ اور توڑ میں ہوتی ہیں۔ اور طرح طرح کی مشقتوں کا بار اٹھانا پڑتا ہے۔ تیسری مرتبہ وہ عذاب ہے جب اللہ تعالیٰ اس چیز کو اس سے سلب کر لیتا ہے۔ یہ تین قسم کا عذاب تو اسے اس دنیا میں ملتا ہے۔

عالمِ برزخ کا عذاب تین طرح کا ہے:

عالم برزخ میں بھی تین ہی قسم کا عذاب اور تکلیف ہوتی ہے "الم فراق" کہ اب دوبارہ اسے وہ چیز نہیں مل سکتی۔ "فوت' نعیم' عظیم" "مسرت عظیمہ کے فوت کا الم و رنج اور تکلیف کہ دنیا میں وہ ایسے کام کرتا رہا جو اس "نعیم عظیم" کے سراسر خلاف تھے۔ اور جس نعمت و سرور کے لئے اس نے خلاف ورزی کی تھی۔ اب وہ بھی فوت ہو گئی۔

دوسرا "الم حجاب" "الم حسرت" کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک زبردست حجاب حائل ہو جاتا ہے اور وہ حجاب کہ جس کے تصور سے بھی دل کے ٹکڑے ہو جاتے

ہیں۔ یہ غم وہم، حسرت وحزن اور رنج والم ان لوگوں کے اندر وہ کام کرتے ہیں جو جسم انسان کے اندر جراثیم اور کیڑے کیا کرتے ہیں۔ جسم کے جراثیم کے کام کا تو خاتمہ بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن ان ہموم وغموم کا کام تو ہمیشہ کے لیے جاری رہتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔

تیسرا الم و عذاب قیامت کے دن کا عذاب ہے کہ لوگ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے۔ اس دن کا عذاب (اللہ کی پناہ) بڑا ہی سخت، بڑا ہی خطرناک اور بڑا ہی دردناک ہے۔ بھلا کہاں یہ عذاب اور کہاں وہ نعمتیں اور مسرتیں۔

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی خوشی

پروردگارِ عالم سے انس اور اس سے محبت اس کے دیدار کا اشتیاق اس کے ذکر کی حلاوتیں اور لذتیں اور ان تمام برکتوں کو سامنے رکھ کر قلوب کی مسرتیں؟ اور یہ خوشیاں اور مسرتیں کیسی اور کس قسم کی ہوتی ہیں؟ ان کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حالت نزع میں بعض مخصوص بندوں کی زبان سے مارے خوشی کے یہ نکل جاتا ہے وَاطَرَبَاہ (رب کی ملاقات کس قدر مسرت آگیں ہے!)

اور بعض اللہ والوں کی زبان سے نزع کے وقت یہ کلمات نکل گئے۔ جو حالت اور کیفیت اس وقت مجھے حاصل ہے۔ اگر اہل جنت کو میسر آ جائے تو ان کی عیش و زندگی خوشگوار تر ہو جائے۔

بعض کی زبان سے یہ نکل گیا کہ یہ مساکین اہل دنیا، دنیا کے چلتے بنے۔ لیکن افسوس انہوں نے زندگی کی لذتیں نہیں چکھیں۔ افسوس وہ ان لذتوں سے محروم گئے جو ان کی لذتوں سے کہیں زیادہ قیمتی اور بہتر تھیں۔

بعض اللہ کے بندے اس حالت میں یہ کہتے نظر آئے کہ ہمیں جو چیز میسر ہے اگر بادشاہوں اور بادشاہ زادوں کو معلوم ہو جائے تو وہ ہماری گردنیں اڑا دیں۔

بعض یہ کہہ اٹھے کہ دنیا میں بھی ایک جنت ہے اور جو شخص اس جنت میں داخل نہیں ہوا وہ آخرت کی جنت میں کبھی داخل نہیں ہو گا۔

اے وہ انسان کہ جس نے ایک قیمتی چیز کو کھوٹے سکون کے عوض فروخت کر ڈالا۔ افسوس

تو نے بڑے سے بڑا خسارہ اٹھایا۔ اور اس سے زیادہ افسوس یہ ہے کہ تو اس خسارے کو سمجھ بھی نہ سکا۔ افسوس اگر اس متاع گراں بہا کی قیمت تو نہیں جانتا تھا تو تُو نے ان لوگوں سے کیوں نہ پوچھ لیا جو اسے خوب جانتے پہچانتے اور سمجھتے تھے؟ یا للہ العجب! تیرے پاس جو متاع اور سامان تھا اس کا خریدار خود اللہ تعالیٰ تھا۔ جس کی قیمت جنت الماویٰ کے چمن تھے۔ جس کے ہاتھ بیع شراء اور خرید و فروخت کا سودا ہو رہا تھا۔ اور جو اللہ کی جانب سے قیمت کی ذمہ داری لے رہا تھا۔ وہ خود سفیرِ الٰہی، رسولوں اور پیغمبروں کے امام محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔ افسوس پھر بھی تو نے اپنا مال و اسباب کم اور گھٹیا داموں فروخت کر دیا۔ ولنعم ما قال (خوب ہے جو کسی نے کہا)

اِذَا کَانَ هٰذَا فَعَلَ عَبْدٌ بِنَفْسِهٖ فَمَنْ ذَا الَّهٗ مِنْ بَعْدِ ذَالِكَ يُكْرِمُ؟

''جب بندہ خود اپنی جان کے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہے، تو پھر کون ہے جو ایسا کرنے کے بعد اس کی تکریم کرے گا؟''

﴿ وَ مَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۞﴾

(الحج: ۱۸/۲۲)

''اور جسے رب ذلیل کر دے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

فصل : ۳۷

روزِ محشر: گناہوں کا اثر

◆ گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ گناہوں سے قلب کی بصارت اور نور فنا ہو جاتا ہے۔ علم و ہدایت کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔ گناہ علم و ہدایت کی راہ میں حجاب بن جاتے ہیں۔

امام مالکؒ کی امام شافعیؒ کو نصیحت

چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ نے جب امام شافعی رحمہ اللہ کے اندر غیر معمولی ذہانت، علم و فضل کی صلاحیت دیکھی تو فرمایا:

((اِنِّیْ اَرَی اللّٰهَ تَعَالٰی اَلْقٰی عَلٰی قَلْبِكَ نُوْرًا لَا تُطْفِئْهُ بِظُلْمَةِ الْمَعْصِيَةِ))

''میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے قلب میں اللہ تعالیٰ نے نور ڈال دیا ہے۔ معصیت کی ظلمت سے تم اسے بجھا نہ دینا۔''

گناہوں سے نور قلب مضمحل اور کمزور ہو جاتا ہے اور ظلمت و تاریکی قوی تر ہو جاتی ہے۔ اور مسلسل گناہوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے تو دل اندھیری رات کی طرح تاریک ہو جاتا ہے اور اندھیرے کی طرح اندھیری رات میں بھٹکتا پھرتا ہے۔

اللہ اللہ! کجا یہ تقویٰ و پرہیزگاری کی عافیت و سلامتی؟ اور کجا یہ مشقتوں کی گراں باریاں؟ اور پھر گناہوں کی سیاہی قلب سے جسم اور اعضاء کی طرف آتی ہے۔ اور جس قدر معاصی ہوتے ہیں اسی قدر منہ اور چہرے کو سیاہ اور بے نور کر دیتے ہیں۔ پھر جب انسان مر کر عالم برزخ میں پہنچتا ہے تو اس کی قبر تاریک ہوتی ہے۔ جیسا کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((اِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مُمْتَلِئَةٌ عَلٰی اَهْلِهَا ظُلْمَةً وَاِنَّ اللّٰهَ يُنَوِّرُهَا بِصَلَاتِيْ

عَلَيْهِمْ)) (1)

''گنہگاروں کے لیے یہ قبریں ظلمت سے پر ہو جاتی ہیں۔ میری صلاۃ ودعاء سے اللہ تعالیٰ ان کو منور کر دیتا ہے۔''

پھر جب قیامت وحشر کا دن آئے گا تو یہ ظلمت پوری قوت سے اس کے منہ پر چھا جائے گی اور چہرہ کوئلہ کی مانند سیاہ ہو جائے گا۔ جسے لوگ دیکھیں گے۔ اللہ اللہ! یہ کیسی عقوبت و سزا ہوگی کہ دنیا ومافیھا کی تمام اگلی پچھلی لذتیں بھی اس کے مقابلہ میں رکھی جائیں تو اس عقوبت وسزا کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ پس اے تلخ عیش، تنگ دل اور درماندہ انسان تُو کس دن کب اور کس طرح انصاف کرے گا؟

حالانکہ دنیا کی اس زندگی کی حیثیت ایک خواب سے زیادہ نہیں ہے۔ واللہ المستعان

---

(1) صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز۔ باب الصلاۃ الی القبر (حدیث۔ ۹۵۶)

فصل : ۳۸

نفس کی ذلت ورسوائی

گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ گناہوں سے نفس ذلیل، حقیر اور ناپاک ہو جاتا ہے۔ حتی کہ ہر چیز ہر بات میں وہ حقیر و بے توقیر ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور طاعت وعبادت نفس میں نمو پیدا کرتی ہے اسے پاک کرتی ہے۔ آدمی کو باوقار و پر عظمت بنا دیتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝ ﴾ (الشمس:۹۱/ ۹-۱۰)

''جس نے اپنی روح کو پاک کیا وہ کامیاب ہوا اور جس نے اس کو خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہوا''۔

معنی یہ ہیں کہ جس نے نفس کو بڑھایا اور طاعت الٰہی کے ذریعے سے بلند کیا اس نے فلاح پالی۔ اور جس نے اسے پست کیا، حقیر کیا، مصیبتوں میں مبتلا کر کے چھوٹا کر دیا، وہ خسارہ میں ہے۔

آیت کے اندر لفظ ''دس'' وارد ہے۔ یہ ''قدسیہ'' سے ماخوذ ہے اور ''تدسہ'' کے معنی اخفاء کے ہیں۔ اس معنی میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ﴾ ''اس کو مٹی میں دبا دیتا ہے''۔

عاصی گنہگار اپنے نفس کو معصیت میں چھپاتا ہے اور اس معصیت کو بھی مخلوق سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ تاکہ رسوائی نہ ہو۔ حالانکہ وہ خود اپنی نگاہوں میں گر چکا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک گر چکا اور اللہ کی دوسری مخلوق کے نزدیک گر چکا۔ پس حقیقت یہ ہے کہ طاعت وعبادت، نیکی بندے کو بڑا بناتی ہے، عزت بخشتی ہے۔ بلند مرتبہ بنا دیتی ہے یہاں تک کہ اسے ہر چیز سے اشرف، بزرگ، پاک اور رفیع المرتبہ بنا دیتی ہے۔ اور باوجود ان ہمہ قسم کی عزتوں سربلندیوں

ی جب وہ اپنے آپ کو اللہ کے سامنے جھکا دیتا ہے اور حقیر و ذلیل بنا لیتا ہے تو اسی ذلت و حقارت کی وجہ سے اسے عزت و شرافت اور سر بلندی حاصل ہو جاتی ہے۔ پس حقیقت یہ ہے کہ معصیت و گناہ سے زیادہ بندے کو ذلیل و حقیر کر دینے والی کوئی چیز نہیں۔ اور طاعت و عبادت سے زیادہ شرافت اور سر بلندی عطاء کرنے والی کوئی چیز نہیں۔

فصل : ۳۹

شیطنت کی اسیری

گنہگار کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ وہ ہمیشہ شیطان کا اسیر، اور شہوات و خواہشات کا قیدی رہتا ہے۔ گویا وہ ایک دائمی قیدی ہے اور اس سے بدحال قیدی کون ہو سکتا ہے کہ اپنے سب سے بڑے عدو، سخت سے سخت دشمن کا اسیر بن جائے۔ خواہشات کے جیل خانہ سے زیادہ بری کوئی تنگ و تاریک جیل خانہ نہیں ہو سکتا۔ اور شہوات کی قید سے زیادہ بری کوئی قید نہیں ہو سکتی۔ پس جو آدمی کہ اسیر ہو جیل خانہ میں ہو، مقید ہو، وہ اللہ کو کیونکر پہچان سکتا ہے؟ اور کیوں کر اس کی جانب جھک سکتا ہے؟ جب کسی انسان کا قلب اسیر و قیدی بن جاتا ہے تو پھر ہر جانب سے اس کے لیے آفتیں ہی آفتیں ہیں۔ اور جس قسم کی اسیری ہو گی۔ اسی قسم کی آفتیں اتریں گی۔ قلب کا حال پرندے کا سا ہے۔ پرندہ جس قدر اونچی پرواز کرے گا اسی قدر وہ آفات سے محفوظ رہے گا۔ اور جس قدر اس کی پرواز نیچی رہے گی آفات کا نشانہ بن جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے:

((اَلشَّيْطَانُ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ)) ①

''شیطان انسان کے حق میں بھیڑیا ہے۔''

وہ بکری کہ جس کا کوئی چرواہا یا رکھوالا نہ ہو، وہ بہت جلد بھیڑیئے کے منہ میں چلی جاتی ہے۔ یہی حال انسان کا ہے۔ جب اللہ اس کا چرواہا یا رکھوالا نہیں ہو گا تو لازمی ہے کہ وہ بھیڑیئے کا شکار بن جائے گا۔ اور اللہ کی جانب سے اسے محافظ و نگہبان اسی وقت میسر ہو گا جب کہ وہ تقویٰ و پرہیزگاری کو اپنا شعار بنا لے۔ تقویٰ ایک دیوار ہے اور بھیڑیوں سے بچنے کے لیے ایک مضبوط قلعہ ہے۔ جس طرح کہ تقویٰ اور پرہیزگاری دنیا اور آخرت کی عقوبتوں اور

① مسند احمد (۵/ ۲۳۲۔۲۳۳) المعجم الکبیر للطبرانی (۲۰/ ۳۴۴) حلیة الاولیاء (۲/ ۲۴۷) اسنادہ ضعیف۔ العلاء بن زیاد نے معاذ رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔ درمیان میں مجہول راوی کا واسطہ ہے۔

آفتوں و مصیبتوں سے محفوظ رکھنے کی زبردست دیوار اور قلعہ ہے۔ بکری جب اور جس قدر اپنے چرواہے سے قریب ہوگی اسی قدر وہ بھیڑیوں سے محفوظ ہوگی اور جس قدر دور ہوگی بھیڑیوں سے قریب ہوگی۔ ①

اصل حقیقت یہ ہے کہ جو قلب اللہ تعالیٰ سے قریب ہوگا مصائب و آلام اور آفات و ابتلاآت سے دور رہے گا اور مصائب و آلام اس سے دور بھاگیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دوری کے بے شمار درجات ہیں: بعض درجے معمولی ہیں اور بعض بہت سخت خطرناک' غفلت بندے کو اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتی ہے لیکن معصیت و گناہ کی دوری اس سے کہیں زیادہ خطرناک ہوتی ہے' اور بدعت کی دوری اس سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ اور نفاق' کفر اور شرک کی دوری سب سے زیادہ خطرناک اور سب سے زیادہ مہلک ہوتی ہے۔

---

① مسند احمد (۵/ ۱۹۶) سنن ابی داود۔ کتاب الصلاۃ۔ باب التشدید فی ترك الجماعۃ' (حدیث۔ ۵۴۷) سنن نسائی۔ کتاب الامامۃ۔ باب التشدید فی ترك الجماعۃ (حدیث۔ ۸۴۶)

فصل : ۴۰

اللہ اور مخلوق کے درمیان دوریاں اور قربتیں

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ اللہ اور بندوں کی نگاہ میں گنہگار کی جاہ ومنزلت عزت و کرامت ختم ہو جاتی ہے۔ اور قدر و منزلت اس کی بڑھتی ہے جو اللہ کی عزت و کرامت ختم ہو جاتی ہے۔ اور قدر و منزلت اس کی بڑھتی ہے جو اللہ کی زیادہ اطاعت وفرمانبرداری کرتا ہے۔ جس بندے کی جیسی طاعت وعبادت ہوگی ویسی ہی اس کی قدر ومنزلت ہوگی۔ جو بندہ اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اللہ کی نگاہوں سے گر جاتا ہے اور بندوں کی نگاہوں سے بھی وہ گر جاتا ہے۔ اور جس کی قدر ومنزلت مخلوق اور بندوں میں نہ رہی اور ان کی نگاہوں میں بے قدر اور بے عزت ہو گیا تو مخلوق اس کے ساتھ برتاؤ اور سلوک بھی ویسا ہی کرے گی۔ جو اس کی قدر ومنزلت کے خلاف ہے۔ خستہ حال، بے عزت، بے آبرو، بے وقعت، بے دست و پا اور بے یار ومددگار ہو کر رہ جائے گا۔ اور پھر یہ ہمہ قسم کی مسرتوں سے محروم ہو جائے گا۔ اس کے ذکر خیر کا خاتمہ ہو جائے گا، قدر ومنزلت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ جاہ وعزت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور اب سرتاپا رنج وغم، حزن وہم بنا رہے گا۔ اس کی زندگی کی تمام ساعتیں اور سارے لمحے فرحت ومسرت سے خالی ہوں گے۔ پس اگر شہوات کا نشہ اسے بدمست نہ کر دیتا تو اسے پتہ چلتا کہ شہوات رانی اور شہوات کی لذت اندوزی کے مقابلے میں معصیت و نافرمانی کے یہ مصائب وآلام کس قدر دلدوز اور دردناک ہیں؟

خدائے ذوالجلال وذوالجبروت کی یہ بہت بڑی نعمت اور اس کا زبردست انعام ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کا ذکر خیر عام کر دے اور دنیا میں اس کے نام کو بلند کر دے۔ اور اس کی جاہ و منزلت، قدر وعظمت، غیرت ومقبولیت، اس کا ذکر جمیل اور شہرت اس قدر بڑھا دے کہ دوسرے کسی کو حاصل نہ ہو سکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴾ (ص: ۳۸/ ۴۵، ۴۶)

''اور اے پیغمبر! ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کو یاد کرو وہ ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے ہم نے انھیں ایک امتیازی بات یعنی آخرت کی یاد کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا''۔

یعنی ان پیغمبروں کو ہم نے ایک مخصوص خصوصیت سے نوازا۔ اور ان کے ذکر جمیل کو میں نے جہان میں عام کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہ الٰہی میں لسان صدق سے ذکرِ جمیل کی دعاء کی تھی اور اس دعاء کی مقبولیت کا یہ ثمر تھا' کہ آپ کا ذکرِ جمیل رہتی دنیا تک ہر خاص و عام میں جاری رہا اور رہے گا؟ قرآن حکیم کے اندر یہ دعاء اس طرح منقول ہے:

﴿ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴾ (شعراء: ۲۶/ ۸۴)

''آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر باقی رکھ۔''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر جمیل کے متعلق قرآن حکیم یوں ناطق ہے:

﴿ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴾ (انشراح: ۹۴/ ۴)

''اور ہم نے تمہارے ذکر خیر کا آوازہ بلند کر دیا۔''

پس وہ لوگ جو رسولوں کی اتباع و پیروی کرتے رہے۔ ان کو بھی ان کی طاعت و پیروی' متابعت و فرمانبرداری کے مطابق ذکر جمیل' ذکر خیر اور جاہ و منزلت کا حصہ حاصل ہوگا۔ اور جو ان کی مخالفت کریں گے' معصیت و گناہوں سے اپنے آپ کو آلودہ کریں گے' وہ بقدر مخالفت اور معصیت پیغمبروں کی اس میراث و ترکہ سے محروم رہیں گے۔

فصل : ۴۱

گناہ: مدح وقدح کے سنگم پر

گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ مدح وستائش' شرافت و بزرگی کے جس قدر بھی نام ہوتے ہیں۔ وہ گنہگار سے سلب کر لیے جاتے ہیں اور ان کی بجائے تحقیر و مذمت سے اسے یاد کیا جاتا ہے۔ یا تو وہ مومن' محسن' نیک' متقی' پرہیزگار' اطاعت گزار' منیب و ولی' متورع' مصلح' عابد' خائف من اللہ' کثیر التوبہ' طیب' اللہ کا پسندیدہ بندہ وغیرہ سے یاد کیا جاتا تھا۔ اور اب اسے فاسق' فاجر' بدکار' نافرمان' دشمن دین' بدعمل' بدکردار' مفسد' خبیث' مردود' زانی' چور' قاتل' کذاب' خائن' لوطی' عہد شکن' قاطع رحم وغیرہ جیسے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ تمام نام فسق و فجور کے نام ہیں اور فسق و فجور کے نام بہت ہی برے نام ہیں۔

قرآن حکیم کے اندر ہے:

﴿ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ ۝ ﴾ (حجرات: ۴۹/۱۱)

''اور ایمان لانے کے بعد غلط نام بہت ہی برا ہے۔''

اور یہ ظاہر ہے کہ یہ اسماء ایمان سے محرومی' ربّ منتقم کے قہر وغضب اور دخولِ جہنم اور رسوائی و ذلت کے موجب ہیں۔ اور پہلے نام ایمان' رضاء مندی رحمٰن' دخولِ جنت اور اس شرافت و بزرگی کے موجب ہیں۔ جو بندے کو دوسرے انسان کے مقابلہ میں شرافت و بزرگی اور برتری بخشتے ہیں۔

اگر معصیت و گناہ کی کوئی اور سزا نہ دی جائے اور صرف ان برے ناموں ہی کا مستحق بنا دیا جائے تب بھی عقل سلیم معصیت سے باز رہے گی۔ اور طاعت وعبادت کا صرف یہی صلہ کافی ہے کہ نیک نامی حاصل ہوتی ہے۔ اور نیکی کے ان مقدس ناموں سے بندہ یاد کیا جاتا ہے جو پسندیدہ ہیں۔ تو عقل سلیم طاعت وعبادت سے وابستگی و گرویدگی کا حکم دے گی۔ لیکن حقیقت

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے خیر وفلاح سے نوازے وہ کامیاب ہے اور اسے کوئی چھین نہیں سکتا۔ اور جس پر وہ اپنی خیر وفلاح کے دروازے بند کر دے اسے کوئی کھولنے والا نہیں۔ جسے وہ اپنی بارگاہ سے دور کر دے اسے کوئی پوچھنے والا نہیں اور جسے وہ اپنا مقرب بنا لے اسے کوئی دھتکارنے والا نہیں۔

﴿ وَ مَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۝ ﴾

(حج: ۲۲/ ۱۸)

''اور جس کو اللہ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں۔ اللہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔''

فصل : ۴۲

اولوالالباب سے خطاب

۷۹ معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ عقل انسانی کو خراب کر دیتے ہیں۔ تم ایسے دو آدمیوں کا موازنہ کرو جو عقل مند کہے جاتے ہوں۔ جن میں سے ایک اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار ہے اور دوسرا عاصی و نافرمان۔ یقیناً مطیع و فرمانبردار آدمی کی عقل و خرد وافر اور مکمل پاؤ گے اور اس کی فکر و رائے صحیح اور سلجھی ہوئی ہوگی۔ اصابت رائے سے وہ زیادہ قریب ہوگا اور یہی سبب ہے کہ قرآن حکیم کا زیادہ تر خطاب اولی الالباب اور اولی العقل سے ہوتا ہے' مثلاً:

﴿ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ ﴾ (بقرہ: ۲/ ۱۹۷)

"اے عقل مندو تم مجھ سے ڈرتے رہو۔"

○ اور:

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ ﴾ (مائدہ: ۵/ ۱۰۰)

"اے عقل مندو! تم اللہ سے ڈرتے رہو۔"

○ اور:

﴿ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ ﴾ (زمر: ۳۹/ ۹)

"نصیحت عقل مند لوگ ہی حاصل کرتے ہیں۔"

اس قسم کی آیتیں قرآن حکیم کے اندر بے شمار ہیں۔ اس شخص کو کون عقل مند کہے گا جو اس ذات کی نافرمانی کرے جس کے قبضہ قدرت میں اس کی جان ہے؟ جس کے گھر میں یہ رہتا ہے؟ اور اچھی طرح جانتا ہے کہ صاحب خانہ اسے دیکھ رہا ہے۔ اس کی تمام حرکات و سکنات کا وہ مشاہدہ کر رہا ہے۔ کوئی چیز اور اس کی کوئی بات اس سے مخفی نہیں اور پھر یہ کہ یہ اس کی ناراضی

بھی پسند نہیں کرتا۔ اور اس کی نعمتوں سے مستفید بھی ہونا چاہتا ہے۔ باوجود ان تمام باتوں کے ہمہ اوقات یہ وہی کام کرتا رہتا ہے جس پر اللہ کا غضب' قہر اور لعنت پڑتی رہتی ہے۔ وہی کام کرتا رہتا ہے جو اسے اس کی رحمت سے دور پھینک دے اور اسے اپنے دروازے سے نکال دے۔ اور جو اس کے لیے موجب ذلت ورسوائی ہیں اور اسے اس کے دشمن نفس اور شیطان کے حوالے کر دیتے ہیں۔ جو اس کے سخت ترین دشمن ہیں۔ اور اللہ کی نگاہوں سے اسے گرا دیتے ہیں اور اس کی رضاء مندی ومحبت سے دور پھینک دیتے ہیں۔ اور حال یہ ہے کہ بندوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک اللہ کی نزدیکی اور تقرب ہی میں ہے اور اس کے تقرب میں فوز وفلاح کی برکتیں میسر آ سکتی ہیں۔ اور اسی کے تقرب سے اولیاء اللہ میں اسے شمولیت نصیب ہوسکتی ہے۔ اور اللہ کا دیدار نصیب ہوسکتا ہے۔ یہ اور اس قسم کی بے شمار ولا تعداد نعمتیں' کرامتیں اور عزتیں اہل طاعت کے لیے موجود ہیں۔ اور جو عقوبتیں اور جو سزائیں اوپر بیان کی گئیں ان سے بھی کہیں زیادہ سزائیں اہل معصیت کو دی جائیں گی پس اس عقل کو عقل کون کہے گا؟ جو گھڑی بھر کی یا ایک دن کی یا چند دنوں کی لذت ومسرت کو کہ جس کی حیثیت ایک خواب سے زیادہ نہیں۔ آخرت کی دائمی نعمت' دائمی فوز وفلاح' عظیم ترین کامیابی وکامرانی کے مقابلہ میں ترجیح دے؟ آخرت کی فوز وفلاح تو وہ چیز ہے کہ دنیا وعقبیٰ کی تمام تر سعادتیں بھی اسی سے وابستہ ہیں۔ اگر کسی کے پاس وہ عقل نہیں ہے جو اس کے حق میں حجت کا کام نہ دے سکے تو وہ یقیناً مجنون اور دیوانہ ہے' بلکہ مجنون ودیوانہ تو اس سے اچھا ہے۔ کہ اسے انجام کی سلامتی اور آخرت کی عافیت ونجات تو میسر آئے گی۔ یہ تو عقل کی کوتاہی پر اس حیثیت سے روشنی ڈالی گئی...... اب عقل عیشی اور عقل معاشرتی کی کوتاہی پر بھی غور کرو۔ اگر مذکورہ نقصانات میں عقل عیشی کے نقصانات کا اشتراک نہ بھی سمجھا جائے تو ایک موٹی سی بات عقل عیشی کی کوتاہی وخرابی کی جانچ کی یہ ہے کہ ہم ایسے دو آدمیوں کو سامنے رکھیں جن میں سے ایک ہمارا مطیع وفرمانبردار ہے اور دوسرا نافرمان اور سرکش' صاف واضح ہو جائے گا کہ دونوں میں سے کون عقل مند ہے؟ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ کوتاہ عقلی کی مصیبت تو عام ہو چکی ہے اور درجہ جنون تک پہنچ چکی ہے۔ اور ظاہر ہے للجنون فنون (جنون کی بہت سی قسمیں ہیں) لیکن یہ ایک ایسا جنون ہے کہ بجز اللہ کے مخصوص بندوں کے' ہر چھوٹا بڑا اس میں مبتلا ہے یا للعجب یہ کیسی عقلیں اور کیسی عقل مندیاں ہیں؟ اگر عقلیں صحیح ہوتیں تو یہ بات نہایت آسانی سے سمجھ لیتیں کہ حقیقی لذت وفرحت' حقیقی سرور اور

خوشگوار عیش و زندگی تو وہی ہے جس میں منعم حقیقی و دانا کی رضاء مندیاں موجود ہوں' کیونکہ ہمہ قسم کی نعمتیں اسی کی رضاء مندی سے وابستہ ہیں اور اس کی خفگی اور ناراضی سے ہمہ قسم کے مصائب و آلام ہی وابستہ ہیں۔ پس واقعہ یہ ہے کہ آنکھوں کی ٹھنڈک' تسکین قلب' سرورِ نفس' حیاتِ قلب' لذت روح' لذت آنگین عیش۔ خوشگوار زندگی تو وہی ہے جس میں منعم حقیقی کی رضاء مندیاں شامل ہوں۔ جو قیمتی' انمول نعمتیں اسے منعم حقیقی کی رضاء مندی سے حاصل ہوں گی۔ وہ اس قدر بیش بہا ہوں گی کہ اگر اس کا شمہ (قلیل مقدار) برابر بھی دنیا و مافیہا کی نعمتوں کے مقابلہ میں رکھا جائے تو دنیا کی نعمتیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہوں۔ اگر کسی انسان کو اس نعمت میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ' معمولی سے معمولی حصہ بھی مل جائے تو وہ دنیا و مافیہا کو بھی اس کے عوض میں منظور نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ معمولی سا حصہ بھی اس قدر قیمتی ہو گا کہ دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت سے بھی زیادہ ہو گا۔ آخرت کی مختصر نعمت بھی ایسی ہو گی کہ وہ ان تمام مشقتوں اور انواع و اقسام کے ہموم و غموم سے پاک ہو گی۔ جو دنیاداروں کو دنیوی نعمتوں کی تحصیل میں برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ آخرت کی نعمتوں کا تو یہ حال ہے کہ ابھی دو نعمتیں بلا کسی مشقت و تکلیف کے مل گئیں اور دوسری دو نعمتوں کا انتظار ہے۔ اور اگر وہ بھی بلا مشقت و محنت کے حاصل ہو گئیں تو دوسری کا انتظار کرو۔ پس حقیقت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے:

﴿ إِن تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ ۖ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ ۗ ○ ﴾ (النساء: ۴/ ۱۰۴)

''اگر تمہیں تکلیف ہوتی ہے تو انھیں بھی تمہاری طرح تکلیف ہوتی ہے اور تم اللہ تعالیٰ سے وہ امیدیں وابستہ رکھتے ہو جو انھیں نہیں''۔

لا الہ الا اللہ! وہ آدمی کس قدر کوتاہ عقل و کم سمجھ کہا جائے گا کہ جو موتی کو مینگنی کے عوض' مشک کو گوبر کے عوض فروخت کر ڈالتا ہے۔ انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین کی رفاقت کے مقابلہ میں ان لوگوں کی رفاقت کو ترجیح دیتا ہے' جن پر اللہ کا غضب اتر چکا ہے۔ اور جن پر اس نے لعنت بھیجی ہے۔ اور جن کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے' جو بہت ہی برا مقام ہے۔

فصل : ۴۳

پروردگار عالم سے رشتہ منقطع ہو جائے تو ......

معاصی کی ایک بڑی سزا یہ بھی ہے کہ بندے اور پروردگار عالم میں جو رشتہ ہے۔ وہ گناہوں کی وجہ سے ٹوٹ جاتا ہے۔ اور جب یہ رشتہ ٹوٹ جاتا ہے تو خیر وفلاح کے تمام اسباب و ذرائع اس سے منقطع ہو جاتے ہیں۔ اور فساد وشر کے اسباب اس کے لیے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور یہ بالکل واضح ہے کہ جس کے لیے خیر وفلاح کے دروازے بند ہو جائیں اور صلاح ونجات کے اسباب و ذرائع منقطع ہو جائیں اور اپنے مالک اور پروردگار سے' اپنے مولیٰ و آقا سے اس کا رشتہ کٹ جائے۔ اور ایسے مالک' پروردگار' اور مولیٰ سے کہ جس سے بندہ ایک لمحہ کے لیے بھی مستغنی نہیں ہو سکتا۔ اور جس کے بغیر بندے کو چارہ نہیں جس کے رشتہ کا کوئی بدل ممکن نہیں۔ اس ذات سے رشتہ توڑنے کے بعد بندے کو کونسی فلاح ونجات میسر آ سکتی ہے؟ اور وہ کونسی امیدیں اور کس سے امیدیں قائم کر سکتا ہے؟ اور کونسی خوشگوار زندگی اسے حاصل ہو سکتی ہے؟ اس رشتہ کے ٹوٹنے کے بعد فساد وشر کے تمام اسباب و ذرائع اس سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔ جو بندے کو اس کے دشمنوں کے پھندوں میں جکڑ دیتے ہیں۔ اور اس پر دشمن کی حکومت قائم ہو جاتی ہے اور اسے اپنے حقیقی مولیٰ کی اطاعت سے دور پھینک دیتے ہیں۔ اور کون سمجھ سکتا ہے کہ پروردگار عالم سے رشتہ کٹ جانے اور اللہ کے دشمنوں سے رشتہ وابستہ ہونے کے بعد کس کس قسم کے آلام و مصائب اور کس کس قسم کے عذاب اس کے لیے مقدر ہیں؟ بعض سلف صالحین کا قول ہے کہ ''میں بندے کو اللہ حق سبحانہ وتعالیٰ اور شیطان کے درمیان لیٹا ہوا پاتا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ اس بندے سے اعراض کرتا ہے تو شیطان اس پر مسلط ہو جاتا ہے اور اس کی ولایت وحکومت قائم ہو جاتی ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اور اس پر اس کی نگرانی رہتی ہے تو

شیطان اس پر کسی طرح قابو نہیں پا سکتا۔"

چنانچہ سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَٰٓئِكَةِ ٱسْجُدُوا۟ لِءَادَمَ فَسَجَدُوٓا۟ إِلَّآ إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ ٱلْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِۦٓ ۗ أَفَتَتَّخِذُونَهُۥ وَذُرِّيَّتَهُۥٓ أَوْلِيَآءَ مِن دُونِى وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّۢ ۚ بِئْسَ لِلظَّٰلِمِينَ بَدَلًا ۝ ﴾

(کہف: ۱۸/ ۵۰)

"جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے سامنے سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سبھی نے سجدہ کیا یہ جنات میں سے تھا۔ اس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی کیا پھر بھی تم اسے اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر اپنا دوست بنا رہے ہو؟ حالانکہ وہ تمہارے قدیمی دشمن ہیں' ظالموں کا بہت برا بدلہ ہے۔"

حق سبحانہ و تعالیٰ اس آیت میں اپنے بندوں کو خطاب کرتا ہے کہ تمہارے دادا آدم کو میں نے کرامت' عزت اور بزرگی بخشی۔ دوسروں کے مقابلہ میں اس کی قدر و منزلت کو اونچا کیا' اور اس قدر فضیلت و برتری عطاء کی کہ اپنے فرشتوں کو میں نے حکم دیا کہ آدم کی تکریم و عزت کرو۔ اور اس کے سامنے تم تکریمی سجدہ بجالاؤ۔ فرشتوں نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ لیکن میرے اور آدم کے دشمن شیطان نے میرے حکم کو نہیں مانا۔ میری مخالفت کی۔ میری اطاعت سے روگردانی کی۔ اے بندو! پھر کیا تمہیں یہ زیب دیتا ہے کہ میرے اور اپنے دشمن اور اسی دشمن کی ذریات (اولادوں) کو اپنا دوست اور مددگار بناؤ اور مجھے چھوڑ دو؟ اور میری نافرمانی کرو۔ اور اس کی اطاعت کرو؟ میری مرضی اور رضاء مندی کے خلاف اس سے موالات و دوستی کرو؟ حالانکہ یہ تمہارے سخت ترین دشمن ہیں۔ تم میرے دشمنوں سے رشتہ قائم کر رہے ہو؟ حالانکہ میں نے تم کو حکم دیا کہ تم اس دشمن کو اپنا دشمن سمجھو۔

ظاہر ہے کہ بادشاہ کے دشمنوں سے جو شخص دوستی کرتا ہے وہ بھی بادشاہ کا دشمن ہے اور ویسا ہی دشمن ہے جیسا کہ پہلا دشمن ہوتا ہے۔ محبت' طاعت' فرمانبرداری کی تکمیل تو جبھی ہوتی ہے۔ جب کہ اپنے مطاع اور مولیٰ کے دشمنوں کو بھی اپنا دشمن سمجھے اور مولیٰ کے دوستوں سے محبت اور دوستی رکھے۔ اور یہ بھی اس وقت ہے جب کہ بادشاہ کا دشمن تمہارا دشمن نہ ہو لیکن وہ حقیقی معنوں میں تمہارا بھی سخت ترین دشمن ہے اور تمہارے اور اس کے درمیان بکری اور

بھیڑیئے کی عداوت و دشمنی سے زیادہ عداوت ہے۔ تو پھر تم اس سے دوستی کا رشتہ کیسے قائم کر سکتے ہو؟ عقل مند آدمی کے لیے کس طرح یہ سزاوار ہے کہ وہ اپنے اور اپنے مولیٰ کے دشمنوں سے دوستی کا رشتہ جوڑے۔ خصوصاً جب کہ وہ ایسا مولیٰ اور ایسا مددگار ہے کہ حقیقی معنی میں اس کے سوا کوئی مولیٰ اور مددگار ہے ہی نہیں۔ ربّ قدوس نے اس دشمن سے موالات و دوستی رکھنے کو نہایت ہی برا بتلایا ہے۔ صاف صاف فرما دیا:

﴿وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۚ﴾ (کہف:۱۸/۵۰)

"یہ تمہارے سخت ترین دشمن ہے۔"

اور پھر اس موالات کو ویسا ہی برا قرار دیا ہے جیسا کہ اس دشمن کو برا قرار دیا ہے فرمان الٰہی ہے:

﴿فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ ۗ﴾ (کہف:۱۸/۵۰)

"اس نے اپنے پروردگار کے حکم کی نافرمانی کی۔"

ان دو آیتوں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ شیطان پروردگار عالم کا بھی دشمن ہے اور ہمارا بھی۔ اور ان میں سے ہر دشمنی کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے سخت ترین عداوت و دشمنی رکھی جائے۔ پس ہمیں بتلاؤ کہ شیطان سے یہ موالات و دوستی کیسی؟ اور یہ کہاں کی عقل مندی ہے کہ خیر و فلاح کو شر اور برائی کے بدلہ فروخت کر دیا جائے؟ یقین کرو کہ یہ ظلم ہے، اور بہت بڑا ظلم ہے اور ظلم کرنے والوں کا بدلہ بہت ہی سخت اور برا ہے۔

اللہ کے اس ارشاد میں ایک لطیف قسم کا عتابی خطاب بھی ہے اور وہ یہ کہ شیطان میرا دشمن اس لیے ہے کہ تمہارے دادا آدم کو اس نے سجدہ نہیں کیا۔ میرے حکم کو اس نے ٹھکرا دیا۔ میرے دوست فرشتوں نے میرے حکم کو مانتے ہوئے آدم کو سجدہ کیا۔ تو شیطان سے میری دشمنی صرف تمہاری ہی وجہ سے ہے۔ اور اب اس عداوت اور دشمنی کا یہ نتیجہ کہ تم اس سے مصالحت و دوستی کا رشتہ جوڑ رہے ہو۔

فصل : ۴۴

گناہوں سے دین و دنیا کی برکتوں میں کمی

❖ معاصی اور گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ عمر' رزق' علم وعمل' طاعت وعبادت کی برکتیں چھن جاتی ہیں۔ دین و دنیا کی خیر و برکت اس سے سلب کر لی جاتی ہے چنانچہ نافرمان بندے کو تم سب سے زیادہ بے خیر و برکت پاؤ گے۔ نہ اس کی عمر میں برکت ہوگی نہ اس کے دین و دنیا کے کسی کام میں برکت ہوگی۔

زمینی برکتوں کا چھین لینا:

واقعہ تو یہ ہے کہ مخلوق کے گناہوں کی وجہ سے زمین کی برکتیں سلب کر لی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۝ ﴾ (اعراف: ۷/۹۶)

''اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم آسمان وزمین کی برکتیں ان کے لیے کھول دیتے۔''

اور ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۝ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۝ ﴾ (جن: ۷۲/۱۶)

''اور اگر یہ لوگ راہ راست پر سیدھے رہتے تو یقیناً ہم انہیں وافر پانی سے سیراب کرتے ہیں تاکہ اس نعمت میں ہم انہیں آزمائیں۔''

رزق سے محرومی:

گناہوں کے ارتکاب سے بندہ رزق وروزی سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ [1] حدیث میں

---

[1] مسند احمد (۵/ ۲۷۷) سنن ابن ماجه۔ المقدمة۔ باب فی القدر (حدیث۔ ۹۰'۴۰۲۲)

ہے:

((اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِیْ رَوْعِیْ أَنَّهٗ لَنْ تَمُوْتَ نَفْسٌ حَتّٰی تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ فَاِنَّهٗ لَا یُنَالُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ اِلَّا بِطَاعَتِهٖ① وَاِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الرَّوْحَ وَالْفَرَحَ فِی الرِّضَاءِ وَالْیَقِیْنِ وَجَعَلَ الْهَمَّ وَالْحُزْنَ فِی الشَّكِّ وَالسَّخَطِ)) ②

''روح القدس نے میرے قلب میں یہ بات القا فرمائی ہے کہ کوئی انسان اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ اپنا رزق پورا نہ کرلے پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اچھے طریقے سے اس سے طلب کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مل سکتا ہے اس کی طاعت ہی سے مل سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے رحمت اور فرحت اپنی رضاء مندی اور یقین ہی میں رکھی ہے۔ شک اور اس کی خفگی میں ھم وحزن کے سوا کچھ نہیں۔''

وہ حدیث قدسی جو امام احمد نے کتاب الزھد میں بیان کی ہے جسے تم اوپر پڑھ چکے ہو کہ:

((اَنَا اللّٰهُ اِذَا رَضِیْتُ بَارَكْتُ وَلَیْسَ بِبَرَكَتِیْ مُنْتَهٰی ' وَاِذَا غَضِبْتُ لَعَنْتُ وَلَعْنَتِیْ تُدْرِكُ السَّابِعَ مِنَ الْوَلَدِ)) ③

''میں اللہ ہوں' میں راضی ہو جاؤں تو برکت دیتا ہوں۔ اور میری برکت کی کوئی انتہا نہیں ہے اور جب میں خفا ہوتا ہوں تو لعنت بھیجتا ہوں اور میری لعنت اس کی ساتویں اولاد تک پہنچتی ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ رزق و عمل کی وسعتیں اس کی کثرت و فراوانی کی وجہ سے نہیں ہیں۔ عمر کی زیادتی' مہینوں اور برسوں کی کثرت کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ رزق و عمر کی کثرت و وسعت یہ ہے کہ اس میں برکت پیدا ہو۔ اور تم اوپر پڑھ چکے ہو کہ بندے کی عمر وہی ہے جس میں اسے

① مستدرك حاكم (۲/ ۴) مسند البزار (الكشف: ۱۲۵۲) سنن ابن ماجه۔ كتاب التجارات۔ باب الاقتصاء فی الطب (حديث۔ ۲۱۴۴)

② حلیة الاولیاء (۴/ ۱۲۱) مسند الشهاب (۱۱۱۹٬۹۴۷) تاريخ بغداد (۷/ ۱۹۵) اسناده ضعيف جدا۔ خالد بن یزید العمری موضوع روایات بیان کرتا ہے۔

③ كتاب الزهد للامام احمد (۲۹) زم الهوى لابن الجوزى (۱۸۲)

زندگی ملے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی دوسری جانب مشغول ہو جائے۔ اس کی زندگی کہاں؟ اس زندگی سے تو چوپایوں کی زندگی اچھی۔ انسان کی زندگی تو اسی وقت ہے جب کہ اس کا قلب اور روح زندہ ہو' اور قلب کی زندگی اسی وقت ہے جب کہ وہ اپنی خاطر خالق کی معرفت حاصل کرے۔ اس سے محبت کرے اور اس کی عبادت کرے۔ اور اسی کی بارگاہ میں رجوع کرے۔ اسی کی چوکھٹ پر سر جھکائے۔ اسی کے ذکر سے طمانیت وسکون اور اس کے تقرب سے انس حاصل کرے جس نے یہ زندگی کھو دی اس نے ہر قسم کی خیر وفلاح کھو دی۔ اگر چہ اسے کچھ دنیا بھی مل گئی ہو۔ لیکن اس زندگی کے عوض تو ساری دنیا بھی مل جائے تو ہیچ ہے۔ بندہ جس چیز کو بھی کھو بیٹھے اس کا عوض اور بدل ممکن ہے' لیکن اللہ کو کھو بیٹھنے کا کوئی عوض اور بدل ہی نہیں ہے۔ فقیر ومحتاج بالذات غنی بالذات کا بدل' عاجز بالذات قادر بالذات کا عوض' مردہ زندے کے برابر کیوں کر ہو سکتا ہے؟ مخلوق خالق کا بدل کس طرح ہو سکتا ہے؟ وہ مخلوق کہ جس کا وجود بالذات نہیں۔ جس کی کوئی چیز بالذات نہیں' اس ذات کے عوض و بدلے میں کیوں کر لی جا سکتی ہے جس کا غنا بالذات' جس کی حیات و زندگی کمال وجود' رحمت سب کچھ بالذات اور لوازمات ذات میں سے ہیں۔ جو شخص ایک ذرہ کا بھی مالک نہیں اس ذات کے بدلہ میں کیونکر لایا جا سکتا ہے جو آسمانوں اور زمینوں کی مالک اور مختار ہے؟

معصیت سے رزق و عمر کی برکتیں اس لیے سلب ہو جاتی ہیں کہ معصیت اور ارباب معصیت پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے۔ اور ان پر اس کی حکومت قائم ہو جاتی ہے۔ اور اہل عصیان کے تمام دفاتر اس کے پاس ہوتے ہیں۔ اور ظاہر ہے شیطان کا قرب جسے بھی ہو گا برکت اس سے سلب کر لی جائے گی۔ اور یہی وجہ ہے کہ کھانے پینے' کپڑا پہننے' سواری' جماع وغیرہ مواقع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنا شارع نے مشروع فرمایا ہے۔ اس لیے کہ ذکر الٰہی خیر و برکت کا موجب ہے۔ اور ذکر باری تعالیٰ سے شیطان بھاگتا ہے۔ اور اس سے حصول برکت کی راہیں کھل جاتی ہیں۔ اللہ کی برکت کو کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ اور ہر وہ چیز جو اللہ کے سوا کسی اور کے لیے ہو' اس سے برکت چھین لی جاتی ہے۔ کیونکہ برکت تو پروردگار عالم ہی کی بارگاہ سے اترتی ہے۔ اور ساری برکتیں وہیں سے آتی ہیں۔ اور ہر وہ چیز جو اس کی طرف منسوب ہوتی ہے'

مبارک ہوتی ہے اس کا نام مبارک ہے اور اس کا رسول مبارک ہے۔ اس کا وہ بندہ مبارک ہے جو ایمان رکھتا ہے۔ اور اللہ کی مخلوق کو نفع پہنچتا ہے۔ بیت اللہ الحرام مبارک ہے۔ ملک شام مبارک ہے۔ سرزمین شام کی برکتوں کا ذکر قرآن حکیم کے اندر چھ آیتوں میں کیا گیا ہے۔ پس دنیا میں اس کی ذات کے سوا کوئی مبارک نہیں۔ پس ہر و چیز جو اس سے نسبت نہیں رکھتی۔ یعنی اس کی محبت اور رضاء سے نسبت نہیں رکھتی' اس میں کسی قسم کی برکت نہیں ہوتی۔

یوں تو ساری کائنات اس کی ربوبیت و خالقیت سے نسبت رکھتی ہے لیکن اس کی ربوبیت ورضاء مندی کی نسبت نہ ہو تو وہ بے برکت ہے۔ دنیا کی ہر وہ چیز خواہ وعیان واشخاص ہوں۔ خواہ اقوال وگفتار یا اعمال وکردار جو بھی اللہ سے بعید اور دور ہے' اس میں خیر و برکت نہیں جو چیز اس سے قریب ہو گی بقدر قربت اس میں خیر و برکت ہو گی۔ اور برکت لعنت کی ضد ہے پس وہ زمین کہ جس پر اللہ نے لعنت کی یا وہ آدمی کہ جس پر اس کی لعنت ہو یا وہ کام کہ جس پر اللہ کی لعنت ہو' خیر و برکت سے دور اور بہت ہی دور ہو گا۔ اور وہ چیزیں بھی خیر و برکت سے محروم ہوں گی جن کا ان ملعون چیزوں سے کسی قسم کا تعلق ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمن ابلیس پر لعنت بھیجی اور اپنی ساری مخلوق سے اسے دور تر پھینک دیا ہے اور اس لیے ہر وہ چیز جس کو ابلیس سے کسی قسم کی بھی نسبت' اور تعلق ہو گا۔ اس پر بقدر نسبت و تعلق لعنت ہو گی۔ ظاہر ہے کہ عمر' رزق' علم وعمل وغیرہ سے برکتوں کے سلب ہونے میں گناہوں کو بڑا دخل ہے۔ اور معاصی کے اثرات بہت دور رس ہیں۔ پس وہ وقت جس کے اندر تم اللہ کی نافرمانی کرو یا وہ مال جس کے ذریعہ اللہ کی نافرمانی ہو یا وہ جسم اور مال' قوت جاہ ومنزلت اور علم وعمل جس کے ذریعہ اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو وہ اللہ کے یہاں نافرمانی کرنے والے کے خلاف حجت ہے اور یہ اس کے حق میں قطعاً مفید نہیں ہے۔ صرف وہی چیز کارآمد ہو گی جو طاعت الٰہی میں صرف کی جائے اور یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ سو' سو برس زندہ رہتے ہیں لیکن ان کو بمشکل بیس سال کی عمر نصیب ہوتی ہو گی۔ بعض کے پاس سونے چاندی کے انبار ہوتے ہیں اور مال و دولت سے ان کے خزانے پُر ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں اس میں سے ایک ہزار درہم بھی اس کی قسمت میں نہیں ہوتے۔ یہی حال جاہ ومنزلت اور علم کا ہے۔ جامع ترمذی میں ہے:

((اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَمَا وَالَاہُ اَوْ عَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ)) ①

''دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے سوائے باری تعالیٰ کے یا جو اس سے تعلق رکھے۔ یا عالم یا متعلم۔''

ایک دوسری حدیث میں ہے:

((مَلْعُوْنَۃٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِیْھَا اِلَّا مَا کَانَ لِلّٰہِ)) ②

''دنیا ملعون ہے اور دنیا میں جو کچھ ہے ملعون ہے سوا اس کے کہ جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔''

جو چیز اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔ اسی میں اللہ تعالیٰ کی خیر و برکت ہوا کرتی ہے۔ واللہ المستعان۔

---
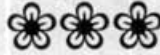
① سنن ترمذی۔ کتاب الزھد۔ باب (۱۴) (حدیث۔ ۲۳۲۲) سنن ابن ماجہ۔ کتاب الزھد۔ باب مثل الدنیا (حدیث۔ ۴۱۱۲)

② شعب الایمان للبیہقی (۱۰۵۱۲) والزھد لہ (۲۴۳) اسنادہ ضعیف۔ سفیان ثوری راوی ہے نیز عبداللہ بن جراح راوی میں بھی کلام ہے یہ حدیث مرسلا بھی مروی ہے دیکھئے کتاب الزھد للامام احمد (۴۷) ذم الدنیا لابن ابی الدنیا (۷) امام دارقطنی (العلل: ۵/ ۸۹) اور امام ابو حاکم الرازی (العلل: ۲/ ۱۲۴) نے اس کے مرسل ہونے کو راجح قرار دیا ہے۔

فصل : ۴۵

ایسی بلندی، ایسی پستی: الامان!

❖ معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ گناہ انسان کو سفلہ اور پست کر دیتے ہیں حالانکہ یہ علو و رفعت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

مخلوق کی اقسام:

اللہ تعالیٰ نے مخلوق دو قسم کی پیدا کی ہے۔ علیہ (رفیع المرتبہ) سفلہ (پست) پہلی قسم کا مقام علیین ہے۔ اور دوسری کا ''اسفل السافلین'' اہل طاعت کو وہ دنیا اور آخرت دونوں میں علو و رفعت عطاء فرماتا ہے۔ اور اہلِ معصیت کو دنیا و آخرت دونوں میں ذلیل و پست کر دیتا ہے۔ اہل طاعت کو اللہ نے ہمیشہ اپنی عزیز ترین مخلوق بنایا اور ساری مخلوق سے ان کو عزیز رکھا ہے۔ معصیت کو اس نے ذلیل ترین چیز قرار دیا۔ اہل طاعت کو اس نے ہمیشہ عزت دی اور نافرمانوں کو ذلیل و خوار کیا۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((جُعِلَتِ الذِّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلٰى مَنْ خَالَفَ اَمْرِی)) [1]

''میرے حکم کی مخالفت کرنے والے کے لیے ذلت و خواری لازم کر دی گئی ہے۔''

انسان جب گناہ اور اللہ کی نافرمانی کرتا ہے تو اپنے درجات سے نیچے گرتا چلا جاتا ہے اور جوں جوں گناہ کرتا رہے گا نیچے گرتا چلا جائے گا۔ تا آنکہ وہ اسفل ترین درجہ میں جا گرے گا اور جب وہ طاعت و عبادت سے اپنے کو مزین و آراستہ کرے گا درجہ بدرجہ بلند ہوتا چلا جائے گا تا آنکہ وہ اعلیٰ علیین تک پہنچ جائے گا۔

کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک انسان اپنی زندگی میں ترقی و رفعت کے کام بھی انجام دیتا ہے اور تنزل و انحطاط کے بھی۔ اسی صورت میں اس کی شمولیت اسی جانب ہو گی جو جانب غالب ہو گی۔ ایک آدمی سو درجے ترقی کرتا ہے جو اور ایک درجہ نیچے گرتا ہے۔ اس کا حال وہ

---

[1] مسند احمد (۲/ ۵۰، ۹۲) مسند عبد بن حمید (۸۴۸) مصنف ابن ابی شیبۃ (۴/ ۵۷۵)

نہیں ہے جو اس کے برعکس عمل کرنے والے کا ہے' سو درجے نیچے گرتا ہے اور صرف ایک درجہ ترقی کرتا ہے۔

اس موقعہ پر بعض لوگوں کو سخت مغالطہ ہو جاتا ہے اور وہ یہ کہ انسان کبھی کسی بڑے گناہ کی وجہ سے اس قدر نیچے گر جاتا ہے کہ مقام رفعت سے بہت دور جا پڑتا ہے اتنا دور کہ جیسے مشرق و مغرب یا زمین و آسمان۔ اب اس تنزل کے مقابلہ میں وہ ہزار درجہ بھی ترقی کر جائے تو اس کی تلافی ناممکن ہوتی ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((انَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ الْوَاحِدَةِ لَا يُلْقِى لَهَا بَالاً يُهْوَى بِهَا فِي النَّارِ اَبْعَدُ مِمَّا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ)) [1]

"بندہ کبھی لاپرواہی کی وجہ سے کوئی بات ایسی کہہ جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ جہنم کے ایسے گڑھے میں پھینک دیا جاتا ہے جس کی گہرائی مشرق و مغرب کے فاصلہ سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔"

اس قسم کے تنزل و انحطاط کی تلافی کس بلندی اور کونسی ترقی سے ہو سکتی ہے؟

انسانی انحطاط کی وجوہات:

حقیقت یہ ہے کہ تنزل و انحطاط تو انسان کے لیے لابدی چیز ہے لیکن اس کی شکلیں مختلف ہیں۔ بعض لوگ غفلت کی وجہ سے نیچے گر جاتے ہیں۔ ایسے لوگ جب بیدار ہوتے ہیں تو اپنے اصل درجہ بلکہ اس سے بھی بلند ہو جاتے ہیں۔ جس قدر بیداری ہو گی اسی قدر بلندی ورفعت بھی ہو گی۔

بعض لوگ کسی مباح چیز میں الجھ جانے کی وجہ سے نیچے گر جاتے ہیں۔ طاعت و عبادت کا ارادہ ہی ان میں بیدار نہیں ہوتا۔ اس قسم کے لوگوں کی حالت مختلف ہوا کرتی ہے۔ جب اس قسم کے لوگ طاعت کی طرف رجوع کرتے ہیں تو کبھی وہ اپنے ترقی و بلندی کے اصل درجہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ کبھی اس سے بھی بلند مقام تک پہنچ جاتے ہیں' اور کبھی اس سے پیچھے رہ جاتے ہیں' اور کبھی ایسے لوگوں میں ایسی ہمت پیدا ہو جاتی ہے کہ پہلے جو ہمت تھی اس سے کہیں زیادہ

[1] صحيح بخاري. كتاب الرقاق. باب حفظ اللسان (حديث. ٦٤٧٧) صحيح مسلم. كتاب الزهد. باب حفظ اللسان (حديث. ٢٩٨٨) واللفظ له

ہمت آ جاتی ہے' اور کبھی یہ ہمت پست بھی ہو جاتی ہے اور کبھی ویسی ہی ہمت آ جاتی ہے جو پہلے تھی۔

بعض لوگ معصیت اور صغیرہ یا کبیرہ گناہوں کی وجہ سے اصل درجہ سے نیچے گر جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کیلئے اپنے اصل درجہ تک پہنچنے کیلئے توبہ نصوح اور انابت صادقہ ضروری ہے۔

توبہ کرنے سے پہلے جیسا مقام ممکن ہے؟

یہاں اس بارے میں علماء میں اختلاف ہے اور وہ یہ کہ کیا توبہ کرنے سے گنہگار آدمی اپنے اصل مقام اور اصل درجہ تک پہنچ سکتا ہے؟ اور اس طور پر کہ گناہ کا اثر بالکل محو ہو جائے اور کسی قسم کا بھی اثر باقی نہ رہے۔ یا وہ اپنے اصل مقام اور اصل درجہ تک پہنچ ہی نہیں سکتا اور توبہ کا اثر صرف اس قدر ہے کہ عقوبت وسزا اس پر سے ساقط ہو جائے گی۔ تقرب کا درجہ اس نے کھو دیا ہے وہ حاصل ہی نہیں ہو سکتا۔ علماء اس بارے میں مختلف رائیں رکھتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں: انسان جن اوقات میں گناہ کرتا ہے ان اوقات میں وہ طاعت وعبادت میں مشغول رہ کر ترقی کے چند مدارج اور طے کر سکتا تھا۔ اس کے اندر ترقی مدارج کی استعداد وقابلیت موجود تھی۔ اس لیے وہ اپنے سابقہ اعمال صالحہ اور نیکیوں کے ساتھ ترقی کر سکتا تھا اور آگے بڑھ سکتا تھا۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ ایک انسان روزانہ اپنے مال کے ذریعہ تجارت کرتا ہے۔ جس قدر مال زیادہ ہوتا ہے وہ زیادہ منفعت حاصل کرتا ہے۔ معصیت یا تعطل کے زمانہ میں یہ ترقی اور منفعت اپنے اعمال صالحہ اور اصل راس المال کے ساتھ رک جاتی ہے۔ جب وہ دوبارہ عمل شروع کرے گا تو نئے سرے سے وہ نیچے سے اوپر کی طرف سعود وترقی کرے گا۔ لیکن اس سے پیشتر وہ مسلسل ترقی ہی کر رہا تھا۔ اگر نہ رکتا تو کتنی ترقی کرتا۔ ترقی تو دوبارہ عمل شروع کرنے پر ہوئی۔ مگر ظاہر ہے کہ ان ہر دو ترقیوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

بعض علماء اس کی تمثیل اس طرح پیش کرتے ہیں کہ دو آدمی دو الگ الگ زینوں پر چڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ ان میں سے ایک کچھ نیچے اتر گیا اور پھر چڑھنا شروع کیا۔ یہ ظاہر ہے جو اترا نہیں وہ آگے ہی ہوگا اور جو اترا وہ ہمیشہ نیچے ہی رہے گا۔ بات بالکل صاف ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس بارے میں ایک نہایت ہی عمدہ فیصلہ کیا ہے جسے تسلیم کیے بغیر چارہ ہی نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ بعض لوگوں کی توبہ اس قدر وزنی ہوتی ہے کہ اس کا نیکی کا پلہ بہت ہی جھک جاتا ہے اور اس کی ترقی کا درجہ جو پہلے تھا

اس سے بھی بلند ہو جاتا ہے۔ اور بعض اپنے سابقہ درجہ کے برابر کوئی درجہ پا لیتے ہیں۔ بعض اپنے سابقہ درجہ تک نہیں پہنچ پاتے اور بعض اپنے سابقہ درجہ تک ہی پہنچ کر رہ جاتے ہیں۔

مصنف کا فیصلہ:

میں کہتا ہوں کہ یہ کمی وبیشی اور اختلافِ مدارج ہر ایک کی توبہ وانابت اور استغفار کی کیفیت کی بنا پر ہے۔ گنہگار بندہ جب اپنے معاصی کی وجہ سے شرمندہ اور شرمسار ہو جاتا ہے اور اس کے اندر ذلت وخواری' عاجزی وانکساری' خاکساری وفروتنی' خشوع وخضوع' رجعت الی اللہ' اجتناب معاصی' خوف وخشیت' تضرع وزاری کی خاص کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ چیزیں کبھی کسی کے اندر پوری قوت سے نمو کرتی ہیں۔ جس سے توبہ کرنے والا اس درجہ سے بھی آگے نکل جاتا ہے جہاں وہ گناہ کرنے سے پہلے تھا اور گناہ سے پیشتر وہ جس درجہ نیک تھا اس سے کہیں زیادہ نیک بن جاتا ہے۔ ایسے آدمی کے حق میں گناہ ایک رحمت بن جاتی ہے۔ گناہ سے قبل اس کا قلب غرور آشنا تھا۔ عجب ونخوت اس کے اندر بھری ہوئی تھی۔ اسے اپنے نفس پر اعتماد تھا۔ اپنے اعمال پر تکیہ اور بھروسہ تھا۔ گناہ کی وجہ سے یہ تمام برائیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ اور اب وہ اپنے مولیٰ' سید اور آقا کی چوکھٹ پر اپنی پیشانی ٹیک دیتا ہے اور عاجزی' انکساری' فروتنی اور خاکساری کے ساتھ اپنے رخسار اس کی دہلیز پر رگڑنے لگتا ہے اور اللہ کی قدر ومنزلت پہچاننے لگتا ہے' اپنی محتاجی اور بے کسی وبے بسی کا اعتراف اپنے قلب کی گہرائیوں سے کرنے لگتا ہے' اپنی حفاظت اور عفو وترحم اور مغفرت ونجات کے لیے اپنے آپ کو اپنے سید' مولیٰ اور خالق کا سراسر محتاج سمجھنے لگتا ہے۔ قلب سے صولت (ہیبت) وتمکنت (شان وشوکت) اور عبادت وطاعت کا غرور جو پہلے تھا ختم ہو جاتا ہے۔ طاعت وعبادت کی شیخیاں اور کبر ونخوت نکل جاتے ہیں۔ خود بینی وخود ستائی کا بت پاش پاش ہو جاتا ہے۔ اور خطا کاروں' گنہگاروں کی صف میں آ کر اپنے رب کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے اور شرم وندامت' خوف ورجاء کے ساتھ اس کے آگے سر جھکا دیتا ہے۔ لرزتے ہوئے' کانپتے ہوئے' اپنے کو حقیر وہیچ اور اپنی طاعتوں اور عبادتوں کو لاشئی محض اور اپنے گناہوں کو بھاری' وزنی جرم سمجھ کر اس کے سامنے سرخم کر کے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور اپنی جان کو سراسر ناقص' ناچیز' ناپاک' ناکارہ اور بدترین خلائق سمجھنے لگتا ہے اور اپنے رب کو ہمہ قسم کے کمالات اور حمد وثنا کا واحد مستحق سمجھتا ہے اور اسی کو اپنا حاجت روا ماننے لگتا ہے۔

فصل : ۴۶

توبہ کرنے کے بعد

ایسے آدمی کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو کچھ بھی مل جاتا ہے اور جو نعمت بھی اسے عطاء کی جاتی ہے۔ چھوٹی ہو یا بڑی اسے بہت زیادہ اور بہت بڑی نعمت تصور کرتا ہے' اور اپنی ذات کو وہ اس سے کم تر سمجھتا ہے' اور حقیر سے حقیر نعمت کا بھی وہ اپنے کو مستحق نہیں سمجھتا اور ہر ابتلاء و مصیبت کا اپنے آپ کو اہل اور مستحق سمجھتا ہے۔ بلکہ بڑی سے بڑی مصیبت کا وہ اپنی ذات کو مستوجب سمجھتا ہے۔ بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ احسان ہی کیا ہے کہ گناہ و جرم کی مقدار کے مقابلہ میں اسے کچھ بھی سزا نہیں دی۔ کیونکہ جرم کے مقابلہ میں جس سزا کے وہ لائق تھا' وہ ایسی تھی کہ بڑے بڑے پہاڑ بھی اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ ایک عاجز و کمزور بندہ؟ کیونکہ گناہ اگرچہ چھوٹے سے چھوٹا بھی کیوں نہ ہو۔ مگر اس عظیم ترین ذات کے مقابلہ میں ہے' جس سے کوئی بھی بڑا نہیں۔ جس سے کوئی جلیل و بزرگ اور کبیر و برتر نہیں۔ چھوٹی بڑی تمام نعمتوں کا دینے والا ہی ایک اکیلا ہے' دوسرا کوئی نہیں۔ اس کا مقابلہ کس قدر قبیح' شنیع اور ناجائز ہوسکتا ہے۔ دنیا کی ہر قوم مؤمن اور کافر اپنے عظماء' اجلاء اور سرداروں کا مقابلہ ایک قبیح ترین حرکت سمجھتی ہے۔ اس قسم کے لوگوں کا مقابلہ وہی آدمی کرتا ہے جو سب سے زیادہ رذیل ہوتا ہے' جس کے اندر جوہر مروت نام کو نہیں ہوتا۔ جب اس قسم کے لوگوں کا مقابلہ ذلیل ترین حرکت ہے تو پھر اس ذات کا مقابلہ کس قدر رذیل و ذلیل حرکت ہو گی جو سب سے بڑا' سب سے زیادہ با اختیار' اور زمینوں و آسمانوں کا مالک' حاکم اور سلطان معبود ہے؟ اگر اس کی رحمت اس کے غضب پر' اس کی مغفرت اس کی عقوبت پر غالب نہ آتی تو ساری زمین زلزلوں سے پاش پاش ہو جاتی۔ اگر حلم و بردباری' مغفرت و بخشش نہ ہوتی تو بندوں کے گناہوں کی وجہ سے آسمان و زمین اپنی اپنی جگہ سے ہٹ جاتے اور دنیا تباہ ہو جاتی۔ چنانچہ سورۂ فاطر کے اندر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ○ ﴾ (فاطر: ۳۵/۴۱)

''یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ موجودہ حالت کو چھوڑ نہ دیں اور اگر وہ موجودہ حالت کو چھوڑ دیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان کو تھام بھی نہیں سکتا بے شک وہ تحمل والا بخشنے والا ہے۔''

آیت کے آخر میں اللہ کے دو دو نام آئے ہیں۔ ان پر غور کرو یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام اسماء میں سے ان دو ناموں کا ذکر فرمایا ہے۔ اور آیت کو ان ہی دو ناموں پر ختم کیا ہے کہ وہ ''حلیم'' و ''غفور'' ہے۔ غور کرو اللہ کے کیا کیا راز اس میں مضمر اور پوشیدہ ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ مجرموں اور گنہگاروں کے ساتھ حلم و بردباری اور مغفرت و درگزر سے کام لیتا تو آسمان و زمین اپنی جگہ سے ٹل جاتے اور دنیا تباہ ہو جاتی۔ چنانچہ سورۂ مریم کے اندر کافروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ○ ﴾

(مریم: ۱۹/ ۹۰)

''قریب ہے کہ اس قول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزے ریزے ہو جائیں''۔

اور یہ تو معلوم ہے کہ صرف ایک گناہ کی پاداش میں اللہ نے ہمارے والدین آدم علیہ السلام و حوا علیہا السلام کو جنت سے باہر کر دیا۔ اور صرف ایک ہی گناہ اور ایک ہی بات کی خلاف ورزی کی پاداش میں ابلیس کو راندۂ درگاہ کر دیا۔ اسے عالم ملکوت سے خارج کر دیا اور آسمانوں سے نکال باہر کیا۔ لیکن پھر بھی ہم احمقوں کا حال وہی ہے جو کسی شاعر نے کہا ہے:

نَصِلُ الذُّنُوبَ إِلَى الذُّنُوبِ وَنَرْتَجِي
دَرَجَ الْجِنَانِ لَدَى النَّعِيمِ الْخَالِدِ

''ہم گناہوں پر گناہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور امید یہ رکھتے ہیں کہ نعمت لازوال کے ساتھ جنت ملے گی۔''

وَلَقَدْ عَلِمْنَا أُخْرِجَ الْأَ بَوَيْنِ مِنْ
مَلَكُوتِهَا الْأَ عَلَى بِذَنْبِ وَاحِدِ

''حالانکہ ہم یہ جانتے ہیں کہ ہمارے والدین (آدم وحواؑ) کو اللہ نے صرف ایک گناہ کی بنا پر اپنے عالم ملکوت سے باہر نکال دیا تھا۔''

مقصد یہ ہے کہ بندہ توبہ کرنے کے بعد، قبل گناہ سے بھی بہتر ہو جاتا ہے۔ جو درجہ اسے پہلے حاصل تھا اس سے بلند تر مقام پر جا پہنچتا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ گناہ اس کی ہمت توڑ دیتا ہے جس سے اس کے تمام عزائم وارادے پست ہو جاتے ہیں۔ اور قلب کی صحت اس قدر خراب ہو جاتی ہے کہ توبہ بھی اگلی صحت تک پہنچنے میں اس کی امداد نہیں کرتی۔ اس لیے وہ اپنے فوت شدہ درجہ کو پھر حاصل ہی نہیں کر سکتا۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مرض زائل ہو جاتا ہے اور اسے وہی صحت حاصل ہو جاتی ہے جو اسے پہلے حاصل تھی اور اب وہ اسی کے مثل عمل کرنے لگتا ہے اور اپنے اصل درجہ کو پالیتا ہے۔ لیکن یہ تمام باتیں اسی وقت ہوتی ہیں کہ انسان کا تنزل وانحطاط گناہ ومعصیت کی وجہ سے ہوا ہو۔ اگر یہ تنزل وانحطاط کسی ایسے امر کی وجہ سے ہے جو اصل ایمان میں خلل انداز ہے مثلاً شکوک وشبہات، ریب وتردد اور نفاق وغیرہ کی وجہ سے ہے تو اس کا تدارک پھر نئے سرے سے ایمان لائے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ ایسے آدمی کی ترقی کی کوئی امید نہیں۔

فصل : ۴۷

اللہ کی ہر مخلوق : معاصی کی مخالفت میں

۶۳ معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ اللہ کی ہر مخلوق گنہگار کے خلاف جری اور دلیر ہو جاتی ہے۔ شیاطین بھی جری اور دلیر ہو جاتے ہیں اور اسے ایذا اور تکلیفوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ ورغلاتے، بہکاتے اور وسوسے ڈالتے ہیں۔ خوف و ہراس میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ دھوکہ دیتے ہیں اور ان چیزوں اور ان باتوں سے اسے غافل کر دیتے ہیں جن سے اس کی مصلحتیں وابستہ ہوتی ہیں۔ اور جنہیں فراموش کرنے سے اس کو سخت نقصان پہنچتا ہے۔ شیاطین اس پر اس قدر غالب آ جاتے ہیں کہ اللہ کی نافرمانی کی طرف اسے زبردستی دھکیل کر لے جاتے ہیں۔ نیز انسانی شیاطین بھی اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور اس کی موجودگی اور عدم موجودگی میں ہر ممکن ایذا دیتے اور اسے تکلیفیں پہنچانے لگتے ہیں۔ اس کے گھر کے لوگ، خدام، نوکر چاکر، اس کی اولاد، پڑوسی سب کے سب اس کے خلاف ہو جاتے ہیں۔ اور اسے ستانے کی کوششیں کرتے ہیں۔ حیوانات، چوپائے بھی اس کے خلاف جری اور دلیر ہو جاتے ہیں۔ اسلاف میں سے بعض بزرگوں نے کہا ہے:

((اِنِّیْ لَأَعْصِی اللّٰهَ فَاَعْرِفُ ذَالِكَ فِیْ خُلُقِ امْرَءَتِیْ وَدَابَّتِیْ)) [1]

"جب کبھی مجھ سے اللہ کی کوئی نافرمانی ہو جاتی ہے تو اس کا اثر مجھے اپنی بیوی اور سواری کے جانوروں تک میں محسوس ہوتا ہے۔"

اسی طرح حکام اس کے خلاف اقدام کرتے ہیں۔ اور عدل و انصاف کی مسند پر بیٹھ جاتے ہیں۔ تو اس پر پوری پوری حدود جاری کرتے ہیں اور سخت ترین سزائیں دیتے ہیں۔

اور خود اس کا نفس ہی اس کے خلاف جری ہو جاتا ہے کہ شیر کی طرح اس پر حملہ آور ہوتا

[1] حلیة الاولیاء (۸/ ۱۰۹)

ہے اور اسے مشکلات اور دشواریوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور اسے اس قدر مجبور اور بے دست و پا کر دیتا ہے کہ اگر کبھی وہ نیکی کا ارادہ بھی کرتا ہے تو نفس سرکشی کرتا ہے اور اتباع نہیں کرتا۔ اسے خواہ مخواہ گھسیٹ کر اسی طرف لے جاتا ہے جہاں اس کی ہلاکت و تباہی کے سارے سامان جمع ہوتے ہیں۔ اور ایسا کیوں اور کس لیے ہوتا ہے؟ اس لیے ہوتا ہے کہ طاعت الٰہی، عبادت خداوندی، رب العالمین کا ایک مستحکم و مضبوط قلعہ ہے اور اس میں جو بھی داخل ہو جاتا ہے اسے کامل امن مل جاتا ہے اور جو اس سے باہر نکل جاتا ہے اس پر ڈاکو اور راہ زن وغیرہ حملہ کر دیتے ہیں۔

معاصی اور گناہ جس قسم کے اور جس درجہ کے ہوں گے اس قسم کی اور اسی درجہ کی آفتیں، اس پر حملہ آور ہوں گی، جنہیں کوئی روک ہی نہیں سکتا۔

ذکرِ الٰہی، طاعتِ خداوندی، صدقہ، خیرات، جہلاء کو ہدایت و تلقین، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایسی زبردست اور مقدس چیزیں ہیں کہ وہ بندے کی حفاظت اسی طرح کرتی ہیں جس طرح انسان کی قوت، آنے والے یا آئے ہوئے مرض کی مقاومت و مدافعت کرتی رہتی ہے۔ اگر یہ قوت ختم ہو جاتی ہے تو مرض پوری قوت سے حملہ کر دیتا ہے اور بالآخر اسے ہلاک کر ڈالتا ہے۔ آدمی کے لیے وہ قوت ضروری ہے جو دفاع کر سکے۔ کیونکہ نیکیوں اور گناہوں کے نتائج ایک دوسرے کی مدافعت کرتے ہیں۔ جو غالب آ جاتا ہے اسی کا حکم چلتا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

اہل ایمان کی جانب سے اللہ تعالیٰ ہمیشہ مدافعت کرتا رہتا ہے۔ اور ایمان نام ہے قول و عمل کا، تو جس قدر قوت ایمانی زیادہ ہو گی قوت مدافعت بھی زیادہ ہو گی۔ واللہ المستعان

فصل : ۴۸

گناہ، قلب اور نفس مطمئنہ

۶۳ معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ معاصی بندے کی معاد و معاش کی ضروریات میں خلل اور رخنے پیدا کر دیتے ہیں۔ ہر انسان اس امر کا محتاج اور سخت محتاج ہے کہ وہ اپنے معاد و معاش' آخرت اور دنیا کے مفادات و نقصانات کو زیادہ سے زیادہ سمجھنے کی کوشش کرے اور معاصی و گناہ اس معرفت و سمجھ سے انسان کو قطعاً محروم کر دیتے ہیں۔ اور ان امور کی تفصیل سب سے زیادہ وہی جان سکتا ہے' جو معاد و معاش کی معرفت زیادہ رکھتا ہو۔ اور سب سے زیادہ قوی عقل مند وزیرک وہی ہے جو اپنے نفس و ارادہ پر غالب اور حاوی ہو اور اپنے ارادہ کو اسی جگہ استعمال کرے جہاں اسے نفع مل سکے۔ اور ان چیزوں سے باز رہے جن سے اس کو نقصان پہنچتا ہو۔ اور اس بارے میں لوگوں کی ہمتیں' معرفت و ادراک' مقامات و منزلیں مختلف اور متفاوت ہیں۔ سب سے بڑا عارف وہ ہے جو سعادت و شقاوت کے اسباب کی پوری پوری معرفت رکھتا ہو اور سب سے بڑا دانش مند وزیرک' اور راز آگاہ وہ ہے' جو شقاوت کے مقابلہ میں سعادت کو ترجیح دے۔ اور وہ شخص بڑا ہی بے وقوف اور احمق ہے جو سعادت کے مقابلہ میں شقاوت کو ترجیح دے۔

انسان کو اس علم کی تحصیل میں جن امور کی ضرورت ہے۔ ان میں معاصی اور گناہ اس کے ساتھ خیانت کرتے ہیں اور انسان اپنی آخرت کے اعلیٰ واشرف اور دائمی حصہ کو دنیا کے خسیس' ادنیٰ' فانی' منقطع ہونے والے حصہ کے عوض ضائع کر دیتا ہے۔

معاصی اس علم کی تحصیل و تکمیل کی راہ میں حجاب بن جاتے ہیں۔ اور دنیا و آخرت میں جو امور انسان کے لیے مفید' بہتر اور نفع بخش ہوتے ہیں ان کی مشغولیت سے باز رکھتے ہیں۔

گنہگار آدمی کا مصیبت میں مبتلا ہونا اور دل و جوارح کا جواب دے جانا

انسان جب کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے اور اس سے گلو خلاصی کی ضرورت پیش

آتی ہے تو گنہگار انسان کا قلب' اس کا نفس' اس کے جوارح اس کے ساتھ غداری کرتے ہیں۔ اور اس کی حالت اس شخص کی سی ہو جاتی ہے جس کے پاس تلوار موجود ہے لیکن نیام میں پڑی پڑی زنگ خوردہ ہو چکی ہے۔ مالک اس سے کام لینا چاہتا ہے لیکن زنگ نے ایسا پکڑ لیا ہے کہ نیام سے نکل ہی نہیں سکتی۔ ایسی حالت میں اس کا دشمن اس کے سر پر آ جاتا ہے اور اسے قتل کر دینا چاہتا ہے۔ اس وقت وہ اپنی تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالتا ہے اور تلوار کو کھینچتا ہے لیکن وہ نکلنے کا نام نہیں لیتی اور دشمن وار کر کے اس کا کام تمام کر دیتا ہے۔ انسان کے قلب کی بھی یہی حالت ہے گناہوں سے زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ معاصی سے وہ اپاہج ایسا ہو جاتا ہے کہ جب اسے دشمن سے لڑنے کی ضرورت پیش آتی ہے' تو مقابلہ کے لیے اس کے پاس کوئی چیز نہیں ہوتی۔ انسان جب کسی سے جنگ کرتا ہے تو قلب اور قلب کی طاقت ہی کے ذریعہ جنگ کرتا ہے' قلب کی قوت ہی سے حملہ کرتا ہے' قلب ہی کی طاقت سے اقدام کرتا ہے۔ جسم اور جسم کے اعضاء تو قلب کے تابع ہوتے ہیں اور جب قلب کے پاس جو جسم و جوارح کا بادشاہ ہے' قوت وطاقت نہ ہو تو وہ مدافعت ہی کیا کر سکتا ہے؟ اور کیسے کر سکتا ہے اور پھر جب کہ بادشاہ ہی سرے سے نہ ہو تو بتاؤ کیا انجام ہو گا؟

جو حال قلب کا ہے وہی حال نفس کا ہے۔ نفس شہوات و خواہشات' معاصی اور گناہوں کی وجہ سے خبیث و ناپاک ہو جاتا ہے اور اس کے تمام قویٰ ختم ہو جاتے ہیں۔ یہاں نفس سے میری مراد نفس مطمئنہ ہے۔ اس لیے کہ نفس امارہ تو شہوات وخواہشات اور گناہوں سے اور زیادہ قوی' مضبوط' دلیر اور درندہ صفت بن جاتا ہے۔ اور یہ مانی ہوئی بات ہے کہ نفس امارہ قوی وطاقتور ہو جاتا ہے۔ اور نفس مطمئنہ جب اس طرح موت کے گھاٹ اتر جاتا ہے تو اس کے بعد اس کی زندگی کی کوئی توقع نہیں رہتی۔ سمجھ لو کہ وہ دنیا میں بھی مر چکا اور برزخ میں بھی مر چکا ہے اور اب اسے آخرت میں بھی کوئی زندگی نصیب نہیں ہو سکے گی۔ اب اس کی قسمت اور نصیب میں صرف آلام ومصائب' تکالیف واذیات ہی کی زندگی ہے اور بس۔

مقصد یہ ہے کہ ایک گنہگار آدمی جس کسی مصیبت اور آفت میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کا قلب اس کی زبان اس کے ہاتھ پیر اس سے بے وفائی کرتے ہیں' اور ان امور میں جو اس کے حق میں مفید اور نفع بخش ہوتے ہیں' خیانت کرتے ہیں۔ توکل علی اللہ سے اس کا قلب گریز کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے سے بھاگتا ہے۔ کسی طرح اسے جمعیت خاطر حاصل نہیں

ہوتی۔ وہ بارگاہ الٰہی میں تضرع وزاری نہیں کر سکتا۔ اس کے حضور میں جو تذلل و انکساری کرنی چاہیے وہ نہیں کر سکتا' ذکر الٰہی میں اس کی زبان اس کی مطاوعت سے گریز کرتی ہے۔ اور اگر وہ زبان سے اللہ کو یاد بھی کر لیتا ہے تو قلب کی جمعیت مفقود ہوتی ہے۔ قلب و زبان یکسو نہیں ہوتے کہ ذکر لسانی قلب پر اثر انداز ہو۔ اور وہ کلمہ جو اس کے ذکر اور ورد میں زبان پر جاری ہوتا ہے۔ اس میں بھی قلب وزبان یکسو نہیں ہوتے بلکہ جب زبان ذکرِ الٰہی یا دعاء میں مصروف ہوتی ہے تو اس کا قلب یکسر اس سے غافل اور بے خبر ہوتا ہے۔ اور اس سے ادھر ادھر بھٹکتا رہتا ہے اگر اعضائے جوارح کے ذریعہ وہ قلب کی اعانت کرنا چاہتا ہے تا کہ اس کی مصیبتیں دور ہوں تو قلب اس کی اطاعت نہیں کرتا۔ اس قسم کی تمام باتیں معاصی اور گناہوں کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس کی تمثیلً یوں سمجھئے کہ ایک بادشاہ ہے۔ جس کے پاس بہت بڑا لشکر ہے۔ اس لشکر سے وہ دشمنوں سے پوری طرح مدافعت کر سکتا ہے' لیکن اس نے اسے بیکار کر رکھا ہے۔ خوراک' پوشاک' ضروریات پوری نہ کر کے اسے کمزور بنا رکھا ہے اور عین اس وقت جب کہ دشمن حملہ آور ہوتا ہے۔ اس فوج سے وہ دشمن کی مدافعت چاہتا ہے۔ بتلاؤ! یہ کمزور فوج کس طرح دشمن کی مدافعت کرے گی؟

موت کے وقت اعضاء اور قلب کی بے وفائی:

یہ تو معاصی اور گناہوں کا ایک پہلو ہے۔ لیکن اس سے زیادہ خوفناک' دردانگیز' تلخ ترین' ایک اور پہلو ہے اور وہ یہ کہ انسان جب اس دنیا سے رخصت ہو کر بارگاہ الٰہی کی طرف جانے کی تیاری کرتا ہے۔ اور حالت نزع اس پر طاری ہوتی ہے' تو اس کا قلب اور زبان دونوں اس سے بے وفائی کرتے ہیں۔ اور بسا اوقات اس کے منہ پر کلمہ شہادت تک جاری نہیں ہوتا۔ اور اس کا مشاہدہ اکثر لوگ کر چکے ہیں۔ بعض لوگوں کو حالت نزع میں کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ کہو ان کی زبان سے نکل گیا: آہ' آہ' مجھ میں یہ کہنے کی قدرت نہیں۔ کسی سے کہا گیا: "لا الہ الا اللہ" کہو' تو اس کے منہ سے نکلا' شاہ' اور "رخ' تم سے بازی لے گیا۔ [1] کسی سے کہا گیا کہو لا الہ الا اللہ تو اس کی زبان پر یہ شعر جاری ہو گیا:

[1] "شاہ" اور "رخ" شطرنج کے دو مہروں کے نام ہیں۔ کہنے والا شطرنج کا عادی تھا۔ نزع کے وقت کلمہ شہادت کی تلقین کی گئی تو اس کے منہ سے بجائے کلمہ شہادت کے "شاہ، رخ" کا نام جاری ہو گیا۔

يَا رُبَّ قَائِلَةٍ يَوْمًا وَقَدْ تَعِبَتْ
أَيْنَ الطَّرِيقُ إِلَى حَمَّامِ مِنْجَابِ ①

''اے وہ کہ ایک دن تکان سے چور چور تھی اور کہہ رہی تھی کہ حمام منجاب کا راستہ کدھر ہے۔''

اور یہ شعر پڑھتے ہوئے اس نے جان چھوڑ دی۔

کسی سے کہا گیا: لا الہ الا اللہ کہو تو اس نے کہنا شروع کر دیا: ''تادھنا دھنا'' یعنی گانے کا ساز درست کرنے لگا۔ اور پھر کہنے لگا: تم مجھے کیا تلقین کر رہے ہو؟ اس سے مجھے کچھ فائدہ نہیں ہوگا اور دنیا کا تو کوئی گناہ میں ترک نہیں کروں گا۔ اس کے بعد اس کی جان نکل گئی۔

کسی دوسرے سے کہا گیا' تو اس نے جواب دیا: اس سے مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے کبھی نماز پڑھی ہو۔ اس کے بعد اس نے جان دے دی۔

ایک اور آدمی سے یہی کہا گیا تو اس نے کہا: تو کہتا ہے اس سے میں انکار کرتا ہوں میں ہرگز نہیں کہوں گا' اس کے بعد اس کی روح نکل گئی۔

کسی دوسرے سے کہا گیا تو اس نے جواب دیا: میں یہ کہنے کا ارادہ کرتا ہوں لیکن زبان رک جاتی ہے۔

ایک شخص نے بعض پیشہ ور گداگروں کا حال مجھ سے بیان کیا کہ فلاں کی موت کے وقت میں اس کے پاس تھا۔ عین نزع کے وقت اس کے منہ سے یہ کلمات نکلنے لگے: اللہ کے نام پر ایک پیسہ' اللہ کے نام کا ایک پیسہ۔ اور اسی حالت میں وہ مر گیا۔

ایک تاجر نے اپنے قرابت دار کی حالت بیان کی کہ لوگوں نے اسے کہا: لا الہ الا اللہ کہو تو اس کے منہ سے یہ کلمات نکلنے لگے: ''یہ ٹکڑا سب سے ارزاں ہے' یہ خریدو بہت اچھا ہے۔'' اور اسی حالت میں وہ مر گیا۔

سبحان اللہ! ذات الٰہی بڑی پاک ہے۔ اس قسم کے واقعات تو لوگوں نے بے شمار اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ رہے وہ حالات مرنے والوں کے جو ہم سے پوشیدہ ہیں۔ ان واقعات سے کہیں زیادہ دردناک ہیں۔

---

① معجم البلدان (۲/ ۲۹۸)

جب انسان حضور ذہن' قوت دماغ اور قوت ادراک کے زمانہ میں شیطان کو اپنے اوپر قابض اور مسلط کر لیتا ہے۔ اور شیطان جدھر چاہتا ہے اسے گھسیٹ کر لے جاتا ہے۔ ذکر الٰہی سے غافل اور بے خبر کر دیتا ہے۔ اس کی زبان کو اس کے ذکر سے معطل کر دیتا ہے۔ اور خود اسی کے اعضاء کو اس کے خلاف استعمال کرتا ہے' تو اس وقت جب کہ اس کی ساری قوتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ نزع کی تکلیف میں وہ مبتلا ہوتا ہے۔ شیطان پوری قوت سے اس پر حملہ آور ہوتا اور اپنی ساری طاقتیں جمع کر کے آ دھمکتا ہے' تاکہ اس سے انتقام لے کیونکہ یہ بندے کا آخری عمل ہوتا ہے۔ اس وقت شیطان پوری قوت سے آراستہ ہوتا ہے اور یہ خود اس وقت کمزور' ضعیف' نحیف اور ہر قسم کی طاقتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ بتلاؤ اس وقت اس کو کون بچا سکتا ہے؟ اس حالت میں صرف اللہ تعالیٰ ہی ایمان والوں کی حفاظت کرتا ہے اور وہی ایمان قائم اور ثابت رکھتا ہے۔ اور بس۔

﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۝ ﴾

(ابراهیم: ۲۷/۱۴)

"ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پکی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی' ہاں! نا انصاف لوگوں کو اللہ بہکا دیتا ہے اور اللہ جو چاہے کر گزرتا ہے"۔

وہ شخص جس کا قلب ذکر الٰہی سے ہمیشہ غافل رہا' خواہشات کے پیچھے مارا مارا پھرا' اللہ کے احکام کو ہمیشہ ٹھکراتا رہا' اسے خاتمہ بالخیر کی توفیق کیونکر میسر آ سکتی ہے؟ جو قلب اللہ سے دور' اللہ سے غافل' خواہشات کا پیرو' شہوات کا پرستار' زبان ذکر الٰہی سے نا آشنا' ہاتھ پیر طاعتِ الٰہی سے معطل اور جس کا سارا وقت معصیتِ الٰہی میں صرف ہوا ہو۔ اسے حسن خاتمہ کی توفیق کیونکر حاصل ہو گی؟

اللہ اکبر! سوء خاتمہ کے خوف سے تو بڑے بڑے متقی' پرہیزگار لرز اٹھتے ہیں۔ اور یہاں یہ حال ہے کہ گنہگار' ظالم' ستم گار اور جفا پیشہ لوگ اللہ کی قسمیں کھا کھا کر امیدیں باندھ رہے ہیں۔

﴿ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ۝ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ۝ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ۝ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ۝﴾ (قلم: ۶۸/ ۳۶تا ۴۰)

''کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جسے تم پڑھتے ہو کہ اس میں تمہاری من مانی باتیں ہوں؟ یا تم سے ہم نے کوئی ایسی قسمیں کھائی ہیں؟ جو قیامت تک باقی رہیں کہ تمہارے لیے وہ سب ہے جو تم اپنی طرف سے مقرر کرو ان سے پوچھو کہ ان میں سے کون اس بات کا ذمہ دار اور دعویدار ہے''۔

کسی شاعر نے اس حقیقت کو کس قدر واضح کیا ہے:

يَا آمِنًا مَعَ قُبْحِ الْفِعْلِ يَصْنَعُهُ
أَهَلْ أَتَاكَ تَوَاقِيعُ أَنْتَ تُمْلِكُهُ؟

''اے اپنی بدکرداریوں پر مامون ہو کر بیٹھنے والے! کیا تیرے پاس حکم آچکا ہے یا خود تجھے خدائی قوت حاصل ہے؟''

جَمَعْتَ شَيْئَيْنِ أَمْنًا وَاتِّبَاعَ هَوىً
هٰذَا وَاَحَدَاهُمَا فِي الْمَرْءِ تُهْلِكُهُ

''تو نے دو چیزیں جمع کر رکھی ہیں۔ بے خوفی اور اتباع خواہشات' اور حال یہ ہے کہ ان میں سے ایک چیز بھی ہو تو انسان کی ہلاکت کے لیے کافی ہے''۔

وَالْمُحْسِنُوْنَ عَلٰى دَرْبِ الْخَاوِفِ قَدْ
سَارُوا وَذَالِكَ دَرْبٌ لَسْتَ تَسْلُكُهُ

''نیکیاں کرنے والے تو خوف الٰہی کے کوچہ میں چلتے رہتے ہیں۔ اور یہ کوچہ وہ ہے جس میں تو نے قدم ہی نہیں رکھا ہے''۔

فَرَّطْتَ فِي الزَّرْعِ وَقْتَ الْبَذْرِ مِنْ سَفَهٍ
فَكَيْفَ عِنْدَ حَصَادِ النَّاسِ تُدْرِكُهُ؟

''تو نے بیج ڈالنے کے وقت کھیتی میں اپنی حماقت سے کوتاہی کی۔ لوگ کھیتی کاٹیں گے اس وقت کیا پائے گا؟''

هَذَا وَأَعْجَبُ شَيْءٍ مِنْكَ زُهْدُكَ فِي
دَارِ الْبَقَاءِ بِعَيْشٍ سَوْفَ تَتْرُكُهُ

''یہ تو تیری عجیب حرکت ہے کہ دنیا کی فانی زندگی کے عوض دارالبقاء چھوڑ بیٹھا ہے۔''

مِنَ السَّفِيهِ إِذًا بِاللّٰهِ؟ أَنْتَ أَمِ الْمَغْبُونُ
فِي الْبَيْعِ غُبْنًا سَوْفَ تُدْرِكُهُ؟

''اس وقت بے وقوف کون ہے؟ اللہ کی قسم! یا پھر تو اپنے سودے میں ایسا دھوکہ کھا رہا ہے کہ عنقریب تو دیکھے گا۔''

فَصْل : ۴۹

انسانی کمال کے دو اصول

حق و باطل کا امتیاز نابود ہو جاتا ہے' اور انسانی کمال کا مدار صرف دو ہی اصول پر ہے:
حق و باطل کا امتیاز اور باطل کے مقابلہ میں حق کی اتباع

◆ معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ اس سے قلب اندھا ہو جاتا ہے۔ گناہ اگر قلب کو بالکل اندھا نہیں کرتا' تو بصیرت قلبی کو ضرور کمزور کر دیتا ہے۔ یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ گناہ سے قلب ضرور کمزور ہو جاتا ہے۔ جب قلب اندھا اور کمزور ہو جاتا ہے تو ہدایت کی معرفت حاصل نہیں ہوتی اور ایسا شخص نہ اپنی ذات پر حق کا نفاذ کر سکتا ہے اور کسی دوسرے پر نفاذ حق کی قوت بالکل کمزور ہو جاتی ہے۔ اس لیے قوت بصیرت کمزور ہو جاتی ہے۔

انسانی کمال کا مدار دو بنیادی امور پر ہے:

اول: حق و باطل کی معرفت

دوم: باطل کے مقابلہ میں حق کے اختیار کرنے کی قوت۔

دنیا و آخرت میں مخلوق الٰہی کی منزلوں میں فرق و تفاوت اسی قدر ہوتا ہے۔ جس قدر ان دو امور میں تفاوت ہوتا ہے۔ اور انہی دو امور کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی تعریف و توصیف فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ إِبْرٰهِيْمَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ أُولِى الْأَيْدِى وَالْأَبْصَارِ ۞ ﴾
(ص:۳۸/ ۴۵)

''اور اے پیغمبر! ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) کو یاد کرو وہ ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے۔''

اولی الایدی (قوت) سے مراد یہی تنفیذ حق کی قوت ہے اور ''اَلْاَبْصَار'' سے

"دینی بصیرت" مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی مدح و توصیف ادراکِ حق اور تنفیذِ حق کے کمال کے وجہ سے کی ہے۔

ان دو امور کے لحاظ سے لوگوں کی چار قسمیں ہیں:

1. انبیائے کرام ان میں سے اعلیٰ ترین و اشرف قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔
2. دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو بالکل ان لوگوں کے برعکس اور ان کی ضد ہیں۔ نہ انہیں دین کی بصیرت حاصل ہوتی ہے نہ تنفیذ حق کی قوت اور دنیا میں زیادہ تر مخلوق اسی قسم کی ہے۔ ایسے لوگوں کو دیکھنے سے آنکھوں میں چبھن ہوتی ہے روح کو بخار اور قلب کو بیماری لاحق ہو جاتی ہے۔ ایسے لوگ بستیوں کو تنگ کر دیتے ہیں۔ بازاروں میں نرخ بڑھا دیتے ہیں۔ ان کی صحبت سے ذلت و رسوائی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔
3. تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو رشد و ہدایت کی بصیرت و معرفت تو رکھتے ہیں۔ لیکن کچھ ایسے کمزور واقع ہوئے ہیں کہ تنفیذ حق اور دعوت الی الحق کی قوت نہیں رکھتے۔ ایسے لوگ ضعیف قسم کے مؤمن ہوتے ہیں۔ اور قوی مؤمن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ضعیف سے زیادہ بہتر اور زیادہ محبوب ہوتا ہے۔
4. چوتھی قسم کے وہ لوگ ہیں جو قوی، صاحب قوت، صاحب عزیمت و ہمت تو ہیں، لیکن دینی بصیرت میں کمزور ہوتے ہیں۔ ان میں اس کی تمیز ہی نہیں ہوتی کہ وہ پہچان سکیں کہ اولیاء الرحمٰن کون ہیں؟ اور اولیاء الشیطان کون ہیں؟ بلکہ ہر کالی چیز ان کے نزدیک کھجور ہوتی ہے۔ ہر سفید چیز چربی، یہ لوگ ورم کو چربی کا اضافہ اور اگر کوئی نفع بخش دوا پیش کی جاتی ہے تو اسے زہر سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں میں "امامت فی الدین" کی صلاحیت قطعاً نہیں ہوتی۔ اور واقعہ یہ ہے کہ سوائے پہلی قسم کے لوگوں کے کسی میں بھی "امامت فی الدین" کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ چنانچہ سورۂ الٓم سجدہ میں ارشاد ہے:

﴿ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ۝ ﴾ (الم سجدہ: ۲۴/۳۲)

"اور جب ان لوگوں نے (یعنی بنی اسرائیل نے) صبر کیا تو ہم نے ان میں سے ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں

پر یقین رکھتے تھے۔"

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ ان حضرات نے صبر و یقین کے ذریعہ "امامت فی الدین" کا درجہ حاصل کیا ہے اور خاسرین کی جماعت سے صرف انہی حضرات کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ پہلے اس زمانے کی قسم کھاتا ہے جس میں خاسرین اپنے خسران اور گھاٹے کی کوششیں کرتے ہیں۔ اور رابحین (نفع اٹھانے والے) اپنے ربح اور منافع کی تحصیل کی کوششیں کرتے ہیں۔ اور قسم کے بعد فرماتا ہے ان لوگوں کے سوا تمام خسران و ٹوٹے میں ہیں چنانچہ فرماتا ہے:

﴿ وَالْعَصْرِ ○ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ○ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ○ ﴾ (العصر: ۱۰۳/۱تا۳)

"قسم ہے زمانے کی' انسان نقصان میں ہیں۔ مگر وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ایک دوسرے کو حق بات کی تلقین کرتے رہے اور صبر کی ہدایت کرتے رہے۔ وہ البتہ نقصان میں نہیں ہیں۔"

یہاں اللہ تعالیٰ صرف ایمان و معرفت' اور صبر علی الحق پر اکتفا نہیں فرماتا' بلکہ فرماتا ہے: ایک دوسرے کو حق و صبر کی وصیت و تلقین کریں۔ اور ایک دوسرے کی ہدایت و راہنمائی کرتے رہیں۔ اور ان کو حق و صبر پر آمادہ کریں۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ ایسے لوگوں کے سوا تمام خسران و ٹوٹے میں ہیں۔ یہ تو معلوم ہے کہ معاصی اور گناہ بصیرت قلب کو ضائع کر دیتے ہیں۔ جیسا چاہیے گناہ کرنے والے ادراکِ حق سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ گناہ کرنے والوں کی تمام قوتیں' عزیمتیں' پست اور کمزور ہو جاتی ہیں۔ اور اس لیے وہ حق کے لیے صبر و ثبات کی طاقت ہی اپنے اندر نہیں رکھتے بلکہ معاصی کا حملہ اور وار قلوب پر ہر وقت جاری رہتا ہے۔ تا آنکہ اس کی قوت مدرکہ بالکل دوسری راہ اختیار کر لیتی ہے' اور جس طرح اس کے اعمال و افعال کی راہ دوسری سمت جاتی ہے۔ اس کی راہ بھی غلط اور کج ہوتی جاتی ہے' اور پھر اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ باطل کو حق سمجھتا ہے اور حق کو باطل' معروف کو منکر سمجھنے لگتا ہے اور منکر کو معروف۔ اور جب وہ غلط راہ پر بلا کسی رکاوٹ کے چل کھڑا ہوا تو اب وہ سفر الی اللہ سفر الی دار الآخرت سے بالکل بھٹک جاتا ہے۔ اور صرف باطل پرست' ردی الاخلاق اور ردی الاعمال لوگوں کے مستقر کی طرف سرپٹ دوڑا چلا جاتا ہے۔

جو صرف دنیا کی زندگی پر قناعت کیے ہوئے ہیں اور اسی پر مطمئن ہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات سے بالکل غافل، بے خبر اور لقائے الٰہی سے بالکل محروم ہو چکے ہیں۔

اگر معاصی و گناہوں کی سزا اور کچھ نہ ہو اور صرف اتنی ہی ہو تو کافی وافی ہے۔ اتنی ہی عقوبت کا تصور دعوت دیتا ہے کہ انسان معاصی اور گناہوں سے پوری طرح اجتناب کرے اور اللہ کی نافرمانی قطعاً ترک کر دے۔ واللہ المستعان

قلبی نور اور شیطان:

طاعت و عبادت قلب کو روشن کرتی ہے، قلب کو جلا دیتی ہے، غبار قلب صیقل کر کے منور و چمکدار، قوی اور مضبوط کرتی ہے۔ جب طاعت و عبادت کی کثرت سے قلب صاف و شفاف، نورانی و چمکدار، اور آئینہ کی طرح عکس ریز ہو جاتا ہے تو اس کے اثرات عجیب و غریب ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ اس قسم کے قلب والے آدمی کے پاس اگر کبھی شیطان پہنچ جاتا ہے تو اس کا نور اور اس کے قلب کی روشنی کا پرتو (عکس) شیاطین پر اس طرح اثر انداز ہوتا ہے جس طرح آسمان کے فرشتوں کی باتیں چرانے والے شیاطین پر شہاب ثاقب ٹوٹنے سے ہوتا ہے۔ اس قسم کے قلوب سے شیاطین اس قدر ڈرتے ہیں، جس قدر شیر سے بھیڑیا ڈرتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ بسا اوقات روشن قلب انسان شیاطین کو پچھاڑ دیتا ہے۔ دوسرے شیاطین ہمدردی کے لیے دوڑ پڑتے ہیں اور ایک دوسرے سے اس کی وجہ دریافت کرنے لگ جاتے ہیں کہ کیا ہوا؟ جواب ملتا ہے کہ کسی انسان نے اسے پچھاڑ دیا ہے۔ اسے کسی انسان کی نظر لگ گئی ہے۔

فَيَا نَظْرَةً مِنْ قَلْبٍ حُرٍّ مُنَوَّرٍ   يَكَادُ لَهَا الشَّيْطَانُ بِالنُّورِ يُحْرَقُ

''کیا کہنا ہے نورانی قلب کی نظر و نگاہ کا کہ اس کے نور سے شیطان بھی جلنے لگتا ہے۔''

شیطانی تسلط:

کیا یہ روشن، نورانی قلب اور وہ تاریک و سیاہ قلب برابر ہو سکتے ہیں؟ کہ جس کی امیدیں تاریک، جس کی خواہشات خبیثہ اور بے شمار، جس کو شیطان اپنا ٹھکانا اور گھر بنا چکا ہے۔ اور ہر صبح کو اٹھتے ہی اسے یہ مبارک باد پیش کرتا ہے کہ اے خانہ خراب! جس کی دنیا اور آخرت دونوں خراب گئیں مری جان تجھ پر فدا

أَنَا قَرِيْنُكَ فِي الدُّنْيَا وَفِي الْحَشْرِ بَعْدَهَا   فَأَنْتَ قَرِيْنٌ لِي بِكُلِّ مَكَانِ

"میں دنیا اور اس کے بعد حشر میں بھی تیرا ساتھی ہوں اور تو ہر جگہ میرا ساتھی ہے۔"

فَإِنْ كُنْتَ فِي دَارِ الشَّقَاءِ فَإِنَّنِي
وَأَنْتَ جَمِيعًا فِي شَقَاءٍ وَهَوَانِ

"اگر تو شقاوت و بدبختی کے گھر میں جائے تو میں اور تو دونوں شقاوت اور رسوائی کے شریک حال ہیں۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ○ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ○ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ○ ﴾

(زخرف ۴۳/۳۶-۳۹)

"اور جو شخص رحمٰن کی یاد سے غافل ہو کر زندگی بسر کرتا ہے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کر دیا کرتے ہیں اور وہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اور باوجودیکہ شیاطین گنہگاروں کو راہ سے بھٹکا دیتے ہیں تاہم گنہگار اپنے تئیں خیال کرتے ہیں کہ وہ راہ راست پر ہیں۔ یہاں تک کہ جب گنہگار ہمارے حضور میں حاضر ہو گا تو شیطان کو دیکھ کر کہے گا: اے کاش! مجھ میں اور تجھ میں مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا تو برا ساتھی ہے' چونکہ تم نے ساتھ ہی نافرمانی کی ہے (اس لیے) عذاب میں بھی تم دونوں ایک دوسرے کے شریک حال ہو۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ رحمٰن کے ذکر کو یعنی قرآن حکیم کو کہ جو اس کے رسول ﷺ پر نازل فرمایا ہے اور جس میں برکتیں ہی برکتیں ہیں۔ جس نے بھلا دیا' اور اعراض کیا' اس کے پڑھنے سے آنکھیں بند کر لیں' اس کی فہم و بصیرۃ' اور اس پر غور و تدبر کرنے سے اور اس سے مراد الٰہی کے سمجھنے سے آنکھیں پھیر لیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی سزا یہ دیتا ہے کہ اس پر اس کے شیطان کو مسلط کر دیتا ہے اور وہ اس کا ایسا رفیق و ساتھی بن جاتا ہے کہ نہ حضر میں اس کا ساتھ چھوڑتا ہے نہ سفر میں' نہ گھر میں' نہ باہر۔ یہی اس کا مولیٰ' دوست' رفیق' ساتھی اور کنبہ دار

بن جاتا ہے۔ فَهُوَ بِئْسَ الْمَوْلٰی وَبِئْسَ الْعَشِيْر

رَضِيْعَي لِبَانِ ثَدِیَ أُمٍّ تَقَاسَمَا
بِأَسْحَمَ دَاجٍ عَوْضُ لَا يَتَفَرَّقُ

''ایک ہی ماں کی چھاتیوں سے دودھ پینے والے مستقبل میں کبھی متفرق نہیں ہو سکتے۔''

پھر اللہ یہ خبر دیتا ہے کہ جو راہ کہ اللہ اور اللہ کی جنت کی طرف جاتی ہے شیطان اپنے رفیق کو اس سے بھٹکا دیتا ہے اور دور پھینک دیتا ہے اور اس پر بھی یہ گمراہ اپنے کو رشد و ہدایت کا علمبردار سمجھتا ہے۔ یہاں تک کہ جب یہ دونوں کے دونوں قیامت کے دن پروردگار عالم کے حضور میں حاضر ہوں گے۔ یہ اپنے شیطان کو دیکھ کر کہے گا:

يَا لَيْتَنِيْ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ

''کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہوتی۔''

ارے او شیطان تو نے دنیا میں بھی میرا ساتھ نہ چھوڑا اور مجھے راہ حق سے بھٹکا دیا۔ ہدایت و رشد سے دور کر دیا یہاں تک کہ مجھے ہلاک کر دیا' اور آج بھی تو میرا ساتھ نہیں چھوڑتا؟ یہ قاعدہ ہے کہ کوئی مصیبت زدہ آدمی کسی دوسرے کو اس مصیبت میں پھنسا دیکھتا ہے تو ایک گونہ اسے تسلی ہو جاتی ہے کہ یہ بھی اسی بلاء میں مبتلا ہے' جس میں مَیں مبتلا ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ خبر دیتا ہے کہ یہاں اس کو اس قسم کی تسلی بھی میسر نہیں ہوگی۔

ایک ساتھی اپنے ساتھی کو اپنی مصیبت میں شریک پاتا ہے تو اسے ایک گونہ راحت' فرحت اور تسلی ہوتی ہے۔ جیسا کہ سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی صخر کی موت پر کہا ہے:

وَلَوْ لَا كَثْرَةُ الْبَاكِيْنَ حَوْلِيْ
عَلٰی اِخْوَانِهِمْ لَقَتَلْتُ نَفْسِيْ

''اگر میرے اردگرد! اپنے بھائیوں پر رونے والوں کی کثرت نہ ہوتی تو میں اپنی جان کو ہلاک کر لیتی۔''

وَمَا يَبْكُوْنَ مِثْلَ أَخِيْ وَلٰكِنْ
أُعَزِّيْ النَّفْسَ عَنْهُ بِالتَّأَسِّيْ

''اور گو وہ لوگ میرے بھائی جیسے لوگوں پر نہیں روتے۔ لیکن پھر بھی نفس کو کچھ نہ کچھ

تسلی ضرور ہو جاتی ہے۔''

أَلَا يَا صَخْ لَا أُنْسَاكَ حَتّٰى
أُفَارِقَ عَيْشَتِيْ وَ وُرُوْدَ رَمْسِيْ

''اے صخر! میں تمہیں اس وقت تک نہیں بھولوں گی جب تک کہ میں زندہ ہوں اور میری لاش قبر میں نہ جائے گی۔''

ذیل کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا کہ اہل دوزخ کو اس قسم کی تسلی بھی نصیب نہیں ہو گی:

﴿ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ إِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۝ ﴾

(الزخرف: ۳۹/۴۳)

''اور جب کہ تم ظالم ٹھہر چکے تو تمہیں آج ہرگز تم سب کا عذاب میں شریک ہونا کوئی نفع نہ دے گا۔''

❀❀❀

فصل : ۵۰

قلبِ انسانی: حزب اللہ اور حزب الشیطان کی آماج گاہ

۲۵ معاصی کی یہ بھی ایک سزا ہے کہ انسان خود اپنے دشمن شیطان کو اپنے خلاف اسلحہ مہیا کر دیتا ہے۔ جن کے ذریعہ وہ اس پر ظفر یاب ہوتا ہے۔ گناہ شیطان کا ایسا لشکر ہے کہ وہ اس کے ذریعہ انسان کے خلاف لڑتا اور اس پر غالب آتا ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ انسان کا اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے دشمن سے پالا ڈالا ہے! جو چشم زدن کے لیے بھی اس سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ سوتا ہے تو وہ اس کے ساتھ ہوتا ہے اور جاگتا ہے تو اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ انسان سو جاتا ہے لیکن شیطان نہیں سوتا۔ انسان غافل اور بے خبر ہو جاتا ہے لیکن شیطان غافل اور بے خبر نہیں ہوتا۔ انسان شیطان کے کنبے کو نہیں دیکھتا۔ لیکن شیطان اسے اور اس کے سارے کنبہ کو دیکھتا ہے۔ اور تاک میں لگا رہتا ہے اور ہر حالت میں وہ اپنی عداوت کا کام کرتا رہتا ہے۔ مکر، فریب، دھوکا بازی، دھوکا دہی میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا۔ اور جہاں کہیں شیطان اسے لے جانا چاہتا ہے گھسیٹ کر لے جاتا ہے اور مقررہ جگہ پر پہنچا ہی دیتا ہے۔ اور انسان پر غلبہ پانے کے لیے وہ اپنے ابناء جنس شیاطین انس و جن کی پوری پوری مدد حاصل کر لیتا ہے۔ شیطان نے انسان کو گمراہ کرنے کے لیے غوائل وضلالت کے پھندے ہر جانب ڈال رکھے ہیں۔ اور شرک باللہ کی نہایت ترکیب سے نشر و اشاعت کرتے رہتے ہیں۔ ہر زمین پر، ہر گلی کوچہ میں دام تزویر بچھائے بیٹھے رہتے ہیں۔ سب سے بڑا شیطان اپنے اعوان و انصار اور دیگر شیاطین کو ہر طرح ورغلاتا ہے کہ دیکھنا یہ انسان تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا ازلی دشمن ہے، کسی طرح بھی یہ تمہارے داؤ سے بچنے نہ پائے۔ کسی طرح بھی ایسا نہ ہونے پائے کہ یہ تو جنت میں جائے اور تم دوزخ کا ایندھن بنو۔ رحمت اس کے حصہ میں جائے اور تمہارے حصہ میں لعنت ہو۔ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میں نے

اور تم نے اس کی وجہ سے کیسی کیسی ذلتیں برداشت کی ہیں۔ ہمارے لیے لعنت' پھٹکار اور رحمتِ خداوندی سے بعد کا اصل سبب یہی انسان ہے۔ پوری پوری کوشش کرو! تا کہ اس مصیبت و ابتلاء میں انسان بھی تمہارا شریک و ساجھی بن کر رہے۔ انسانوں کے نیک اور صالح بندوں نے جنت میں ہم کو اپنا شریک و ساجھی نہیں رہنے دیا۔ تو تم بھی اسے جنت میں چین سے کیوں رہنے دو؟ جہنم کا ساتھی بنا چھوڑو۔

جہاد اور شیطان:

اللہ تعالیٰ کو یہ علم تھا کہ آدم اور آدم کی اولاد اس سخت ترین دشمن سے دو چار ہے اور شیطان ان پر پوری طرح مسلط ہے' اس نے انسان کی امداد و اعانت فرمائی۔ اور بڑی بڑی فوجیں اس کے زیر کمان دے دیں' تا کہ وہ اپنے اس ازلی دشمن کا پوری قوت سے مقابلہ کرے۔ ساتھ ہی ساتھ انسان کے دشمن شیطان کی بھی بڑے بڑے لشکر دے کر مدد کی۔ تا کہ اولاد آدم کے ساتھ پورا پورا مقابلہ کر لے۔ اور اس دنیا کو جو آخرت کے مقابلہ میں ایک سانس اور ایک لمحہ کی سی حیثیت رکھتی ہے جہاد کا میدان قرار دیا' تا کہ اولادِ آدم زندگی بھر اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں جہاد کرتی رہے۔

﴿ إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ ﴾ (توبة: ۹/۱۱۱)

"اللہ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور مال خرید لیے ہیں کہ ان کے بدلے ان کو جنت دے گا۔ یہ لوگ (جان و مال کی پروانہ کر کے) اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو دشمن کو مارتے اور خود شہید ہو جاتے ہیں۔"

اور پھر اس نے یہ بھی خبر پہنچا دی کہ جنت کا وعدہ بالکل پختہ وعدہ ہے۔ کبھی اس کے خلاف نہ ہو گا۔ اپنی بڑی بڑی کتابوں میں "تورات" "انجیل" "قرآن حکیم" میں اس وعدے کو پوری پختگی کے ساتھ اللہ نے دہرایا۔ اور پھر اس نے یہ بھی فرما دیا کہ وعدے کا ایفاء کرنے والا اللہ کی ذات سے بڑھ کر کوئی ہو نہیں سکتا۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ جو لوگ اس سودے کی قدر کریں گے ان کو میں جنت کی

خوشخبری سناتا ہوں۔

اب یہ بندوں کا فرض ہے کہ وہ سوچیں اور غور کریں کہ سودا کون کر رہا ہے؟ خریدار کون ہے؟ اور اس بیش بہا سامان کی قیمت کیا مل رہی ہے؟ سودا کس کے ہاتھ کیا جا رہا ہے؟ ان تمام باتوں پر غور کریں اور سوچیں کہ اس سے بڑھ کر کونسی فلاح اسے میسر آ سکتی ہے اور کون سی تجارت اس سے زیادہ سود مند اُسے مل سکتی ہے؟

اور پھر اللہ تعالیٰ نے پورے وثوق کے ساتھ مؤمن بندوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا ۖ نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝ ﴾

(الصف:۶۱/۱۰،۱۳)

”اے ایمان والو! میں تم کو ایسی سوداگری نہ بتاؤں؟ جو تم کو دردناک عذاب سے بچا لے۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ' اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانیں لڑا دو! یہ تمہارے حق میں بہتر ہے بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو۔ اللہ تمہارے گناہ معاف کرے گا اور تم کو بہشت کے باغوں میں لے جا کر داخل کرے گا۔ جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی۔ اور عمدہ مکانات ہمیشہ باقی رہنے کے باغوں میں ہوں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور نعمتیں بھی ہیں جن کو تم پسند کرتے ہو اللہ کی جانب سے تمہیں مدد ملے گی اور تم عنقریب ملک فتح کرو گے' مسلمانوں کو یہ خوشخبری سنا دو۔“

اللہ تعالیٰ کی یہ مخصوص عنایت ہے کہ وہ اپنے مؤمن بندوں پر شیطان کو مسلط نہیں ہونے دیتا۔ مؤمن بندہ ساری مخلوق سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔ اور اس لیے محبوب ترین عمل یعنی ”جہاد“ اس پر لازم کر دیا۔ اور اس محبوب ترین عمل کا انجام دینے والا ساری مخلوق سے زیادہ بلند مرتبہ' ارفع و اعلیٰ شان کا مالک گردانا گیا۔ جہاد تقرب الٰہی کا سب سے بڑا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔

اور اس لیے جہاد و جنگ کا مقدس علم اس نے اسی کے ہاتھ میں دے دیا۔ جو ساری مخلوق میں مخصوص وممتاز درجہ کا حامل ہے اور وہ انسان کا قلب ہے۔ قلب ہی معرفت الٰہی' محبت خداوندی' عبودیت واخلاص' توکل وانابت کا محل اور مقام ہے اور اس لیے اسی کے ہاتھ میں اس جنگ کی باگ دوڑ دے دی۔ اور قیادت سپرد کی گئی اور پھر فرشتوں کا لشکر اس کے ساتھ کر دیا گیا کہ کسی حال میں بھی وہ مؤمن بندے سے علیحدہ نہ ہوں۔

﴿ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ ۝ ﴾ (رعد: ۱۳/۱۱)

''اس کے پہرے دار انسان کے آگے پیچھے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں''۔

یعنی ایک کے پیچھے ایک لشکر کے فوجی دستے چلے آتے ہیں۔ ایک لشکر آیا اور یہ گیا تو دوسرا آیا۔ وہ گیا تو اس کی جگہ تیسرا آیا۔ ایک طرف لشکروں کا ورود ہو رہا ہے۔ دوسری طرف میدان جہاد میں اسے ثابت قدمی کی برکتیں عطاء فرماتا ہے اور خیر وفلاح کی بشارتیں بھیجتا ہے۔ اور انعامات واکرامات کے بڑے بڑے وعدے فرماتا ہے۔ صبر وثبات کی تاکید کرتا ہے۔ اور بار بار اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے کہتے ہیں: گھڑی بھر صبر کر لو اور ابدی دائمی استراحت اور انعامات لم یزلی کے مالک بن جاؤ۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی امداد کے لیے ایک اور لشکر بھیج دیا۔ یعنی وحی۔ کلام کا لشکر بھیجا اور اپنا رسول بھیجا۔ اس رسول پر اپنی کتاب بھیجی۔ ایک طاقت کے بعد دوسری طاقت' ایک مدد کے بعد دوسری مدد۔ ایک اعانت کے بعد دوسری اعانت کا سلسلہ اس نے جاری رکھا۔ ان اعانتوں کے بعد یہ انعام کیا کہ عقل کو اس کا وزیر اور مدبر۔ معرفت حق کے لیے اس کا مشیر وناصح مقرر کر دیا۔ ایمان دیا کہ ثابت قدم رہ کر عملی اقدام کرے۔ اور ہمیشہ اس کا مؤید وناصر بنا رہے۔ یقین عطاء فرمایا تاکہ حقیقت امر پوری طرح اس پر واضح ہو جائے اور اس طرح واضح ہو جائے کہ دشمنوں کے مقابلہ میں جہاد کرنے پر جو اللہ نے وعدے کیے ہیں۔ ان پر ایسا یقین رکھے کہ گویا موعودہ چیزوں کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔

عقل بندے کی عسکری تنظیم کا قائد ہے۔ اور معرفت' امور جنگ' اسباب حرب اور مواقع جنگ کا ناظم اور ایمان ثابت قدمی کے شعبہ کا محافظ کہ ہمہ وقت اس کے اندر صبر وثبات کی روح

پھونکتا رہتا ہے۔ اور یقین' جذباتِ جہاد کو برافروختہ اور بیدار کرنے والا واعظ ہے تاکہ پوری قوت سے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے دوسری ظاہری' باطنی امداد سے بھی اسے نوازا' تاکہ پوری پوری استعداد قابلیت سے جہاد کا فرض انجام دے۔ آنکھ کو مقدمۃ الجیش گردانا' کانوں کو خبر رساں دستہ قرار دیا اور زبان کو اس دستہ کا ترجمان' اور ہاتھوں اور پاؤں کو اعوان وانصار گردانا اور پھر فرشتوں' اور حاملین عرش کو ان کی پشت پر کھڑا کر دیا کہ اس کے حق میں دعاء واستغفار کرتے ہیں کہ گناہوں ولغزشوں سے اللہ تعالیٰ اسے محفوظ رکھے اور اسے جنت کا حقدار گردانے اور پھر حقیقی مدافعت و دفاع کا کام اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ہاتھ میں رکھا فرمایا:

﴿ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ ﴾ (مجادلہ: ۵۸/۲۲)

''یہی اللہ کی جماعت ہے (یاد رکھو) یقیناً اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہوگی''

اور یہی جماعت حزب اللہ ہے جو ہمیشہ غالب ومنصور رہتی ہے۔

﴿ وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ۝ ﴾ (صفات: ۳۷/۱۷۳)

''اور بے شک ہمارا لشکر ضرور غالب آ کر رہے گا۔''

جہاد کے لیے چار چیزیں ضروری ہیں:

اور پھر اللہ نے اپنے بندوں کو جہاد کی کیفیت اور طریقہ سکھلایا کہ کس طرح بندے جہاد کریں؟ اور چار ہی کلمات میں کیفیت جہاد کو واضح کر دیا۔ فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ ﴾ (آل عمران: ۳/۲۰۰)

''مسلمانو! اللہ کی راہ میں جو تکلیفیں پیش آئیں برداشت کرو ثابت قدم رہو اور ایک دوسرے کو صبر کی تعلیم دو اور آپس میں بھی مل جل کر رہو۔ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم مراد کو پہنچو۔''

یہ وہ چار چیزیں ہیں جن کے بغیر جہاد انجام ہی نہیں پا سکتا۔ صبر دشمن کے مقابلہ میں صبر و ثبات اور استقلال سے حاصل ہوتا ہے۔ دشمن سے مقابلہ کرنے کی صورت یہی ہے کہ پوری ہمت وصبر سے اس کی مقاومت اور مقابلہ کیا جائے اور ہر ممکن طریقہ سے اسے پست کر دیا

جائے۔

جب صبر و ثبات کے ذریعہ دشمن کے مقابلہ میں کامیاب ہو جائے' تو پھر اسے ایک دوسری چیز کی ضرورت رہتی ہے اور یہ کہ آئندہ کے لیے دشمن سے اپنا تحفظ کر لیا جائے۔ اور اس لیے سرحدوں کا تحفظ لازمی چیز ہے اور اس کی شکل یہ ہے کہ قلب کے مورچوں اور ناکوں کی پوری پوری نگرانی کی جائے' تاکہ دشمن ان مورچوں کے ذریعہ اندر گھس نہ آئے۔ آنکھ' کان' زبان' شکم' ہاتھ' پاؤں یہ تمام ناکے ہیں' ان کی پوری پوری حفاظت کی جائے۔ دشمن ان ناکوں کی تاک میں لگا رہتا ہے۔ اور پوری ہوشیاری سے حالات کا تجسس کرتا رہتا ہے اور نہایت خاموشی سے اندر گھس آتا ہے اور جو کچھ شہروں اور آبادیوں میں پاتا ہے تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ ان مورچوں اور ناکوں کی حفاظت اور عسکری نگرانی کی صورت یہ ہے کہ مورچوں اور ناکوں کا پوری طرح ہوشیاری سے التزام کیا جائے اور کسی طرح بھی انہیں خالی نہ چھوڑا جائے۔ دشمن ان ناکوں کے قریب بھی نہ پہنچنے پائے۔ ناکوں سے ذرا بھی غفلت برتی جائے گی تو دشمن اندر گھس پڑے گا۔

غور کرو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ جو کہ انبیاء کرام اور مرسلین عظام کے بعد سب سے اعلیٰ افضل مرتبہ کے حامل تھے۔ اور شیطان رجیم سے بالکل محفوظ تھے۔ جن کی حفاظت و حراست اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ کر رہا تھا۔ لیکن جنگ اُحد کے موقع پر اس مورچہ اور ناکہ سے غفلت برتی گئی۔ جس کی حفاظت کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا اور تاکید فرمائی تھی کہ کسی حال میں بھی اس مورچہ سے نہ ہٹنا۔ جس کا انجام یہ نکلا کہ دشمن وہاں سے گھس پڑا اور جو کچھ ہونا تھا ہوا۔

اوپر ان تین چیزوں کی اصل و اساس تقویٰ ہے۔ دشمن کے مقابلہ میں صبر و ثبات اور مورچوں کا تحفظ اسی وقت ممکن ہے جب کہ تقویٰ موجود ہو۔

اب تم ہر دو متقابل لشکر کے تصادم پر غور کرو۔ تم دشمن پر کس طرح غالب آتے ہو؟ اور پھر دشمن کس طرح تم پر غالب آتا ہے؟ کفر والحاد کا بادشاہ اپنا لاؤ' لشکر لے کر تم پر حملے کی تیاریاں کرتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ انسان کا قلب اپنی کرسی مملکت پر ایک محفوظ قلعے میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے اعوان و انصار پوری طرح اس کے احکام کی تعمیل کر رہے ہیں۔ اس کا لشکر پوری دیانت داری کے ساتھ اس کی حفاظت کر رہا ہے اور اس کے دشمنوں سے نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھ لڑ رہا ہے۔ اس کی عزت و حرمت اور دشمنوں کی مدافعت میں پوری سرگرمی دکھا رہا

ہے۔ اب وہ یہ دیکھتا ہے کہ جب تک قلب کے امراء' رؤساء لشکر اور لشکر کے سرداروں کو فریب و دھوکہ نہیں دیا جائے گا اس کا مقابلہ ناممکن ہے۔ وہ دریافت کرتا ہے کہ قلب کے خواص اور لشکر کے خصوصی سردار کون کون ہیں؟ اور اس کے مقرب بارگاہ کون کون ہیں؟ اسے جواب ملتا ہے کہ نفس اس کا خاص الخاص معتمد علیہ ہے یہ معلوم کر کے وہ اپنے اعوان وانصار کو حکم دیتا ہے کہ اس کے نفس کو تم اپنے قابو میں لے آؤ۔ مختلف قسم کی خواہشات لے کر اس کے پاس پہنچو اور اس کی محبت کے مواقع تلاش کرو اور اسے جو چیزیں محبوب ہیں ان کی تلاش و جستجو کرو۔ اور اس سے بڑے بڑے وعدے کرو اور بڑی بڑی امیدیں دلاؤ۔ اور اس کے محبوب کی صورت مختلف انداز میں اس کے اندر منقش کرو۔ اس کی بیداری کے وقت بھی اور اس وقت بھی جب وہ سو جائے۔ جب نفس کو تمہارے وعدوں پر پورا پورا اطمینان ہو جائے اور پوری طرح تمہاری باتوں پر مطمئن ہو جائے تو پھر اس کے سامنے شہوات وخواہشات کی رسیاں اور کانٹے پھینکو' جب وہ پھنس جائے اور کانٹے کو پکڑ لے' تو رسی اور ڈور کو کھینچو۔ جب نفس تمہارے فریب میں آ جائے تو پھر آنکھیں' کان' زبان' منہ' ہاتھ اور پاؤں کے مورچوں پر قبضہ جمانے کی کوشش کرو۔ بہت جلد یہ مورچے تمہارے قبضہ میں آ جائیں گے۔ اس کے بعد پوری قوت سے تم ان مورچوں پر اپنی طاقت جمالو۔ اور پھر ان مورچوں کی راہ سے قلب تک پہنچ جاؤ۔ جب تم قلب تک پہنچ گئے تو سمجھ لینا تم نے اسے مار لیا' تم اسے اپنا اسیر بنا لو یا پھر وہ تمہارے وار جھیل جھیل کر زخمی اور نیم جان ہو کر رہ جائے گا۔ یاد رکھو ان مورچوں کو تم کسی حال میں بھی نہ چھوڑنا۔ نہ انہیں خالی چھوڑنا۔ دشمن کی فوج یا اس کے کسی فوجی دستے کو ان مورچوں تک نہ پہنچنے دینا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ قلب تک پہنچ جائیں۔

اور قلب پھر ان مورچوں کے ذریعہ تمہیں پیچھے دھکیل دے' اور مورچوں سے بے دخل کر دے۔ پھر جب تم ظفریاب ہو جاؤ تو دشمن کی فوجوں اور فوجی دستوں کو توڑ دو۔ اور کمزور کر دو' اور ان کی ہمتیں پست کر دو۔ تاکہ یہ یہاں سے اپنے فرمانروا یعنی قلب تک پہنچ نہ سکیں۔ اور اگر پہنچیں تو بے حیثیت ہو کر پہنچیں۔ ان مورچوں پر جب تم غلبہ پالو تو آنکھ کا مورچہ تاکو۔ اور اس پر قبضہ جمالو۔ نگاہ کو تم غور وفکر کا موقع نہ دو' بلکہ اسے لہو ولعب' تفریح' ظاہری خوبصورتی اور نمائشی مظاہر اور کھیل کود میں لگا لو۔ اور اگر کبھی عبرت و تدبر کی جھلک اس تک پہنچ جائے۔ تو فوراً اسے غفلت' ظاہر پرستی اور شہوات کے جھمیلوں میں پھنسا دو۔ کیونکہ یہ چیزیں قلب کے قریب ہوتی ہیں۔ اور اس کا نفس ان چیزوں سے زیادہ وابستہ ہوتا ہے' اور یہ چیزیں بظاہر اسے زیادہ گراں

بھی نہیں گزرتیں۔ دیکھو نگاہ کا مورچہ پوری طرح سنبھال لینا۔ تمہاری تمام آرزوئیں اس سے پوری ہو جائیں گی۔ میں نے گناہ ہی کے ذریعے آدم کی اولاد کو ہمیشہ خراب و تباہ کیا ہے نگاہ ہی کے ذریعہ اس کے قلب میں شہوت کے بیج ڈالتا ہوں۔ اور پھر تمناؤں اور آرزوؤں کا پانی دیتا ہوں اور طرح طرح کے وعدے کرتا ہوں اور طرح طرح کی تمناؤں کے میدان میں اس کے سامنے دھر دیتا ہوں تا آنکہ اس کے اندر عزم وارادے پیدا کر دیتا ہوں۔ اور پھر شہوات کی لگام چڑھا کر اسے عصمت کے تخت سے نیچے گرا دیتا ہوں۔ دیکھو اس مورچہ کو بھی کبھی نہ چھوڑنا۔ تا امکان اس مورچہ کو دشمن کے حق میں تباہ و برباد کر دو۔ اس کی اہمیت اس کے دل سے نکال دو۔ اور اسے یہ کہو کہ ارے او نظر اور نگاہ! تو یہ حسین و جمیل صورتیں دیکھ! یہ تو اپنے خالق و رازق کی یاد تازہ کر دیتی ہیں۔ اس سے تو اللہ اور اللہ کی صفات پر غور و تدبر کی راہیں کھلتی ہیں۔ اللہ نے یہ صورتیں ہی اس لیے بنائی ہیں کہ انہیں ہم دیکھیں۔ اس لیے تو نہیں بنائیں کہ یہ ہم سے چھپائی جائیں۔ اور اگر کسی اجڈ و بے وقوف سے پالا پڑ جائے تو اسے اس طرح فریب دو کہ ارے یہ صورتیں تو حق تعالیٰ کے مظاہر ہیں۔ اس کا جمال و خوب صورتی انہی مظاہر میں نمایاں ہوتی ہے۔ اس کے بعد اسے خالق و مخلوق کے اتحاد و وحدت کی دعوت دو۔ اگر اتحاد و وحدت کی دعوت میں تمہیں کامیابی حاصل نہ ہو سکے، تو حلول عام اور حلول خاص [1] کی وادیوں میں بھٹکا دو اور پوری کوشش کرو۔ اور کم از کم اس منزل تک تو اسے ضرور پہنچا دو۔ اس سے وہ کم از کم نصاریٰ کا بھائی تو ضرور ہو جائے گا۔ جب وہ اس منزل تک پہنچ جائے تو پھر تم اسے عفت و عصمت، اجتناب معاصی، عبادت اور زہد فی الدنیا کی تلقین کرو۔ اور جاہلوں کو ان کے پھندوں میں پھنسا دو۔ اور جب جاہل لوگ اس کا شکار بن جائیں گے تو پھر یہ میرا مقرب خلیفہ اور میری فوج کا سردار بن جائے گا۔ بلکہ میں خود بھی اس کے لشکر کا ایک سپاہی بن جاؤں گا اور اس کے معاونین میں شریک ہو جاؤں گا۔

---

[1] مذہب اتحاد اور مذہب حلول میں فرق یہ ہے کہ اتحاد اس عقیدے کا نام ہے کہ خالق اور مخلوق اس قدر متحد ہو گئے کہ دونوں مل کر ایک ہو گئے۔ مخلوق کی حیثیت صرف اتنی ہی ہے کہ خالق کے ظاہر ہونے کے مظاہر ہیں۔ اور حلول کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں حلول کر آیا۔ اور حلول کی بھی دو قسمیں ہیں حلول عام اور حلول خاص۔ حلول عام یہ ہے کہ تمام مخلوق میں اللہ حلول کر آیا اور حلول خاص کے یہ معنی ہیں کہ کسی خاص مخلوق میں حلول کر آیا۔ غرض اتحاد و حلول دونوں مذہب غلط اور خلاف شرع ہیں۔

فصل : ۵۱

حق و باطل کی تمیز ختم کرنے میں شیطان کا کردار

شیطان اور اس کا گروہ کس طرح حق کو باطل اور باطل کو حق بنا کر پیش کرتا ہے؟ اور کس طرح انسان کو گمراہ کرتا ہے؟

پھر بڑا شیطان اپنے متبعین سے کہتا ہے: پھر تم ''کان کا مورچہ'' سنبھال لو جو تمہارے کاموں کو خراب کرے۔ ایسی کوئی بات اور کوئی چیز کانوں کے اندر گھسنے نہ پائے۔ پوری کوشش کرو کہ باطل، فاسد اور خراب باتوں کے سوا کوئی چیز اس مورچہ سے اندر جانے نہ پائے۔ باطل اور فاسد باتوں کو مزین، آراستہ و پیراستہ، ملیح و مقبول بنا کر نفس کے سامنے پیش کرنا کوئی بڑی مشکل بات نہیں۔ شیریں الفاظ، نرم کلامی اختیار کرو۔ اگر کچھ سمجھدار لوگوں سے پالا پڑ جائے تو سحر آفریں کلام اختیار کرو۔ اور گفتگو میں ایسی باتوں کی آمیزش کرو کہ نفس فوراً اسے قبول کر لے۔ پہلے تم ایک کلمہ یا ایک جملہ پیش کرو۔ اور دیکھو وہ کان دھرتا ہے۔ تو دوسرا کلمہ یا دوسرا جملہ پیش کرو۔ جب تم دیکھو کہ اس نے ایک بات اچھی سمجھ کر قبول کر لی۔ تو اس بات کو بار بار دہراؤ۔ اور دہراتے چلے جاؤ۔ اور پوری پوری نگرانی رکھو کہ اس مورچے سے اس کے پاس اللہ تعالیٰ کا کلام، رسولؐ کی باتیں، یا ناصحینِ دین کی کوئی بات پہنچنے نہ پائے۔ اور اگر تم کبھی مغلوب ہی ہو جاؤ۔ اور اس تک کوئی نصیحت کی چیز پہنچ ہی جائے۔ تو تم دوسرا پینترا چلو۔ اس کے فہم تدبر، غور و تفکر، نصیحت و موعظت کے راستہ میں رکاوٹیں ڈالو۔ جو چیزیں اس کے خلاف ہوں۔ شاندار پیرایہ میں اس کے سامنے پیش کرو۔ اگر ایسی چیزیں تم نے اس کے سامنے قرینہ سے پیش کر دیں۔ تو فہم و تدبر کی راہ میں وہ حائل ہو جائیں گی اور نفس فوراً اثر قبول کر لے گا۔ اور سمجھنے لگے گا کہ اللہ اور رسولؐ کی باتیں تو بڑی بوجھل ہیں ہم کس طرح اٹھا سکیں گے......؟ یا نفس کو اس طرح ورغلاؤ کہ بہت معمولی بات ہے یا یہ سمجھاؤ کہ اس پر عمل کرنا تو ان لوگوں کا کام ہے جو بڑے درجہ کے لوگ ہیں۔ اور لوگوں میں امتیازی درجہ رکھتے ہوں۔ معزز اور مقبول ہوں۔ ان

مخلص بندوں کا کام ہے جو مقبولیت کے بلند مراتب کے حامل ہوں۔ اور ان مخصوص بندوں کے اوصاف کچھ ایسے بیان کیے جائیں کہ دنیا میں ان صفات کا آدمی میسر ہی نہ آسکے۔ اور یا پھر یہ کہو کہ بھائی! حق تو آج کل بالکل مہجور و متروک ہو چکا ہے۔ حق بات کہنے سے تو ساری دنیا دشمن بن جاتی ہے۔ اب تو کسی نہ کسی طرح لوگوں سے اپنا مطلب نکال لو۔ یہ اور اس قسم کی باتیں پیش کر کے اسے حق بات سے بھٹکا دو۔

غرض! یہ کہ شیاطین حق کو مختلف قالبوں میں ڈھال کر نفس کے نزدیک مقبول اور مرغوب بنا دیتے ہیں اور حق کو مکروہ قالب میں ڈھال کر نا قابلِ عمل بنا کر دور پھینک دیتے ہیں۔

اگر تمہیں شیاطین کے کارناموں کا کچھ اندازہ لگانا ہو تو تم ان شیاطین کے بھائی، انسانی شیاطین کے کارناموں پر غور کرو کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے عظیم الشان فریضے کو کس طرح لوگوں کی لغزشیں تلاش کر کے فضول باتوں میں الجھا دیتے ہیں اور نا قابل برداشت مصائب کھڑے کر دیتے ہیں، کیا کیا فتنے پیدا کر دیتے ہیں۔ کس طرح اتباعِ سنت سے اور صفاتِ الٰہیہ سے جو خود اللہ نے اپنے لیے بیان کی ہیں، ہٹا کر تشبیہ، تجسیم اور تکییف وغیرہ کے قالبوں میں ڈھال دیتے ہیں؟ اور کہتے ہیں کہ علو اور استویٰ علی العرش کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بہ اعتبار تحیز اپنی مخلوقات سے متباین ہے۔ آسمان دنیا پر اللہ کے نزول اور من یسئلنی فاعطیه (جو مجھ سے سوال کرتا ہے، میں اسے دیتا ہوں) کے معنی یہ کرتے ہیں کہ اللہ حرکت کرتا ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے اور اللہ نے اپنی ذات کے لیے جو ید (ہاتھ) اور وجہ (چہرہ) کہا ہے، اسے ویسا ہی چہرہ کہتے ہیں، جو انسان کا ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے افعال کو حادث اور اس کی صفات کو اعراض کہا کرتے ہیں، اور کچھ کلیات گھڑ لینے کے بعد ان سے غلط استدلال کرتے ہیں۔ اس غلط استدلال کے ذریعے اللہ نے جو اوصاف اپنی ذات کے لیے ثابت کیے ہیں، ان کی نفی کرتے ہیں اور نا تجربہ کار، بے علم جہلاء کو تو ہم اور شکوک میں مبتلا کر دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ نے جن صفات کا اللہ کی ذات کے لیے اثبات کیا ہے، اس سے یہ باتیں لازم آتی ہیں، اس لیے بعینہ یہ صفات مراد نہیں، بلکہ کچھ اور ہے۔ اس طرح وہ صفات الٰہیہ کو بالکل معطل کر کے اس تعطیل کو تنزیہ، تقدیس اور تعظیم کے قالب میں ڈھال کر پیش کرتے ہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ دنیا میں اکثریت بے عقل لوگوں کی ہے۔ یہ کسی ایک چیز کو ایک لفظ کے ساتھ مان لیتے ہیں، اور دوسرے لفظ سے اس کی تردید کر دیتے ہیں۔ ان کی عقل کا نہ کوئی معیار ہے، نہ ان کی فہم و دانش کا۔ اس قسم کے لوگوں کے متعلق خود اللہ تعالیٰ کا

ارشاد ہے:

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا﴾

''اور اسی طرح ہم نے شریر آدمیوں اور جنوں کو ہر ایک نبی کا دشمن بنا دیا تھا کہ دھوکہ دینے کی غرض سے ایک دوسرے کے کان میں چکنی چپڑی باتیں پھونکتے رہتے تھے۔''

اس آیت میں اس قسم کی باتوں کو زخرف کہا گیا ہے اور زخرف قول باطل کو کہتے ہیں، کیونکہ اس قسم کی باتیں کرنے والے اپنی باطل باتوں کو مزین اور آراستہ کر کے پیش کرتے ہیں، اور باطل کی تزئین میں اپنا پُورا زور لگا دیتے ہیں۔ باطل کو عمدہ لباس پہنا کر فریب خوردہ لوگوں کے سامنے کچھ اس طرح پیش کرتے ہیں کہ وہ دھوکہ کھائے بغیر نہیں رہتے۔

مقصود یہ ہے کہ شیطان پورے التزام سے کانوں کے ناکہ کی مورچہ بندی کرتا ہے۔ کہ کسی طرح بھی کوئی مفید اور نفع بخش بات انسان کے کانوں تک پہنچنے نہ پائے۔ حق بات کو کسی طرح بھی اس کے کانوں میں جانے نہ دیا جائے۔ اور وہی باتیں پہنچائی جائیں جو انسان کے حق میں ضرر رساں ہوں۔ اگر کبھی بلا مقصد و ارادہ کوئی حق بات اور مفید چیز پہنچ بھی جائے تو بہ ہزار فریب، باطل و فاسد باتیں القاء کر کے حق کو ناحق بنا دیا جائے۔

فصل : ۵۲

کان کے بعد زبان کی مورچہ بندی

پھر یہ بڑا شیطان اپنے متبعین سے کہتا ہے: اب تم انسان کی زبان کے مورچہ پر قبضہ جمالو' کیونکہ زبان انسان کا ایک اہم اور زبردست ناکہ ہے۔ یہ ایسا مورچہ ہے کہ بادشاہ (قلب) کے بالکل سامنے ہے۔ اس کی زبان سے تم ایسے الفاظ اور کلمات نکلواؤ کہ اس کے حق میں سراسر مضرت رساں ہوں۔ کسی حال میں بھی اس کے حق میں مفید نہ ہوں۔ ذکر الٰہی' استغفار' توبہ' انابت' تلاوت قرآن' نصائح' پندوموعظت اور تعلیم دین وغیرہ جو اس کے حق میں مفید ہوں' اس کی زبان پر مت آنے دو۔ اگر تم اس مورچہ پر قابو پالو گے اور اس کی حفاظت کرو گے تو تمہیں دو اہم اور عظیم الشان چیزیں مل جائیں گی۔ اور اگر دو میں سے ایک بھی حاصل ہوگئی تو بہت کچھ کامیابی حاصل ہوگی۔ اس لئے اس کی تحصیل کے لئے پوری پوری کوشش کرو۔

پہلی چیز یہ ہے کہ زبان پر باطل الفاظ اور فاسد کلمات کے سوا کوئی بات جاری نہ ہونے دو۔ بدزبانی اور بدگفتاری کرنے والا تمہارا بھائی ہے' تمہاری فوج کا سردار اور سرغنہ ہے' تمہارا بہت بڑا معاون اور مددگار ہے' اس کی پوری پوری قدر کرنا۔

دوسری چیز یہ ہے کہ تم اس کی زبان پر قابو پالو گے تو وہ حق بات کہنے سے رک جائے گا۔ اور جو آدمی حق سے اپنی زبان روک لے وہ تمہارا گونگا بھائی ہے۔ پہلی قسم کا آدمی تمہارا بدگفتار بھائی ہے اور یہ تمہارا گونگا بھائی ہے۔ اور بسا اوقات بدگفتار بھائی کے مقابلہ میں گونگا بھائی تمہارے حق میں زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے۔ کیا تم نے کسی واعظ ناصح کا مقولہ نہیں سنا؟

((اَلْمُتَکَلِّمُ بِالْبَاطِلِ شَیْطَانٌ نَاطِقٌ وَالسَّاکِتُ عَنِ الْحَقِّ شَیْطَانٌ اَخْرَسُ)) (۱)

''بدگفتار آدمی بولنے والا شیطان ہے اور حق سے خاموش رہنے والا گونگا شیطان

(۱) یہ ابوعلی الدقاق کا قول ہے۔ دیکھئے رسالہ قشیریہ (ص: ۵۷)

ہے۔"

شیطان کی اپنے چیلوں کو تنبیہ

دیکھو میرے بیٹو! ...... اس مورچہ پر اپنے گھوڑے باندھے رکھو۔ اور پوری قوت مہیا رکھو۔ اور اس کی پوری پوری حفاظت کرو۔ خیال رکھو اس کی زبان سے کوئی حق بات نکلنے نہ پائے۔ بدگفتاری ہی اس کی زبان سے جاری رہے۔ باطل فاسد باتیں خوب مزین اور آراستہ کر کے اس کے سامنے دہراتے رہو' تاکہ بدگفتاری جاری رہے۔ حق بات سے اس کی زبان کو روک دو اور اسے ڈراؤ کہ دیکھو حق بات زبان سے نکالی اور مارے گئے۔

میرے پیارے بیٹو! خوب سمجھ لو کہ زبان ہی کے مورچہ سے میں نے آدم کی اولاد کو ہلاک کیا ہے۔ زبان ہی کے ذریعہ میں اسے تباہ کرتا ہوں۔ منہ کے بل دوزخ میں جھونک دیتا ہوں۔ بہت سوں کو اس کے ذریعہ قتل کے گھاٹ اتار دیتا ہوں۔ بہت سوں کو اسیر و قیدی بنا دیتا ہوں۔ بہت سوں کو زخمی اور نیم جان کر کے رکھ دیتا ہوں۔ یہ بہت ہی اہم مورچہ ہے اور اس قسم کے بے شمار کام اس سے انجام پاتے ہیں۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اس مورچہ کی تم پوری پوری حفاظت کرنا۔ اگر تم میں سے کوئی کسی آدمی کی زبان سے برے الفاظ' برے کلمات کہلوا دے تو دسروں کا فرض یہ ہونا چاہیے کہ سننے والوں کی زبانوں پر قابو پالیں۔ اور ان سے کہلوا دیں کہ واہ بھائی واہ! کیسی اچھی بات کہی ہے اور پھر اس کی بات کی پوری پوری عظمت اور وقعت کرا دو۔ تعجب انگیز لہجہ میں تعریف و توصیف کرا دو۔ تاکہ اصل بات کرنے والا پھر انہی الفاظ و کلمات کو خوش ہو کر دہرانے لگے۔ میرے بیٹو! ...... تم اس بارے میں ان لوگوں کے معاون بن جاؤ اور ان کی پوری پوری معاونت کرو۔ ہر دروازے کے اندر جا گھسو اور ہر جگہ جا بیٹھو اور گھات میں لگے رہو۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ میں نے ان کے رب کے سامنے یہ قسم کھائی ہے:

﴿ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝ ﴾ (اعراف: ۷/۱۷)

"اس نے کہا بسبب اس کے کہ آپ نے مجھ کو گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں

ان کے لیے آپ کی سیدھی راہ پر بیٹھوں گا پھر ان پر حملہ کروں گا ان کی داہنی جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔"

کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں آدم کی اولاد کے تمام راستے گھیرے بیٹھا رہتا ہوں؟ کسی ایک کا راستہ بھی چوکتا نہیں۔ اور جس طرح بھی ممکن ہوتا ہے اپنا مقصد پورا کر لیتا ہوں، اگر پورا پورا حاصل نہیں ہوتا تو کچھ نہ کچھ تو ضرور حاصل کر لیتا ہوں۔

شیطان کے مکائد سے خود رسول اللہ ﷺ نے بھی ڈرایا ہے۔ فرمایا:

((اِنَّ الشَّیْطَانَ قَدْ قَعَدَ لِابْنِ آدَمَ بِطُرُقِهٖ كُلِّهَا))

"یہ حقیقت ہے کہ بنی آدمی کے تمام راستوں پر شیطان بیٹھا ہوا ہے۔"

"چنانچہ شیطان اسلام کے راستہ پر جا بیٹھتا ہے۔ جب کوئی اسلام قبول کرتا ہے تو ورغلاتا ہے کہ کیا تو اپنا اور اپنے آباؤ واجداد کا دین چھوڑ رہا ہے؟ جب آدمی اس کی مخالفت کرتے ہوئے اسلام قبول کر لیتا ہے تو وہ اس کی ہجرت کی راہ پر جا بیٹھتا ہے، اور ورغلاتا ہے: ارے تو اپنا قدیم وطن قدیم آسمان و زمین چھوڑ رہا ہے؟ جب اس نے اس کی یہ بات نہ مانی اور ہجرت پر آمادہ ہی ہو گیا تو اب وہ اس کے جہاد کے راستہ پر آ بیٹھتا ہے اور اسے ورغلاتا ہے: ارے او بھلے آدمی! خواہ مخواہ اپنی جان دیتا ہے۔ تیرا مال دوسرے کھائیں گے۔ تیری بیوی کسی اور سے نکاح کر لے گی۔ لیکن مؤمن بندہ اس کی بات نہیں سنتا اور جہاد کرتا ہے۔"[1]

بڑے شیطان کی تلقین

بڑا شیطان اپنے متبعین سے کہتا ہے: پیارے بیٹو! تم اولادِ آدم کی خیر و فلاح کے ہر راستہ پر جا بیٹھو اور انہیں ورغلاؤ۔ خیرات و صدقات کی راہیں گھیرو۔ نفس کو کہو: ارے او بھلے آدمی تو اپنا خرچ کر ڈالتا ہے اس سے تو ایک دن تو بھی اس جیسا فقیر بن کر رہ جائے گا۔ تم نے سنا نہیں کہ ایک شخص سے کسی سائل نے صدقہ کی درخواست کی تو میں نے اس کی زبان سے کہلا دیا کہ ہم اپنا مال اگر تم کو دے دیں تو تمہاری ہی طرح بھکاری نہ ہو جائیں۔ حج کا ارادہ

[1] مسند احمد (۳/ ۴۸۳) سنن نسائی۔ کتاب الجهاد۔ باب ما لمن اسلام وهاجر وجاهد (حدیث۔ ۳۱۳۶)

کرنے والے کو گھیر و اور اسے کہو: ارے او نیک بخت! حج کا راستہ تو بڑا خوفناک ہے، مشقتوں سے لبریز ہے، جان و مال کا خطرہ ہے۔ اسی طرح اس کے ہر خیر و فلاح کے راستہ پر دھرنا دے بیٹھو۔ اور اسے نیک کام سے روک دو۔ اس عمل کی صعوبتیں، آفتیں بتلا بتلا کر اسے راستہ سے بھٹکا دو۔

اس کے بعد معاصی اور گناہوں کو ہاتھ میں لو اور بنی آدم کی نگاہوں کے سامنے معاصی کو حسین بنا کر پیش کرو۔ انسان کے قلب میں گناہوں کو آراستہ پیراستہ کر کے پہنچاؤ۔ اور اس سلسلہ میں عورتوں کو اپنا سب سے بڑا معاون بنا لو۔ عورتوں کے ذریعہ ان لوگوں میں جا گھسو۔ عورتیں تمہاری پوری پوری مددگار ثابت ہوں گی۔

اس کے بعد ہاتھ پاؤں کے مورچے سنبھال لو۔ اور جو چیز اپنے مقصد کے خلاف پاؤ، اسے ادھر جانے مت دو۔ پوری قوت سے روک دو۔ نہ ہاتھ کو آگے بڑھنے دو نہ پاؤں کو۔

شیطان کی ایک اور نصیحت

میرے بیٹو!...... اچھی طرح سمجھ لو کہ ان تمام مورچوں میں تمہارا سب سے بڑا معین نفسِ امارہ ہے۔ تم اسے اپنا بناؤ، اس سے رشتہ جوڑو اور اس کے ذریعہ اپنے مقاصد پورے کرو۔ تم اس کی پشت پناہی کرو۔ اور اس کو اپنا پشت پناہ بنا لو۔ اور اس کے ساتھ رہ کر نفسِ مطمئنہ سے جنگ کرو۔ اور اسے توڑ دو اور شکست دے کر اس کی ساری طاقتیں ختم کر دو اور پوری کامیابی تو تمہیں اس وقت حاصل ہو گی جب تم نفس مطمئنہ کا اصل مادہ ہی ختم کر دو گے۔ جب تم اس مادہ کو ختم کر دو گے تو نفس امارہ قوی تر ہو جائے گا۔ اور نفس امارہ کے تمام اعوان و انصار تمہاری اتباع کرنے لگیں گے۔ اس وقت تم قلب اور قلب کے قلعے میں جا گھسو اور اسے گرفتار کر لو۔ اور تخت مملکت سے اسے معزول کر کے نفس امارہ کو اس کی جگہ بٹھا دو۔ اب نفس امارہ وہی حکم جاری کرے گا جو تم چاہو گے۔ تمہارے خلاف کبھی کوئی اقدام نہیں کرے گا، بلکہ تمہارے اشاروں پر دوڑتا رہے گا۔ اب اگر تم یہ محسوس کرو کہ قلب اپنی مملکت کی بازیابی کے لیے جنگ کرنا چاہتا ہے اور تم اس کے خطرات سے محفوظ رہنا چاہتے ہو، تو قلب اور نفس کے درمیان عقد نکاح باندھ دو۔ نفس کو زینت و جمال سے پوری طرح آراستہ کرو۔ اور بہتر سے بہتر دلہن کی صورت میں اس کے سامنے پیش کرو۔ اور اِسے کہو: ذرا وصل و وصال کی شیرینی تو دیکھ لو۔ عروس نو کی ہم آغوشی کا

مزہ تو دیکھ لو۔ جنگ کا مزہ تو خوب چکھ لیا زخم کھائے' لڑائی کی تلخیاں بھی چکھ چکے۔ اب صلح و سلامتی کی لذتیں بھی تو دیکھ لو۔ صلح اور جنگ کی لذتوں کا موازنہ کرو۔ کونسی چیز بہتر ہے؟ جنگ ختم کرو۔ جنگ کے اسلحہ زمین پر ڈال دو۔ ارے بھائی! یہ تو زمانہ کی گردش ہے جنگ تو اس وقت ختم ہوگی جب مریں گے اور تمہاری طاقتیں جواب دے دیں گی۔ تم ہمیشہ جنگ جاری نہیں رکھ سکتے۔ پھر ابھی سے جنگ ختم کر کے چین کی زندگی کیوں نہ گزارو؟

شیطان کی انسان دشمنی میں انتہا

اے میرے بیٹو! ...... تمہیں اپنی جنگ جاری رکھنے کے لیے دو قسم کی فوجیں درکار ہیں۔ اگر یہ دو قسم کی فوجیں تمہارے پاس ہیں۔ تو تم کبھی کسی حال میں مغلوب نہیں ہو سکتے۔

پہلی فوج غفلت کا لشکر ہے۔ بیٹو! تم آدم کی اولاد کو اللہ اور آخرت سے غافل کر دو۔ ہر ممکن طریقہ سے ان کے قلوب کو غفلت و بے خبری کی دلدل میں پھنسا دو۔ تمہیں اپنا مقصد پورا کرنے کے لیے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں مل سکتی۔ جب تم قلب کو غفلت میں ڈال دو گے تو اس پر اور اس کے تمام اعوان و انصار پر تمہاری حکومت قائم ہو جائے گی۔

دوسری فوج شہوات اور خواہشات کا لشکر ہے۔ انسان اور انسان کے قلوب اور نگاہوں میں شہوات و خواہشات کو پوری زینت و آراستگی کے ساتھ پہنچاؤ۔

میرے پیارے بیٹو! ...... ان ہر دو لشکروں کے ساتھ ان پر حملے کیا کرو۔ بنی آدم پر غالب آنے کے لیے ان دو لشکروں سے بہتر تمہیں کوئی لشکر نہیں مل سکتا۔ شہوات و خواہشات کے ذریعہ انہیں غفلت میں ڈال دو۔ اور غفلت کے ذریعہ شہوات و خواہشات میں الجھا دو۔ اور دو غافل انسانوں کو ایک جگہ اکٹھا کر دو۔ اور اپنے ساتھ لے لو۔ ان دو غافل انسانوں کے ساتھ ایک ذاکر انسان کو بھی شامل کر لو۔ یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ ایک ذاکر پانچ مخالف افراد پر غلبہ نہیں پا سکتا۔ دو غافل آدمی ہوں گے تو ان کے ہمراہ ان کے دو شیطان اور ایک ذاکر کا شیطان۔ بتلاؤ ایک ذاکر ان پانچ کے مقابلہ میں کیونکر غالب آئے گا؟

پھر اگر تم دیکھو کہ کوئی گروہ ذکر الٰہی میں مشغول ہے اور اللہ کے اوامر و نواہی اور دین و ملت کے مذاکرہ میں مصروف ہے اور تم میں یہ طاقت نہیں کہ اس گروہ کو تم منتشر و پروپیگنڈہ کر سکو تو تم انہی لوگوں میں سے چند اوباشوں کو اپنے ساتھ لے لو۔ اور پوری طرح انہیں گمراہ

کر کے اس گروہ کے خلاف چھوڑ دو' اور کہہ دو کہ جاؤ ان کے اندر تشویش و پراگندگی پھیلا دو۔ اور شور و شغب سے انہیں وحشت زدہ کر دو۔

غرض یہ کہ انہی کے اقران' ہم جنس' ہم نواؤں کو اپنا معین و مددگار بنا لو۔ انسان کے اندر اس کے ارادہ کی راہ سے گھس جاؤ۔ اور شہوات و خواہشات کے ذریعہ باغیانہ قوت بڑھا دو۔ اور شہوات و خواہشات کی تحصیل میں اس کی پوری پوری امداد کرو۔

جب اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو صبر وثبات اور باہمی صبر و ثبات کے روابط بڑھانے اور تمہارے خلاف مورچہ بند ہونے کا حکم دیا ہے' تو تمہارا یہی فرض ہے کہ اولاد کے خلاف تم بھی صبر وثبات اور باہمی صبر وثبات کے روابط قائم کرنے کی کوشش کرو۔ اور پوری قوت سے ان کے مقابلے میں مورچے قائم کرو۔'

شہوات و خواہشات اور غیظ و غضب کے اوقات کا انتظار کرو۔ ان دو مواقع کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دو۔ بنی آدم کو اپنا شکار بنانے کے لیے ان دو مواقع سے بہتر کوئی موقعہ تمہیں نہیں مل سکتا۔

یہاں یہ سمجھ لو کہ انسانوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جن پر شہوت کا تسلط ہوا کرتا ہے۔ اور غیظ و غضب کا بادشاہ بالکل مغلوب و مقہور ہوا کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کو شہوات و خواہشات کے راستوں میں گھیر لو۔ غیظ و غضب کی راہ سے تعرض ہی مت کرو۔

اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن پر غیظ و غضب کی فرمانروائی ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو غیظ و غضب کے راستوں میں دھر لو۔ لیکن ان کی شہوات و خواہشات کے مورچوں کو خالی نہ چھوڑو۔ کیونکہ اس قسم کے لوگ بسا اوقات اپنی جان پر قابو رکھنے سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ لیکن شہوت کے وقت اپنے نفس پر پورا قابو رکھتے ہیں۔

اس کے بعد ان کی قوت غیظ و غضب اور قوت شہوات میں عقد زوجیت جوڑ دو' اور پھر غیظ و غضب کی راہ سے شہوات کو بلا لو۔ اور شہوات کی راہ سے غیظ و غضب کو بلا لو۔ اس طرح تمہارا کام بڑی خوبی سے انجام پاتا رہے گا۔

خوب سمجھ لو کہ آدم کی اولاد کو زیر کرنے کے لیے یہ دو چیزیں زبردست ہتھیار ہیں ان کے والدین کو میں نے شہوت کے ذریعہ جنت سے نکال باہر کیا ہے۔ اور غیظ و غضب کے ذریعہ ان میں عداوتوں کی آگ مشتعل کر دی اور ان کے رشتے توڑے ہیں۔ خونریزیوں کے میدان

گرم کیے ہیں۔ اسی غیظ و غضب کے ذریعہ آدم کے ایک بیٹے کے ہاتھوں اس کے بھائی کو قتل کرا دیا ہے۔

خوب سمجھ لو کہ غیظ و غضب آدم کی اولاد کے قلوب میں ایک انگارہ ہے۔ اور شہوت آگ کا شعلہ ہے جو قلب کے انگارے سے مشتعل ہوتا ہے اور یہ آگ وضو' نماز' ذکر الٰہی' تکبیر و تہلیل' تسبیح اور تلاوت قرآن سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ تم نہایت ہوشیاری سے کام لو۔ غیظ و غضب اور شہوت کے اوقات میں ان کو وضو' نماز وغیرہ کے قریب نہ جانے دو۔ کہ اس سے ان کی غیظ و غضب اور شہوت کی آگ ٹھنڈی ہو جائے گی۔ ان کے پیغمبر نے ایسے موقعوں پر انہیں وضو اور نماز کی تاکید کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے:

((اِنَّ الْغَضَبَ جَمْرَةٌ فِیْ قَلْبِ ابْنِ آدَمَ اَمَا رَأَیْتُمْ مِنَ احْمِرَارِ عَیْنَیْهِ وَانْتِفَاخِ اَوْدَاجِهٖ؟ فَمَنْ اَحَسَّ بِذَالِكَ فَلْیَتَوَضَّا)) [1]

"غصہ انسان کے قلب میں ایک انگارہ ہے کیا تم نہیں دیکھتے اس کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور کنپٹیاں پھول جاتی ہیں۔ جو شخص غصہ محسوس کرے اس کو چاہیے کہ فوراً وضوء کر لے۔"

اور پھر فرمایا کہ:

((اِنَّما تُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَاءِ)) [2]

"یہ آگ پانی ہی سے ٹھنڈی کر لی جائے۔"

اور خود اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ تمہارے خلاف صبر و ثبات سے کام لیں اور نماز سے استعانت حاصل کریں۔ لہٰذا تم ان کو وضو اور نماز سے بھٹکا دو۔ اور ان کو اللہ سے غافل اور بے خبر کر دو۔ اور شہوت و غضب کی آگ مشتعل کر کے ان پر غلبہ پا لو۔ تمہارا بہتر سے بہتر اور تیز سے تیز ہتھیار یہی ہے کہ تم انہیں غفلت اور خواہشات میں الجھا دو۔ تمہارے خلاف ان کا بہتر سے بہتر ہتھیار۔ اور مضبوط سے مضبوط قلعہ ذکر الٰہی اور خواہشات کی مخالفت ہے۔ جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ خواہشات سے گریز کر رہا ہے' تو تم اس سے دور بھاگو اس کے سایہ میں

---

[1] مسند احمد (۳/ ۱۹) سنن ترمذی۔ کتاب الفتن۔ باب ما اخبر النبی ﷺ اصحابه بما هو کائن (حدیث۔ ۲۱۹۱) اسناده ضعیف۔ علی بن زید بن جدعان ضعیف راوی ہے۔ اس میں موضوء کا ذکر نہیں ہے۔

[2] مسند احمد (۴/ ۲۲۶) سنن ابی داود۔ کتاب الادب۔ باب مایقال عند الغضب (حدیث۔ ۴۷۸۴)

بھی کھڑے نہ رہو۔

مقصود یہ ہے کہ معاصی و گناہ وہ اسلحہ ہیں کہ جن کے ذریعے انسان خود اپنے دشمن کی امداد کرتا ہے اور اپنے دشمن کو اپنے خلاف یہ اسلحہ استعمال کرنے کا موقع دیتا ہے۔ ان ہی ہتھیاروں سے شیطان انسان کے مقابلے میں جنگ کرتا ہے اور جاہل' بے سمجھ لوگ خود اپنی جان کو ہلاک کرنے میں شیاطین کے مددگار بن جاتے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے:

ما یلغ الأعداء من جاهل
ما یبلغ الجاهل من نفسه

''جاہل سے جس قدر امداد اس کے دشمنوں کو پہنچتی ہے' اس قدر امداد ایک جاہل خود اپنی ذات سے بھی نہیں پاتا۔''

کس قدر تعجب خیز بات ہے کہ بندہ خود اپنے آپ کو ذلیل و خوار کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں اپنی تکریم و توقیر اور عزت کر رہا ہوں۔ اپنی حرماں نصیبی اور ضیاع عزت و شرف کے سامان کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اپنے نصیب کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ اپنی جان کی تحقیر و تذلیل اور اپنے آپ کو گندہ اور ناپاک کرنے میں اپنی قوت صرف کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں اپنی اصلاح کر رہا ہوں' اور اپنی رفعت و سربلندی کی کوشش کر رہا ہوں۔ بعض اسلاف نے اپنے خطبے میں کیا اچھا فرمایا ہے:

آگاہ رہو کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اپنے آپ کو ذلیل و خوار کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی توقیر بڑھا رہے ہیں' اپنی جان کو ذلیل کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم اپنی عزت کر رہے ہیں۔ اپنی جان کو حقیر کر رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم اپنی عزت بڑھا رہے ہیں۔ جان کو ہلاک کر رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جان کی حفاظت کر رہے ہیں۔ انسان کس قدر جاہل اور بیوقوف ہے کہ وہ اپنے خلاف اپنے دشمنوں کی ایسی امداد کرتا ہے جو دشمن خود بھی نہیں کر سکتا۔ آدمی اپنے کرتوتوں سے خود اپنے آپ کو اتنا نقصان پہنچا لیتا ہے' جتنا اس کا دشمن بھی نہیں پہنچا سکتا۔ واللہ المستعان۔

فصل : ۵۳

دنیوی نقد اور ادھار میں تقدیم و تاخیر

معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ گنہگار انسان اپنی جان کو فراموش کر دیتا ہے۔ اور انسان جب اپنی جان کو بھول جاتا ہے تو اپنی جان چھوڑ دیتا ہے اور اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایک آدمی خود اپنی جان کو کس طرح اور کیوں کر بھلا دیتا ہے؟ اگر ایک آدمی خود اپنے آپ ہی کو بھلا دے تو اسے یاد کیا رہے گا۔ اپنی جان کو فراموش کر دینے کا کیا مطلب ہے؟

ہاں انسان بہت بری طرح اپنی جان کو بھلا بیٹھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللهَ فَأَنْسٰهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ۝ ﴾ (حشر: ۱۹/۵۹)

''اور ان لوگوں جیسے نہ بنو جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا' تو اللہ نے ان کی ایسی مت ماری کہ اپنے آپ کو بھی بھول گئے۔ یہی لوگ نافرمان ہیں۔''

جب اللہ کے بندے اللہ کو بھلا دیتے ہیں تو اللہ بھی انہیں بھلا دیتا ہے اور انہیں خود ان کی جانوں سے بھی غافل کر دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ نَسُوا اللهَ فَنَسِيَهُمْ ۝ ﴾ (التوبة: ۶۷/۹)

''جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا۔''

جو لوگ اللہ کو فراموش کر دیتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ دو سزائیں دیتا ہے۔ ایک تو یہ کہ حق سبحانہ تعالیٰ ان کو بھلا دیتا ہے۔ دوسری یہ کہ خود ان کو ان کی جانوں سے بے خبر کر دیتا ہے اور پروردگار عالم بندوں کو بھلا دیتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ پروردگار عالم ان کو چھوڑ دیتا ہے اور اپنے سے ان کو دور کر دیتا ہے۔ ان سے کوئی سروکار نہیں رکھتا اور انہیں ہلاک کر دیتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے تو اس کی ہلاکت و تباہی اتنی ہی قریب

ہو جاتی ہے' جتنی کہ منہ سے ہاتھ قریب ہے۔

اور ان کو اپنی جانوں سے بے خبر کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے حصہ سے اور اپنی فلاح و سعادت' اصلاح' دنیا و عقبیٰ' اور تکمیل دارین کے ذرائع کو فراموش کر جاتے ہیں۔ ان مقدس چیزوں کو وہ اس طرح بھلا دیتے ہیں کہ کبھی ان چیزوں کو یاد تک نہیں کرتے۔ اور نہ کبھی یاد آوری کا ان کو خیال آتا ہے اور نہ ان امور کی تحصیل و تکمیل کے لیے کبھی انہیں ہمت ہوئی ہے' نہ کبھی اس طرف توجہ ہوئی ہے۔ اس قدر وہ ان امور سے غافل' بے خبر ہو جاتے ہیں کہ ان کو نہ ان امور کی تحصیل کا کبھی خیال آتا ہے نہ دوسری چیزوں کے مقابلہ میں ان امور کو ترجیح دینے کا وہ ارادہ کرتے ہیں۔

نیز وہ اپنے عیوب' اپنے نقصانات اور مصائب و آلام کو بھی بھول جاتے ہیں اور ایسا بھول جاتے ہیں کہ اصلاح نفس' اور ازالہ عیوب کا خیال تک ان کے دلوں میں نہیں پیدا ہوتا۔

نیز اپنے قلبی امراض' قلبی آلام کو بھی فراموش کر جاتے ہیں اور ایسے بھول جاتے ہیں کہ ان کے علاج کا انہیں خیال نہیں پیدا ہوتا۔ اور ایسے امراض کے ازالہ کا خیال تک نہیں آتا جو انہیں ہلاک کر دینے والے ہیں' اور دائمی موت سے انہیں ہم آغوش کر دینے والے ہیں اور ہمیشہ کے لیے انہیں ختم کر دینے والے ہیں۔ افسوس کہ وہ اس سے ایسے بے خبر اور غافل ہو جاتے ہیں کہ نہ مرض کو سمجھ سکتے ہیں نہ مرض کا علاج کر سکتے ہیں نہ دوا کا تصور ان کے اندر پیدا ہوتا ہے۔

گناہوں کی یہ عقوبت عوام و خواص تمام کے لیے عام ہے۔ اور بڑی سخت عقوبت ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر عقوبت ہی کیا ہو سکتی ہے؟ کہ انسان اپنی جان کو بھول جائے اپنی جان کو ہلاک کر دے۔ اور مصالح نفس' امراض نفس' علاج' دوا' اسباب سعادت و فلاح' اصلاح دنیا و عقبیٰ' حیاتِ ابدی' انعاماتِ خداوندی جو دائمی ہیں۔ تمام کو فراموش کر جائے۔

آفت کا ظہور کب؟

اب ایک غور کرنے والا ان امور کو سامنے رکھ کر غور کرے تو واضح ہو جائے گا کہ اللہ کی اکثر مخلوق اپنی جانوں کو بھلا بیٹھی ہے اپنی جانوں کو ضائع کر چکی ہے۔ لیکن اس کا ظہور مرنے کے بعد ہی ہوگا۔ اور پورا پورا ظہور تو یوم التغابن یعنی قیامت کے دن ہوگا۔ اس دنیا میں جو

کچھ سودا لین دین کیا ہے اور معاد و آخرت کے لیے جو اس نے تجارت کی ہے۔ اس کا پورا پورا علم ان کو وہاں ہوگا۔ اور پوری طرح واضح ہو جائے گا کہ اس تجارت میں وہ کس قدر خسارے اور گھاٹے میں رہے؟ ہر انسان اس دنیا میں اپنی آخرت کے لیے کچھ نہ کچھ تجارت کرتا ہے لیکن اس تجارت کی حقیقت وہاں معلوم ہوگی۔ خسارہ پانے والے جن کا دنیا میں یہ اعتقاد تھا کہ ہم اپنی تجارت میں کامیاب ہیں۔ اور تجارت وکسب سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے۔ انہیں اس دن واضح ہو جائے گا کہ انہوں نے فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ آخرت کی لذتوں' آخرت کے نصیبے اور حصہ کو دنیا کی لذتوں' دنیا کی متاع' دنیا کے نصیبے اور حصہ کے عوض فروخت کر دیتا ہے۔ آخرت کی لذتوں اور آخرت کے انعامات کے مقابلہ میں انہوں نے دنیا کی لذتوں کو ترجیح دی ہے۔ اور صرف اسی سے وہ مستفید ہوتے رہے۔ اس پر قانع رہے اور اسی سے راضی اور اسی پر مطمئن رہے اور اس کی تحصیل میں منہمک رہے۔ دنیا میں بیع وفروخت' لین دین کرتے رہے اور اس میں پوری پوری کوشش کرتے رہے۔ لیکن مقصد یہی تھا کہ وعدے کے نفع' وعدے کے فوائد کے مقابلہ میں فوری فوائد کو ترجیح دی۔ آج کے ادھار کے عوض دنیا کے نقد کو مقدم رکھا۔ غائب اور بعد میں ملنے والے انعامات پر حاضر وموجود کو ترجیح دی اور یہ سمجھے کہ جو کچھ ہے یہی ہے' چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے:

خُذْ مَا تَرَاهُ وَدَعْ شَيْئًا سَمِعْتَ بِهِ

''جو تم دیکھ رہے ہو' اسی کو لو۔ جس کے بارے میں صرف سنا ہے اسے چھوڑ دو۔''

اس قسم کے اور اس خیال کے لوگوں کا عموماً یہ مقولہ ہے کہ دنیا میں جو ہمیشہ مل رہا ہے۔ وہ نقد ہے اس نقد کو ہم آخرت کے ادھار کے عوض کیسے فروخت کر دیں؟

یہ خیالات ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ ضعف ایمان' شہوات وخواہشات کی قوت فوری نفع کی محبت اور پھر ابناء جنس کی دنیا آلود زندگیوں کے اثرات' اور ان کی نقل وتقلید ان کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ اور یہ امید ظاہر ہے کہ اکثر مخلوق خسارے ہی کی تجارت میں مبتلا ہے۔ اور ایسے لوگوں کی شان میں خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۖ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ۝ ﴾ (بقرہ: ۲/۸۶)

''یہی ہیں جنہوں نے آخرت کی زندگی کے بدلے دنیا کی زندگی خرید لی۔ سو نہ تو

قیامت کے دن ان سے عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا۔ اور نہ کہیں سے ان کو مدد پہنچے گی۔"

اور اللہ تعالیٰ انہی کی شان میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝ ﴾ (بقرہ:۲/۱۶)

"پس ان کی تجارت نفع بخش نہ رہی اور نہ ہی وہ سیدھے راستے پر رہے"۔

لیکن جب "یوم التغابن" یعنی قیامت کا دن آئے گا اس وقت ان کو اپنی اس تجارت کا خسارہ معلوم ہوگا۔ اور اس دن وہ اپنی حرمان نصیبیوں پر حسرت وندامت کے آنسو روئیں گے۔

اپنی تجارتوں میں نفع اٹھانے والے وہ ہیں جنھوں نے آخرت کے باقی کے بدلہ میں دنیا کے فانی کو آخرت کے نفائس کے عوض، دنیا کے خسائس ورذائل کو آخرت کے عظیم وبرتر کے عوض دنیا کے حقیر کو فروخت کر دیا۔ اور کہہ دیا کہ اس ساری دنیا کی حیثیت ہی کیا ہے جو ہم آخرت میں ملنے والے حصہ کو اس حقیر کے عوض دے ڈالیں؟

بندہ اس مختصر زمانہ میں کیا پاتا ہے؟ اور جو کچھ اسے حاصل ہوتا ہے اس کی حیثیت آخرت کے مقابلہ میں کیا ہے؟ دنیا کی حیثیت ایک خواب سے زیادہ نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَن لَّمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ ۚ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝ ﴾

(یونس: ۱۰/۴۵)

"اور ان کو وہ دن یاد دلایئے جس میں اللہ ان کو اپنے حضور جمع کرے گا (تو ان کو ایسا محسوس ہوگا) کہ گویا وہ دنیا میں دن کی ایک آدھ گھڑی رہے ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کو پہچاننے کو ٹھہرے ہوں"

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ۝ فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا ۝ إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا ۝ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرُ مَن يَخْشَاهَا ۝ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ۝ ﴾ (نازعات:۷۹/۴۲-۴۶)

''اے پیغمبر! یہ لوگ تم سے قیامت کے دن کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہے؟ آپ کو اس کے بیان کرنے سے کیا تعلق اس کے علم کی انتہا تو اللہ کی جانب ہے آپ تو صرف اس سے ڈرتے رہنے والوں کو آگاہ کرنے والے ہیں جس روز یہ اسے دیکھ لیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ صرف دن کا آخری حصہ یا اول حصہ ہی دنیا میں رہے ہیں''

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلٰغٌ ﴾ (احقاف: ۴۶/۳۵)

''جس دن دیکھ لیں گے اس عذاب کو جس کا وعدہ ان سے کیا جاتا ہے تو گویا دنیا میں دن کی ایک گھڑی ہی ٹھہرے ہیں یہ ہے پیغام پہنچا دینا''۔

اور اللہ کریم فرماتا ہے:

﴿ كَمْ لَبِثْتُمْ فِى الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ○ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ ○ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ ﴾

(مومنون: ۲۳/۱۱۲، ۱۱۴)

''تم زمین پر گنتی کے کتنے دن رہے۔ وہ کہیں گے: ہم ایک دن یا ایک دن سے بھی کم۔ جو گنتے رہے ہوں ان سے پوچھ لیجیے! پروردگار فرمائے گا: بے شک تم تھوڑی ہی دیر رہے۔ مگر کاش! تم اسے پہلے ہی سے جان لیتے۔

اور ارشاد ہوتا ہے:

﴿ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ○ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ○ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ○ ﴾ (طٰہ: ۲۰/۱۰۲-۱۰۴)

''جس دن صور پھونکا جائے گا اور ہم اس دن گنہگاروں کو اپنے حضور میں جمع کریں گے۔ ان کی آنکھیں مارے خوف کے نیلی پیلی بے نور ہوں گی آپس میں چپکے چپکے

کہتے ہوں گے کہ ہم تو دنیا میں صرف دس دن رہے جیسی جیسی باتیں یہ لوگ اس دن کریں گے ہم ان سے بخوبی واقف ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اچھی راہ والا کہہ رہا ہوگا کہ تم تو صرف ایک ہی دن رہے۔''

قیامت کے دن دنیا کی حقیقت اور اصل حقیقت معلوم ہوگی۔ اس دن معلوم ہوگا کہ دنیا میں ٹھہرنے کی مدت کتنی مختصر ہے۔ اور اس کا اصل گھر دنیا میں نہیں بلکہ آخرت ہے۔ جہاں انہیں ہمیشہ رہنا ہے۔ یہی ان کا باقی رہنے والا اور دائمی مکان ہے۔ اس دن لوگوں کو اپنے خسارے کا پتہ چلے گا۔ اور اس دن پتہ چلے گا کہ دارالفناء کے مقابلہ میں انہوں نے دارالبقاء کو کس قدر نقصان پہنچایا۔

دنیا میں ہر انسان کچھ بیچتا ہے اور کچھ خریدتا ہے۔ روزانہ صبح ہوتے ہی اپنی جان کو بیچتا ہے اب یا تو وہ اپنی جان کو عذاب سے آزاد کرتا ہے یا عذاب خریدتا ہے۔[1] اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرماتا ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ ○ ﴾

(توبہ: ۹/۱۱۱)

''اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں کہ ان کے بدلے ان کو جنت دے گا۔ یہ اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے تو تم لوگ اپنی اس تجارت پر جس کا معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔''

اس تجارت کا راس المال' اور سرمایہ یہ ہے کہ جو اللہ نے ان آیات میں بیان فرما دیا اے مفلسو! تم یہ تجارت کرو۔ اور اے وہ لوگو کہ جن کے پاس یہ سرمایہ نہیں ہے اور اس تجارت کی

[1] صحیح مسلم۔ کتاب الطھارۃ۔ باب فضل الوضوء (حدیث۔ ۲۲۳)

حیثیت نہیں رکھتے ہو۔ تو ایک دوسرا سرمایہ ہے جس سے تم یہ سودا کر سکتے ہو۔ اور یہ سرمایہ خود اللہ تعالیٰ بتلا رہا ہے:

﴿ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السّٰٓئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (توبہ: ۹/۱۱۲)

''توبہ کرنے والے' عبادت کرنے والے' حمد و ثنا کرنے والے' اللہ کی راہ میں سفر کرنے والے' رکوع کرنے والے' سجدہ کرنے والے' نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے اور اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والے ہیں اور ایسے مومنین کو آپ خوشخبری سنا دیجیے۔''

اور ارشاد ہے:

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝﴾

(صف: ۶۱/۱۰)

''اے ایمان والو! کیا میں تمہیں وہ تجارت بتلا دوں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے' (تو سنو) اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم میں علم ہو''

مقصد یہ ہے کہ معاصی اور گناہ اس نفع بخش تجارت سے بندے کو غافل اور بے خبر کر دیتے ہیں اور سراسر خسارہ کی تجارت میں الجھا دیتے ہیں۔ غور کرو یہ کتنی سزا ہے؟ واللہ المستعان

فصل : ۵۴

گناہوں سے حال اور مستقبل کی نعمتیں زائل ہو جاتی ہیں

گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ اس سے حاضر و موجود انعاماتِ الٰہیہ زائل ہو جاتے ہیں۔ اور حاضر و موجود کے زائل ہو جانے کے بعد مستقبل میں ملنے والی نعمتوں سے بھی انسان محروم ہو جاتا ہے۔ آئندہ ملنے والی نعمتیں اس لیے منقطع ہو جاتی ہیں کہ موجود و حاضر نعمتِ الٰہیہ کی حفاظت کے لیے اور غیر موجود غیر حاضر نعمتوں کو حاصل کرنے کے لیے طاعت سے بہتر کوئی چیز نہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی چیزیں اللہ تعالیٰ کی طاعت ہی سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ اور جب طاعت کی جگہ معاصی کا ارتکاب کیا جائے تو وہ نعمتیں جو طاعت سے ملتی ہیں ان سے بندہ محروم ہو جاتا ہے۔

حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہر چیز کے لیے کچھ اسباب بنائے ہیں جن کے ذریعہ وہ چیز حاصل ہوتی ہے اور کچھ آفتیں پیدا کی ہیں جن سے وہ ہر چیز فنا ہو جاتی ہے۔ انعاماتِ الٰہیہ کو جلب کرنے کا سبب اللہ تعالیٰ کی طاعت ہے اور فنا کرنے اور روکنے والی آفت معصیت اور گناہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے لیے اپنے انعامات کی حفاظت کرنا چاہتا ہے تو اسے القاء فرماتا ہے کہ وہ اس کی پوری پوری اطاعت کرے اور جب کسی سے اپنے انعامات چھین لینا چاہتا ہے اور اسے ذلیل کرنا چاہتا ہے تو اسے اس بات میں لگا دیتا ہے کہ وہ اللہ کی نعمتوں کو اللہ کی نافرمانی اور گناہوں میں صرف کر دے۔

یہ کچھ عجیب بات ہے کہ لوگ گناہوں کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اپنے اور دوسروں کے حالات ان کی نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں۔ اور گناہوں کی پاداش میں جن لوگوں سے انعاماتِ الٰہیہ سلب کر لیے گئے۔ ان کے حالات پڑھتے اور سناتے ہیں۔ پھر بھی

معصیت کے ارتکاب سے باز نہیں آتے۔ گویا یہ سمجھ رہے ہیں کہ اللہ کا یہ معاملہ دوسروں کے ساتھ ہے ان کے ساتھ تو نہیں' یہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اور اللہ کے اس عمومی قاعدہ سے خصوصی طور پر یہ علیحدہ کر دیئے گئے ہیں' یہ تو دوسری مخلوق کے لیے سزا ہے ان کے لیے نہیں۔ بتاؤ! دنیا میں اس سے بڑھ کر کونسی جہالت ہو سکتی ہے؟ اور اپنی جان پر اس سے بڑھ کر کونسا ظلم ہو سکتا ہے؟فالحکم للہ العلی الکبیر

فصل : ۵۵

فرشتوں سے دوری اور شیطان کا قرب

◆ معاصی کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ گناہوں سے اس کا حقیقی دوست سب سے بڑا مشفق، ناصح، نفع رساں اور موجب سعادت، رفیق اس سے دور بھاگتا ہے۔ اور وہ موکل و مامور فرشتہ جسے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کے لئے مقرر کر رکھا ہے اس سے دور ہو جاتا ہے اور شیطان قریب ہو جاتا ہے، جو سب سے بڑا مکار عیار، فریبی اور سب سے بڑا ضرر رساں ہے۔ اور جس درجہ کی معصیت اور جس درجہ کا گناہ ہوتا ہے اسی قدر محافظ فرشتہ بھاگ جاتا ہے۔ کبھی صرف ایک جھوٹی بات کرنے سے یہ فرشتہ میلوں دور بھاگ جاتا ہے۔ چنانچہ آثار میں وارد ہے:

((اِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ۔ تَبَاعَدَ مِنْهُ الْمَلَكُ مِيْلًا مِنْ نَتْنِ رِيْحِهٖ)) [1]

''کوئی بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو سے موکل فرشتہ ایک میل دور بھاگ جاتا ہے۔''

جب ایک جھوٹ سے یہ موکل فرشتہ اس قدر دور بھاگ جاتا ہے، تو اس سے بڑے اور فحش گناہوں سے وہ کس قدر دور بھاگتا ہوگا؟ بعض سلف نے کہا ہے: مرد، مرد سے بدفعلی کرتا ہے تو زمین چلاتی ہوئی بارگاہِ الٰہی میں فریاد کرتی ہے۔ اور فرشتے بھاگے ہوئے بارگاہِ خداوندی میں جاتے ہیں اور شکایت پیش کرتے ہیں۔

بعض سلف کا قول ہے: صبح ہوتے ہی انسان کے پاس فرشتہ اور شیطان پہنچ جاتے ہیں۔ اگر انسان اللہ کا ذکر کرتا ہے، اس کی کبریائی بیان کرتا ہے، حمد وثنا کرتا ہے، تسبیح وتہلیل کرتا ہے، تو یہ فرشتہ شیطان کو بھگا دیتا ہے۔ اور اگر اس نے کچھ گناہ کیا تو یہ فرشتہ چلا اٹھتا ہے، اور اس سے دور بھاگ جاتا ہے۔ اور شیطان اس انسان سے اپنا رشتہ مضبوط کر لیتا ہے۔ جب یہ فرشتہ انسان کا مقرب ہو جاتا ہے۔ تو پھر وہ اسی کا ہو جاتا ہے۔ اور وہ اسی کی اتباع و پیروی کرتا ہے اور یہی اس پر غالب رہتا ہے۔ اور پھر اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ فرشتے اس کی زندگی میں اور

[1] سنن ترمذی۔ کتاب البر والصلة۔ باب ماجاء فی الصدق والکذب (حدیث۔ ۱۹۷۲) اسناده ضعیف۔ عبدالرحیم بن ہارون ضعیف راوی ہے۔

موت کے وقت' آخرت میں اس کے مددگار بن جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ○ ﴾ (حم سجدہ: ۳۱،۳۰/۴۱)

''یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے یہ کہتے ہوئے آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو بلکہ اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیے گئے ہو تمہاری دینوی زندگی میں بھی ہم تمہارے رفیق تھے اور آخرت میں بھی رہیں گے''

جب فرشتہ اس کا رفیق اور دوست بن گیا۔ تو سمجھ لو دنیا کا سب سے بڑا ناصح' سب سے بڑا نفع رساں اور سب سے بڑا صالح اس کا رفیق اور دوست بن گیا۔ یہ فرشتہ اسے اللہ کے حکم سے ثابت قدم رکھے گا' عمدہ علم سکھائے گا' اس کے قلب کو قوی اور مضبوط بنائے گا۔ اور ہر حال میں اس کی امداد و تائید کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَی الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ○ ﴾ (الانفال: ۱۲/۸)

''اے پیغمبر! اس وقت کو یاد کرو جب کہ آپ کا رب فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں سو تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ''۔

حالت نزع میں یہی فرشتہ اسے کہے گا:

((لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ وَاَبْشِرْ بِالَّذِیْ یَسُرُّكَ)) [1]

''خوف نہ کر۔ اندوہ گیں نہ ہو جو تمہیں خوش رکھے۔ ایسی خوشخبری میں تمہیں دیتا ہوں''

اور پھر یہ فرشتہ اسے قول ثابت پر ثابت قدم رکھے گا۔ دنیا میں بھی موت کے وقت بھی۔ اور قبر میں منکر نکیر کے سوال و جواب کے وقت بھی۔

پس اس فرشتہ کی صحبت و دوستی سے بہتر کوئی دوستی نہیں۔ یہ فرشتہ اس کا ایسا رفیق اور دوست ہوگا کہ بیداری میں بھی اور نیند میں بھی۔ زندگی میں بھی اور موت کے وقت بھی' قبر میں

[1] مسند احمد (۴/ ۲۸۷۔ ۲۸۸) نحو المعنی۔ اثبات عذاب القبر للبیهقی (۲۱، ۴۴) شعب الایمان (۳۹۵)

بھی اور قبر کی وحشت کے وقت بھی اس کا مونس ہو گا۔ خلوت وجلوت کا ساتھی ہو گا۔ راز دار امور میں رازدار بھی ہو گا۔ اس کی جانب سے اس کے دشمن سے جنگ کرے گا۔ دشمن کی مدافعت کرے گا۔ اس کی اعانت کریگا۔ خیر وفلاح کے وعدے کریگا۔ اور اس کی بشارتیں سنائے گا۔ تصدیقِ حق کے لئے اسے آمادہ کرتا رہے گا۔ چنانچہ ایک روایت میں جو مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح مروی ہے:

((اِنَّ لِلْمَلَكِ بِقَلْبِ ابْنِ آدَمَ لَمَّةً وَلِلشَّيْطَانِ لَمَّةً فَلَمَّةُ الْمَلَكِ اِيْعَادٌ بِالْخَيْرِ وَتَصْدِيْقٌ بِالْوَعْدِ۔ وَلَمَّةُ الشَّيْطَانِ اِيْعَادٌ بِالشَّرِ وَتَكْذِيْبٌ بِالْحَقِّ)) ①

''آدمی کے قلب میں فرشتہ کا خطرہ بھی ہوتا ہے اور شیطان کا بھی۔ فرشتہ کا خطرہ خیر وفلاح کا وعدہ اور وعدے کی تصدیق ہے' اور شیطان کا خطرہ شر کا وعدہ اور حق کی تکذیب ہے''

فرشتے کے قرب کا معنی:

جب کسی بندے کو اس فرشتہ کا تقرب حاصل ہو جاتا ہے تو یہ فرشتہ اس کی زبان بن جاتا ہے اور بندے کی زبان سے سچی باتیں کہلواتا ہے۔ اور قولِ صادق کا اسے القاء کرتا ہے۔ جب فرشتہ الگ ہو جاتا ہے تو اس سے شیطان قریب ہو جاتا ہے۔ اور پھر شیطان اس کی زبان سے جھوٹ' فریب' مکروزور کی باتیں اور فحش کلامی اور یاوہ گوئی کراتا ہے۔ اور یہ امر اسقدر واضح اور کھلا ہوا ہوتا ہے کہ ہر دیکھنے والا اندازہ لگا لیتا ہے کہ یہ فرشتہ کی زبان سے بات کر رہا ہے یا شیطان کی زبان سے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت:

یہی حقیقت ایک حدیث میں مروی ہے:((اِنَّ السَّكِيْنَةَ تَنْطِقُ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ))(رضی اللہ عنہ) ②

''عمرؓ کی زبان سے سکینۃ کا نطق ہوتا ہے''

سلف صالح کسی صالح اور نیک آدمی کے منہ سے اچھے کلمات سنتے تو کہا کرتے:''تیری زبان سے یہ باتیں فرشتہ کہلوا رہا ہے۔'' اور برے کلمات سنتے تو کہتے:''یہ کلمات تجھے شیطان

---

① سنن ترمذی۔ کتاب تفسیر القرآن۔ باب ومن سورۃ البقرۃ (حدیث۔ ۲۹۸۸) مرفوعا اسنادہ ضعیف۔ عطاء بن السائب کا حافظہ خراب ہوگیا تھا۔ تفسیر ابن جریر (۳/ ۵۹۔۶۰) تفسیر عبدالرزاق (۱/ ۱۰۹) وغیرہ میں یہ موقوفا مروی ہے۔ اور یہی راجح ہے۔ دیکھئے العلل لابن ابی حاتم (۲۲۲۴) ② یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ وغیرہ سے موقوفا مروی ہے۔ دیکھئے مسند احمد (۱/ ۱۰۶) فضائل الصحابۃ لہ (۳۱۰۔۳۷۰) مصنف ابن ابی شیبۃ (۱۲/ ۲۳)

القاء کر رہا ہے۔'' یہ فرشتہ بندے کے قلب پر بھی حق کا القاء کرتا ہے اور زبان پر بھی۔ اور شیطان قلب پر بھی باطل کا القاء کرتا ہے اور زبان پر بھی۔

فرشتے کا دفاع کرنا:

غرض! معاصی بندے کو اس دوست سے محروم کر دیتے ہیں۔ جس کے قرب اور موالات سے اسکی سعادت وابستہ ہے۔ اور اس دشمن سے جوڑ دیتے ہیں، جس سے اسکی شقاوت، ہلاکت اور تباہی وابستہ ہے۔ فرشتہ کا تقرب حاصل ہوتا ہے تو فرشتہ اس کی جانب سے اسکے دشمنوں کی مدافعت کرتا ہے۔ جاہل۔ احمق اس پر حملہ کرتا ہے یا اسے گالی گلوچ کرتا ہے۔ تو یہ فرشتہ اس کا جواب دیتا ہے اور اسے دفع کرتا ہے۔ چنانچہ واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حضور میں دو آدمی کچھ مخاصمت کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک اپنے مخاصم کو گالی گلوچ کر رہا تھا۔ دوسرا خاموش تھا۔ (۱) لیکن بعد میں اس نے بھی اپنے دشمن کو کچھ جواب دیا۔ رسول اللہ ﷺ فوراً وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ اس نے کہا: یارسول اللہ! میں نے اس کی کچھ باتوں کی تردید کی ہے اور تو کچھ نہیں کیا۔ آپ کیوں اٹھ کر دوسری طرف تشریف لے گئے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كَانَ الْمَلَكُ يُدَافِعُ عَنْكَ۔ فَلَمَّا رَدَدْتَ عَلَيْهِ جَاءَ الشَّيْطَانُ فَلَمْ أَكُنْ لِأَجْلِسَ)) (۲) ''تمہاری جانب سے فرشتہ مدافعت کر رہا تھا جب تم نے اس کی تردید کی تو شیطان دوڑ آیا۔ اس لئے میں وہاں نہیں بیٹھ سکا۔''

بندہ جب اپنے کسی مسلم بھائی کے حق میں اس کی غیبت (غیر موجودگی) میں دعاء کرتا ہے تو یہ فرشتہ آمین کہتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے: اللہ جتنا اسے دے اتنا تجھے بھی دے۔ (۳) بندہ سورہ فاتحہ پڑھ کر آمین کہتا ہے۔ تو یہ فرشتہ بھی آمین کہتا ہے۔ (۴) جب کوئی موحد مؤمن کتاب اللہ، کتاب الرسول کا پیرو اتفاقاً گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے تو حاملینِ عرش اور مقرب فرشتے اس کے حق میں دعاء مغفرت کرتے ہیں۔ (۵) مؤمن بندہ سوتا ہے تو فرشتہ اس کے کپڑوں سے اور لباس

---

(۱) ان میں ایک سیدنا ابوبکر صدیقؓ تھے۔ یہ خاموش تھے اور دوسرا بکواس کر رہا تھا۔ بعد میں سیدنا صدیقؓ نے بھی کچھ جواب دیا۔ تو رسول اللہ ﷺ اٹھ کر چلے گئے۔ (۲) مسند احمد (۲/ ۴۳۶) سنن ابی داود۔ کتاب الادب۔ باب فی الانتصار (حدیث۔ ۴۸۹۶۔۴۸۹۷) (۳) صحیح مسلم۔ کتاب الذکر والدعاء۔ باب فضل الدعاء للمسلمین بظهر الغیب (حدیث۔ ۲۷۳۲) (۴) صحیح بخاری۔ کتاب الاذان۔ باب جهر الامام بالتامین (حدیث۔ ۷۸۰۔۷۸۲) صحیح مسلم۔ کتاب الصلاۃ۔ باب التسمیع والتحمید والتامین (حدیث۔ ۴۱۰)
(۵) غالبا سورة المومن: ۴۰/ ۷ کی طرف اشارہ ھے۔ واللہ اعلم!

سے چمٹارات گذارتا ہے۔[1] غرض! مؤمن بندے کا فرشتہ دشمن کی مدافعت کرتا ہے' دشمن کے حملہ کو روکتا ہے' نیک اور اچھا راستہ بتاتا ہے' ثابت قدم رکھتا ہے' اسکے اندر شجاعت وہمت پیدا کرتا ہے۔ پھر کیا بندے کیلئے یہ سزاوار ہے کہ اپنے ایسے ہمدرد' رفیق' مونس' پڑوسی کو بھول بیٹھے؟ اور اسے تکلیف وایذا پہنچائے؟ اور اسکے نیک وعدوں کی ناقدری کرے؟ یہ فرشتہ اس کا مہمان اور رفیق ہے۔ انسان' انسان کا مہمان ہوتا ہے۔ تو اس کا اکرام اور مہمان نوازی کی جاتی ہے۔ ہمسایہ کے ساتھ احسان کیا جاتا ہے۔ مہمان کا اکرام اور ہمسایہ کے ساتھ احسان لوازماتِ ایمان میں سے ہے۔ پھر اس شریف مہمان اور غمخوار ہمسایہ کے اکرام واحترام کے متعلق تمہارا فرض کیا ہونا چاہئے؟ جس طرح بندہ طاعت وعبادت سے اس فرشتہ کا اکرام کرتا ہے۔ اور فرشتہ اس کے حق میں دعاء کرتا ہے۔ اس طرح جب بندہ معاصی' ظلم وجور اور فواحش کا ارتکاب کرتا ہے اور فرشتہ کو ایذا پہنچاتا ہے تو وہ فرشتہ اس کے حق میں بددعاء کرتا ہے' چنانچہ بعض صحابہؓ کا قول ہے:

((انَّ مَعَكُم مَنْ لَا يُفَارِقُكُمْ فَاسْتَحْيُوا مِنْهُمْ وَاَكْرِمُوْهُمْ))[2] ''تمہارے ساتھ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو تم سے جدا نہیں ہوتے' تم ان سے حیاء کرو' اور ان کا اِکرام کرو۔'' بتاؤ دنیا میں اس سے زیادہ کوئی لئیم اور منحوس ہوگا۔ جو ایک ایسے کریم' واجب الکریم قادر کی شرم نہ رکھے؟ اور اسکی توقیر نہ کرے؟ اور اسی معنی کی طرف قرآن حکیم میں بھی ارشاد موجود ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

﴿ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ○ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ○ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ○ ﴾

(الانفطار: ۸۲/۱۰-۱۲)

''یقیناً تم پر نگہبان عزت والے لکھنے والے مقرر ہیں جو کچھ تم کرتے ہو وہ جانتے ہیں''

یعنی ان محافظین کا تم اکرام کرو' ان کی شرم رکھو' ان کی تعظیم کرو اور ان کی عظمت کو پہچانو۔ تم سے ایسی باتیں سرزد نہ ہوں کہ تم جیسے انسان بھی انہیں دیکھنا گوارا نہیں کرتے فرشتوں کو ایسی باتیں بہت تکلیف دیتی ہیں کہ جن باتوں سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے۔[3] فسق وفجور اور اللہ کی نافرمانی اور گناہوں سے جب انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے حالانکہ انسان ہی اس قسم کی چیزوں سے ملوث ہوا کرتے ہیں تو پھر کیا ملائکہ کراماً کاتبین اعمال کو تکلیف نہیں پہنچتی ہوگی؟ جب کہ وہ معاصی اور گناہوں سے بالکل پاک صاف ہوا کرتے ہیں۔ واللہ المستعان

---

[1] صحیح ابن حبان (۱۰۵۱) مسند البزار (۲۸۸) کتاب الزهد لابن المبارك (۲۶۴۴) [2] ارواء الغلیل ۱/ ۱۰۲ ترمذی ح ۲۸۰۰ المسند الجامع ۱۰/ ۶۸۳ یہ عبداللہ بن عمر کی مرفوع روایت ہے لیکن لیث بن ابی سلیم کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [3] صحیح مسلم۔ کتاب المساجد۔ باب نهی من اکل ثوما اوبصلا ...... (حدیث۔ ۵۶۴)

فصل : ۵۶

قلب کی زندگی اور موت کے اسباب

❖ معاصی اور گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ بندے کی دنیا اور آخرت کی ہلاکت کا مواد اور سامان جمع کر دیتے ہیں کیونکہ گناہ قلب کی بیماری ہے۔ اور جب گناہ کا مرض زیادہ مستحکم اور پائیدار ہو جاتا ہے تو انسان کی موت یقینی ہو جاتی ہے۔

انسان کے جسم کی صحت وسلامتی تین چیزوں پر موقوف ہے:

اول: یہ کہ ایسی غذا استعمال کی جائے جو جسم کی قوتوں کی حفاظت کرے۔

دوم: یہ کہ جن موادِ فاسدہ اور اخلاط ردیہ سے صحت خراب ہوتی ہے ان کا تنقیہ (صفایا) کیا جائے۔

سوم: یہ کہ جو چیزیں مضر صحت ہیں اور جن کے استعمال سے ضرر ونقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے ان چیزوں سے قطعاً پرہیز کیا جائے۔

جو حال جسم کا ہے وہی حال قلب کا ہے۔ قلب کی زندگی کے لئے ایمان ویقین اور اعمال صالحہ کی غذا لازمی ہے۔ اسی سے قلب کی قوتوں کی محافظت ہوتی ہے۔ اور توبہ نصوح کے ذریعہ مواد فاسدہ اور اخلاط ردیہ کا تنقیہ ہوتا ہے۔ اور صحت قلب کے لئے جن چیزوں سے پرہیز ضروری ہے اور جو امور صحت قلب کے منافی ہیں' ان سے قطعی طور پر پرہیز لازمی ہے۔

تقویٰ ایک ایسا اسم ہے جو ان ہر سہ امور کو مشتمل ہے۔ ان تین امور میں جو کچھ بھی کمی ہوگی اسی مقدار سے تقویٰ کی کمی ہوگی۔

اب سمجھ لو کہ گناہ ان ہر سہ امور کے خلاف اور منافی ومتضاد ہے۔ گناہ سے ردی مواد اور اخلاط ردیہ جمع ہو جاتے ہیں۔ جو صحت قلب کے لئے کلیتہً منافی ہیں اور قلب کو توبہ نصوح کے ذریعہ تنقیہ واستفراغ سے قطعاً روک دیتے ہیں۔ تم کسی ایسے مریض کو دیکھو جس کے اندر مواد فاسدہ اور اخلاط ردیہ پوری طرح مجتمع ہو گئے ہیں۔ اور مریض ان اخلاط اور مواد کا صفایا نہیں

کرتا۔ تو بتاؤ اس کی صحت اور زندگی کیونکر باقی رہے گی؟ کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے:

جِسْمُكَ بِالْحَمِيَةِ حَصَّنْتَهُ
مَخَافَةً مِنْ أَلَمٍ طَارِي

''تو اپنے جسم کو پرہیز کے ذریعہ محفوظ رکھ! اس ڈر سے کہ تجھ پر کوئی مرض حملہ کر دے گا''

وَكَانَ اَوْلٰى بِكَ اَنْ تَحْتَمِي
مِنَ الْمَعَاصِي خَشْيَةَ الْبَارِي

''تیرے لیے بہتر یہ تھا کہ تو باری تعالیٰ کے خوف سے معاصی سے اجتناب و پرہیز کرتا ہے''

جس آدمی نے اوامرِ الٰہیہ کی تعمیل واتباع اور نواہی ومحرمات کے اجتناب کے ذریعہ اپنی قوت کی محافظت کر لی۔ اور توبہ نصوع کے ذریعہ اخلاط ردیہ اور مواد فاسدہ کا تنقیہ کر لیا۔ تو سمجھ لو وہ ہر طرح محفوظ ہو گیا۔ ہر خیر و بھلائی بلا طلب اس کے لئے موجود ہے۔ اور ہر شر و فساد سے بغیر فرار ہی دور اور محفوظ ہے۔ واللہ المستعان

فصل : ۵۷

اسلامی سزائیں قرین عقل ہیں

اگر یہ عقوبتیں اور سزائیں تمہارے اندر خوف اور لرزہ نہیں پیدا کرتیں' اور تم اپنے قلب کے اندر ان سزاؤں کی تاثیر نہیں پاتے' تو پھر تم جنایات وجرائم کی وہ عقوبتیں اور سزائیں اپنے سامنے رکھو جو اللہ اور اللہ کے رسول نے مشروع فرمائی ہیں۔ اور ان پر غور کرو۔ مثلاً شارع نے صرف تین درہم کی چوری میں ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دیا۔ قطاع الطریق راہزن اور ڈاکو کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹ دینے کا حکم دیا۔ محصن (پاک دامن) پر تہمت لگانے والے اور شراب پینے والے کے لئے کوڑوں کی سزا مشروع فرمائی کہ کوڑوں سے ان کی کھال ادھیڑ دی جائے۔ کسی کی شرمگاہ میں عضو تناسل کا صرف حشفہ بھی ناجائز طریقے پر داخل کیا جائے تو اسے رجم کر دیا جائے۔ اگر غیر محصن سے زنا سرزد ہو تو اس کی سزا میں کچھ تخفیف رکھی۔ سو کوڑے مارنے اور ایک سال جلا وطن کرنے کا حکم دیا۔ محرم عورت سے زنا کرنے والے' فرض نماز ترک کرنے والے اور زبان سے کلمہ کفر کہنے والے کے لئے یہ حکم دیا ہے کہ اس کی گردن اڑا دی جائے۔ لواطت کی یہ سزا مقرر فرمائی کہ فاعل ومفعول دونوں کو قتل کر دیا جائے۔ اگر کوئی چوپائے کے ساتھ حرام کاری کرے تو حکم دیا کہ حرام کاری کرنے والے کو اور چوپائے دونوں کو قتل کر دیا جائے۔ نماز کی جماعت ترک کرنے والے کے متعلق شارع نے یہ ارادہ کیا تھا کہ ان کے گھروں کو آگ لگا دی جائے۔

یہ اور اس قسم کی عقوبتیں مختلف قسم کی جنایات وجرائم کرنے کے لئے شارع نے مشروع فرمائی ہیں۔ یہ عقوبتیں ٹھیک جنایات وجرائم کے دواعی اور حکمت ومصلحت کے مطابق ہیں' اور یہ عقوبتیں وہیں مقرر اور مشروع کی گئی ہیں جہاں طبعی دواعی موجود ہوں۔ اور جہاں طبعی دواعی موجود نہیں وہاں صرف حرمت کا حکم دیا۔ اور کچھ تعزیر مقرر کر دی' کوئی حد مقرر نہیں کی۔ مثلاً کسی نے گوبر کھا لیا یا خون پی لیا یا مردار جانور کا گوشت کھا لیا۔ ایسے جرائم کے لئے کوئی

حد متعین نہیں فرمائی اور نہ کوئی خصوصی تعزیر مقرر فرمائی۔ لیکن وہ جنایات و جرائم جن میں طبعی دواعی موجود ہوں ان کی عقوبت وسزا' ان کے مفاسد اور دواعی طبعیہ کے عین مطابق مشروع فرمائی۔ اور یہی وجہ ہے کہ جہاں زنا کے دواعی طبعیہ قوی تر ہوں وہاں عقوبت وسزا سخت سے سخت رکھی گئی۔ یعنی زانی کو ذلیل ترین طریقہ سے قتل کر دیا جائے۔ اور زنا کی آسان سے آسان سزا معمولی صورت میں جو دی گئی ہے وہ کوڑوں کی اور جلا وطنی کی سزا ہے۔ اور چونکہ لواطت میں دواعی طبعیہ موجود ہیں اور فعل بالکل غیر طبعی ہے ہر دو حیثیتیں موجود ہیں۔ اس لیے اس کی سزا قتل مقرر کی گئی اور جہاں سرقہ۔ (چوری) کے دواعی قوی تر ہوں اور مفاسد بھی قوی تر ہوں تو حکم دیا گیا کہ ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔

اور پھر شارع کی حکمت و مصلحت پر غور کرو کہ عقوبت وسزا میں اس عضو کو کاٹنے کا حکم دیا جاتا ہے جس کے ذریعہ جنایات و جرم کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ مثلاً قطاع الطریق راہزن ڈاکو کہ ان کا ہاتھ اور پاؤں دونوں کاٹنے کا حکم دیا۔ کیونکہ راہ زنی اور ڈاکہ زنی کے یہی دو اصلی آلات ہیں۔

اور شارع نے قاذف یعنی تہمت لگانے والے کی زبان کاٹنے کا حکم نہیں دیا۔ حالانکہ جنایت و جرم کا ارتکاب زبان ہی سے ہوتا ہے۔ کیونکہ زبان کاٹنے کے مفاسد جنایت و جرم سے زیادہ ہیں اور اس لئے اس کی عقوبت وسزا صرف یہی رکھی کہ قاذف یعنی تہمت لگانے والے کو کوڑے لگائے جائیں اور اس کے پورے جسم کو تکلیف پہنچائی جائے۔

اگر کہا جائے کہ زانی کا عضو تناسل کیوں نہیں کاٹا جاتا کہ اسی سے وہ جنایت و جرم کا ارتکاب کرتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ عضو تناسل مندرجہ ذیل چند وجوہ کی بناء پر کاٹا نہیں جاسکتا:

اول: یہ کہ عضو تناسل کاٹنے کی خرابی جنایت و جرم کی خرابی سے بڑھ جاتی ہے اور اس کے قطع کرنے سے نسل منقطع ہو جاتی ہے۔ نیز ہلاکت کا بھی خطرہ ہے۔

دوم: عضو تناسل ایک مستور و مخفی عضو ہے۔ اور اس کے کاٹنے سے حد اور عقوبت کا جو اصل مقصد ہے زجر و توبیخ اور دوسروں کے لیے تنبیہ و عبرت' وہ پورا نہیں ہوتا۔ بخلاف سرقہ اور ڈاکہ زنی و راہ زنی میں ہاتھ کاٹنے سے یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

سوم: یہ کہ ایک ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے تو دوسرا ہاتھ باقی اور سلامت رہتا ہے' جس سے کاٹے ہوئے ہاتھ کا کام بھی لیا جاسکتا ہے۔ بخلاف عضو تناسل کے کہ اس کو کاٹنے کے بعد

اس کا بدل باقی نہیں رہتا۔

چہارم: یہ کہ زنا کی لذت سارے جسم سے وابستہ ہے۔ پورا جسم لذت اندوز ہوتا ہے۔ اس لئے سزا بھی ایسی ہی ہونی چاہیے جو سارے جسم کو الم آشنا کردے۔ صرف گوشت کے ایک ٹکڑے اور ایک لوتھڑے کو کاٹنے سے پورے جسم کو عقوبت سے متاثر کرنا زیادہ مناسب اور بہتر ہے۔

غرض! شارع کی مقرر کردہ تمام عقوبتیں اور سزائیں نہایت مناسب' قرینِ عقل' اوفق لحکمت (حکمت پر پورا اترنے والی) اور عین مصلحت پر مبنی ہیں۔

مقصود یہ ہے کہ جنایات وجرائم کی شرعی اور قدری عقوبتیں۔ مفاسد جنایات وجرائم کے عین مطابق ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کبھی بندے کو ان ہر دو قسم کی عقوبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور کبھی بندہ توبہ واستغفار کرتا ہے اور توبہ وانابت سے اللہ کو راضی کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ عقوبت کو رفع دفع بھی کر دیتا ہے۔

فصل : ۵۸

عقوبات کی شرعی اور قدری اقسام

بدترین قسم کا زنا' پڑوسی کی عورت سے زنا کرنا ہے مختلف حالات و تعلقات کے لحاظ سے زنا کے جرم میں شدت اور خفت ہوا کرتی ہے۔

معاصی کی عقوبتیں دو قسم کی ہیں: ① عقوبت شرعیہ ② عقوبت قدریہ۔

جب کسی گناہ کی شرعی سزا دے دی جاتی ہے تو عقوبت قدریہ بالکلیہ اٹھالی جاتی ہے یا پھر اس میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ پروردگار عالم کسی کو ہر دو قسم کی سزا نہیں دیتا۔ ہاں اگر شرعی عقوبت' شرعی سزا گناہ کے موجبات کے لئے کافی نہ ہو اور مرض معصیت پوری طرح دور نہ ہوا ہو تو قدری سزا بھی دی جاتی ہے۔ اور جن معاصی میں عقوبات شرعیہ معطل ہیں اور شارع نے کوئی شرعی سزا مقرر نہیں کی' وہاں صرف عقوبات قدریہ جاری ہونگی' اور بعض اوقات عقوبات قدریہ' عقوبات شرعیہ سے بھی زیادہ سخت اور وزنی ہوا کرتی ہیں۔ اور بعض اوقات اس سے کم بھی ہوتی ہیں۔

لیکن یہ ضرور ہے کہ عقوبات قدریہ عام اور ہمہ گیر ہوا کرتی ہیں۔ قوموں اور ملکوں کو گھیر لیتی ہیں۔ اور عقوباتِ شرعیہ عاصی اور مجرم کی ذات تک ہی محدود ہوتی ہیں' کیونکہ پروردگار عالم شرعی سزا اسی کو دیتا ہے جس نے جرم کیا ہے۔ یا جو اس جرم کا سبب اور موجب بنا ہے۔ لیکن عقوبت قدریہ کا حال اور ہے۔ یہ عوام و خواص تمام کو گھیر لیتی ہے۔ کیونکہ معصیت جب خفیف' مستور و مخفی ہوتی ہے تو اس کی مضرت صرف عاصی اور مجرم تک ہی محدود رہتی ہے۔ لیکن جب علانیہ معصیت کا ارتکاب ہوتا ہے تو خواص و عوام تمام کے لئے مضرت رساں بن جاتی ہے۔ لوگ منکر کو دیکھیں اور اس سے انکار نہ کریں' روکنے کی کوشش نہ کریں تو خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ اس منکر و معصیت کی سزا میں خواص و عوام سب کو شامل کر دے۔

تم اوپر پڑھ چکے ہو کہ شرعی عقوبتیں اللہ تعالیٰ نے جنایات و جرائم کے مفاسد اور طبعی

تقاضوں کی مقدار کے مطابق مشروع فرمائی ہیں۔ یہ شرعی عقوبات اللہ تعالیٰ نے تین قسم کی مشروع فرمائی ہیں:

① قتل کی سزا۔ ② ہاتھ کاٹنے کی سزا۔ ③ اور کوڑے لگانے کی سزا۔

قتل کی سزا: کفر اور قریب بہ کفر جرم کے بدلہ میں مشروع ہوئی ہے۔ جیسا کہ زنا' لواطت وغیرہ۔ کفر سے دین ومذہب فاسد اور برباد ہو جاتا ہے۔ اور زنا ولواطت سے نوع انسانی تباہ وبرباد ہو جاتی ہے۔ اور اسی نکتہ کی بنا پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

((لَا اَعْلَمُ بَعْدَ الْقَتْلِ ذَنْبًا اَعْظَمُ مِنَ الزِّنَا))

''قتل کے گناہ کے بعد زنا سے بڑا کوئی گناہ میں نہیں جانتا۔''

اس قول کے استدلال میں انہوں نے سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث پیش کی۔ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰہِ نِدًّا وَھُوَ خَلَقَكَ''

''تم کسی کو اللہ تعالیٰ کا ہم مثل (شریک) گردانو۔ حالانکہ تم کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے''

انہوں نے دریافت کیا: اس کے بعد بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

((اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مَخَافَةَ اَنْ یَطْعَمَ مَعَكَ))

''یہ کہ تم اپنے لڑکے کو اس لئے قتل کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا۔''

اس کے بعد انہوں نے دریافت کیا: اس کے بعد کونسا گناہ بڑا ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اَنْ تَزْنِیَ بِحَلِیْلَةِ جَارِكَ)) ①

''یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔''

اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کے اندر فرمائی:

﴿ وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ ۚ ﴾ (الفرقان: ۶۸/۲۵)

''اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ

---

① صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر۔ سورۃ البقرۃ۔ باب قولہ تعالیٰ (فلا تجعلوا اللہ اندادا) (حدیث۔ ۴۴۷۷) صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب بیان کون الشرك اقبح الذنوب (حدیث۔ ۸۶)

تعالیٰ نے منع کردیا ہو وہ بجز حق کے قتل نہیں کرتے نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں''۔

رسول اللہ نے ان گناہوں کا ذکر فرمایا جو ہر نوع کے گناہوں میں بڑے گناہ ہیں۔ سائل کے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے سے بڑے گناہ دریافت کر رہا تھا۔ تو آپؐ نے اس کے سوال کے مطابق جواب دیا۔ اور بڑے بڑے گناہ بتلا دیئے۔ کہ شرک کی اقسام میں بڑی قسم یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ ساتھی ٹھہرایا جائے' قتل کرنے میں بڑے سے بڑا قتل یہ ہے کہ آدمی اپنے لڑکے کو اس لیے قتل کردے کہ وہ کھانے میں اس کا شریک ہوگا۔ زنا کے تمام اقسام میں عظیم ترین زنا یہ ہے کہ آدمی اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔ زنا کے درجے دوچند سہ چند بقدر مدارج حرمت کے بڑھتے ہیں۔ شوہر والی عورت سے زنا کاری کرنا بغیر شوہر والی عورت کے ساتھ زنا کرنے سے بدرجہا بڑا گناہ ہے اور موجب عقوبت وسزا ہے۔ کیونکہ شوہر والی عورت سے زنا کرنے میں شوہر کی حرمت وعزت کی دیوار بھی توڑی جاتی ہے اس کا بستر بگاڑا جاتا ہے۔ غیر کا نطفہ اور نسب اس کے سر منڈھا جاتا ہے۔ نیز اس قسم کی اور بھی بہت سی تکالیف اس کے شوہر کو پہنچتی ہیں۔ اور اس لیے یہ زنا بغیر شوہر والی عورت سے زنا کاری کرنے سے زیادہ بھاری اور زیادہ وزنی گناہ ہے۔ اور پھر اگر اس عورت کا شوہر اس کا پڑوسی ہے تو جرم اور بھی وزنی ہو جاتا ہے کہ زنا کے ساتھ پڑوسی کی بے حرمتی اور بے عزتی بھی ہو رہی ہے۔ اور اسی لئے رسول اللہ نے زنا کے اقسام میں سے اسی زنا کا ذکر فرمایا جو سب سے زیادہ تکلیف دہ اور ایذاء رساں ہے۔ اسی طرح مہلک جرائم میں یہ سب سے بڑا جرم ہے اور اسی زنا کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ)) [1]

''وہ آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔''

اور بڑے سے بڑا شر یہی ہے کہ اس کی عورت کے ساتھ زنا کاری کی جائے۔ اور عند اللہ پڑوسی کی عورت سے زنا کرنا بے شوہر کی سو عورتوں سے زنا کرنے سے بھی زیادہ بھاری ہے۔

اور پھر اگر پڑوسی اس کا بھائی ہے یا قریبی رشتہ دار ہے تو اس جنایت وجرم کے علاوہ قطع رحمی کا جرم بھی شامل ہو جائے گا۔ یوں گناہ اور زیادہ وزنی ہو جائے گا۔

اگر پڑوسی اللہ کی کسی طاعت اور نیکی کے لئے گیا ہوا ہے۔ مثلاً نماز کے لئے گیا ہے یا

---

[1] صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب بیان تحریم ایذاء الجار (حدیث۔ ۴۶)

تحصیل علم کے لئے گیا ہے یا جہاد کے لئے گیا ہوا ہے تو گناہ اور بھی زیادہ وزنی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کسی غازی فی سبیل اللہ کی عورت سے کسی نے زنا کاری کی تو قیامت کے دن اسے غازی کے سامنے لاکھڑا کیا جائے گا۔ اور غازی سے کہا جائے گا: اس کی جس قدر نیکیاں تو لینا چاہے لے لے۔ رسول اللہ نے یہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا: فماظنکم ؟[۱] یعنی تمہارا کیا خیال ہے غازی اس وقت کیا کرے گا؟ یعنی یہ اسوقت جبکہ لوگوں کو نیکیوں کی اسقدر ضرورت ہو گی کہ ایک ایک نیکی کے لئے آدمی مضطرب اور بے چین ہوگا۔ باپ اپنا حق اپنے بیٹے سے نہیں چھوڑے گا۔ کیا غازی اسوقت اس کی نیکیاں اس کے لئے رہنے دے گا؟ جبکہ اسے کہہ دیا گیا ہے کہ اس کی نیکیوں میں سے جس قدر تو چاہے لے لے۔

اگر ایسا اتفاق پڑ جائے کہ عورت ذی رحم میں سے ہے۔ تو زنا کے ساتھ قطع رحمی اور حرمت رحم توڑنے کا جرم بھی شامل ہو جائے گا۔

اور کہیں اتفاق ہو گیا کہ آدمی محصن بیوی والا ہے تو جرم اس سے بھی زیادہ وزنی ہو جائے گا۔ اور اگر زانی بڈھا ہے تو یہ بھاری سے بھاری جرم ہو جائے گا۔ اور شیخ یعنی بڈھا زانی تو ان تین قسم کے لوگوں میں سے ایک ہے۔ جن کے متعلق وارد ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں کرے گا اور جس کے متعلق سخت سے سخت عذاب کی وعید وارد ہوئی ہے۔[۲] اور اگر اس کے ساتھ یہ شامل ہو جائے کہ زنا کا ارتکاب حرمت والے مہینوں میں کیا جائے یا حرمت والے شہر یعنی مکہ معظمہ میں کیا جائے یا ان اوقات میں کیا جائے جو مقبولیت دعاء کے اوقات ہیں۔ مثلاً اوقات نماز میں یا اوقات اجابت دعاء میں تو یہ جرم اور زیادہ سنگین ہو جائے گا۔ اسی پر تم گناہوں' اور گناہوں کے مفاسد' جنایات و جرائم اور ان کی عقوبتوں اور سزاؤں کے درجات و مراتب کو قیاس کرلو۔ ان اللہ المستعان۔

[۱] صحیح مسلم۔ کتاب الامارۃ۔ باب حرمۃ نساء المجاھدین (حدیث۔ ۱۸۹۷)

[۲] صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب بیان غلظ تحریم الازار (حدیث۔ ۱۰۷)

فصل : ۵۹

تین قسم کے گناہ

گناہ تین قسم کے ہیں:

① ایک وہ جن میں حد مقرر ہے۔

② ایک وہ جن میں کفارہ لازم ہے۔

③ ایک وہ جن میں نہ حد مقرر ہے، نہ کفارہ لازم آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہاتھ کاٹنے کی حد اور سزا وہاں مقرر فرمائی ہے جہاں مال کا بچاؤ ناممکن ہو۔ مثلاً چور سے مال کا بچاؤ کرنا ممکن نہیں ہے۔ چور مخفی طریقہ سے مال چراتا ہے۔ نقب لگا کر مال لے جاتا ہے۔ دروازے چھوڑ کر دیواروں پر چڑھ جاتا ہے۔ چور کا حال بالکل بلی اور سانپ کا سا ہے۔ کہ یہ گھروں میں اس طرح گھس جاتے ہیں کہ کسی کو پتہ تک نہیں چلتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے سرقہ (چوری) کے فساد کو قتل کا درجہ نہیں دیا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ فساد صرف کوڑے مارنے سے بھی دفع نہیں ہو سکتا۔ اس لئے سرقہ (چوری) کے مفاسد کے دفعیہ کی بہتر سے بہتر شکل یہی ہے کہ اس عضو کو کاٹ دیا جائے جس کے ذریعہ اس جرم کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

جن جنایات و جرائم میں عقل خراب ہو جاتی ہے اس میں کوڑوں کی سزا مشروع فرمائی۔ اور قذف و تہمت میں یہ سزا تجویز فرمائی کہ قاذف (تہمت لگانے والے) کی آبرو ریزی کر دی جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے عقوبتِ شرعیہ کی تین قسمیں قرار دی ہیں۔ اسی طرح کفارہ کی بھی تین قسمیں ہیں:

اول: غلام آزاد کرنا۔

دوم: مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

سوم: اور روزے رکھنا۔

باری تعالیٰ کے ہاں معاصی کی انواع

حق سبحانہ وتعالیٰ نے گناہوں کی تین قسمیں قرار دی ہیں:

اول: ایک وہ جن میں حد قائم کی گئی ہے۔ جن جرائم میں حد مقرر کی گئی ہے' ان میں کفارہ نہیں رکھا۔ بلکہ حد ہی کو کافی قرار دیا گیا ہے۔

دوم: وہ جن میں حد مقرر نہیں کی گئی بلکہ کفارہ مشروع کیا گیا ہے۔ مثلاً کسی نے رمضان المبارک میں دن کے وقت بیوی سے ہمبستری کر لی۔ یا حالت احرام میں ایسا کر لیا۔ اور مثلاً ظہار' قتل خطاء یا قسم کا توڑنا وغیرہ۔

سوم: گناہوں کی تیسری قسم وہ ہے' جن میں شارع نے نہ حد قائم کی ہے نہ کفارہ مقرر کیا ہے۔ اس قسم کے جرائم کی دو قسمیں ہیں:

1. ایک وہ جن کا محرک کوئی امر طبعی نہیں ہے۔ مثلاً غلیظ کھا لینا' پیشاب یا خون پی لینا۔
2. دوسری وہ جن کی خرابیاں ان خرابیوں اور گناہوں کے مقابلہ میں کم ہیں کہ جن میں حد مقرر کی گئی ہے۔ مثلاً کسی عورت کی طرف دیکھنا' اس کا بوسہ لینا' چھو لینا' یا اس سے بات چیت کرنا' یا پیسہ دو پیسہ کی چوری کر لینا وغیرہ۔

شارع نے ان ہر دو قسم کے جرائم میں نہ حد مقرر فرمائی' نہ کفارہ مشروع فرمایا۔ ذیل کے تین قسم کے جرائم میں شارع نے کفارہ مشروع فرمایا ہے:

1. ایک وہ جرم جو اصل میں جرم نہ تھا۔ بلکہ فعل مباح تھا۔ لیکن کسی مخصوص حالت میں شارع نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ اور اس حالت میں جس میں اس کو حرام قرار دیا گیا تھا' اس فعل کا ارتکاب کر لیا۔ مثلاً بیوی سے ہمبستری مباح ہے' لیکن احرام اور روزہ کی حالت میں۔ نیز حیض ونفاس کی حالت میں شارع نے ہمبستری حرام کر دی۔ ہاں وطی فی الدبر کا مسئلہ اس کے خلاف ہے۔ یہ کسی حال میں بھی مباح نہیں ہے۔ اس کی تحریم دائمی تحریم ہے۔ بعض فقہاء نے اس جرم کو حالت حیض ونفاس کی ہمبستری پر جو قیاس کیا ہے' صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ فعل کسی وقت بھی جائز اور مباح نہیں ہے بلکہ یہ بمنزلہ لواطت اور شراب نوشی کے ہے۔
2. دوسری قسم کفارہ کی یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے لئے عقد نذر یا عقد یمین باندھ لے۔ یعنی کسی نے اللہ تعالیٰ کے لئے نذر کی گرہ باندھ لی۔ یا اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی' یا اللہ تعالیٰ نے کسی

چیز کو حرام گردانا اور پھر کسی نہج اور کسی ضرورت سے اس کو حلال گردانا چاہا۔ تو حلال کرنے کے لئے کفارہ مقرر کر دیا۔ اس قسم کے کفارہ کا نام شارع نے تحلہ رکھا ہے۔ یہ کفارہ اس ہتک و توہین کا کفارہ نہیں ہے جو قسم توڑ کر اللہ کے نام کی ہتک ہوئی ہے۔ جیسا کہ بعض فقہاء کا خیال ہے' کیونکہ قسم کا توڑنا کبھی واجب بھی ہوتا ہے۔ کبھی مستحب اور کبھی مباح۔ یہ کفارہ تو صرف اس عقد اور گرہ کا ہے' جو اس نے باندھی تھی اور پھر کھول دی۔

۳ تیسری قسم کا کفارہ وہ ہے جو کسی نقصان کی بحالی کے لئے لازم آتا ہے۔ مثلاً قتلِ خطاء کہ کسی کو غلطی سے قتل کر دیا' یہاں کوئی گناہ اور جرم نہیں بلکہ ایک غلطی ہو گئی ہے۔ جس کا کفارہ دینا پڑتا ہے۔ یا مثلاً شارع نے جس جگہ شکار کرنے کی ممانعت کر دی ہے وہاں اس نے غلطی سے شکار کر لیا۔ اس میں بھی کوئی گناہ نہیں ہے' بلکہ ایک غلطی ہو گئی ہے۔ اور یہ کفارہ ان غلطیوں کی پابجائی کے لئے ہوتا ہے۔

❀ پہلی قسم کا کفارہ زجر و توبیخ کی غرض سے ہے۔

❀ دوسری قسم کا کفارہ عقد کشائی۔ یعنی گرہ کھولنے کا کفارہ جسے تحلہ کہتے ہیں۔

اور یہ امر بھی بالکل واضح ہے کہ کسی معصیت و جرم میں حد اور تعزیر دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ بلکہ جس میں حد مقرر ہے وہاں حد کافی ہے۔ وگرنہ پھر تعزیز پر اکتفاء ہو گا۔ نیز کسی معصیت میں حد اور کفارہ دونوں چیزیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ جس میں حد ہے' کفارہ نہیں اور جس میں کفارہ ہے اس میں حد نہیں ہے۔

اب مسئلہ یہ باقی رہ گیا کہ جس معصیت میں حد مقرر نہیں کی گئی اس میں تعزیر اور کفارہ دونوں چیزیں جمع ہو سکتی ہیں یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے مثلاً حالتِ احرام میں یا حالت صوم میں یا حالت حیض میں بیوی سے ہم بستری کر لی گئی۔ اور اس کا کفارہ ہم نے واجب گردان لیا' تو پھر کیا حکم ہے؟ بعض علماء کہتے ہیں: اس میں کفارہ کے ساتھ تعزیز بھی واجب ہو گی' کیونکہ جنایت کا ارتکاب کر کے اس نے واجب احترام حکم کی توہین کی ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں: نہیں' بلکہ اس میں صرف کفارہ کافی ہے کیونکہ کفارہ اس جرم کی پاداش ہے جو جرم کو محو کر دیتی ہے۔

فصل : ۶۰

عقوباتِ قدریہ کی ذیلی اقسام

عقوبات قدریہ کی دو قسمیں ہیں: ① ایک عقوبتِ قلوب اور یہ نفوس انسانی کے لیے ہے جو انسان کے قلب سے وابستہ ہے۔ ② دوسری (عقوبتِ) ابدان و اموال۔ جو عقوبت' قلوب کے لیے ہے' اس کی دو قسمیں ہیں:

① ایک مثبت غم والم کی شکل میں ہے جس کی ضرب قلب پر پڑتی ہے۔

② دوسری وہ جس سے اس کا وہ مادہ ہی منقطع ہو جاتا ہے جس سے قلب کی حیات و اصلاح وابستہ ہے۔ اور یہ مادہ جب منقطع ہو جاتا ہے تو پھر اس جگہ اس کی اضداد پیدا ہو جاتی ہیں۔

ان دو قسم کی عقوبتوں (سزاؤں) میں سے سخت ترین عقوبت' قلوب کی عقوبت ہے اور قلوب کی عقوبتِ ہی عقوبت ابدان کی اصل اور جڑ ہے۔

قلوب کی عقوبت جب قوی' بھاری اور شدید ہو جاتی ہے تو وہ قلب سے متجاوز ہو کر جسم تک پہنچ جاتی ہے۔ جس طرح کہ بدن کی تکلیف قلب تک سرایت کر جاتی ہے۔

جب نفسِ انسانی جسم سے جدا ہوتا ہے تو عقوبت کا تعلق اور اس کے احکام کا رشتہ نفس سے قائم ہو جاتا ہے۔ اس وقت عقوبتِ قلب کا ظہور پوری قوت سے ہو جاتا ہے۔ اور بالکل اعلانیہ اس کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ اسی عقوبت کا نام عذابِ قبر ہے۔ اس وقت عذاب قلب کو برزخ سے وہ نسبت ہوتی ہے جو عذابِ ابدان کو اس دنیا سے نسبت ہے۔

فصل : ٦١

عقوباتِ بدن

عقوباتِ ابدان کی دو قسمیں ہیں۔ شرنفس اور شر اعمالِ سیئہ سے پناہ مانگنے کی کیا شکل ہے؟ بدنی عقوبتوں کی دو قسمیں ہیں: اول دنیا میں، دوم آخرت میں۔ اور عقوبات کی شدت وخفت اور دوامی اور غیر دوامی باعتبار معاصی کی شدت وخفت اور گناہوں کے مفاسد کے لحاظ سے ہے۔

اعمال سیئہ کی بنیاد:

لیکن تمام کی اصل شرنفس اور اعمال سیئہ ہیں۔ اور یہی دو چیزیں ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبہ میں ہمیشہ یوں پناہ مانگی ہے:

((وَنَعُوْذُ بِاللّٰه مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا)) [1]

''اور ہم اپنے نفسوں کے شر سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کی جناب میں پناہ چاہتے ہیں۔''

اعمالِ سیئہ کی اصل شرنفس ہے اور اس لیے ہمہ قسم کے شر کی اصل شرنفس ہے۔ شرنفس سے ہی تمام شر پیدا ہوتے ہیں۔ اعمال سیئہ نفس کے ثمرات اور نتائج ہیں۔

وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا سے کیا مراد ہے:

علماء نے وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا کے معنی میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں: اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے اعمال میں جو سیئات ہیں ان سے ہم اللہ تعالیٰ کی جناب میں پناہ چاہتے ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے نوع کی اضافت اپنی جنس کی طرف ہوتی ہے۔ اور ''من'' تبعیض کے لیے ہے یعنی ہمارے اعمال میں سے جو سیئات (برے) ہیں ان سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اور بعض علماء کہتے ہیں: اس کے معنی یہ ہیں کہ سیئات کی عقوبات جو ہمارے حق میں مضرت رساں (نقصان دہ) ہیں۔ ان سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے عبارت یہ ہوگی:

((وَمِنْ عَقُوْبَاتِ اَعْمَالِنَا الَّتِیْ تَسُوْمُنَا))

---

[1] سنن نسائي۔ كتاب الجمعة۔ باب كيف الخطبة (حديث۔ ١٤٠٥) سنن ابن ماجه۔ كتاب النكاح۔ باب خطبة النكاح (حديث۔ ١٨٩٢، ١٨٩٣)

''ہم اپنے اعمال کی عقوبات سے جو ہمارے حق میں مضر (نقصان دہ) ہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔''

اس قول کی رو سے ''استعاذہ'' ہمہ قسم کے شر اور برائیوں سے ہوگا کیونکہ شر نفس اعمالِ سیئہ کو مستلزم ہیں اور اعمالِ سیئہ عقوباتِ سیئہ کو مستلزم ہیں۔

پس رسول اللہ ﷺ نے پہلے ''شر نفوس'' سے جو اعمالِ قبیحہ کے مقتضیات سے ہیں' متنبہ فرمایا۔ اور اس کے ذکر پر اکتفا فرمائی' کیونکہ شر نفس ہی اصل اور جڑ ہے۔ اس کے بعد آپ ؐ نے شر کی غایت اور اس کے منتہا کا ذکر فرمایا۔ اور وہ سیئاتِ اعمال ہیں جو اعمال کی عقوبات و آلام ہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ کا یہ ''استعاذہ'' شر کی اصل اور اس کی فرع' مبدا اور منتہا' ابتداء اور انتہا' غایت اور مقتضیات تمام پر مشتمل ہے۔

اور اہل ایمان کے لیے ملائکہ' فرشتوں کی یہ دعا:

﴿ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ ﴾ (مومن: ۴۰/۹)

''انہیں برائیوں سے بھی محفوظ رکھ' حق تو یہ ہے کہ اس دن تو نے جسے برائیوں سے بچالیا اس پر تو نے رحمت کر دی''۔

سیئاتِ اعمال اور اعمال سیئہ سے جو عقوبات و آلام پہنچے ہیں ان سے تحفظ پر مشتمل ہے۔ جب اللہ تعالیٰ بندوں کو اعمالِ سیئہ سے محفوظ رکھے گا تو ان اعمال سیئہ کی جزاء سے بھی ضرور محفوظ رکھے گا۔ اگرچہ:

﴿ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ ﴾ (مومن: ۴۰/۹)

''حق تو یہ ہے کہ اس دن تو نے جسے برائیوں سے بچالیا اس پر تو نے رحمت کر دی یعنی بہت بڑا فضل کیا۔''

سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ دعاء عقوبات اعمال سے (جو قیامت کے دن پیش آنے والی ہیں) سے تحفظ کے لیے وارد ہے۔

اگر کہا جائے کہ بارگاہ الٰہی میں ملائکہ اور فرشتوں نے اہل ایمان کے لیے جو دعاء کی ہے وہ یہ ہے کہ اہل ایمان کو عذاب جہنم' عذاب دوزخ سے بچایا جائے۔ اس کے معنی یہی ہیں کہ سیئات کی عقوبات و سزا سے ان کو بچایا جائے۔ یہ معنی صاف صاف دلالت کر رہے ہیں کہ ملائکہ اہل

ایمان کو جس عقوبت سے بچانے کی دعاء کر رہے ہیں وہ اعمال سیئہ کے لوازم ہیں۔ ملائکہ کی دعا اور رسول اللہ ﷺ کا استعاذہ اور دعاء ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔

اور آیت میں یومئذ (اس دن) کی تخصیص وارد ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سیئات اعمال کا شر مراد ہے۔ نہ کہ بعینہٖ سیئات اعمال۔ یعنی برے اعمال۔ یہ اعتراض یہاں وارد نہیں ہوتا کیوں کہ اصل مقصد تو یہی ہے کہ اس دن سیئات اعمال کے شر سے بچایا جائے اور یہ چیز بھی تو بعینہٖ سیئات ہیں۔

گناہوں سے بچنے کے طریقے:

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ سیئات سے بچنے کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ ایسی توفیق عطاء فرمائے کہ بندہ سیئات اور گناہوں سے بچا رہے۔ اور توفیق الٰہی کی وجہ سے سیئات و گناہ کا سرے سے ارتکاب ہی نہ ہو سکے۔

۲۔ دوسری یہ کہ سیئات کی جزا اور سزا سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ رحم و مغفرت، فضل و کرم سے حکم عفوو درگزر پھر دے دے۔ آیت مذکورہ ہر دو قسم کے سوالوں پر مشتمل ہے اور ظرف یعنی ''یومئذ'' کا تعلق و تقیید جملہ شرطیہ سے ہے۔ یعنی ومن تق السیئات سے ہے، جملہ جزائیہ یعنی ''فقد رحمته'' سے نہیں ہے۔

اب تم اس حدیث کے مضمون پر غور کرو۔ فرشتوں کی دعاء اہل ایمان، صالح، نیک کردار لوگوں کے حق میں ان کی مدح و توصیف، مومنوں کے حق میں استغفار و دعا۔ ان پر احسان اور استغفار و دعاء سے پہلے بارگاہِ الٰہی میں اس کی وسعتِ علم، وسعتِ رحمت کا وسیلہ پکڑنا یہ سب کیا معنی رکھتا ہے۔ وسعت علم ان تمام امور پر مشتمل ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں اور گناہوں کے اسباب ان کمزوریوں، کوتاہیوں، ان کے دشمن کی قوت و غلبہ، نفس و خواہشات اور طبائع کے تقاضے، دنیا اور دنیا کی زینتیں ان سے کس طرح گناہ کرائیں گی۔ ان تمام امور کا علم اللہ تعالیٰ کو اس وقت سے ہے جب سے ان کو پیدا کیا ہے۔ اس وقت سے اسے معلوم ہے جب کہ وہ ماؤں کے پیٹ میں تھے۔ اور یہ بات اس کے علم میں ہے اور اس کے قدیم علم کی رو سے اسے معلوم ہے کہ فلاں فلاں گناہ ان سے سرزد ہوں گے۔ نیز عفوو درگزر مغفرت و بخشش وغیرہ بھی اس کی وسعتِ علم میں داخل ہے۔ اس کا علم ان تمام امور پر حاوی ہے۔ کیا بات ہے جس کا علم اسے نہیں ہے۔

وسعت رحمت

اللہ کی وسعتِ رحمت میں یہ تمام امور داخل ہیں کہ اہل توحید کو وہ ہلاک نہیں کرے گا۔ مؤمن کو جو اس سے محبت کرے عذاب و تکلیف نہیں دے گا۔ کیوں کہ وہ واسع الرحمت ہے۔ اس کی رحمت اس قدر وسیع ہے کہ بجز شقی و بدنصیب کے کوئی بھی اس کے حلقہ رحمت سے باہر نہیں رہ سکتا اور اس سے بڑھ کر کوئی شقی و بدبخت نہیں ہو سکتا کہ اس کی اسی وسیع ترین رحمت سے محروم رہے جو ساری کائنات پر محیط ہے۔

اس کے بعد فرشتے دعاء کرتے ہیں کہ اے اللہ! تو توبہ کرنے والوں کی مغفرت فرما تیری راہ پر چلنے والوں کی' تیری اتباع کرنے والوں کی مغفرت فرما۔ تیری تعریف اور تجھ سے محبت کرنے والوں کی مغفرت فرما۔ تیرے اوامر و احکام کی اطاعت کرنے والوں کی' تیرے نواہی و ممنوعات سے اجتناب کرنے والوں کی مغفرت فرما۔ تیری ناپسندیدہ راہ سے اجتناب و احتراز کرنے والوں کی اور تیری پسندیدہ راہ پر چلنے والوں کی مغفرت کر دے۔ اور ان پر فضل و کرم اور رحمت کی نوازش فرما۔ اس کے بعد دعاء کرتے ہیں: ((اَنْ یَّقِیَھُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ))

"ان لوگوں کو جہنم کے عذاب سے بچالے۔"

یعنی یہ کہ ان کو اور تمام اہل ایمان کو' اور اہل ایمان کے ماں باپ' ان کی اولاد اور ان کی بیویوں وغیرہم کو جنات عدن میں جگہ دے جس میں داخل کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

دخول جنت کے اسباب

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف کبھی نہیں کرتا۔ لیکن اس کا وعدہ اسباب و ذرائع سے وابستہ ہے۔ چنانچہ فرشتوں کی دعاء بھی ان کو جنت میں داخل کرنے کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ یہ بھی ایک سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے دائرہ رحمت میں داخل کر لیا۔ ان کو رحمت کا مستحق گردانا' اور ان کو اعمال صالحہ کی توفیق عطاء فرمائی۔ اور یہ بھی ایک سبب ہے کہ فرشتوں کو ان کا مددگار بنا دیا کہ وہ ان کے حق میں جنت کی دعاء کرتے رہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ اس دعاء کے بعد فرشتے یہ کہتے ہیں:

﴿ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ ﴾ (غافر: ۴۰/۸)

"بے شک تو زبردست غالب بڑا حکمت والا ہے۔"

یعنی ان تمام امور اور بھلائیوں کا مصدر، منبع، سرچشمہ، سبب اول، مبدأ و منتہا تیری ذات ہے۔ اور تمام چیزیں تیرے کمال قدرت، کمال علم ہی کے کرشمے ہیں، کیونکہ عزت و غلبہ کمال قدرت ہی کا نام ہے۔ اور حکمت کمال علم کا نام ہے اور انہی دو صنعتوں کی بنا پر اللہ تعالیٰ اپنے اختیار و قدرت سے جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے اور جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے، حکم بھی فرماتا ہے ممانعت بھی فرماتا ہے۔ اجر و ثواب بھی دیتا ہے اور عتاب و عذاب بھی دیتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ خلق و امر کا مصدر، منبع اور سرچشمہ بھی دو صفات ہیں۔

مقصود یہ ہے کہ عقوبات سیئات، یعنی معاصی، اور گناہوں کی سزا دو قسم کی ہے: شرعیہ اور قدریہ، اور شرعی عقوبت ہو یا قدری اس کا اثر قلب پر بھی ہوتا ہے اور جسم پر بھی۔ اور یہ عقوبتیں اور سزائیں مرنے کے بعد برزخ میں ہوں گی اور آخرت میں بھی۔ جب کہ اجسام کو دوبارہ اپنی اصل حالت پر زندہ کیا جائے گا۔

غرض! معاصی اور گناہ کسی حال میں بھی عقوبت و سزا سے خالی نہیں۔ لیکن افسوس کہ بندے اپنی جہالت کی وجہ سے کچھ اس طرح غفلت میں پڑے ہیں کہ ان کو ان عقوبتوں کا شعور و احساس تک نہیں، کیونکہ دنیا کی زندگی اور زندگی کی گوناگوں مشغولیتوں میں کچھ ایسے بد مست ہیں کہ ان کی عقلیں اور فکریں، منجمد، اور بے حس ہو چکی ہیں۔ بندے کچھ ایسے غافل سو رہے ہیں کہ اپنے آلام و مصائب تک کا انہیں احساس نہیں۔ انہیں اس کا شعور و احساس اس وقت ہو گا جب وہ بیدار ہوں گے، نشہ اور مستی اتر جائے گی۔ منجمد حالت شعور و احساس سے مبتدل ہو گی۔ اس وقت انہیں گناہوں کی عقوبات و سزاؤں کا احساس ہو گا۔

اور وہاں عقوبتوں اور سزاؤں کا ترتب و ظہور اس طرح ہو گا جس طرح جلنے والے کو جلنے کا۔ اور ہاتھ پاؤں ٹوٹ جانے والے کو اس کے ٹوٹنے کا اور ڈوبنے والے کو ڈوبنے کا احساس ہوتا ہے۔ اور اسی طرح اس کو یقین ہو گا جس طرح زہر کھا جانے والے کو اپنی ہلاکت کا اور مریض کو اپنے مرض کے اسباب کا یقین ہو جاتا ہے۔

نیز بعض اوقات معاصی و گناہوں کی مضرتوں کا ظہور فوراً گناہوں کے ساتھ ساتھ ہی ہو جاتا ہے۔ کبھی ایک طویل مدت کے بعد بھی ہوتا ہے، کبھی تھوڑی ہی مدت کے بعد ہوتا ہے۔ جس طرح کہ امراض جسم اپنے اسباب اور اسباب کی قوت ضعف کے لحاظ سے متقدم و متاخر، قوی اور کمزور ہوا کرتے ہیں۔ لیکن اس موقع پر بہت سے انسان غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایک

انسان گناہ کرتا ہے اور پھر وہ دیکھتا ہے کہ اس کا اثر کچھ نہیں ہوا۔ تو سمجھ لیتا ہے کہ گناہ کرنے سے کوئی نقصان اور کوئی ضرر نہیں پہنچا۔ لیکن وہ یہ نہیں سمجھتا کہ گناہ اپنے کام کرتے چلے جاتے ہیں اور بتدریج اپنا اثر پیدا کرتے رہتے ہیں۔ اور ٹھیک ٹھیک اسی طرح اپنا کام جاری رکھتے ہیں' جس طرح زہر' اور مضرت رساں چیزیں اپنا کام جاری رکھتی ہیں۔ اگر انسان زہر اور مضرت رساں اشیاء کا تدارک اور بدرقہ (ترکیب) مناسب ادویہ' استفراغ وتنقیہ اور مفید پرہیز سے کر لیتا ہے تو صحت کی امید ہوتی ہے۔ وگرنہ پھر وہ ہلاک ہو کر ہی رہتا ہے۔

اور یہ صورت یعنی تدارک و بدرقہ (تدبیر) کی شکل بھی اسی وقت ممکن ہے جب کہ انسان سے کوئی ایک گناہ سرزد ہو جائے اور وہ فوراً اس کا تدارک کر لے۔ لیکن اگر کوئی شخص روزانہ ہر گھڑی ہر ساعت گناہوں پر گناہ کرتا چلا جائے تو اس کا اللہ ہی حافظ ہے۔ واللّٰہ المستعان

فصل : ۶۲

دل پر گناہ کے اثرات

اب تم معاصی اور گناہوں پر اللہ تعالیٰ نے جو عقوبتیں اور سزائیں مقرر فرمائی ہیں ان پر غور کرو۔ اور عقوبات کے اسباب پر پوری طرح نظر ڈالو۔ اور پھر ان چیزوں کے پیش نظر اپنے کو ترک معاصی کی طرف بلاؤ۔

میں یہاں صرف چند چیزوں کی طرف تمہیں توجہ دلاتا ہوں۔ اگر کسی عاقل، دانش مند نے ان میں سے صرف چند چیزوں کو بھی سمجھ لیا تو یہ اس کے لیے بہت کافی وافی ہے۔

اول: یہ کہ معاصی اور گناہوں کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کی آنکھوں اور کانوں پر محرومی کی مہر لگ جاتی ہے آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں۔ دلوں پر قفل لگ جاتے ہیں۔ قلوب مختلف قسم کے بوجھل پردوں میں دب جاتے ہیں۔ دل زنگ آلود ہو جاتے ہیں، دل اور آنکھیں مقلوب ومعکوس ہو جاتی ہیں۔ معاصی و گناہ انسان اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں۔ اور پروردگار عالم کے ذکر سے قلب کو غافل کر دیتے ہیں۔ گناہ بندے کو خود اپنی جان سے بھی غافل کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ گنہگار کے قلب کی تطہیر و صفائی ترک کر دیتا ہے۔ گناہ سینوں کو تنگ و تاریک کر دیتے ہیں۔ قلوب کو حق سے بھٹکا دیتے ہیں۔ دلوں پر مختلف قسم کے امراض قابو پا لیتے ہیں۔ دلوں کو غلط راہ پر لگا دیتے ہیں۔ اور دل ہمیشہ کے لیے معکوس و مقلوب ہو کر رہ جاتے ہیں۔

قلوب کی اقسام:

امام احمدؒ نے سیدنا حذیفہ بن ابن الیمانؓ سے روایت کی ہے:

((اَلْقُلُوْبُ اَرْبَعَةٌ: قَلْبٌ اَجْرَدُ فِيهِ سِرَاجٌ يُزْهِرُ فَذَالِكَ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ وَقَلْبٌ اَغْلَفُ وَذَالِكَ قَلْبُ الْكَافِرِ وَقَلْبٌ مَنْكُوسٌ فَذَالِكَ قَلْبُ الْمُنَافِقِ وَقَلْبٌ تَمُدُّهُ مَادَّتَانِ: مَادَّةُ اِيْمَانٍ وَمَادَّةُ نِفَاقٍ وَهُوَ لِمَا

غَلَبَ عَلَيْهِ مِنْهُمَا)) ①

"قلوب چار قسم کے ہیں ① قلب اجرد (بے داغ) جس کے اندر چراغ کی روشنی چمکتی ہے۔ یہ مؤمن کا قلب ہے۔ ② قلب اغلف جس پر پردے پڑے ہوئے ہیں' یہ کافر کا دل ہے۔ ③ قلب منکوس وسرنگوں' یہ منافق کا دل ہے۔ ④ وہ قلب جس میں ایمان ونفاق ہر دو کے مادے ہوتے ہیں اور ہر مادہ اپنی اپنی جانب کھینچتا ہے اور انسان اسی کا ہو جاتا ہے جو دونوں میں سے غالب رہے۔"

دوم: گناہوں کی وجہ سے انسان کو طاعات الٰہی اور عبادت خداوندی سے نفرت ہو جاتی ہے اور طاعات وعبادات سے انسان دور بھاگنے لگتا ہے۔

سوم: گناہ قلب کو بہرہ کر دیتے ہیں اور وہ حق بات سننا گوارہ نہیں کرتا۔ گونگا بنا دیتا ہے۔ زبان سے حق بات نکل نہیں سکتی۔ اندھا بنا دیتا ہے حق بات دیکھ نہیں سکتا۔ قلب اور حق کے درمیان باعتبار سماعت' بینائی اور کلام کے درمیان وہ بُعد (فاصلہ) ہو جاتا ہے جو بہرے کو آواز سے' اندھے کو رنگ سے اور گونگے کو بات چیت کرنے کے بعد ہوتا ہے۔

ہمارے اس بیان سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حقیقتاً بہرہ' گونگا' اندھا ہونا قلب سے تعلق رکھتا ہے۔ جوارح کا بہرہ' گونگا ہونا بالغرض اور بالتبع ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم کے اندر ہے:

﴿ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ۝ ﴾ (حج: ۴۶/۲۲)

"بات یہ ہے کہ کچھ آنکھیں اندھی نہیں ہوا کرتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہو جایا کرتے ہیں۔"

یہاں بصارت کی نفی ہے بصارتِ حس کی نفی قطعاً نہیں ہے۔ خود اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نفی بصارت حس کے خلاف ہے۔

﴿ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ ۝ ﴾ (نور: ۶۱/۲۴)

"اندھے کے لیے کوئی مضائقہ نہیں۔"

یہاں اعمیٰ سے مراد بصارت حسی ہے۔

---

① مسند احمد (۳/ ۱۷) حلیۃ الاولیاء (۴/ ۳۸۵) المعجم الصغیر للطبرانی (۲/ ۱۱۰) اسنادہ ضعیف لیث بن ابی سلیم ضعیف راوی ہے۔

اور یہ ارشاد:

﴿ عَبَسَ وَتَوَلّٰیٓ ○ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ○ ﴾ (عبس:۸۰/۱،۲)

''محمد (ﷺ) اتنی بات پر چیں بجبیں ہوئے اور منہ موڑ بیٹھے کہ ان کے پاس ایک نابینا آ گیا۔''

یہاں بھی قطعی طور پر بصارت حسی مراد ہے۔

مراد یہ ہے کہ پورا پورا اندھا حقیقتاً وہ ہے جس کا قلب اندھا ہو کیونکہ آنکھ کا اندھا قلب کی عدم بصارت کے مقابلہ میں گویا آنکھوں والا ہے۔ یہاں تک کہ قلب کی عدم بصارت کی قوت کے سامنے آنکھ کی حسی بصارت کی نفی کر دینا بھی صحیح ہے۔ جس کی مثال رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد میں موجود ہے:

((لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرْعَةِ وَلٰکِنَّهُ الَّذِیْ یَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ))[1]

''قوی تر آدمی وہ نہیں ہے جو دوسرے کو پچھاڑ دے بلکہ (پہلوان) وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے نفس پر قابو رکھے۔''

اور آپ کے اس ارشاد میں موجود ہے:

((لَیْسَ الْمِسْکِیْنُ بِالطَّوَافِ الَّذِیْ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَلٰکِنَّ الْمِسْکِیْنَ الَّذِیْ لَا یَسْأَلُ النَّاسَ وَلَا یَفْطِنُ لَهُ فَیُتَصَدَّقَ عَلَیْهِ))[2]

''مسکین وہ نہیں جو گھر گھر پھرتا ہے جسے تم لقمہ دو لقمے دے دیا کرتے ہو۔ بلکہ مسکین وہ ہے جو لوگوں سے مانگتا نہیں اور نہ لوگ اسے ضرورت مند سمجھ پاتے ہیں کہ اسے صدقہ دیا جائے۔''

اور اس قسم کے نظائر و امثال تمہیں بے شمار ملیں گی جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حقیقی چیز کے مقابلہ میں غیر حقیقی بمنزلہ معدوم کے ہوتی ہیں۔

مقصد یہ ہے کہ معاصی اور گناہوں کی عقوبات (سزاؤں) میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ دل کو اندھا، بہرہ گونگا بنا دیتے ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب الحذر من الغضب (حدیث۔ ۶۱۱۴) صحیح مسلم۔ کتاب البر والصلة۔ باب فضل من یملك نفسه عندالغضب (حدیث۔ ۲۶۰۹)

[2] صحیح بخاری۔ کتاب الزکاة۔ باب قول الله تعالیٰ (لایسالون الناس الحافا)(حدیث۔ ۱۴۷۹) صحیح مسلم۔ کتاب الزکاة۔ باب المسکین الذی لایجد غنی (حدیث۔ ۱۰۳۹)

چہارم: یہ کہ معاصی قلب کو دھنسا دیتے ہیں جس طرح کہ مکان اور مکان کا سارا سروسامان زمین میں دھنس جایا کرتا ہے۔ معاصی دل کو اسفل السافلین تک دھنسا کر لے جاتے ہیں اور اسے اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔ قلب کے دھنسنے کی علامت یہ ہے کہ انسان شب و روز سفلیات' نجاسات' رزائل اور بد اخلاقیوں کے پیچھے مارا مارا پھرتا ہے۔ جس طرح کہ وہ قلب جسے اللہ تعالیٰ رفعت دیتا ہے۔ اور مقرب بارگاہ بنا لیتا ہے۔ شب و روز خیر و فلاح' عالی بلند امور' عالی بلند اعمال' عالی بلند اخلاق واقوال کے گرد گھوما کرتا ہے۔ جیسا کہ بعض اسلاف کا قول ہے:

((اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ جَوَّالَةٌ فَمِنْهَا مَا يَجُوْلُ حَوْلَ الْعَرْشِ وَمِنْهَا مَا يَجُوْلُ حَوْلَ الْحُشِّ))

"یہ قلوب (دل) ہمیشہ گھومتے پھرتے ہیں لیکن بعض عرش کے اردگرد گھومتے پھرتے ہیں اور بعض غلاظتوں کے اردگرد۔"

پنجم: یہ کہ معاصی قلب (دل) کو مسخ کر دیتے ہیں اور جس طرح صورتیں مسخ ہوا کرتی ہیں۔ قلوب بھی مسخ ہو جایا کرتے ہیں۔ انسانی قلب حیوانی قلب کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اخلاق' اعمال' افعال' طبائع کے لحاظ سے جس جانور سے مناسبت ہو جاتی ہے۔ اسی جانور کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ بعض قلوب مسخ ہو کر خنزیر کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کے اندر خنزیر کی سی شدت اور خباثت پیدا ہو جاتی ہے بعض قلوب مسخ ہو کر کتے اور گدھے' سانپ اور بچھو کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ غرض! اخلاق و عادات اور طبائع کے لحاظ سے صورتیں تبدیل ہوا کرتی ہیں۔ چنانچہ سیدنا سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے اس آیت کی یہی تاویل کی ہے:

﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝﴾

(انعام:۶/۳۸)

"اور جتنے جاندار زمین پر چلتے ہیں اور جتنے پرندے اپنے دو پروں پر ہوا میں اڑے اڑے پھرتے ہیں' یہ سب بھی تم لوگوں کی طرح امتیں (گروہ) ہیں۔"

وہ فرماتے ہیں: بعض قلوب درندوں کے اخلاق اختیار کر لیتے ہیں۔ بعض کتوں کے بعض گدھوں کے اور بعض اپنے ظاہری لباس میں طاؤسی (مور کے سے) اخلاق اختیار کر لیتے

ہیں اور اپنے خوش نما پروں پر ناچا کرتے ہیں۔ بعض گدھوں کی طرح پلید اور احمق ہوا کرتے ہیں۔ بعض مرغ کی طرح انسانوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ بعض کبوتروں کی طرح الفت وانسیت کے خوگر ہوتے ہیں۔ بعض اونٹ کا سا کینہ رکھتے ہیں۔ بعض ایسے ہوتے ہیں جن میں سراسر خیر و فلاح ہوتی ہے اور وہ بکری کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور بعض لومڑی کا اخلاق رکھتے ہیں اور لومڑی کی صورت اختیار کر لیتے ہیں ہمہ وقت لومڑی کی سی مکاریاں کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جاہلوں اور گمراہ لوگوں کو کبھی گدھوں سے تشبیہ دی ہے۔ کبھی کتوں سے اور کبھی دوسرے جانوروں سے۔ اور کبھی یہ باطنی مناسبت اس قدر قوی اور مضبوط ہو جاتی ہے کہ اس کا اثر ظاہری صورت پر نمایاں ہونے لگتا ہے۔ اور اس چیز کو اربابِ فراست خوب سمجھتے ہیں۔ اور کچھ ظاہری اعمال و کردار تو ایسے سرزد ہونے لگتے ہیں کہ عام آدمی بھی دیکھ سکتا ہے اور یہ مشابہت اعمال و کردار کے لحاظ سے کبھی اس قدر قوی اور پائیدار ہو جاتی ہے کہ صورت پر بھی غالب آ جاتی ہے۔ اور بالآخر حکمِ الٰہی کے مطابق ظاہری صورت بھی مسخ ہو جاتی ہے۔ یہ ہے مسخ تام جیسا کہ یہود اور ان جیسے دوسرے لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ اور اس امت میں بھی بعض کو بندر اور خنزیر کی صورت میں مسخ کر دیتا ہے۔

سبحان اللہ! کتنے ہی قلوب مسخ ہو کر تبدیل ہو گئے اور انہیں اس کی خبر تک نہیں۔ کتنے ہی مسخ ہو گئے۔ کتنے ہی دھنس گئے۔ اور کتنے ہی عوام کی تعریف وتوصیف کے فتنہ میں مبتلا ہو کر رہ گئے۔ اور اللہ کی پردہ داری نے ان کو دھوکہ دیا۔ اور کتنے ہی انعام الٰہیہ اور استدراج کے امتحان میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام امور من جانب اللہ عقوبات سزائیں' اہانتیں اور ذلتیں ہیں۔ اور بس' لیکن افسوس جاہل لوگ ان چیزوں کو کرامت اور عزت سمجھ رہے ہیں۔ اللہ بھی ان کے ساتھ مکر وخدع کرتا ہے۔ ان استہزاء کرنے والوں کے ساتھ وہ بھی استہزاء کرتا ہے۔ اور حق سے ٹیڑھا چلنے والوں کو اللہ ٹیڑھا کر دیتا ہے۔

ششم: یہ کہ قلب (دل) الٹ دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ حق کو باطل اور باطل کو حق' معروف کو منکر اور منکر کو معروف سمجھنے لگتا ہے۔ شر وفساد' تباہی و بربادی کے سامان کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں اصلاح کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو بھٹکاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں لوگوں کو اللہ کی طرف بلا رہا ہوں۔ ہدایت کے بدلہ ضلالت خریدتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں ہدایت کی راہ پر ہوں۔ نفس وخواہشات کی پیروی کرتا ہے اور

سمجھتا ہے کہ اپنے مولا کی اطاعت کر رہا ہوں۔

معاصی اور گناہوں کی یہ تمام عقوبات اور سزائیں وہ ہیں جو قلوب پر جاری اور نافذ ہوتی ہے۔

ہشتم: یہ کہ معاصی (گناہ) دنیا میں پروردگار عالم اور بندے کے درمیان حجاب بن جاتے ہیں۔ اور یہ قیامت کے دن حجاب اکبر ثابت ہوں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ ﴾ (مطففین: ۸۳/۱۵)

''یہی نہیں (بلکہ) یہ لوگ اس دن دیدار باری تعالیٰ سے محروم رہیں گے''

معاصی بندوں کی اس مسافت کی راہ میں سد راہ ہوتے ہیں۔ جو بندوں اور بندوں کے قلوب کے درمیان واقع ہے۔ اور بندوں کو قلب تک پہنچنے ہی نہیں دیتے' تا کہ وہ اصلاح و فساد کی چیزوں پر غور کریں اور بندوں کو شقی و بدبخت کر کے چھوڑتے ہیں۔

نیز معاصی اس راہ کو بھی کاٹ دیتے ہیں جو بندوں کے قلوب اور پروردگار عالم کے درمیان واقع ہے۔ جس کے ذریعہ قلوب اپنے پروردگار تک پہنچتے اور اس سے نفرت حاصل کرتے ہیں۔ اور جس تقرب سے بندوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے اور جس سے دلوں کو فرحت وانبساط اور مسرت ونشاط حاصل ہوتا ہے۔

غرض! معاصی بندوں اور بندوں کے قلوب کے درمیان' اور قلوب اور پروردگارِ عالم کے درمیان' قلوب اور اخلاقِ عالم کے درمیان حجاب اور پر خطر حجاب بن جاتے ہیں۔

نہم: معاصی معیشت (زندگی) کو تلخ بنا دیتے ہیں۔ دنیا کی معیشت' برزخ کی معیشت' آخرت کی معیشت' تینوں جگہ کی معیشت معاصی اور گناہوں کی وجہ سے تنگ اور تلخ ہو جاتی ہے۔ اور آخرت میں عذاب دردناک کا موجب بن جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ ﴾ (طٰہٰ: ۲۰/۱۲۴)

''جس نے میری یاد (ذکر) سے غفلت کا مظاہرہ کیا (یعنی روگردانی کی یا مونہہ موڑا) تو اس کی زندگی تنگی میں گزرے گی اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے۔''

معیشة ضنك کی تفسیر:

بعض علماء نے معیشة ضنك کی تفسیر ''عذاب قبر'' سے کی ہے۔ اور یہ تفسیر صحیح بھی ہے۔ اس میں کوئی شک بھی نہیں۔ لیکن اس آیت سے کہیں زیادہ وسیع معنی پر مشتمل ہے۔ اس کی وسعت وعموم ہمہ قسم کی معیشت پر مشتمل ہے۔ معیشت تلخ خواہ وہ دنیا کی معیشت ہو خواہ برزخ کی۔ خواہ آخرت کی یہ عموم تمام پر حاوی ہے ''معیشة صنکا'' اگرچہ ''نکرہ'' ہے اور سیاق اثبات میں واقع ہوا ہے۔ لیکن معنی کے لحاظ سے اس میں عموم اور وسعت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ''معیشت ضنك'' تلخ، وتنگ زندگی کو اعراض عن اللہ پر مرتب اور متفرع فرمایا ہے۔ اور یہ ''معیشت ضنك'' اعراض کرنے والے کے اعتبار سے ہی ہو گی۔ اگرچہ وہ دنیا میں بے شمار نعائم اللہ اور نفائس ولذیذ دنیا سے بہرہ ور اور لذت اندوز ہو۔ لیکن اس کا قلب تو وحشت وذلت اور حسرتوں کی آماجگاہ ہی بنا رہے گا۔ ہر وحشت' ہر ذلت' ہر حسرت قلب کے لیے ٹکڑے کر رہی ہو گی۔ باطل امانی اور آرزوئیں مختلف قسم کے عذاب اسی دنیا میں اس کے لیے موجود ہوں گے۔ اور اس کی یہ تمنائیں اور آرزوئیں شہوات' عشق' حب دنیا' حب ریاست' حب امارت کے نشہ میں مستور ہوں گی۔ اور ہمہ اوقات اسے بدمست رکھتی ہوں گی، اگر وہ شراب خور نہیں ہے تو شراب کا نشہ نہ سہی لیکن ان شہوات وخواہشات وتمناؤں اور آرزوں کا نشہ بجائے خود اس قدر خطرناک ہوتا ہے کہ انسان کو اس سے کبھی افاقہ ہی نہیں ہوتا۔ شراب خور کو تو کبھی نہ کبھی افاقہ ہو جاتا ہے لیکن جب دنیا اور خواہشات کا نشہ تو اترنے ہی نہیں پاتا۔ اور یہ نشہ اس وقت اترتا ہے جب کہ موت کا پیالہ پیتا ہے۔ اور موت کا نشہ اس پر سوار ہو جاتا ہے۔ اور ان سے دنیا کی اس زندگی سے علیحدہ کر کے مُردوں میں سلا دیتا ہے۔

پس معیشت ضنک' تنگ زندگی' تلخ زندگی' ہر اس آدمی کے لیے لازم وضروری ہے جو ذکر الٰہی سے اعراض کرے۔ اور اللہ کے پیغمبر ﷺ نے جو کچھ پیش کیا ہے اس سے اعراض کرے۔ اور یہ معیشت ضنک' تلخ زندگی' تنگ زندگی دنیا میں بھی لازمی ہے اور برزخ میں بھی اور قیامت کے دن بھی اور حقیقت امر بھی یہ ہے کہ آنکھوں کو ٹھنڈک' قلب کو ہدایت' نفس کو اطمینان اللہ معبودِ برحق کے سوا ممکن ہی نہیں۔ معبودان باطل سے سوائے پریشانی اور سراسیمگی کے کچھ حاصل نہیں۔ پس جس نے ذات الٰہی سے ٹھنڈک نہ پائی اس کا نفس ہمیشہ حسرتوں سے زخمی اور چور

رہے گا۔ اللہ تعالیٰ حیات طیب' اور شیریں زندگی اسی کو عطاء فرماتا ہے جو اس پر ایمان لاتا ہے۔
اور اعمال صالحہ سے اپنے کو مزین و آراستہ کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾

(نحل: ۱۶/۹۷)

''جس نے نیک عمل کیا وہ خواہ مرد ہو یا عورت۔ اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے تو ہم دنیا میں اس کی زندگی اچھی بسر کرائیں گے اور آخرت میں بھی ان کے اعمال صالحہ کا انہیں ضرور صلہ دیں گے۔''

پس (اہل) ایمان جو اعمالِ صالحہ سے مزین ہوں ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی ضمانت ہے کہ وہ انہیں دنیا میں بھی اچھی زندگی عطاء فرمائے گا اور قیامت کے دن بھی بہترین زندگی سے نوازے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایمان والوں کے لیے جو اپنے اعمال صالحہ سے اپنے کو مزین اور آراستہ کریں گے دونوں جہان میں بہترین زندگی ہے۔ ایسے ہی لوگ جہان میں زندہ اور کامیاب ہیں۔ اور اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۭ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ۝﴾ (نحل: ۱۶/۳۰)

''جن لوگوں نے بھلائی کی ان کے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت کا گھر تو بہت ہی بہتر ہے اور کیا ہی خوب ہے پرہیز گاروں کا گھر''

اور یہ ارشاد بھی اس کی نظیر ہے:

﴿ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ۭ ۝﴾

(ھود: ۱۱/۳)

''اور یہ کہ اپنے پروردگار سے گناہوں کی معافی مانگو' پھر اس کی جناب میں توبہ کرو تو تم کو ایک مقرر وقت تک دنیا میں میں خوش عیشی دے گا (یعنی ان کی زندگی نہایت خوش گوار گزرے گی) اور جس نے زیادہ کیا ہے اس کو اس کا زیادہ صلہ دے گا۔''

پس وہ لوگ جو متقی' پرہیز گار' نیک اعمال و نیک کردار ہیں وہ دنیا اور آخرت کی نعمتوں

سے بہرہ ور اور فائز المرام ہیں۔ دونوں جہان میں انہیں بہترین زندگی حاصل ہے کیوں کہ نفس کی فرحت' سرورِ قلب' فرحتِ قلب' لذتِ قلب' ابتہاجِ قلب' طمانیتِ قلب' انشراحِ قلب' نورِ قلب' وسعت قلب' عافیتِ قلب سے وابستہ ہے' اور یہ چیزیں اسی وقت حاصل ہوتی ہیں جب کہ شہوات محرمہ' خواہشاتِ مکروہ' اور شبہاتِ باطلہ سے اجتناب و احتراز کیا جائے۔ اور حقیقتِ امر تو یہ ہے کہ اصل نعمت و سرور' اصل فرحت و بہجت' اصل لذت و عافیت بھی یہی ہے۔ اسی کا نام ہے جسمانی لذت و سرور۔ اس کے مقابلہ میں ہیچ اور سراسر ہیچ ہے۔

لطف ایں بادہ ندانی بخدا تانہ چشی

چنانچہ بعض عارفین سلف صالحین' لذت آشنائے بادہ توحید کا قول ہے:

((لَوْ عَلِمَ الْمُلُوْكُ وَاَبْنَاءُ الْمُلُوْكِ مَا نَحْنُ فِيْهِ لَجَادَلُوْنَا عَلَيْهِ بِالسُّيُوْفِ))

''اگر بادشاہ اور بادشاہوں کے بیٹے وہ حالت معلوم کر لیں جس میں ہم ہیں تو اس کے لیے وہ ہم سے تلوار لے کر جنگ کریں۔''

کسی اور عارف باللہ کا قول ہے:

((اِنَّهُ يَمُرُّ بِالْقَلْبِ اَوْقَاتٌ اَقُوْلُ فِيْهَا: اِنْ كَانَ اَهْلُ الْجَنَّةِ فِيْ مِثْلِ هٰذَا اِنَّهُمْ لَفِيْ عَيْشٍ طَيِّبٍ))

''قلب پر کچھ ایسے اوقات بھی آ جاتے ہیں کہ زبان بے ساختہ چلا اٹھتی ہے کہ اگر اہل جنت کو ایسی نعمت حاصل ہے تو یقیناً وہ بہترین عیش سے بہرور ہیں وگرنہ کچھ نہیں۔''

کسی اور بزرگ کا قول ہے:

((اِنَّ فِي الدُّنْيَا جَنَّةً هِيَ فِي الدُّنْيَا كَالْجَنَّةِ فِي الْاٰخِرَةِ فَمَنْ دَخَلَهَا دَخَلَ تِلْكَ الْجَنَّةَ مَنْ لَّمْ يَدْخُلْهَا لَمْ يَدْخُلْ جَنَّةَ الْاٰخِرَةِ))

''بے شک دنیا میں ایک جنت ہے اور وہ ویسی ہی جنت ہے جیسی آخرت کی۔ جو آدمی دنیا کی اس جنت میں داخل ہوا وہ آخرت کی اس جنت میں داخل ہوا اور جو آدمی دنیا کی اس جنت میں داخل نہیں ہوا وہ آخرت کی جنت میں بھی داخل نہیں ہوگا۔''

اور اس جنت کی طرف رسول اللہ ﷺ نے بھی اشارہ فرمایا ہے:

((إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوا))

"جب تم جنت کی کیاریوں سے گزرو تو کچھ چر لیا کرو۔"

صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! جنت کی کیاریاں کون سی ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

((حَلَقُ الذِّكْرِ)) [1] "ذکر الٰہی کے حلقے۔" اور آپ کا ارشاد ہے:

((مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ)) [2]

"میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کی کیاریاں ہیں۔" اور اللہ کے اس فرمان سے:

﴿ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ۝﴾

(انفطار: ۸۲/۱۳، ۱۴)

"یقیناً نیک لوگ جنت کے عیش و آرام اور نعمتوں میں ہوں گے اور یقیناً بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے۔"

تم یہ نہ سمجھ لو کہ یہ یوم معاد یعنی قیامت کے دن کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ ابرار یعنی نیک لوگ ہر سہ عالم، تینوں جہانوں میں نعیم و جنت میں ہیں۔ اور فجار و بدکار تینوں جہانوں میں جہنم میں ہیں۔ اللہ کے لیے تم ہمیں بتاؤ کہ نیکوکار قلب، قلب سلیم، سلامتی صدر، معرفت رب العالمین، محبتِ باری تعالیٰ اور رضاء مندیٔ الٰہی سے بڑھ کر دنیا کی کون سی لذت اور کون سی نعمت ہو سکتی ہے؟ اور قلبِ سلیم کے سوا کوئی عیش ہے بھی؟ خود اللہ تعالیٰ اپنے خلیل علیہ السلام کی مدح و توصیف اور سلامتی قلب کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿ وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ ۝ إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝﴾

(صافات: ۳۷/ ۸۳)

"اور نوح کے طریق پر چلنے والوں میں سے ایک ابراہیم تھے جب کہ صاف قلب کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف آئے۔" نیز اللہ تعالیٰ انہی کے قول کی نقل فرماتا ہے:

﴿ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۝ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝﴾ (شعراء: ۲۶/۸۹)

---

[1] مسند احمد (۳/ ۱۵۰) سنن ترمذی۔ کتاب الدعوات۔ باب (۸۲) (حدیث۔ ۳۵۱۰) اس کی سند میں محمد بن ثابت ضعیف راوی ہے۔ [2] صحیح بخاری۔ کتاب فضل الصلاۃ من سجد مکۃ والمدینۃ۔ باب فضل مابین القبر والمنبر (حدیث۔ ۱۱۹۵، ۱۱۹۶) صحیح مسلم۔ کتاب الحج۔ باب فضل مابین قبرہ ﷺ ومنبرہ (حدیث۔ ۱۳۹۰۔۱۳۹۱)

''جس دن کہ مال اور اولاد کچھ کام نہ آئے گی لیکن فائدہ والا وہی ہوگا جو اللہ کے سامنے بے عیب دل لے کر جائے گا''

اور قلبِ سلیم وہی ہے جو شرک سے‘ غل وغش (دھوکہ وفریب) سے‘ حقد وحسد سے‘ بغض وکینہ سے‘ حرص وطمع سے‘ کبرو غرور سے‘ حب دنیا‘ حب ریاست سے سالم اور محفوظ ہو۔ ایسا قلب ہر آفت‘ ہر مصیبت و ابتلا سے محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دور رکھنے والی باتوں سے محفوظ ہے۔ اللہ کی خبروں کے خلاف شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ ان سے محفوظ ہے۔ ان شہوات و خواہشات سے محفوظ ہے جو احکام الٰہی کے خلاف ابھرتی ہیں۔ ان ارادوں سے محفوظ ہے جو مرادِ الٰہی کے خلاف اقدام کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ اور ہر راہ زن سے محفوظ ہے جو رشتہ الٰہی کو توڑ سکتا ہے یہ قلب اور ایسا قلب دنیا میں بھی جنت میں ہے اور برزخ میں بھی جنت میں ہے اور قیامت کے دن بھی جنت میں ہے۔

قلب کی سلامتی:

قلب کی سلامتی پانچ چیزوں کے بغیر تکمیل کو نہیں پہنچتی:

1. شرک سے محفوظ ہو‘ یہ توحید الٰہی کے خلاف ہے۔
2. سنت نبوی کے خلاف جو بدعات ہیں ان سے محفوظ ہو۔
3. اور امرِ الٰہی کے خلاف جو شہوات وخواہشات ہیں ان سے محفوظ ہو۔
4. ایسی غفلت سے محفوظ ہو۔ جو ذکرِ الٰہی سے غافل اور بے خبر کر دے۔
5. تجرید توحید‘ تجرید الٰہی کے خلاف جو خواہشات وشہوات ہوں ان سے محفوظ ہو۔

ان پانچ چیزوں کے علاوہ ایک اخلاص بھی ہے۔ لیکن یہ ان پانچوں امور پر حاوی ہے۔ یہ پانچ چیزیں اللہ اور بندوں کے درمیان کے حجابات ہیں۔ اور ہر حجاب کے ماتحت بے شمار اقسام ہیں جو بے شمار افراد‘ اور لاتعداد اشخاص پر مشتمل ہے۔

اسی لیے ہر بندہ اس امر کا محتاج اور ضرورت مند ہے کہ بارگاہ الٰہی میں اپنے لیے ہمیشہ صراط المستقیم کی ہدایت طلب کرتا رہے۔ بندے جس قدر اس دعاء کے محتاج ہیں کسی چیز کے نہیں۔ اور جس قدر یہ دعاء بندوں کے لیے مفید ہے کوئی اور دعاء مفید نہیں۔ کیوں کہ صراط مستقیم بہت سے علوم بے شمار ارادوں اور لاتعداد ظاہری‘ باطنی اعمال اور ترک واجتناب کے بے شمار امور پر مشتمل ہے جو بندوں پر ہمہ اوقات جاری و طاری رہتے ہیں اور اس صرط المستقیم کی

تفصیلات بندے کبھی نہیں سمجھ سکتے ہیں۔

کبھی قطعاً نہیں سمجھ سکتے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس قدر تفصیلات بندوں کو معلوم ہوتی ہیں ان سے کہیں زیادہ سے زیادہ بے خبر ہوتے ہیں۔ اور جو معلوم ہوتی ہیں ان میں سے بھی بہت سی چیزوں پر قادر اور قابو یافتہ نہیں ہوتے۔ اور پھر بندے ان چیزوں کا ارادہ کرنے کے بعد ہی بسا اوقات عمل سے قاصر رہتے ہیں اور اگر عمل کر لیا تو پھر شرائط اخلاص پورے نہیں ہوتے۔ اور اگر شرائط اخلاص بھی موجود ہیں تو پھر اللہ اور اللہ کے رسول کی متابعت پوری طرح نہیں پائی جاتی۔ اور اگر اللہ اور اللہ کے رسول کی متابعت بھی موجود ہے تو پھر بندے اس پر ثابت قدم رہتے بھی ہیں یا نہیں؟ یہ تمام باتیں پیش آتی ہیں اور ساری مخلوق لازمی طور پر ان چیزوں سے دوچار ہوتی ہے۔ یہ تمام مواقعات لازمی طور پر پیش آتے ہیں' لیکن کسی کو کم اور کسی کو زیادہ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ انسانی طبائع میں جو ہدایت ودیعت کی گئی ہے وہ ان تمام چیزوں پر قابو نہیں پا سکتی۔ بلکہ اگر انسان کو طبائع پر چھوڑ دیا جائے تو خود طبائع ان چیزوں کی تحصیل و تکمیل میں رکاوٹیں ڈال دیتے ہیں۔ چنانچہ طبائع کی کج روی ہے جس نے منافقوں کو غلط راہ پر ڈال دیا۔ طبائع کے رجحانات نے ان کو اصل جبلت اور جبلی ظلم و جور کی طرف موڑ دیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قضاء وقدر اور اوامر و نواہی کو اسی صراط مستقیم پر چلاتا ہے۔ اور اسی کے بموجب بندوں کو دعوت دیتا ہے اور اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے فضل وکرم سے اس صراط مستقیم پر لگا دیتا ہے۔ اور جہاں صلاحیت پاتا ہے اپنی ہدایت پہنچا دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے اس صراط مستقیم اور ہدایت سے محروم کر دیتا ہے۔ اور یہ سب کچھ عدل و حکمت' صلاحیت و عدم صلاحیت محل و مقام کے ماتحت کرتا ہے۔ اور اپنی اسی صراط مستقیم کے مطابق کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے امر و حکم سے اپنے بندوں کیلئے قائم کی ہے۔ اور جس کی طرف بر بنائے حجت و عدل اپنے تمام بندوں کو دعوت دی ہے اور اپنے فضل و انعام کی رو سے جسے چاہتا ہے اس صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔ اور عدل و فضل کی رو سے جسے چاہتا ہے اس سے دور پھینک دیتا ہے۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس صراط مستقیم کو پھر قائم کرے گا اور جنت میں جانے کی راہ یہی صراط مستقیم ہوگی۔ جو بندے دنیا میں اس سے دور رہے وہاں بھی اللہ تعالیٰ اس سے انہیں دور رکھے گا۔ اور جو اس پر قائم رہے وہاں بھی اللہ تعالیٰ انہیں قائم اور ثابت قدم رکھے گا۔ جو بندے اللہ' اللہ کے رسول کے لائے ہوئے دین پر ایمان لائے اور دنیا میں اس ایمان کے نور

سے ان کے قلوب منور اور روشن رہے۔ یہی ایمانی نور ان کے اندر وہاں پوری قوت سے ابھرے گا۔ اور ان کی راہ نمائی اور راہبری کرے گا۔ حشر کی ظلمتوں اور تاریکیوں میں یہ نور ان کے آگے آگے اور دائیں جانب روشنی ڈالتے ہوئے ان کی راہ نمائی کرے گا۔ ان کے ایمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس نور کی حفاظت کی اور اس وقت تک حفاظت کی جب کہ لوگ انہیں دنیا سے رخصت کر کے واپس لوٹے اور اسی طرح حفاظت کی جس طرح ان کی بارگاہ تک پہنچنے میں ان کے ایمان کی حفاظت کی۔ اور منافقین کا نور اس نے بالکل بجھا دیا۔ اور اسی طرح بجھا دیا جس طرح دنیا میں ان کے قلوب (دل) اس سے محروم رہے۔

جو لوگ گنہگار ہیں ان کے اعمال و کردار کو اس صراط مستقیم کی ہر دو جانب کانٹوں کی شکل میں قائم کر دیا۔ جو ان گنہگاروں کے دامن پکڑتے اور الجھاتے رہیں گے۔ اور اسی طرح الجھاتے رہیں گے جس طرح دنیا میں اسی صراط پر چلنے سے الجھاتے رہے۔

اس صراط مستقیم سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اسی طرح اور اسی رفتار سے گزارے گا جس طرح اور جس رفتار سے بندے دنیا میں اس صراط مستقیم پر گزرتے رہے۔ کوئی جلد سے جلد پار ہو جائے گا اور کوئی دیر سے۔ اور پھر ایمان والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے وہاں حوض بنا رکھے ہیں کہ ایمان والے ان سے سیراب ہوں اور اسی قدر سیراب ہوں جس قدر بندے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی شریعت و دین سے اور اس پر عمل پیرا ہو کر سیراب ہوتے رہے۔ جو لوگ شریعت و دین سے محروم رہے وہ وہاں بھی ان حوضوں کے پانی سے محروم رہیں گے۔

اب ہم تمہیں کہتے ہیں کہ یہ آخرت ہے۔ اس پر تم غور کرو۔ آخرت تمہاری آنکھوں کے سامنے موجود ہے اور پھر عالم دنیا اور عالم آخرت کے متعلق اللہ تعالیٰ کی کیا کیا حکمتیں ہیں۔ ان پر غور کرو۔ تمہیں پوری طرح معلوم ہو جائے گا اور ایسا علم یقینی تمہیں حاصل ہو جائے گا جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش و کمی نہیں رہے گی۔ معلوم ہو جائے گا کہ یہ دنیا تو آخرت کی کھیتی کی جگہ اور آخرت کا عنوان اور نمونہ ہے۔ اور آخرت میں لوگوں کی سعادت و شقاوت کی منزلیں دنیا میں ایمان و عمل، اعمال صالحہ اور کردار بد کے لحاظ سے مختلف ہوں گی۔ دنیا کی ہر منزل آخرت کی منزل کا عنوان و نمونہ ہے اور توفیق اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

بڑی سے بڑی عقوبت و سزا انسان کے لیے یہ ہے کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں میں اس صراط مستقیم سے محروم اور بے بہرہ رہ جائے۔

فصل : ۶۳

گناہوں کی اقسام اور ملکیہ گناہ

گناہ چار قسم کے ہیں:

❶ ملکیہ ❷ شیطانیہ ❸ سبعیہ ❹ بھیمیہ

''معاصی اور گناہ اپنے درجات اور مفاسد کے اعتبار سے مختلف ہیں اور اس لیے ان کی دنیوی' اخروی عقوبتیں اور سزائیں بھی مختلف ہیں۔ اور بتائید الٰہی ہم ایک مختصر مگر جامع فصل کے اندر اسے پیش کر دیتے ہیں۔''

ہم کہتے ہیں کہ معاصی دو قسم کے ہیں:

1. ترکِ مأمور یعنی اللہ نے جس کے کرنے کا امر اور حکم فرمایا ہے' اسے ترک کر دیا جائے۔
2. فعل مَحظُور یعنی اللہ نے جس سے منع فرمایا ہے' اسے کیا جائے۔

گناہوں کی یہی دو قسمیں ہیں جن میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے ابو الجن یعنی شیطان' اور ابو الانس یعنی سیدنا آدم کو آزمائش میں ڈالا ہے۔

یہ ہر دو قسم کے گناہ باعتبار اپنے محل و مقام جوارح اور قلوب۔ اور باعتبار اپنے تعلقات کے کہ اس کا تعلق اللہ سے ہے یا مخلوق سے کیا ہے؟ مختلف ہیں۔ اگرچہ حقوق الخلق اور حق العباد کا تعلق بھی حقوق اللہ کو متضمن ہے۔ مگر چونکہ حقوق العباد کا وجوب بندوں کے مطالبات کی وجہ سے ہے۔ اور بندے عفو و درگزر کریں تو معاف ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ان کا نام حقوق العباد اور حقوق الخلق رکھا گیا ہے۔

ان گناہوں کی چار قسمیں ہیں:

1. ملکیہ
2. شیطانیہ
3. سبعیہ (درندہ صفتی)
4. بھیمیہ (حیوانی)

ملکیہ گناہ یہ ہے کہ اللہ کی صفات ربوبیت کہ جن کی صلاحیت بندوں میں قطعاً نہیں۔ بندہ اسے اپنے اوپر منطبق کرنے کی کوشش کرے۔ اور اپنے کو اس کا حقدار گرداننے لگے مثلاً عظمت، کبریائی، جبروت، قہر، علو وغیرہ۔ یہ چیزیں صفاتِ ربوبیت سے تعلق رکھتی ہیں لیکن انسان اپنے اوپر منطبق کر کے لوگوں پر ظلم کرتا ہے۔ اللہ کے بندوں کو اپنا غلام اور بندہ بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ پروردگارِ عالم کے ساتھ کسی کو شریک گرداننا اسی قسم میں داخل ہے اور شرک کی دو قسمیں ہیں:

① اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں کسی کو شریک گرداننا اس کے سوا کسی اور کو بھی معبود بنانا اور اس کی عبادت کرنا

② معاملات میں کسی کو اللہ کا شریک گرداننا۔

یہ دوسری قسم کا شرک، گو جہنم میں داخل ہونے کو واجب نہیں کرتا۔ لیکن وہ عمل ضرور ساقط اور باطن ہو جاتا ہے جس میں غیر کو شریک کیا گیا ہے۔

اور پہلی قسم کے گناہ سب سے بڑے گناہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق و امر میں بغیر علم کے مداخلت کرنا اسی پہلی قسم کے گناہوں میں داخل ہے۔ اس نوع اور اس قسم کے گناہ کا مرتکب درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ربوبیت و ملک میں اللہ تعالیٰ سے لڑتا ہے۔ اور غیر کو اللہ تعالیٰ کا مثل اور مانند گرداننا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے اس گناہ کے ساتھ بندے کا کوئی عمل مقبول اور سودمند نہیں ہے۔

فصل : ۶۴

شیطانی گناہ

یہ شیطانی گناہ ہیں کہ حسد، بغض، کینہ، بغی وعدوان، غل وغش، مکر وخدع وغیرہ کے ذریعہ شیطان کی مشابہت کی جائے اور شیطان کی راہ اختیار کی جائے۔ گناہوں کے ارتکاب کی کسی کو ترغیب دی جائے یا حکم دیا جائے یا گناہوں کی تعریف کی جائے اور طاعت الٰہی سے کسی کو روکا جائے اور منہیات کی ترغیب دی جائے۔ دینِ الٰہی میں بدعتیں پیدا کی جائیں، بدعات اور گمراہیوں کی طرف لوگوں کو بلایا جائے۔ ان گناہوں کے مفاسد اور خرابیاں قریب قریب پہلی قسم کے گناہوں کی سی ہیں۔ گو اس سے کچھ کم سہی۔

فصل : ۶۵

درندہ صفتی کے گناہ اور حیوانی گناہ

معاصی سبعیہ: یعنی درندہ صفتی گناہ یہ ہیں کہ کسی پر ظلم وجور اور زیادتی کی جائے۔ غیظ وغضب اور غصہ کیا جائے۔ خونریزی اور غارت گری کی جائے۔ ضعیفوں' کمزوروں' عاجزوں اور بے کسوں پر ظلم کیا جائے۔ سبعی معاصی کے یہ اصولی گناہ ہیں' اور نوع انسانی پر ظلم و جور' جفاو زیادتی کرنے سے ان اصولی گناہوں میں سے بے شمار قسم کے گناہ پیدا ہوتے ہیں۔

معاصی بھیمیة : یعنی حیوانی گناہ ہیں مثلاً حرص وطمع' بے پناہ لالچ' شرم گاہ اور شکم کی شہوت وخواہش وغیرہ۔ ان اصولی گناہوں سے زنا' سرقہ' یتیموں' مسکینوں کا مال کھانا' بخل' حرص' جبن' بزدلی' جزع' فزع وغیرہ جرائم پیدا ہوتے ہیں۔ اور مخلوق عموماً زیادہ تر اسی قسم کے گناہوں کی مرتکب ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ مخلوق عموماً سبعی' درندہ صفتی اور ملکی گناہوں سے قاصر رہتی ہے' لیکن بہیمی' حیوانی گناہوں کی راہ سے مخلوق ہمہ قسم کے گناہوں میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ بہیمی' حیوانی گناہ بندوں کی لگام پکڑ کر سبعی گناہوں کی طرف بھی لے جاتے ہیں اور پھر یہاں سے شیطانی گناہوں کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں۔ اور پھر یہاں سے ربوبیت الٰہی میں خواہ مخواہ جھگڑنے اور شرک فی الوحدانیت کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں۔

ہمارے اس بیان پر پوری توجہ سے غور وتامل کیا جائے تو اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ معاصی اور گناہ' شرک و کفر اور ربوبیت خداوندی کے خلاف جھگڑے اور بے جا غور وخوض کی دہلیز اور چوکھٹ ہے۔

فصل : ٦٦

صغیرہ اور کبیرہ گناہ

گناہوں کی دو قسمیں ہیں: ❶ کبیرہ اور ❷ صغیرہ۔ اس کا ثبوت کتاب و سنت دونوں سے ملتا ہے اور صحابہ ؓ تابعین ؒ اور تبعہ تابعین کے بعد آئمہ کا اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ ۝ ﴾

(النساء: ۳۱/۴)

''اگر تم ان بڑے (کبیرہ) گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ دور کر دیں گے'' اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۝ ﴾

(نجم: ۳۲/۵۳)

''یہ وہی لوگ ہیں جو کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں۔ سوائے صغیرہ گناہوں کے۔''

صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا ہے:

((اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانُ اِلٰى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ اِذَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ)) [1]

''پانچ وقت کی نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک درمیانی گناہوں کا کفارہ کر دیتے ہیں' لیکن جب تک تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو۔''

اور کفارہ کرنے والے اعمال تین درجے کے ہیں:

اول: یہ کہ کفارہ کرنے والے اعمال ضعیف اور کمزور ہوں یا ان اعمال میں اخلاص کم ہو۔ یا

---

① صحیح مسلم۔ کتاب الطهارة۔ باب الصلوات الخمس والجمعة الى الجمعة (حديث۔ ۲۳۳)

ان اعمال کے حقوق و متعلقات کماحقہ پورے نہ کیے جائیں۔ غرض! یہ مکفرات ذنوب ایسے ضعیف ہوں جیسے کہ معمولی دوا کسی مرض کی مقاومت و مدافعت میں باعتبار کمیت و کیفیت ضعیف وکمزور ہوا کرتی ہے۔ مذکورہ بالا خامیوں کی وجہ سے کفارہ کرنے والے اعمال گناہوں کے کفارہ سے قاصر رہتے ہیں۔

دوم: یہ کہ کفارہ میں جو اعمال تم پیش کر رہے ہو وہ اس قدر طاقتور اور وزنی نہیں ہیں جو کبائر کی مقاومت اور مقابلہ کر سکیں' یہ صرف صغائر ہی کی مقاومت (مقابلہ) کر سکتے ہیں۔

سوم: یہ کہ ان اعمال کی قوت ایسی ہے کہ صغائر کی مقاومت (مقابلہ) کر سکتے ہیں اور کچھ کبائر کی مقاومت بھی ان سے ہو سکتی ہے۔

یہ تین قسم کے اعمال گناہوں کے کفارہ میں پیش کیے جائیں تو کبائر کی مقاومت اور کفارہ ناممکن ہے۔ ان ہر سہ گانہ اعمال مکفرہ پر تم غور و تامل کرو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے اشکالات رفع ہو جائیں گے اور مسئلہ بالکل واضح ہو جائے گا۔

کبیرہ گناہ:

کبائر کے متعلق صحیح بخاری میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ))

''کیا تمہیں سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟''

صحابہؓ نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ ضرور بتلایئے! تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ)) [1]

''اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک گرداننا' والدین کو تکلیف پہنچانا' اور جھوٹی گواہی دینا۔''

اور اسی صحیح بخاری میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِجْتَنِبُوْا سَبْعَ الْمُوبِقَاتِ)) ''سات بڑے گناہوں سے اجتناب کرتے رہو۔''

عرض کیا: وہ سات گناہ کون کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب استتابة المرتدين۔ باب اثم من اشرك بالله (حديث۔ ۶۹۱۹) صحيح مسلم۔ كتاب الايمان۔ باب الكبائر اكبرها (حديث۔۸۷)

وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَاَكْلُ الرِّبَاءِ وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَات الْمُؤْمِنَات)) [۱]

''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک گردانتا' سحر' جادو' کسی کو ناحق قتل کرنا' یتیم کا مال کھا جانا' سود کھانا' جہاد کے دن موقع سے بھاگنا' پارسا بے خبر مومن عورتوں پر تہمت دھرنا۔''

اسی صحیح بخاری میں مروی ہے کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: عند اللہ بڑے سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپؐ نے جواب دیا:

((اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰه نِدًّاوَ هُوَ خَلَقَكَ))

''تم کسی کو اللہ کا مثل' و مانند گردانو حالانکہ تم کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔''

دریافت کیا گیا: اس کے بعد کون سا گناہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

((اَنْ تُقْتَلَ وَلَدَكَ مَخَافَةَ اَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ))

''اپنے لڑکے کو تم اس خوف سے قتل کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ بیٹھ کر کھائے گا۔''

دریافت کیا گیا: اس کے بعد کون سا گناہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

((اَنْ تَزْنِي بِحَلِيْلَةِ جَارِكَ)) [۲]

''یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کاری کرو۔''

اللہ تعالیٰ بھی قرآن حکیم میں ان احادیث کی تصدیق فرما رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ ○ ﴾ (الفرقان: ۶۸/۲۵)

''اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو وہ بجز حق کے قتل نہیں کرتے اور نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں''

---

[۱] صحیح بخاری۔ کتاب الوصایا۔ باب قول اللہ تعالیٰ (ان الذین یاکلون اموال الیتامی) (حدیث۔ ۲۷۶۶، ۶۸۵۷) صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب الکبائر واکبرھا (حدیث۔ ۸۹)

[۲] صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر۔ سورۃ البقرۃ۔ باب قولہ (فلا تجعلوا اللہ اندادا) (حدیث۔ ۴۴۷۷) صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب بیان کون الشرک اقبح الذنوب (حدیث۔ ۸۶)

کبیرہ گناہوں کی تعداد اور سلف کا اختلاف:

کبائر کی تعداد کے متعلق صحابہ، تابعین، ائمہ سلف اور بزرگانِ دین میں بہت اختلاف ہے [1] کہ وہ کتنے ہیں؟ بعض کبائر کو محصور و محدود مانتے ہیں اور بعض محصور و محدود نہیں۔ جو لوگ محصور و محدود مانتے ہیں ان میں بھی تعداد کے لحاظ سے اختلاف ہے۔

❶ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کبیرہ گناہ چار ہیں۔ ❷ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کبیرہ گناہ سات ہیں۔ ❸ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کبیرہ گناہ نو ہیں۔ ❹ اور بعض گیارہ کہتے ہیں ❺ اور بعض ستر کہتے ہیں۔ ابو طالب مکی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو کبائر میں نے جمع کیے ہیں وہ یہ ہیں: چار قلب کے متعلق ہیں: اور وہ یہ کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک گردانا جائے۔ گناہ پر اصرار کیا جائے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا، اللہ تعالیٰ کے داؤ گھات سے بے خوف ہونا۔ چار زبان سے تعلق رکھتے ہیں: جھوٹی گواہی دینا، پارسا بے گناہ عورت پر تہمت دھرنا، جھوٹی قسم کھانا اور جادو۔

تین شکم سے تعلق رکھتے ہیں: شراب پینا، یتیم کا مال کھا جانا، سود کھانا

دو شرم گاہ سے تعلق رکھتے ہیں: زنا اور لواطت۔

دو ہاتھوں سے تعلق رکھتے ہیں: قتل اور سرقہ (چوری)

ایک دونوں پاؤں سے تعلق رکھتا ہے: جہاد کے میدان سے بھاگ نکلنا

ایک پورے جسم سے تعلق رکھتا ہے: والدین کو تکلیف پہنچانا۔

جو لوگ کبائر کو محدود و محصور نہیں مانتے ان میں سے بعض کا قول ہے:

❶ قرآن حکیم میں جن گناہوں کی ممانعت اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے، وہ کبیرہ ہیں۔ اور جن کی ممانعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے، وہ صغیرہ ہیں۔

❷ ان میں ایک گروہ یہ کہتا ہے: جس نہی اور ممانعت پر لعنت، اور غضبِ الٰہی یا عقوبت وسزا کی وعید وارد ہے وہ کبیرہ، اور جس پر یہ وعید وارد نہیں ہوئی وہ صغیرہ ہے۔

❸ بعض کہتے ہیں: جس گناہ کی دنیا میں حد مقرر کی گئی ہے یا جس کے متعلق آخرت کی

---

[1] تمام تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں الزواجر عن اقتراف الکبائر للبیهقی اور الذخائر شرح منظومة الکبائر للسفارینی

وعید وارد ہے وہ کبیرہ ہے' اور جس کے متعلق حد اور آخرت کی وعید وارد نہیں وہ صغیرہ ہے۔

❹ بعض کہتے ہیں: جس گناہ کی حرمت پر اگلی پچھلی تمام شریعتیں متفق ہوں وہ کبیرہ ہے' اور جس کی حرمت بعض شریعتوں میں ہو اور بعض میں نہ ہو وہ صغیرہ ہے۔

❺ بعض کہتے ہیں: اللہ اور اللہ کے رسول نے جس کے کرنے والے پر لعنت بھیجی ہو وہ کبیرہ ہے۔

❻ بعض کہتے ہیں: سورۂ نساء کے آغاز سے لے کر ﴿إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ﴾ تک جو گناہ بیان کیے گئے ہیں وہ کبیرہ ہیں۔

اور جو لوگ صغائر و کبائر کی تفریق کے قائل نہیں وہ یہ کہتے ہیں: معاصی اور گناہ جس قدر بھی ہیں اور جس قسم کے بھی ہیں اس لیے وہ معاصی اور گناہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خلاف جرأت و اقدام کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف جرأت و اقدام اور اس کی مخالفت کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے۔ اس قول کی رو سے تم احکام الٰہی کی نافرمانی کرنے والوں اور محارم الہیہ کی توہین و بے عزتی کرنے والوں کے متعلق سوچو۔ تم پر اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ جس قدر بھی معاصی اور گناہ ہیں وہ کبیرہ ہیں اور اس مفسدہ اور خرابی کے لحاظ سے تمام معاصی اور گناہ مساوی درجہ رکھتے ہیں۔

یہ لوگ اپنے اس مسلک کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں کہ بندوں کے معاصی اور گناہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان اور ضرر نہیں پہنچاتے۔ بندوں کے گناہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کسی قسم کا اثر نہیں ڈالتے۔ اور اس لیے اس کی ذات کی طرف نسبت کرنے میں صغائر و کبائر یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ اب جو چیز باقی ہے وہ یہی کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے حکم کی مخالفت کی جاتی ہے اس لحاظ سے سارے گناہ مساوی ہیں۔

یہ لوگ کہتے ہیں: یہ بھی ہماری ایک دلیل ہے کہ گناہ کے مفاسد اللہ تعالیٰ کے خلاف جرأت و اقدام کے تابع ہیں۔ جس قسم کی جرأت و اقدام ہو گا اس قسم کے مفاسد ہوں گے۔ اگر ایک آدمی حرام کاری کرتا ہے یا شراب پیتا ہے اور اس کا یہ اعتقاد و عقیدہ نہیں کہ یہ حرام کا مرتکب ہو رہا ہے تو یہاں دو چیزیں جمع ہو جائیں گی۔ ایک جہالت اور دوسری حرام کا ارتکاب۔ دو قسم کے مفاسد یہاں پیدا ہو جائیں گے۔ اور اگر کوئی ایسا آدمی اس جرم کا ارتکاب کر رہا ہے جو اس کی تحریم و ممانعت کا اعتقاد و عقیدہ رکھتا ہے تو اغلباً وہ ایک ہی قسم کے مفسدہ کا مرتکب ہے اور

جو صرف ایک ہی جرم کی سزا کا مستحق ہوگا کہ اس نے صرف ایک ہی جرم کیا ہے۔ یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ گناہ کے مفاسد اللہ کے خلاف جرأت واقدام کی وجہ سے ہیں۔

یہ لوگ کہتے ہیں: یہ بات بھی ہمارے دعوے کی دلیل ہے کہ معصیت و نافرمانی اس امر کی متضمن ہے کہ اس سے اپنے مولیٰ' مطاع' رب' خالق کی توہین و ناقدری ہوتی ہے۔ اس کے اوامر ونواہی کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس امر میں سارے گناہ مساوی ہیں کوئی فرق نہیں۔

کہتے ہیں کہ بندے کو یہ نہ دیکھنا چاہیے کہ گناہ فی نفسہ صغیرہ ہے یا کبیرہ' بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ کس کی معصیت و نافرمانی کی جارہی ہے۔ اس کی عظمت وجلالت پر نگاہ رکھنی چاہیے۔ اور ظاہر ہے کہ اس امر میں تمام گناہ یکساں ہیں۔ اگر ایک بہت بڑا ذی اقتدار' معتمد علیہ بادشاہ ہے۔ اپنے کسی غلام کو کسی خاص اور اہم کام کے لیے دور دراز مقام کی طرف بھیجتا ہے۔ اور کسی دوسرے غلام کو اپنی محل سرا یعنی حرم سرا کے قریب کا کام سپرد کرتا ہے اور یہ دونوں کے دونوں اپنے آقا بادشاہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو ظاہر ہے دونوں کے دونوں اس کی خفگی اور ناراضی کا شکار ہوں گے' دونوں کے دونوں اس کی نظروں سے گر جائیں گے۔

اور یہ لوگ کہتے ہیں: ایک مکہ کا باشندہ حج ترک کردے اور ایک مسجد کا پڑوسی نماز جمعہ ترک کردے۔ اس کی قباحت اور گناہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو ایک مکہ سے اور مسجد سے دور رہنے والا ہے حج اور جمعہ ترک کردے۔ بہ نسبت دور رہنے والے کے قریب رہنے والے پر حج اور جمعہ کا وجوب زیادہ قوی ہے۔

ایک شخص کے پاس دوسو درہم ہیں اور وہ اس کی زکوۃ نہیں دیتا۔ دوسرے کے پاس دو ہزار درہم ہیں اور وہ بھی زکوۃ ادا نہیں کرتا۔ ان ہر دو پر زکوۃ کی جو رقم واجب ہوئی ہے وہ برابر نہیں ہے۔ دوسو درہم والے پر کم مقدار واجب ہے اور دو ہزار والے پر زیادہ۔ لیکن واجب کی خلاف ورزی میں اور خلاف ورزی کی عقوبت میں دونوں مساوی ہیں۔ مکہ کا باشندہ اور مکہ سے دور کا رہنے والا' مسجد کا پڑوسی' اور مسجد سے دور رہنے والا۔ دوسو درہم کی زکوۃ نہ دینے والا اور دو ہزار کی زکوۃ نہ دینے والا واجب کی خلاف ورزی کے لحاظ سے برابر ہیں۔ اور خلاف ورزی کے اصرار پر دونوں مساوی سزا کے حقدار ہیں۔

❀❀❀

فصل : ٦٧

مشرکین کے چند شبہات اور ان کا ازالہ

اللہ تعالیٰ نے رسول اور پیغمبر بھیجے' کتابیں نازل فرمائیں' آسمان و زمین پیدا کیے اس کا مقصد کیا ہے؟ اس کا مقصد صرف یہی ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ کو پہچانیں' اس کی عبادت کریں' توحید پر قائم رہیں اور توحید کا حق بجا لائیں۔ دنیا میں صرف اسی کا دین پھیلے اور صرف اس کی اطاعت کی جائے اور بندوں کو صرف اسی کی دعوت دی جائے' چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ ﴾ (ذاریات: ۵۱/۵٦)

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔'' اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ إِلَّا بِالْحَقِّ ۝ ﴾

(حجر: ۱۵/۸۵)

''ہم نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزیں مصلحت ہی سے پیدا کی ہیں۔''

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝ ﴾

(طلاق: ٦۵/۱۲)

''اللہ ہی ہے جس نے سات آسمان اور اتنی ہی زمینیں پیدا کی ہیں۔ اس کا حکم ان آسمانوں اور زمینوں میں نازل ہوتا ہے تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ ہر چیز پر قادر

ہے اور اللہ کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔''

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ۚ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ﴾

(مائدہ: ۵/۹۷)

''اللہ نے کعبہ کو جو باعزت گھر ہے اور حرمت والے مہینہ اور قربانی کے جانور اور ان کی گردنوں میں پڑے ہوئے نشانوں کو لوگوں کے لیے امن کا سبب بنایا ہے۔ تاکہ تم اس بات کا یقین کرلو کہ بے شک اللہ تمام آسمانوں اور زمین کے اندر کی چیزوں کا علم رکھتا ہے اور بے شک اللہ سب چیزوں کو خوب جانتا ہے''۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ خلق و امر سے اس کا مقصد یہ ہے کہ ذات خداوندی کو اس کے اسماء وصفات کے ساتھ پہچانا جائے اور صرف اسی کی عبادت کی جائے۔ کسی کو اس کا شریک و مثل نہ گردانا جائے۔ اور لوگ قسط و عدل پر قائم رہیں جس قسط و عدل سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ ۝ ﴾ (حدید: ۵۷/۲۵)

''ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور انصاف نازل کیا تاکہ لوگ عدل پر متمکن ہو جائیں۔''

اکبر الکبائر گناہ:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ پیغمبروں کے بھیجنے اور کتاب نازل کرنے کی غرض یہ ہے کہ لوگ قسط یعنی عدل پر قائم رہیں اور ظاہر ہے کہ بڑے سے بڑا عدل یہ ہے کہ بندے توحید پر قائم رہیں ''توحید'' راس العدل ہے اور دنیا میں توحید سے ہی عدل قائم ہوسکتا ہے۔ اور شرک بڑے سے بڑا ظلم ہے اور دنیا کی ساری خرابیاں شرک ہی سے پیدا ہوتی ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۝ ﴾ (لقمان:۳۱/۱۳)

''بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

اور واقعہ یہ ہے کہ تمام مظالم سے بڑا اور خطرناک ظلم ''شرک'' ہے اور توحید تمام عدلوں سے بڑا ''عدل'' ہے۔ اور جو امور اس اہم مقصد یعنی توحید کے خلاف اور منافی ہوں گے وہ کبیرہ گناہ ہوں گے۔ اور جو سب سے زیادہ خلاف اور منافی ہوگا وہ اکبر الکبائر ہوگا۔ کبائر کی شدت وخفت اس اصل مقصد سے منافات کے مطابق ہوگی جس درجہ کی منافات ہوگی اسی درجہ کا وہ کبیرہ گناہ ہوگا۔ اور جو امور اس مقصد کے موافق ہوں گے وہ باعتبار اپنی موافقت کے واجب اور ضروری ہوں گے اور مقدم ترین طاعتوں میں ان کا شمار ہوگا۔

اب تم اس حقیقت' اصل اصول اور اس کی تفصیلات پر غور کرو! تمہیں اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ اللہ رب العالمین' احکم الحاکمین' اعلم العالمین نے اپنے بندوں پر جو کچھ فرض کیا ہے اور جو کچھ حرام فرمایا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ اور طاعات اور معاصی کی تفصیلات اور اطاعت وگناہ کا تفاوت اور اس تفاوت کے مراتب ودرجات تم پر اچھی طرح واضح ہو جائیں گے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک گردانا اس مقصد سے بالذات اور کلیتاً منافی ہے اس لیے یہ گناہ علی الاطلاق اکبر الکبائر ہے۔ یعنی سب سے بڑا گناہ ہے' اس لیے اس نے ہر مشرک پر جنت حرام کر دی۔ اور اہل توحید کے لیے مشرک کا خون اس کا مال اس کے اہل و عیال مباح اور جائز کر دیئے۔ اور چونکہ مشرکین نے عبودیت الٰہی کا انکار کر دیا ہے' اس لیے اس نے جائز کر دیا ہے کہ اہل توحید ان کو اپنا غلام بنالیں۔

اللہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے صاف صاف انکار کر دیا ہے کہ وہ مشرک کا کوئی عمل قبول نہیں کرے گا' ان کے حق میں کسی کی سفارش منظور نہیں کرے گا اور اس کی آخرت کے لیے کسی کی دعاء قبول نہیں کرے گا اور کوئی بھی ایسی چیز وہ اس کے حق میں قبول ومنظور نہیں کرے گا جس سے اسے کسی قسم کی بھی امید قائم ہو سکے اور اس لیے کہ مشرک اجہل الجاھلین ہے۔ اللہ کی ذات کو اس نے پہچانا نہیں۔ اور اللہ کی مخلوق کو اس کا مثل اور مانند گردانا ہے۔ یہ انتہا درجہ کی جہالت ہے اور ظاہر ہے کہ جس طرح یہ انتہا درجہ کی جہالت ہے اسی طرح انتہا درجہ کا ظلم بھی ہے' اگرچہ مشرک کا یہ ظلم پروردگارِ عالم کی ذات پر نہیں ہے بلکہ خود اپنی جان پر ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

یہاں ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ مشرک کا مقصد پروردگار عالم کی تعظیم ہے نہ کہ اس کی توہین و ناقدری۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت اور اس کی اعلیٰ شان کچھ ایسی ہے کہ بغیر واسطے' وسیلے اور بلا کسی سفارش کے اس کی بارگاہ تک پہنچانا دشوار ہے جیسا کہ سلاطین اور بادشاہوں کے درمیان میں ہوا کرتا ہے۔ پس مشرک کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ بارگاہ ربوبیت کی ناقدری اور توہین کی جائے بلکہ اس کا عین مقصد رب العالمین کی تعظیم ہے۔ چنانچہ ہر مشرک یہ کہتا ہے کہ میں ان وسائط و وسائل کی عبادت صرف اس لیے کر رہا ہوں کہ یہ مجھے رب العالمین کی بارگاہ تک پہنچا دیں گے۔ اور صرف یہ میرا مقصد ہے۔ یہ صرف درمیان میں واسطہ اور وسیلہ اور سفارشی ہیں اور بس۔ پس ان وسائل اور واسطوں کو اسی قدر ماننے میں کیا حرج ہے؟ اور کیوں یہ پروردگار عالم کی خفگی' ناراضی اور اس کے غضب کا موجب ہے؟ اور کیوں یہ مشرک ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا؟ اور کیوں یہ چیز مشرک کا خون مباح کرنے کا موجب بنی؟ اور کیوں اس کے اہل و عیال' بیوی بچے' لڑکے لڑکیاں اور اس کا مال و دولت اہل توحید کے لیے مباح وجائز کر دیئے ہیں؟

اور پھر اس سوال پر ایک اور سوال متفرع ہوتا ہے اور وہ یہ کہ کیا یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے تقرب کے لیے سفارش اور وسائط و وسائل کو پسندیدہ قرار دے؟ اور یہ کہ اس کی تحریم صرف شریعت سے ثابت ہے؟ یا یہ کہ شریعت کا اس میں کوئی دخل نہیں؟ اور صرف فطرت وعقل اس کو قبیح وممنوع مانتی ہے؟ یا یہ کہ فطرت وعقل کے نزدیک جو سب سے زیادہ قبیح چیز تھی اسے شریعت نے فطرت وعقل کے حوالہ کر دیا؟ اور پھر یہ کہ مشرک کے متعلق یہ کیوں کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ مشرک کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ دوسرے گناہوں کے متعلق کیوں ایسا نہیں کیا گیا؟ چنانچہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے بھی ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۰ ﴾ (النساء: ۴/۴۸)

''یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے''

پہلے تم اس سوال پر اچھی طرح غور و تامل کر لو اس کے بعد اطمینان کے ساتھ قلب و ذہن' دل و دماغ کو حاضر رکھ کر اس کا جواب سمجھنے کی کوشش کرو! اس سے تم پر اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ مشرک اور موحد میں اور اللہ تعالیٰ کو جاننے پہچاننے والے اور جاہل و منکر اللہ کو نہ ماننے والے میں اور اہل جنت اور اہل دوزخ میں کیا فرق ہے؟

فنقول وبالله التوفيق والتائيد۔ ''پس اب ہم کہتے ہیں اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی توفیق و تائید چاہتے ہیں۔ اس کی ذات سے ہدایت اور صحیح راہ کی اعانت و امداد چاہتے ہیں' کیونکہ ہدایت اسی کو ملتی ہے جسے وہ ہدایت دے' جسے وہ دے کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے روک لے کوئی اسے دے نہیں سکتا۔

شرک کی اقسام:

واضح ہو کہ شرک دو قسم کا ہے: ایک وہ کہ جس کا تعلق معبودِ حقیقی کی ذات اور اس کے افعال سے ہے دوسرا وہ کہ جس کا تعلق معبودِ حقیقی کی عبادت اور معاملہ سے ہے۔

پہلی قسم کے شرک کی دو قسمیں ہیں: ایک شرك تعطيل یعنی ذاتِ الٰہی کو صفات سے معطل و بے کار ماننا' یہ شرک ہمہ قسم کے شرک سے قبیح ترین شرک ہے جیسا کہ فرعون کا شرک کہ اس نے کہا:

﴿ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ (الشعراء : ۲۶/۲۳)

''رب العالمین کیا چیز ہے؟''

فرعون کا قصہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے:

﴿ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۝ ﴾

(مومن: ۴۰/۳۶'۳۷)

''فرعون نے کہا: اے ہامان! میرے لیے ایک عمارت (بہت بڑی اونچی بلڈنگ) بناؤ کیا عجب کہ میں آسمان کے دروازوں تک پہنچ جاؤں اور موسیٰ کے معبود کو دیکھ لوں مجھ کو تو کامل یقین ہے کہ (موسیٰ) جھوٹ بولتا ہے۔''

شرک اور تعطیل میں باہم تلازم ہے۔ ہر مشرک معطل ہو گا اور ہر معطل مشرک۔ لیکن

اصل تعطیل کو مشرک مستلزم نہیں ہے۔ ایک شرک کی اصل جڑ اور بنیاد تعطیل ہی ہے اور یہ تعطیل تین قسم کی ہے:

اوّل: یہ کہ مصنوع کو اصل صانع اور خالق سے معطل کر دیا جائے۔

دوم: یہ کہ صانع سبحانہ وتعالیٰ کو اس کے مقدس کمال سے معطل کر دیا جائے۔ اور یہ اس طرح کہ اس کے اسماء وصفات اور افعال کو معطل مانا جائے۔

سوم: یہ کہ ذات الٰہی کو اس معاملہ سے معطل مانا جائے جو حقیقت توحید کی بنا پر بندوں پر واجب وضروری ہے۔ طائفہ اہل وحدۃ الوجود کا شرک وتعطیل اسی قبیل سے ہے۔ یہ گروہ خالق ومخلوق کو ایک اور متحد مانتا ہے۔ یہ گروہ یہ کہتا ہے کہ یہاں دو متغائر وجود ہی نہیں ہیں' بلکہ حق تعالیٰ جو منزہ ہے وہ بعینہٖ مخلوق مشبہ ہے۔

اور وہ ملاحدہ جو قدامت عالم کے قائل ہیں۔ ان کا شرک وتعطیل بھی اسی قبیلہ سے ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ عالم قدیم ہے کبھی معدوم نہ تھا۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اور وہ حوادث جو روزانہ پیدا ہوتے ہیں ان کو وہ ان وسائط' وسائل اور اسباب کی طرف منسوب کرتے ہیں جو ان حوادث کے مقتضی ہوا کرتے ہیں' جن کا نام ان لوگوں نے عقول اور نفوس رکھ لیا ہے۔

فرقہ جہمیہ اور قرامطہ کا شرک بھی اسی قبیل سے ہے کہ وہ پروردگار عالم کو اس کے اسماء وصفات اور افعال سے معطل مانتے ہیں۔ اور ذات حق کے ساتھ اس کے اسماء وصفات کے ثبوت سے انکار کرتے ہیں۔ اس طرح مخلوق کی ذات کو خالق سے زیادہ اکمل مانتے ہیں۔ ذات الٰہی کا کمال اس کے اسماء وصفات سے ہے۔ اور یہ لوگ ذات الٰہی کو اس سے مبرا اور خالی مانتے ہیں۔

فصل : ۶۸

شرکِ مجوسیہ اور شرکِ قدریہ

شرک کی دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ کو معبود حقیقی مانتے ہوئے بھی دوسروں کو معبود اور اللہ کا شریک گردانا جائے اور اللہ کے اسماء وصفات اور اس کی ربوبیت کو معطل اور بے کار نہ مانا جائے جیسا کہ نصاریٰ کا شرک کہ یہ اللہ تعالیٰ کو تین خداؤں میں کا ایک اللہ مانتے ہیں۔ مسیح (علیہ السلام) کو بھی خدا کہتے ہیں اور مسیح کی والدہ کو بھی۔

مجوس کا شرک بھی اسی قبیل سے ہے۔ وہ حوادث خیر کو نور کی طرف منسوب کرتے ہیں اور حوادث شر کو ظلمت وتاریکی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

قدریہ کا شرک بھی اسی قبیل سے ہے۔ وہ اس امر کے قائل ہیں کہ انسان، حیوان اپنے افعال کے خود خالق ہیں۔ اور یہ افعال اللہ کی مشیت، قدرت اور ارادہ کے بغیر پیدا ہوتے ہیں، اور اسی بنا پر قدریہ کو مجوس کے مشابہ کہا جاتا ہے۔ ①

اور اسی قسم کا شرک تھا جس کے مقابلہ میں سیدنا ابراہیم (علیہ السلام) نے یہ دلیل و حجت پیش کی تھی:

﴿ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ ؕ ۝ ﴾ (بقرہ: ۲/۲۵۸)

"ابراہیمؑ نے کہا: میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ نمرود نے کہا: میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں۔"

نمرود اپنی جان کو اللہ کا مثل اور مانند سمجھ رہا تھا، وہ اپنے زعم اور اپنے خیال میں یہ سمجھتا تھا

① اور حدیث میں بھی ہے کہ القدریة مجوس هذه الامة یعنی قدریہ اس امت کے مجوسی ہیں دیکھئے مسند احمد (۲/ ۸۶، ۱۲۵) سنن ابی داود۔ کتاب السنة۔ باب فی القدر (حدیث۔ ۴۶۹۱) نیز دیکھئے ظلال الجنة للشیخ الالبانی رحمہ اللہ (۳۲۸، ۳۲۹) اور تخریج الطھاویة (۲۸۴، ۸۰۹)

کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرح زندہ کر سکتا ہوں اور مار سکتا ہوں۔ سیدنا ابراہیم (علیہ السلام) نے بطور حجت الزامی جواب دیا اور فرمایا: اگر تیرا یہ کہنا صحیح ہے تو تجھے اس پر بھی قدرت حاصل ہوگی کہ اللہ تعالیٰ آفتاب کو مشرق کی جانب سے نکالتا ہے تُو مغرب کی جانب سے نکال؟

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول ایک الزامی حجت ہے۔ بعض اہل جدل نے جو یہ کہا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ایک دلیل کو چھوڑ کر دوسری دلیل کی طرف رجوع کر لیا۔ یہ قطعاً غلط ہے، بلکہ نمرود کی دلیل کی جامعیت کے خلاف ایک الزامی حجت ہے کہ اگر تُو اپنے دعوے میں سچا ہے تو ایسا کر دِکھا۔

کواکب پرستوں، ستارہ پرستوں کا شرک بھی اسی قبیل کا تھا کہ وہ کواکب علویہ کو اللہ کا شریک گردانتے تھے۔ اور اس عالم کی تدبیر ونظام کا ان کو مالک ومختار مانتے تھے جیسا کہ فرقہ صابئیہ کا مذہب ہے۔

آفتاب پرستوں اور آتش پرستوں کا شرک بھی اسی قبیل کا ہے۔ یہ تمام مشرک فرقے ہیں۔ ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ معبود حقیقی تو صرف اللہ ہے۔ بعض کہتے ہیں: سب معبودوں میں بڑا معبود اللہ ہے۔ بعض کہتے ہیں: جس طرح اور معبود ہیں اللہ بھی ایک معبود ہے۔ لیکن جب عبادت کے لیے اسی کو مخصوص کر لیا جاتا ہے اور دوسرے معبودوں سے توجہ ہٹا کر صرف اسی کی طرف توجہ پھیر لی جاتی ہے تو یہ بندے کی مقصد براری کر دیتا ہے۔ بعض کہتے ہیں: ہر چھوٹا اور قریبی معبود اپنے مافوق معبود تک پہنچانے کا واسطہ اور ذریعہ ہے۔ ہر معبود اپنے اوپر کے معبود تک پہنچاتا ہے اور درجہ بدرجہ یہ بے شمار معبود حقیقی اللہ حق سبحانہ وتعالیٰ تک پہنچا دیتے ہیں اور مقصود تک پہنچنے میں کبھی واسطے اور ذریعے زیادہ ہو جاتے ہیں اور کبھی کم۔

فصل : ٦٩

عبادات اور معاملات میں شرک

مذکورہ بالا شرک کے مقابلہ میں شرك في العبادة اور شرك في المعاملة کمتر درجہ کا شرک ہے۔ اور پہلی قسم کے شرک کے مقابلہ میں اس کی عقوبت اور سزا کم ہے کیونکہ اس قسم کا شرک اس آدمی سے بھی سرزد ہو جاتا ہے جو اللہ کے سوا کسی کو معبود اور اللہ نہیں مانتا۔ ایک بندہ جو یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ذات الٰہی کے سوا دوسرا کوئی نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس کی ذات کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کی ذات کے سوا کوئی رب اور پروردگار نہیں۔ لیکن پھر بسا اوقات اس کے اندر یہ بات پائی جاتی ہے کہ اس کا معاملہ، اس کا عمل، اس کی عبادت وعبودیت اخلاص لوجہ اللہ سے خالی ہوتی ہے۔ کبھی وہ صرف حظ نفس کی خاطر اور کبھی دنیا طلبی کی غرض سے کبھی لوگوں میں رفعت وشرف اور جاہ وعزت پیدا کرنے کی غرض سے عمل کرتا ہے اور اس لئے اس کے عمل میں اللہ کا بھی اور نفس کا بھی حصہ ہوتا ہے۔ نفس وخواہش کا حصہ بھی ہوتا ہے اور شیطان اور دوسری مخلوق کا بھی۔ دنیا کی اکثر وبیشتر مخلوق کے اعمال کا یہی حال ہے۔ اور یہ اسی قسم کا شرک ہے جو صحیح ابن حبان کی روایت میں مذکور ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلشِّرْكُ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَخْفٰى مِنْ دَبِيْبِ النَّمْلِ))

”شرک اس امت میں چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ خفیہ طور پر موجود ہوگا۔“

صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس سے ہمیں نجات کیوں کر مل سکتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

((قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُبِكَ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ وَاَنَا اَعْلَمُ بِهِ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا اَعْلَمُ)) [1]

”کہو! اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ دانستہ تیرے ساتھ میں شرک کروں اور جو میں نہیں جانتا (کہ یہ معالہ بھی شرک تک پہنچ جاتا ہے) اس شرک سے بھی تیری

[1] اسے روایت تو امام ابن حبان نے ہی کیا ہے صحیح میں نہیں بلکہ المجروحين (۳/ ۱۳۰) میں نیز دیکھئے حلية الاولياء (۷/ ۱۱۲) المختارة للضياء المقدسي (۶۲،۶۳) الادب المفرد (۷۳۷)

مغفرت چاہتا ہوں۔‘‘

ریا یعنی دکھاوا اور سمعہ یعنی لوگوں کے سنانے کے لئے نیکی کرنا قطعاً شرک ہے اور کلیتہً شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴾ (کہف: ۱۸/۱۱۰)

’’اعلان کر دیجئے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں ہاں میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے تو جسے بھی اپنے رب سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے‘‘

یعنی اللہ ایک ہی معبود ہے کوئی دوسرا معبود نہیں۔ اس لئے لازم یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے‘ دوسرے کسی کی نہیں۔ جس طرح وہ اپنی الوہیت و خداوندی میں مفرد اور اکیلا ہے‘ عبادت اور اظہارِ عبودیت میں بھی اس ایک اکیلے کو مخصوص رکھا جائے۔ اور اس لئے عمل صالح وہی عمل ہوگا جو ریا اور سمعہ سے پاک اور سنت نبوی کے مطابق ہو‘ چنانچہ سیدنا فاروق عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی یہ دعاء تھی:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ عَمَلِي كُلَّهُ صَالِحًا وَاجْعَلْهُ لِوَجْهِكَ خَالِصًا۔ وَلَا تَجْعَلْ لِاَحَدٍ فِيهِ شَيْئًا)) [1]

’’اے اللہ! میرے تمام اعمال اچھے اعمال بنا دے اور انہیں خالص اپنے ہی لئے کر دے‘ ان میں کسی دوسرے کا کوئی حصہ نہ رکھ۔‘‘

’’شرك فی العبادة‘‘ عمل کے ثواب کو باطل کر دیتا ہے۔ اور اگر یہ عمل فرض واجب ہے تو بسا اوقات اس شرک کی وجہ سے بندہ سخت عتاب وسزا کا مستحق بن جاتا ہے‘ کیونکہ شرک کی وجہ سے بندہ کا یہ عمل کلیتہً سوخت (وتباہ و برباد) ہو جاتا ہے۔ اور ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا اس نے عمل کیا ہی نہیں۔ اور اس لئے ترک مامور کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ اور ترک مامور کی وجہ سے عقوبت وسزا کا مستحق بن جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا تو یہ حکم ہے کہ خالص اسی کی عبادت کی جائے‘ کسی کو اس میں شریک نہ کیا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[1] کتاب الزھد للامام احمد (۱۱۸)

﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۥ حُنَفَآءَ ۝ ﴾

(البینة : ۹۸/۵)

"حالانکہ انکو اسکے سوا کوئی اور حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی عبادت کریں اور اسی کیلئے دین خالص رکھیں"
پس جو شخص خالص اللہ تعالیٰ کے لئے عبادت نہیں کرتا وہ حکم کے بموجب عمل نہیں کرتا بلکہ حکم کے خلاف عمل کرتا ہے۔ اور اس لئے وہ کسی طرح بھی صحیح اور مقبول نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ حدیث قدسی میں مروی ہے: ((اَنَا اَغْنَی الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ فَمَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ مَعِيَ فِيهِ غَيْرِي فَهُوَ لِلَّذِي اَشْرَكَ بِهِ وَاَنَا مِنْهُ بَرِيءٌ)) [1] "میں شریک وار سے نہایت ہی مستغنی ہوں کسی نے کوئی عمل کیا اور میرے ساتھ کسی کو بھی اس میں میرا شریک گردان لیا تو وہ عمل اسی کا ہے جسے اس نے شریک گردانا ہے۔ میں اس سے بری ہوں۔" اس شرک کی دو قسمیں ہیں: شرک اکبر اور شرک اصغر۔ ان میں سے بعض کی مغفرت و بخشش ہے اور بعض کی قطعاً بخشش نہیں۔ اور پہلی قسم کے شرک کی دو قسمیں: شرک کبیر۔ اور شرک اکبر۔ شرک کبیر و اکبر کی مغفرت نہیں۔ اللہ کی ذات کے ساتھ اس کی محبت و تعظیم میں کسی کو شریک گردانا اسی قبیل کا شرک ہے۔ اور محبت و تعظیم میں کسی کو شریک ماننے کے یہ معنی ہیں کہ مخلوق سے ویسی ہی محبت رکھی جائے جیسی ذات الٰہی سے رکھی جاتی ہے۔ یہ شرک اسی قسم کا شرک ہے جسے اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز معاف نہیں فرمائے گا۔ یہ اسی قسم کا شرک ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ۝ ﴾

(البقرہ : ۲/۱۶۵)

"اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے سوا اوروں کو اس کا شریک ٹھہرا کر ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہیے اور ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں کاش کہ مشرک لوگ جانتے جب کہ اللہ کے عذابوں کو دیکھ کر جان لیں گے کہ تمام طاقت اللہ ہی کے پاس ہے اور وہ سخت عذاب دینے والا ہے"

﴿ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾

(شعراء : ۲۶/۹۷،۹۸)

---

[1] صحیح مسلم۔ کتاب الزھد۔ باب تحریم الریاء (حدیث۔ ۲۹۸۵)

''قسم اللہ کی! ہم تو کھلی غلطی پر تھے جب کہ تمہیں رب العالمین کے برابر سمجھ بیٹھے تھے''

یہ بالکل واضح ہے کہ یہ لوگ اپنے معبودانِ باطل کو خالق و رازق' مارنے والا اور زندہ کرنے والا نہیں مانتے تھے۔ نہ ملک وقدرت میں ان کو اللہ کا شریک سمجھتے تھے بلکہ محبت عبودیت۔ خضوع وخشوع' تذلل وانکساری میں' وہ ان کو اللہ کا ہمسر اور ہم مرتبہ مانتے تھے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ انتہا درجہ کی جہالت اور انتہا درجہ کا ظلم ہے' جو چیزیں مٹی سے پیدا کی گئیں' مٹی سے بنائی گئیں وہ رب الارباب کے مساوی کیسے ہو سکتی ہیں؟ غلام آقا کے برابر کیوں کر ہو سکتا ہے؟ فقیر بالذات' ضعیف بالذات' عاجز اور محتاج بالذات کہ جس کی ذات عدم کے سوا کوئی حیثیت نہیں رکھتی وہ اس غنی بالذات' قادر بالذات کے مساوی کیونکر ہو سکتی ہے؟ جو غنی بالذات ہے' مالک الملک ہے' جو دو سخا کا مالک ہے' احسان' علم رحمت' کمال مطلق' جس کے لوازمات ذات سے ہیں؟ بتاؤ اس ظلم سے بڑھ کر دنیا میں کونسا ظلم ہو سکتا ہے؟ ایسے غلط حکم اور غلط فیصلہ سے بڑھ کر کونسا ظلم وجور ممکن ہے؟ یہ وہ ظلم ہے جس کی نظیر ومثال ملنا ممکن نہیں۔ جس ذات کا کوئی مثل' مانند اور ہم سر نہیں' مخلوق کو اس کا مثل' مانند اور ہمسر بنا دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ؕ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ۝ ﴾ (انعام: ۶/۱)

''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لائق ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں اور نور کو بنایا پھر بھی کافر لوگ دوسروں کو اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں''۔

جس ذات نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا' ظلمات اور نور پیدا کئے' مشرک ایسی چیزوں کو اس کا مثل و مانند اور ہمسر بناتا ہے جو اپنی جان تک کے مالک نہیں۔ اپنے نفع ونقصان کے مالک نہیں' نہ آسمان وزمین میں کسی کو ذرہ برابر فائدہ بھی پہنچا سکتے ہیں۔

افسوس! یہ کیسا تقابل ہے کہ جس میں اتنا بڑا اور ایسا قبیح ظلم ہے۔

فصل : ۷۰

بندے کے اقوال وافعال میں شرک

(قبروں کی تعظیم اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانا شرک ہے۔ یہود ونصاریٰ اسی سے ہلاک ہوئے۔ رسول اللہؐ نے توحید کی فصیل قائم کر دی کہ اس کے اندر کوئی بھی داخل نہ ہو سکے۔)

مذکورہ بالا شرک کے بعد یہ شرک کہ بندہ اپنے اقوال۔ افعال' ارادے اور نیت میں کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک گردانے اور شرك فی الافعال کی مثال یہ ہے کہ اللہ کی ذات کے سوا کسی اور کے سامنے سجدہ کیا جائے' اللہ کے گھر کے سوا دوسرے گھر کا طواف کیا جائے' غیر اللہ کے لئے اظہار عبودیت اور خضوع وانکساری کی غرض سے سر منڈایا جائے' حجرِ اسود کے سوا کہ یہ زمین پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ (1) کسی دوسرے پتھر کو چوما جائے یا قبروں وغیرہ کو چوما جائے یا قبروں پر سجدہ کیا جائے۔ کیونکہ خود رسول اللہؐ نے انبیاء کرام علیہم السلام اور صالحین کی قبروں کو مسجد بنا کر نماز پڑھنے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔ تو پھر ان لوگوں کا کیا حال جو قبروں کو بت بنا کر ان کی پرستش کرتے ہیں؟

چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ)) (2)

"یہود ونصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ ان لوگوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا ہے"

صحیح بخاری میں مروی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ اَحْيَاءٌ وَالَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ)) (3)

"وہ بدترین لوگ ہوں گے جو اس وقت جب قیامت آئیگی زندہ ہوں گے۔ اور وہ

---

(1) سنن ابن ماجه۔ کتاب المناسك۔ باب فضل الطواف (حدیث۔ ۲۹۵۷) اسناده ضعیف۔ حمید بن ابی سوید مجہول راوی ہے۔ اس مضمون کی دیگر روایات بھی صحیح نہیں ہیں دیکھئے الضعیفه (۲۲۳) (2) صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز۔ باب مایکره من اتخاذ المساجد علی القبور (حدیث۔ ۱۳۳۰) صحیح مسلم۔ کتاب المساجد۔ باب النهی عن ابناء المسجد الی القبور (حدیث۔ ۵۲۹) (3) مسند احمد (۴/ ۴۰۵) صحیح ابن خزیمه (۷۸۹) وفی صحیح بخاری۔ کتاب الفتن۔ باب ظهور الفتن (حدیث۔ ۷۰۶۷) تعلیقا مختصرا

لوگ جنہوں نے قبروں کو سجدہ گاہ بنایا"

صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ بیان کرتے ہیں:

((اِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ۔ اَلَا فَلَا تَتَّخِذُو الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ فَاِنِّي اَنْهَاكُمْ عَنْ ذَالِكَ)) ①

"تم سے اگلوں نے قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا خبردار! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا' میں اس سے تمہیں منع کرتا ہوں۔"

اور مسند احمد اور صحیح ابن حبان میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا مَسَاجِدَ وَالسِّرَاجَ)) ②

"قبروں کی زیارت کرنیوالی عورتوں پر اور قبروں پر مسجد بنانے والوں پر اور قبروں پر چراغ جلانے والوں پر اللہ نے لعنت بھیجی ہے۔"

اور ارشاد فرمایا:

((اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ)) ③

"اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا غضب شدید تر ہوتا ہے جس نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا"

اور ارشاد فرمایا:

((اِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانَ اِذَا مَاتَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوْرَةَ اُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) ④

---

① صحیح مسلم۔ کتاب المساجد۔ باب النهی عن بناء المسجد علی القبور (حدیث۔ ۵۳۲) ② مسند احمد (۱/ ۲۲۹۔۲۸۷) صحیح ابن حبان (۲۱۷۹) سنن ابی داود۔ کتاب الجنائز۔ باب فی زیارة النساء القبور (حدیث۔۳۲۳۶) سنن ترمذی۔ کتاب الصلاة۔ باب ماجاء فی کراهیة ان یتخذ علی القبر مسجدا (حدیث۔۳۲۰) سنن نسائی۔ کتاب الجنائز۔ باب التغلیظ فی اتخاد السرج علی القبر (حدیث۔ ۲۰۴۲) اسناده ضعیف ابوصالح اموی ام حان ضعیف راوی ہے۔ البتہ اس کا پہلا جملہ دیگر شواہد کی بنا پر صحیح ہے۔ دیکھئے سنن ابن ماجه۔ کتاب الجنائز۔ باب ماجاء فی النهی عن زیارة النساء فی القبور (حدیث۔ ۱۵۷۴/ ۵۷۲) ③ مسند البزار الکشف: ۴۴۰) التمهید لابن عبدالبر (۵/ ۴۳) عن عطاء عن ابی سعید الخدری ؓ موصولا۔ موطا امام مالك (۱/ ۱۷۲) کتاب قصر الصلاة۔ باب جامع الصلاة (۸۵) عن عطاء بن یسار مرسلا ④ صحیح بخاری۔ کتاب الصلاة۔ باب هل تبش قبور شرك الجاهلية (حدیث۔ ۴۲۷) صحیح مسلم۔ کتاب المساجد۔ باب النهی عن بناء المسجد علی القبور (حدیث۔ ۵۲۸)

"تم سے پہلے اگلے لوگ تھے کہ جب ان میں کوئی صالح نیک آدمی مرجاتا تو یہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بنالیتے اور مسجد میں اس کی تصویر بنالیتے۔ قیامت کے دن یہ لوگ ساری مخلوق سے زیادہ بدترین لوگ ہونگے۔"

غور کرو یہ تو ان لوگوں کا حال ہے جو قبروں پر مسجدیں بنائیں' ان میں اللہ کے سامنے سجدہ کریں!! پھر ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو خود قبروں کو سجدہ کیا کرتے ہیں!!؟ رسول اللہؐ نے خود اپنی ذات کے متعلق بارگاہ الٰہی میں یہ دعاء کی کہ:

((اَللّٰهُمَّ لَاتَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنًا يُعْبَدُ)) [1] "اے اللہ! میری قبر کو پرستش کا بت نہ بنا دیجئے گا"

توحید کی فصیل سے مماثلت

حقیقتِ امر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے توحید کے اردگرد ایک ایسی مضبوط فصیل کھڑی کردی کہ اسے کوئی توڑ نہیں سکتا' نہ اس توحید میں کوئی گھس سکتا ہے۔ غور کرو اپنے سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کے وقت نفل نماز تک پڑھنے کی ممانعت کردی کہ ان اوقات میں نماز نہ پڑھی جائے۔ اور یہ اسلیئے کہ کہیں آفتاب پرستوں کی مشابہت نہ ہو جائے' آپ نے اس مشابہت کا سد باب کردیا۔ نیز آپؐ نے عصر اور فجر کے بعد کوئی نماز نہیں رکھی' اسلیئے کہ آفتاب پرستوں کا وقت ان اوقات سے ملا ہوا ہے۔ اب رہا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کو سجدہ کرنا۔ تو آپ ارشاد فرماتے ہیں:

((لَا يَنْبَغِي لِاَحَدٍ اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلّٰهِ)) [2]

"کسی طرح جائز نہیں کہ کوئی شخص اللہ کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ کرے۔"

اس حدیث میں لفظ "لاینبغی" وارد ہے۔ خوب سمجھ لو کہ کلام اللہ اور کلام الرسول میں لفظ "لاینبغی" اس امر کے متعلق بولا جاتا ہے۔ جسے شریعت نے پوری قوت سے ممنوع قرار دیا ہو۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

﴿ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ۝ ﴾ (مریم:۱۹/۹۲)

"حالانکہ رحمٰن کو شایان شان نہیں کہ وہ اپنا بیٹا رکھے"

اور ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۝ ﴾ (یٰس: ۳۶/۶۹)

---

[1] مسند احمد (۲/ ۲۴۶)۔ مسند الحمیدی (۱۰۲۵) طبقات ابن سعد (۲/ ۱۸۶)

[2] سنن ترمذی۔ کتاب الرضاع۔ باب ماجاء فی حق الزوج علی المراۃ (حدیث۔۱۱۵۹) ←

''ہم نے محمدؐ کو شاعری نہیں سکھائی' نہ ہی شاعری ان کو زیب دیتی ہے'' اور ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ○ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهُمْ ○ ﴾ (شعراء: ۲۶/۲۱۰'۲۱۱)

''اور اس قرآن کو شیطان لے کر نہیں اترے اور نہ ہی ان کے لیے یہ کام لائق ہے''

اور فرشتوں کا قول اللہ تعالیٰ نقل فرماتا ہے:

﴿ مَا كَانَ يَنْبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ ○ ﴾
(فرقان: ۲۵/۱۸)

''ہم کو زیب نہیں دیتا کہ تیرے سوا دوسروں کو اپنا کارساز بنائیں''

ان تمام مواقع میں ''ینبغی'' کا لفظ اسی چیز کے لئے وارد ہوا ہے جسے شریعت نے نہایت سختی سے منع کیا ہے۔
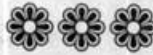
← بالفاظ مختلف۔ یہ الفاظ اتحاف السادۃ المتقین (۷/ ۱۹۳) میں ابو محمد عبداللہ بن حامد الفقیہ کی کتاب دلائل النبوۃ کے حوالہ سے مذکور ہیں۔ لیکن اس کی سند ضعیف ہے قالہ الزبیدی۔ نیز دیکھئے البدایہ والنہایۃ لابن کثیر (۶/ ۱۴۷'۱۵۰)

فصل : ۱۷

قسم کھانے کا معاملہ

غیر اللہ کی قسم کھانا ما شاء الله وما شئت (اللہ چاہے اور تم چاہو) کہنا (میرا کوئی نہیں۔ اللہ ہے اور تم ہو' کہنا شرک ہے)

اللہ تعالیٰ کے ساتھ الفاظ میں کسی کو شریک کیا جائے' یہ بھی شرک ہے۔ مثلاً غیر اللہ کی قسم کھانا۔ جیسا کہ مسند احمد اور ابوداؤد میں مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ))

''جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا''

امام حاکمؒ اور ابن حبانؒ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ ①

کسی کو یہ کہنا کہ ''اللہ تعالیٰ چاہے اور تم چاہو۔'' اسی قبیل کا شرک ہے۔ جیسا کہ خود رسول اللہ بیان کرتے ہیں۔ ایک شخص نے آپ کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

مَاشَاءَ اللّٰهُ وَمَا شِئْتَ (اللہ چاہے اور آپ چاہیں) آپؐ نے فرمایا:

((أَجَعَلْتَنِي لِلّٰهِ نِدًّا؟ قُلْ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهُ)) ②

''کیا تو نے مجھے اللہ کا ہمسر بنا دیا؟ صرف یہ کہو: جو اللہ تعالیٰ چاہے۔''

غور کرو! یہ حکم تو مشیت اور چاہنے کے متعلق وارد ہے۔ حالانکہ بندے کے حق میں خود اللہ تعالیٰ نے مشیت اور چاہنے کا اثبات کیا ہے۔ مثلاً:

﴿ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۝ ﴾ (التکویر: ۸۱/۲۸)

''یہ قرآن خاص کر نصیحت نامہ ہے اس کے لیے جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہے''

اب تم بتاؤ ان لوگوں کا کیا حال ہونا چاہئے جو یہ کہیں کہ...... ''میرا اعتماد بھروسہ اللہ پر

① سنن ابی داود۔ کتاب الایمان والنزور۔ باب فی کراهية الحلف بالآباء (حدیث۔ ۳۲۵۱) سنن ترمذی۔ کتاب النذور والایمان۔ باب ماجاء فی کراهية الحلف لغير الله (حدیث۔ ۵۳۵) مسند احمد (۲/ ۱۱۵٬۳۴) مستدرك حاكم (۱/ ۱۸) صحيح ابن حبان (۴۳۵۸) ② مسند احمد (۲۲۴۴٬۲۱۴) سنن ابن ماجه' کتاب الكفارات۔ باب النهى عن يقال ما شاء وشئت (حدیث۔۲۱۱۷) الادب المفرد (۷۸۳)

ہے اور تم پر"...... "مجھے اللہ اور تم بس ہو۔"...... "میرا اللہ اور تمہارے سوا کوئی نہیں"...... "یہ چیز اللہ نے اور تم نے دی"...... "یہ اللہ کی اور تمہاری برکت ہے۔"...... میرا آسمان پر اللہ اور زمین پر تم ہو" اور پھر ان لوگوں کا کیا حال ہونا چاہئے جو یہ کہیں...... "قسم اللہ کی اور فلاں کی" "یہ چیز اللہ کی نذر ہے اور فلاں کی"...... "میں اللہ کے لئے اور فلاں کے لئے توبہ کرتا ہوں"...... "میں اللہ سے امید رکھتا ہوں اور فلاں سے" وغیرہ ذالك

ان الفاظ کو اس شخص کے قول سے موازنہ کرو جس نے رسول اللہ ﷺ سے یہ کہا تھا کہ "جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں۔" غور کرو وہ لفظ بھاری ہے یا یہ لفظ؟ یقیناً جس کلمہ کے متعلق آپؐ نے یہ فرمایا اس کے مقابلہ میں یہ کلمات اس جواب کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس شخص نے تو رسول اللہ کو ایسا کہا تھا اور یہ لوگ تو ان لوگوں کو اللہ کا ہمسر بناتے ہیں جو رسول اللہ کی خاکِ پا کے بھی برابر نہیں۔ بلکہ جن کی شان میں ایسا کہتے ہیں' ہو سکتا ہے کہ وہ رب العالمین کے دشمن ہوں۔

پس سجدہ' عبادت' توکل' انابت تقویٰ' خضوع وخشیت' اعتماد' توبہ' استغفار نذر ونیاز' قسم' تسبیح وتکبیر' تہلیل وتحمید' خاکساری' انکساری' بغرضِ عبادت سر منڈانا' گھر کا طواف دعا' یہ تمام امور محض اللہ تعالیٰ ہی کے حقوق ہیں۔ ذاتِ الٰہی کے سوا کوئی بھی اس کا مستحق نہیں ہے۔ ذات باری تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی یہ حق دینا جائز نہیں۔ نہ کسی مقرب بارگاہ الٰہی کو اس کا حق پہنچتا ہے۔ نہ کسی نبی مرسل کو۔ چنانچہ مسند امام احمد میں روایت ہے کہ رسول اللہؐ کے پاس میں ایک شخص آیا۔ جس سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا تھا' آپؐ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَتُوْبُ اِلَيْكَ وَلَا اَتُوْبُ اِلٰى مُحَمَّدٍ))

"اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں محمدؐ کی بارگاہ میں توبہ نہیں کرتا"

یہ سن کر رسول اللہؐ نے فرمایا: ((قَدْ عَرَفَ الْحَقَّ لِأَهْلِهِ)) [1]

"اس نے حق کے حقدار کو اچھی طرح پہچان لیا۔"

[1] مسند احمد (۳/ ۴۳۵) مستدرك حاكم (۴/ ۲۵۵) المعجم الكبير للطبرانی (۸۳۹) اسناده ضعیف محمد بن مصعب ضعیف راوی ہے نیز حسن بصری مدلس ہے اور سماع کی تصریح نہیں ہے۔

فصل : ۲۷

ارادے اور نیت کا شرک

یہ ایک ایسا سمندر ہے جس کا کنارہ ہی نہیں۔ تم خود ہی بتاؤ کہ اس شرک سے کیسے نجات مل سکتی ہے؟ اور کون اس سے بچ سکتا ہے؟ ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے ارادہ اور نیت سے عمل کرے۔ کسی کام سے تقرب الٰہی کے سوا کسی دوسرے کے تقرب کی نیت کرے۔ اپنے کسی عمل کا کسی اور سے بدلہ چاہے۔ سمجھ لو! اس نے اپنے عمل اور کام میں اپنے ارادہ اور نیت میں غیر اللہ کو شریک کر لیا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا دینِ حنیف جس کی اتباع کا اللہ نے اپنے تمام بندوں کو حکم دیا ہے اور جس ملت کے سوا دوسری ملت مقبول نہیں۔ وہ یہی ہے کہ بندہ کے افعال و اقوال، ارادہ اور نیت خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ اس میں کسی کو شریک نہ گردانا جائے۔ اور اسلام کی حقیقت بھی یہی ہے اور اس کے بغیر بندے کا کوئی عمل مقبول نہیں۔

﴿ وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ ﴾ (آل عمران: ۳/۸۵)

"اور جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں شامل ہو جائے گا۔"

یہی وہ ملتِ ابراہیمی اور ملتِ اسلام ہے کہ جس نے اس سے منہ موڑا وہ سب سے بڑا بے وقوف ہے۔

فصل : ۳۷

شرک کی حقیقت

اس مقدمہ اور تمہید کے بعد مذکور سوال کا جواب آسانی سے تمہاری سمجھ میں آ جائے گا۔ اب ہم خدائے وحدہ لاشریک کی ذات سے راہ صواب کی امداد چاہتے ہوئے جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

شرک کی حقیقت یہ ہے کہ خالق کو مخلوق کے مشابہ گردانا جائے۔ تشبیہ درحقیقت اسی کا نام ہے۔ صفاتِ کمال جو اللہ اور اللہ کے رسول نے ذاتِ الٰہی کے لئے بیان کی ہیں ان کو ذات الٰہی کے لئے ثابت کرنے کا نام تشبیہ نہیں ہے۔ لیکن جن لوگوں کے قلوب اللہ تعالیٰ نے مسخ کر دیئے ہیں اور جن کی بصیرت کی آنکھیں اندھی کر دی گئی ہیں، وہ اس حقیقت کو بالکل معکوس کر دیتے ہیں۔ اصل حقیقت کو دوسرا جامہ پہنا کر یکسر صورت ہی تبدیل کر کے رکھ دیتے ہیں اور اصل توحید کو تشبیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور تشبیہ کو تعلیم وطاعت کہتے ہیں۔

پس مشرک وہ ہے جو خالق کی خصوصیاتِ الوہیت میں کسی مخلوق کو اس کے مشابہ گردانے۔

خصوصیاتِ الٰہیہ

◆ ① الوہیت والٰہیت کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اقلیم نفع وضرر، ملک عطاء ومنع کا مالک صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور یہ ملک صرف اسی کا ہے کسی اور کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ جب یہ مان لیا گیا تو اب واجب یہی ہے کہ دعاء خوف ورجاء، توکل و اعتماد کا تعلق ورشتہ صرف اسی خدائے وحدہ لاشریک ہی کی ذات سے ہو کسی اور سے نہیں۔ پس اگر کوئی شخص یہ تعلق اور رشتہ کسی مخلوق سے قائم کرتا ہے تو یقیناً وہ مخلوق کو خالق کے مشابہ کر رہا ہے۔ جو مخلوق خود اپنے نفع ونقصان، موت وزیست کی مالک

نہیں۔ اسے اس ذات وحدہٗ لاشریک کا مثل اور مشابہ قرار دیتا ہے جو ساری مخلوق اور مخلوق کے سارے ہی امور کا مالک ومختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کی مشیئت وارادے کے بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا' جسے وہ دینا چاہتا ہے دیتا ہے کوئی روک نہیں سکتا' اور جسے وہ منع کر دے اسے کوئی دے نہیں سکتا۔ اپنے کسی بندے کے لئے اپنی رحمت کا دروازہ بند کر لے تو اسے کوئی کھول نہیں سکتا۔ اور جس کے لئے کھول دے تو کوئی بند نہیں کر سکتا۔ ایسی مالک ومختار ذات کے ساتھ کسی بے بس' غیر مختار مخلوق کو مشابہ قرار دینا قبیح ترین تشبیہ ہے۔ عاجز بالذات' فقیر ومحتاج بالذات کا قادر بالذات' غنی بالذات کے مشابہ ہونا کیا معنیٰ؟

- ۲ کمال مطلق بجمیع الوجوہ جس میں کسی قسم کا نقص نہ ہو۔ یہ الوہیت کی خصوصیات میں سے ہے۔ اور یہی چیز واجب کرتی ہے کہ ساری عبادتیں صرف اسی کے لئے مخصوص ہوں اور عقلاً شرعاً فطرتاً واجب ہے کہ تعظیم واجلال۔ خشیت وخاکساری' دعاء واستدعا' توبہ وانابت' توکل واعتماد' استمداد واستقامت اور انتہائی عاجزی وانکساری اور انتہائی محبت یہ تمام امور صرف ذات الٰہی کے لئے مخصوص ہوں کسی اور کے لئے یہ امور ثابت کئے جائیں اس سے عقل' شرع اور فطرت مانع ہے۔ پس جو آدمی ان امور میں سے کسی ایک امر کو بھی کسی اور کے لئے ثابت کرتا ہے وہ اسے اس ذات کا مثل اور مانند قرار دیتا ہے جس کا کوئی مثل اور مانند نہیں اور یہ قبیح ترین اور باطل ترین تشبیہ ہے۔ اور چونکہ یہ تشبیہ قبیح ترین چیز ہے جو انتہائی ظلم پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دے دی کہ ایسے آدمی کی اللہ کبھی مغفرت نہیں کرے گا۔ حالانکہ ذات الٰہی وہ ذات ہے جس نے اپنے لیے رحمت خود لازم کر رکھی ہے۔

- ۳ خصوصیات الوہیت والٰہیہ میں سے ایک اظہار عبودیت بھی ہے۔ اور یہ عبودیت دو ستونوں پر قائم ہے۔ ایک یہ کہ معبود سے انتہائی درجہ کی محبت رکھی جائے۔ دوسرا یہ کہ معبود کے حضور میں انتہائی درجہ کی عاجزی اور انکساری کی جائے۔ انہی دو چیزوں پر عبودیت کی تکمیل کا دارمدار ہے۔ مخلوق کی منزلیں اور ان کے مقامات ان دو امور میں تفاوت کے بموجب مختلف متضاد ہوا کرتے ہیں۔ جس شخص نے اپنی محبت' اپنا خضوع وخشوع' عاجزی' خاکساری اور انکساری کو اللہ کے سوا دوسرے سے وابستہ کیا اس نے

اللہ تعالیٰ کے خالص حق میں اسے شریک مان لیا اور اس کے مشابہ قرار دے لیا۔ اس بات کا اللہ کی کسی شریعت میں جائز ہونا قطعاً محال ہے۔ اور ہر عقل وفطرت میں اس بات کی برائی جاگزیں ہے۔ لیکن بہتوں کی فطرت کو شیاطین نے بدل کر رکھ دیا ہے۔ ان کی عقلوں کو خراب کر دیا ہے اور اس بات کو ان کے سامنے معمولی سی بات بنا دیا ہے۔ صرف وہی لوگ اصل فطرت اور عقل سلیم پر قائم رہتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس اپنے پیغمبر بھیجے اور کتابیں نازل فرمائی ہیں جو ان کی فطرت اور ان کی عقل کے مطابق ہیں۔ اس طرح وہ لوگ نور علی نور بن کر ہدایت پر چلنے لگے' لیکن اس نور کی راہ نمائی بھی اسی کو نصیب ہوتی ہے' جس پر اللہ کی خاص مہربانی ہو اور جسے وہ اپنا بنانا چاہے۔

❹ یہ سمجھ لینے کے بعد اب سمجھ لو کہ سجدہ خصوصیاتِ الوہیت والٰہیہ میں سے ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کیا تو سمجھ لو کہ غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کے مشابہ قرار دے لیا۔

❺ توکل بھی خصوصیاتِ الوہیت والٰہیت سے ہے' جس نے غیر اللہ پر توکل کیا اس نے غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کے مشابہ بنالیا۔

❻ توبہ بھی خصوصیاتِ الوہیت والٰہیت سے ہے' جس نے غیر اللہ کے سامنے توبہ کی اس نے غیر اللہ کو اللہ کا شریک وہمسر بنالیا۔

تعظیماً اجلالاً قسم کھانا بھی خصوصیات الوہیت والا ہیت سے ہے' جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے غیر اللہ کو اللہ کا ہمسر اور مشابہ بنایا۔

یہ تشبیہ کا ایک پہلو ہے کہ کسی دوسری مخلوق کو خالق کا ہمسر اور مشابہ گردانا جائے۔ لیکن ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ خود بندہ اپنی ذات کو اللہ کا ہمسر اور مثل ثابت کرنے کی کوشش کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ بندہ اپنی عظمت وجلالت ثابت کرے اور جتائے' لوگوں سے اپنی تعریف ومدح کرائے' اپنی عظمت وجلالت منوائے' اپنے سامنے خضوع وخشوع' عاجزی اور انکساری کرائے' اللہ کے بندوں کو اپنے سامنے جھکائے' اپنی ذات سے امید ورجا قائم کرنے پر مجبور کرے' خوف ورجاء' التجاوالحاح' استعانت وامداد کے لئے مخلوق کے دلوں کو اپنے سے وابستہ کرے' یہ تشبیہ باللہ ہے۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی ربوبیت' الوہیت والٰہیت میں اللہ کا مقابلہ کر رہا ہے اور اس لئے ایسا شخص اس امر کا حقدار ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بہت ہی زیادہ ذلیل وخوار کر

کے رکھدے اور اسے اپنی مخلوق کے قدموں تلے روند ڈالے۔ رسول ﷺ سے صحیح روایت ہے کہ:

((یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ۔ اَلْعَظَمَةُ اِزَارِی وَالْکِبْرِیَاءُ رِدَائِی فَمَنْ نَازَعَنِی وَاحِدًا مِنْهُمَا عَذَّبْتُهٗ)) ①

"اللہ عزوجل فرماتے ہیں: عظمت میری ازار ہے اور کبریائی میری چادر۔ ان میں سے جو کسی ایک چیز کے لیے بھی کوئی مجھ سے جھگڑے گا میں اسے عذاب دوں گا"

مصور جو اپنے ہاتھ سے تصویر بناتا ہے۔ چونکہ وہ صنعت میں اللہ کی تشابہہ (مشابہت) کرتا ہے' اس لئے قیامت کے دن وہ سخت ترین عذاب کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ اب بتاؤ کہ اللہ کی ربوبیت اور الوہیت والٰہیت کی مشابہت کس درجہ کا جرم ہوگا؟ رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

((اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَلْمُصَوِّرُوْنَ یُقَالُ لَهُمْ حَیُّوا مَا خَلَقْتُمْ)) ②

"قیامت کے دن تصویر سازوں (مصوروں) کو سخت عذاب دیا جائے گا۔ انہیں کہا جائے گا کہ جو تصویر تم نے بنائی ہے اس میں جان ڈالو۔"

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

((قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ یَخْلُقُ خَلْقًا کَخَلْقِی فَلْیَخْلُقُوا ذَرَّةً فَلْیَخْلُقُوا شَعِیْرَةً)) ③

"اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: اس سے بڑا ظالم کون ہے جو میری مخلوق جیسی مخلوق بنانے کے لئے چل کھڑا ہوا؟ وہ صرف ایک ذرّہ اور جَو کا دانہ تو پیدا کر کے دکھائے۔"

---

① صحیح مسلم۔ کتاب البر والصلة۔ باب تحریم الکبر (حدیث۔۲۶۲۰)

② صحیح بخاری۔ کتاب اللباس۔ باب عذاب المصورین یوم القیامة (حدیث۔۵۹۵۰'۵۹۵۱) صحیح مسلم۔ کتاب اللباس۔ باب تحریم تصویر صورة الحیوان (حدیث۔ ۲۱۰۸'۲۱۰۹) یہ دو حدیثوں کا مجموعہ ہے۔ واللہ اعلم

③ صحیح بخاری۔ کتاب التوحید۔ باب قول اللہ تعالیٰ (واللہ خلقکم وما تعملون) (حدیث۔ ۷۵۵۹) صحیح مسلم۔ کتاب اللباس۔ باب تحریم تصویر صورة الحیوان (حدیث۔ ۲۱۱۱)

یہاں اللہ تعالیٰ نے ایک ذرّہ اور جَو کا ذکر کر کے اس سے بڑی اور اعظم چیزوں کے متعلق تنبیہ فرمائی ہے۔

مقصد یہ ہے کہ یہ تو اس شخص کا حال ہے جو صرف صنعت اور صورت گری میں اللہ کی مشابہت کرتا ہے۔ اس شخص کا کیا حال ہونا چاہئے جو خصوصیات ربوبیت' خصوصیات الوہیت والٰہیت میں اللہ کی مشابہت وہمسری کرے؟

اسماء اللہ میں شرک:

یہی حال ہے اس شخص کا جو اللہ کے نام میں اللہ کی مشابہت وہمسری کرے' اپنے لئے وہ نام اختیار کرے۔ جو ذاتِ باری تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔ مثلاً ''ملک الاملاک'' حاکم الحکام'' ''شہنشاہ'' اور حاکموں کا حاکم'' وغیرہ۔ چنانچہ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ أَخْنَعَ الْاَسْمَاءِ عِنْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ يُسَمّٰى بِشَاهَنْشَاهَ أَتٰى مَلِكُ الْمُلُوْكِ وَلَامَلِكَ اِلَّا للّٰهُ)) ①

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ترین نام یہ ہے کہ کسی آدمی کا نام شہنشاہ۔ ملك الملوك رکھا جائے۔ حالانکہ اللہ کے سوا کوئی مالک الملک نہیں۔''

ایک روایت میں کچھ اور الفاظ بھی وارد ہیں۔ اور وہ یہ کہ:

((أَغْيَظُ رَجُلٍ عَلَى اللّٰهِ رَجُلٌ يُسَمّٰى بِمَلِكِ الْاَمْلَاكِ)) ②

''مغضوب ترین آدمی اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جس کا نام ملك الاملاك رکھا جائے۔''

اللہ کی یہ خفگی' ناراضگی' غضب اور غصہ اس شخص کے لئے ہے جو اللہ کے کسی ایسے نام میں اللہ کی مشابہت کرے جو اس کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں۔ کیونکہ ملك الاملاك شہنشاہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ احکم الحاکمین وہی ہے۔ سارے حکام و بادشاہوں پر اسی کا حکم چلتا ہے۔ اور وہی شاہان شاہ ہے۔ کوئی اس کا مثل اور ہمسر نہیں ہے۔

① صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب ابغض الاسماء الی اللہ (حدیث۔۶۲۰۵'۶۲۰۶) صحیح مسلم۔ کتاب الآداب۔ باب تحریم التیمی بملك الاملاك (حدیث۔ ۲۱۴۳)

② صحیح مسلم۔ کتاب الآداب۔ باب تحریم التیمی بملك الاملاك (حدیث۔۲۱/ ۲۱۴۳)

فصل : ۴۷

ذاتِ باری تعالیٰ سے سوئے ظن گناہ کبیرہ ہے

جب یہ اصل حقیقت تم پر واضح ہو گئی تو اس کے بعد ہم تمہیں ایک عظیم ترین اصول اور قاعدہ کلیہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ جس سے مسئلہ کا اصل راز اور اصل حقیقت پوری طرح آشکارا ہو جائے گی۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ کی ذات سے سوءظن پیدا کرنا ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ اللہ کے خلاف سوءِ ظنی کرنیوالا اس کے کمال مقدس کے خلاف گمان قائم کر لیتا ہے۔ اور اس کی مقدس ذات کے ساتھ ایسی باتیں منسوب کر دیتا ہے جو اس کے اسماء وصفات کے متناقض اور منافی ہوتی ہیں۔ اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سوءظنی کرنے والوں کے حق میں ایسی سخت وعید فرمائی ہے جیسی کسی دوسرے گناہ کے لئے نہیں فرمائی۔ ارشاد فرمایا ہے:

﴿ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۚ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ ﴾ (الفتح : ۴۸/۶)

”دراصل انہی پر برائی کا پھیرا ہے اللہ ان پر ناراض ہوا اور انہیں لعنت کی اور ان کے لیے دوزخ تیار کی ہے اور وہ بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے“

اور اللہ کی کسی صفت سے انکار کرنے والے کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِىْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ ﴾ (حم سجدہ: ۴۱/۲۳)

”تمہاری اس بدگمانی نے جو تم نے اپنے رب سے کر رکھی تھی تمہیں ہلاک کر دیا اور بالآخر تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔“

اور اپنے خلیل سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا قول نقل کرتے ہوئے جو انہوں نے اپنی قوم کو خطاب کر کے کہا تھا۔ فرمایا:

﴿ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ○ أَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللهِ تُرِيْدُوْنَ ○ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ ﴾ (صافات: ۳۷/۸۵٬۸۷)

''تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ کیا اللہ کو چھوڑ کر جھوٹ اور بے اصل معبودوں کو چاہتے ہو؟ تو یہ بتلاؤ کہ تم نے رب العالمین کو کیا سمجھ رکھا ہے۔''

یعنی جب کہ تم غیر اللہ کی پرستش کر رہے ہو تو اسی دن جب کہ جواب دہی کے لیے تمہیں اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضری دینی ہو گی۔ تمہارا پروردگار تمہارے ساتھ کیا معاملہ کریگا؟ اور تمہیں کس قسم کی سزا دے گا؟ تم نے اللہ کے اسماء وصفات' اور ربوبیت میں کیا نقص دیکھا کہ تم نے اس کے ساتھ دوسروں کو بھی عبادت و پرستش میں اس کا شریک بنالیا؟ اگر تم اللہ کی ذات صفات اس کی الوہیت اور ربوبیت اور اس کی شان بے ہمتائی (بے مثل) کو سمجھتے تو تم ایسا نہیں کر سکتے تھے اللہ علیم و خبیر ہے' ہر چیز کو جانتا ہے۔ قادر مطلق ہے ہر چیز اس کی قدرت کی گرفت میں ہے۔ وہ غنی ہے تمام سے مستغنی اور بے پرواہ ہے۔ ساری مخلوق اس کی محتاج ہے مگر وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اپنی مخلوق کے ساتھ قسط وعدل کا برتاؤ کرتا ہے۔

وہ اپنی مخلوق کی تدبیر و تنظیم میں منفرد و یکتا ہے' اِس معاملہ میں کوئی بھی اُس کا شریک نہیں۔ مخلوق اور مخلوق کے تمام امور سے تفصیلی طور پر باخبر ہے' کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔ تن تنہا وہ اپنے کاموں کا کفیل ہے۔ اور ہر کام کے لئے اکیلا کافی ہے کسی کی امداد واعانت کا محتاج نہیں۔ وہ اپنی ذات سے رحمٰن ورحیم ہے بندوں پر رحم کرنے میں وہ کسی وسیلے اور سفارش کا محتاج نہیں۔ جس ذات کی یہ شان ہو وہ یقیناً دنیا کے بادشاہوں سے الگ اور اپنی نرالی شان رکھتا ہے۔ دنیا کے بادشاہ اور سلاطین اس امر کے محتاج ہیں کہ رعایا کے حالات اور ان کی ضرورتیں دوسرے لوگ ان کے سامنے پیش کریں۔ نیز اس امر کے بھی محتاج ہیں کہ رعایا کی ضروریات واحتیاجات پوری کرنے میں دوسرے لوگ انکی معاونت کریں۔ درمیان میں ترجمانوں کی ضرورت ہے جو سلاطین و بادشاہوں کو رعایا پر رحم وکرم کے لئے آمادہ کریں۔ اور ان کے دلوں میں جذبات وترحم وتلطف کو ابھاریں۔ سلاطین و بادشاہ اپنی کمزوری' عاجزی' بے عملی و بے بسی کی وجہ سے رعایا کی ضروریات واحتیاجات پوری کرنے میں بھی دوسروں کے درمیانی وسائط ووسائل کے محتاج ہیں' لیکن ذاتِ باری تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ غنی بالذات ہے' ہر

شے سے مستغنی اور بے پروا ہے' رحمٰن ورحیم ہے جس کی رحمت ہر شئی پر اور ہر چیز پر محیط اور حاوی ہے۔ اس کے اور اس کی مخلوق کے درمیان وسائط و وسائل اور سفارشی ماننا اس کے حق توحید والوہیت میں نقص پیدا کرتا ہے اور جو ایسا سمجھتا ہے' ذات الٰہی کی نسبت سوءظنی کرتا ہے اور محال وناممکن ہے کہ جو چیز عقل وفطرت کے خلاف ہو اور عقل وفطرت کے نزدیک ہمہ قسم کی قباحتوں سے زیادہ قبیح ہو اسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کیلئے مشروع فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کی قدر:

اوپر کے بیان کی وضاحت اس طرح ہوتی ہے کہ بندہ جب کسی کی عبادت کرتا ہے تو اسے بڑا مان کر ہی اس کی عبادت و پرستش کرتا ہے۔ اور اس کے سامنے جھکتا ہے۔ اس کے سامنے عجز وانکساری کرتا ہے۔ اور اپنی ذلت وخواری' انکساری وخاکساری کا اظہار کرتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ان تمام چیزوں کا حقدار صرف پروردگار عالم وحدہ لاشریک ہے اور بس۔ یہ اس کا حق ہے اس کا کوئی شریک وساجھی نہیں۔ اور یہ قبیح ترین ظلم ہے کہ اس کا حق کسی غیر کو دے دیا جائے۔ یا اس میں کسی اور کو بھی شریک کر دیا جائے۔ خصوصاً ایسے شخص کو اس کے اس خاص حق میں شریک گردانا جائے جو اس کا بندہ اور مملوک ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں اس کی مثال پیش فرماتا ہے:

﴿ ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ أَنفُسِكُمْ ۖ هَل لَّكُم مِّن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن شُرَكَاءَ فِي مَا رَزَقْنَاكُمْ ۝ ﴾ (روم: ۲۸/۳۰)

"اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایک مثال خود تمہاری ہی ذات سے بیان فرمائی کہ جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے کیا اس میں تمہارے غلاموں میں سے بھی کوئی تمہارا شریک ہے"

یعنی جب کہ تم میرے دیئے ہوئے رزق میں اپنے غلام کو شریک کرنا گوارا نہیں کرتے تو پھر میرے بندوں اور غلاموں کو میرے خالص الوہیت و الٰہیت و ربوبیت میں شریک قرار دینا کیوں کر صحیح ہو گا؟ اور جو شخص ایسا سمجھتا ہے وہ ہرگز ہرگز میری قدر نہیں کرتا میری عظمت و جلالت کا حق وہ قطعاً نہیں پہچانتا' جس چیز میں میں منفرد و یکتا ہوں۔ میری مخلوق کا جس میں کوئی حق نہیں اس میں مجھے منفرد و یکتا نہیں مانتا۔

پس جو شخص اپنی عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے وہ قطعاً حق تعالیٰ کی قدر نہیں کرتا۔ چنانچہ حق تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ ﴾

(الحج: ۲۲/۷۳-۷۴)

''لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے تم اس کو خوب سن لو۔ اللہ کے سوا تم جن کی عبادت کرتے ہو۔ وہ سب جمع ہو کر بھی ایک مکھی نہیں پیدا کر سکتے اور اگر مکھی ان (کے کھانے وغیرہ میں) سے کچھ چھین لے جائے تو وہ چھڑا بھی نہیں سکتے (یعنی اس سے واپس چھین نہیں سکتے) ایسے عابد و معبود دونوں ہی عاجز ہیں ان لوگوں نے اللہ کی ویسی قدر نہیں کی جیسی کہ کرنی چاہیے۔ بیشک اللہ قوت والا اور غالب و زبردست ہے''۔

جو شخص کسی ایسی ہستی کو اپنی عبادت میں اللہ کا شریک و ساجھی گردانتا ہے جو ایک چھوٹے سے چھوٹا جانور بھی پیدا نہیں کر سکتا۔ اگر اس پر مکھی بیٹھ جائے تو اڑا نہیں سکتا۔ تو بتلاؤ وہ اللہ تعالیٰ کی کیا قدر کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ ﴾

(الزمر: ۳۹/۶۷)

''انہوں نے جیسی چاہیے ایسی اللہ کی قدر نہیں کی۔ قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک ذات ہے وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک بنائیں''۔

جس اللہ کی یہ شان اور یہ عظمت و جلالت ہو۔ اس کے ساتھ کسی نے اپنی عبادت میں کسی ایسے کو شریک کر لیا۔ جس کے اندر ایسی کوئی بات نہیں ہے' بلکہ وہ عاجز اور انتہا درجہ کمزور ہے۔ تو یقیناً وہ اللہ کی عظمت و توقیر نہیں کرتا۔ ایک ضعیف' عاجز اور کمزور کو اللہ کی عبادت میں شریک

کرلیا۔تو یقیناً وہ قوی' توانا اور غالب کے حق کی قدر و توقیر نہیں کرتا۔

اسی طرح وہ آدمی بھی حق تعالیٰ کی قدر و توقیر نہیں کرتا' جو کہتا ہے کہ اللہ نے پیغمبر نہیں بھیجے' کتابیں نازل نہیں فرمائیں۔ کیا یہ باتیں اس کی شان میں سزاوار ہیں؟ کیا اس نے مخلوق کو یونہی بے کار' عبث اور بے مصرف پیدا کیا ہے؟ کیا اس نے اپنے بندوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ جانوروں کی طرح مر جائیں؟

اسی طرح وہ آدمی بھی اللہ کی قدر و توقیر نہیں کرتا جو اللہ کے اسماء حسنیٰ اور صفات حق کی حقیقتوں کی نفی اور انکار کرتا ہے۔سمع و بصر' ارادہ و اختیار' علو و رفعت' کلام و تکلیم کی اللہ کی ذات سے نفی کرتا ہے۔ اور عموم قدرت' بندوں کے افعال کے تعلق کی اس کی ذات سے نفی کرتا ہے۔ اس کی قدرت و مشیئت سے افعال عباد کو خارج کر دیتا ہے۔ اور کہتا ہے: بندے خود ان افعال کے خالق ہیں۔ اللہ کی مشیئت کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اللہ کے ملک میں وہ ہوتا ہے جو وہ نہیں چاہتا۔ اور جو وہ چاہتا ہے نہیں ہوتا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی شان ان مجوسیوں اور مجوس نما لوگوں کے قول و خیال سے بلند و بالا ہے۔

وہ شخص بھی اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کرتا۔ جو کہتا ہے کہ اللہ بندے کو ایسے کاموں کی سزا دیتا ہے جو بندے کے اختیار میں نہیں۔ بندے اس پر قادر نہیں۔ مجبورِ محض ہیں' کام کرنے میں بندوں کو کوئی دخل نہیں' سارے کام صرف اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ وہ خود ہی کرتا ہے۔ بندوں سے جبراً کام کراتا ہے۔ مخلوق پر مخلوق جبر کرتی ہے تو خود اللہ تعالیٰ کراتا ہے۔ تعالے اللہ عن ذالک علوا کبیرا ایسا کہنے والے لوگ کس قدر بھاری گناہ کر رہے ہیں جبکہ فطرت و عقل میں یہ چیز راسخ ہے کہ اگر کوئی سید و آقا اپنے غلام سے جبراً کوئی کام کرائے اور اسے اس کام کے لئے مجبور کرے اور پھر اسے اس کام کی سزا بھی دے تو آقا کا یہ عمل بدترین عمل ہوگا۔ جب بندوں کے متعلق فطرت و عقل کا یہ فیصلہ ہے تو پھر یہ کیسے صحیح ہے کہ وہ عادلوں کا عادل' احکم الحاکمین ارحم الراحمین اپنے بندوں کو ایسے عمل کی سزا دے جس میں بندوں کا کوئی دخل نہ ہو۔ اس کے ارادہ کو اس کے فعل و عمل سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اور پھر وہ اسے سزا دیتا ہے۔ تعالیٰ اللہ عن ذالک علوا کبیرا: ان لوگوں کا قول بھی بدترین قول ہے اور یہ بھی مجوسیوں کے بھائی ہیں۔ یہ گروہ اور پہلا گروہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کرتے۔

وہ لوگ بھی اللہ کی قدر و توقیر نہیں کرتے جو ذات الٰہی کو تعفن' بدبودار اشیاء اور گوبر پاخانہ

سے بھی محفوظ نہیں مانتے۔ اور اس جگہ بھی اسے مانتے ہیں جس کے ذکر سے بھی لوگ نفرت کرتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں مانتے کہ وہ عرش پر قائم ہے۔ اور یہ نہیں مانتے کہ:

﴿ اِلَيۡهِ يَصۡعَدُ الۡـكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ يَرۡفَعُهٗ ۞ ﴾

(فاطر: ۱۰/۳۵)

''تمام تر ستھرے کلمات اسی (اللہ) کی طرف چڑھتے (سفر کرتے) ہیں اور نیک عمل بھی جسے وہ بلند کرتا ہے''

یہ نہیں مانتے کہ فرشتے اور روح اس تک جاتی ہے اور آتی ہے۔ فرشتے آسمان وزمین کی تدبیر وتنظیم کرتے ہیں' اور اس تک جاتے ہیں۔ ایک طرف تو یہ لوگ خدا تحت پر یا عرش پر بیٹھا ہے' اس سے انکار کرتے ہیں۔ دوسری طرف یہ کہتے ہیں کہ اللہ ہر جگہ ہے۔ اس جگہ بھی ہے جہاں جانے سے انسان بلکہ حیوان تک نفرت کرتے ہیں۔ جو لوگ اللہ کی محبت' رحمت' راحت و رضاء مندی' غضب و خفگی کی حقیقت کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ کی حکمت کا انکار کرتے ہیں جو اس کے افعال کی محمود ترین غایت و مقصود ہے۔ اس کے افعال کو اختیاری اور اس کی ذات کے ساتھ قائم نہیں مانتے۔ بلکہ مفعول کو فاعل سے افضل مانتے ہیں۔ اللہ کے سامنے جانے' عرش پر قائم ہونے' طُور پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کرنے' قیامت کے دن بندوں کے قضایا کا فیصلہ کرنے اور اس قسم کے دیگر افعال و اوصافِ کمالیہ کی نفی اور انکار کرتے ہیں۔ وہ ہرگز ہرگز اللہ کی قدر نہیں کررہے ہیں۔ گو زبان سے یہی رٹ لگائے جارہے ہیں کہ ہم اللہ کی قدر و توقیر کررہے ہیں۔ وہ لوگ بھی اللہ کی ناقدری کرتے ہیں جو اللہ کی بیوی اور بٹیا مانتے ہیں۔ یا یہ کہتے ہیں کہ اللہ اپنی تمام مخلوقات میں حلول کیے ہوئے ہے۔ یا وہ مخلوقات کا عین وجود ہے' لیکن حقیقتہً یہ لوگ اللہ کی ناقدری کررہے ہیں۔

اللہ کے ناقدردان لوگ

وہ لوگ بھی اللہ کی ناقدری کررہے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنے رسول اور رسول کے دشمنوں کو غلبہ دیا۔ اور انہیں عزت وشرف سے نوازا۔ ان کی شان بلند کی اور دنیا میں انہیں شہرت وتمکنت بخشی۔ ملک وخلافت دے کر انہیں تمام پر غالب کردیا اور اپنے رسول کے خاندان سے محبت کرنے والوں کو ذلیل وخوار کردیا۔ ان کی قسمت پر ذلت ونکبت کی مہر ثبت کردی کہ

جہاں بھی یہ لوگ ہوں خوار و ذلیل ہی بن کر رہیں۔

اللہ کی جناب میں ایسی باتیں کرنا انتہائی درجہ کی گستاخی ہے۔ اللہ کی ذات روافض کے اس قول سے نہایت بلند اور بالا ہے۔ ان کا یہ قول یہود و نصاریٰ کے قول سے ماخوذ ہے۔ وہ بھی پروردگار عالم کی شان میں کہا کرتے تھے کہ اللہ نے ظالم بادشاہ بھیجا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ جو اللہ پر نت نئے جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ ہمیشہ وہ جھوٹ ہی بولتا رہا اور کہتا رہا کہ اللہ نے مجھے یہ کہا' ایسا حکم فرمایا' فلاں چیز سے منع فرمایا اور میرے لئے اس نے تمام اگلی شریعتیں منسوخ کر دیں۔ اور ان پیغمبروں کے متعلقین اور ماننے والوں کا خون' مال اور ان کی عورتیں میرے لئے حلال اور مباح کر دیں۔ اور کہتا تھا کہ اللہ نے تمام چیزیں میرے لئے مباح کر دی ہیں۔ اللہ ہمیشہ میری امداد فرمائے گا۔ اور اپنی تائید سے مجھے نوازے گا۔ مجھے تمام پر غلبہ دے گا۔ میری قوت بڑھائے گا۔ وہ میری دعائیں قبول کرتا ہے۔ میرے مخالفین اور دشمنوں پر مجھے تمکنت اور قابو دے گا۔ میری صداقت پر وہ ایسے ایسے دلائل پیش کرتا ہے جس کی کوئی مخالفت اور تردید نہیں کر سکتا۔ اور ہر شخص اس ظالم و جابر بادشاہ کے قول و فعل' تقریر و گفتار کی تصدیق کرتا رہا اور قیامت تک اس کی تصدیق ہوتی ہی رہے گی۔ اور نت نئی دلیلیں اس کی صداقت پر قائم ہوتی چلی جائیں گی۔

یہ ظاہر ہے کہ رب العالمین کی ذات کے متعلق ایسا کہنا اور ایسا خیال کرنا نہایت قبیح اور اس کی شان کے خلاف ہے۔ اس کے علم پر' اس کی رحمت و ربوبیت پر اور اس کی حکمت پر بدترین حملہ ہے۔ اللہ کی ذات اور اللہ کی شان ان اللہ کے منکرین کے قول سے بہت بلند اور بالاتر ہے۔ ان لوگوں کے قول میں اور ان کے بھائی یہود و نصاریٰ کے قول میں تمہیں کسی قسم کا فرق نظر نہیں آئے گا۔ دونوں کے قول اور خیال ایک ہی قسم کے ہیں۔ اور ٹھیک شاعر کے اس قول کے مطابق ہیں:

رَضِيعَي لِبَانِ ثَدْيَ! أُمٍّ تَقَاسَمَا
بِأَسْحَمَ دَاجٍ عوض لَاتَتَفَرَّقُ

''میں اور میرا ممدوح دونوں تو ام (جواں بچے) ہیں۔ ہم دونوں نے ایک ہی ماں کے دو پستانوں سے دودھ پیا ہے۔ ہم دونوں نے اندھیری رات میں باہم قسم کھائی ہے کہ ہم کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔''

اسی طرح وہ شخص بھی اللہ کی ناقدری کرتا ہے جو کہتا ہے: اللہ تعالیٰ کے لئے یہ جائز ہے کہ اپنے مطیع وفرمانبردار بندوں کو جنہوں نے کبھی اس کی نافرمانی نہ کی ہو۔ جہنم میں ڈال دے اور اپنے دشمنوں اور نافرمانوں کو جنہوں نے کبھی اس کی اطاعت وفرمانبرداری نہ کی ہو' ثواب سے مالامال کردے اور انہیں جنت میں جگہ دے۔ یہ دونوں باتیں اس کے لئے مباح ہیں۔ اور کتاب وسنت میں جو وعیدیں وارد ہیں وہ محض خبر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ایسا کرنا خبر کے خلاف ہے نہ کہ حکمت وعدل کے خلاف۔ اور حال یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس بات کو جائز رکھنے والے کے خلاف سخت وعید فرمائی ہے اور اس حکم کو بدترین حکم قرار دیتا ہے۔

اس طرح وہ شخص بھی حق تعالیٰ کی قدر نہیں کرتا جو کہتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ مردوں کو زندہ نہیں کرے گا۔ قبروں سے زندہ کر کے نہیں اٹھائے گا۔ قیامت کا دن وہ دن ہے کہ اللہ مخلوق کو زندہ کریگا۔ نیکوکاروں کو ان کی نیکیوں کا' اور بدکاروں کو ان کی بدکاریوں کا بدلہ دے گا۔ مظلوم کو ظالم سے حق دلائے گا۔ جن لوگوں نے دنیا میں اس کی رضامندی کے لئے مشقتیں اور تکلیفیں برداشت کی ہیں انہیں اپنے بہترین انعامات سے نوازے گا۔ اس دن وہ تمام اختلافات واضح ہو جائیں گے جن میں مخلوق آج مبتلا ہے۔ کافروں کو ان کے کفر کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ غرض! جو لوگ ان تمام باتوں کا انکار کرتے ہیں وہ بھی حق تعالیٰ کی قدر نہیں کرتے۔

اسی طرح وہ شخص بھی اللہ کی قدر نہیں کرتا جو اس کے احکام کو بے حقیقت سمجھ کر احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ ممنوعات' منہیات اور محرکات کا ارتکاب کرتا ہے' اللہ تعالیٰ کے حقوق کو بے وقعت سمجھ کر ضائع کرتا ہے۔ اس کے ذکر کو فراموش کر دیتا ہے۔ اس کا قلب اس سے غافل ہو جاتا ہے۔ اس کی رضامندی کے مقابلہ میں اپنی خواہشات کو ترجیح دیتا ہے۔ اس کی اطاعت کے مقابلہ میں مخلوق کی اطاعت کو مقدم سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے' اسے یہ معمولی بات سمجھتا ہے۔ لیکن یہ جو دیکھ رہا ہے اسے اہم سمجھتا ہے۔ اپنے اعمالِ قلب' اعمال علم اور اپنے افعال وکردار' مال وزر وغیرہ میں۔ اللہ کی ذات کو ایک فاضل ذات سمجھتا ہے کہ "دوسرے لوگ اول اللہ بعد میں" اور یہ اسی لئے کرتا ہے کہ مخلوق اس کے نزدیک اہم ہے۔ اور اس کی قسمت اسی کے ہاتھ میں ہے' اپنے برے کاموں کو مخلوق سے چھپاتا ہے لیکن اللہ سے چھپانے کی کوشش نہیں

کرتا۔ لوگوں سے ڈرتا ہے اللہ سے نہیں ڈرتا۔ مخلوق کے ساتھ حسن معاملہ کرنے کی کوشش کرتا ہے' اس بارے میں اپنی استطاعت وقدرت سے زیادہ جدوجہد کرتا ہے لیکن اللہ سے ایسا نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے ساتھ نہایت معمولی' ادنی اور حقیر معاملہ کرتا ہے۔ اگر اپنے کسی دوست وعزیز کی خدمت کرتا ہے تو پوری توجہ' پوری تن دہی سے کرتا ہے۔ دل' اعضاء' ہاتھ اور پاؤں تمام اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ بسا اوقات اپنی ذاتی مصلحتوں کو بھی اس کے لئے قربان کر دیتا ہے۔ لیکن جب اللہ کا نام آتا ہے اور یہ بھی اس وقت جب کہ مقدر اس کا ساتھ دے تو اس طرح وہ انجام دیتا ہے کہ اس کے اس عمل سے مخلوق کا ادنیٰ آدمی بھی راضی نہیں ہو سکتا۔ اللہ کے لئے اپنے مال میں سے کچھ نکالتا ہے تو اس قدر کم نکالتا ہے کہ اتنا سا کسی انسان کے سامنے پیش کرتے ہوئے بھی شرم آئے۔

جن لوگوں کی یہ حالت ہو اور جن کی یہ صفات ہوں کیا وہ اللہ تعالیٰ کی قدر و توقیر کر رہے ہیں؟ اللہ کی عظمت وجلالت کا حق ادا کر رہے ہیں؟

شیطان کی پوجا:

کیا وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قدر و عظمت کرنے کا اظہار کر رہے ہیں جو اس کے خالص حق میں اس کے دشمن کو شریک کرتے ہیں؟ اجلال و تعظیم' طاعت وعبادت' تذلیل و خاکساری' خضوع وخشوع' خوف ورجاء' امید وبیم صرف اسی کا حق ہے۔ اور وہی اس کا حقدار ہے کہ یہ تمام باتیں اس کے حضور میں پیش کی جائیں۔ یہ تو وہ چیزیں ہیں کہ اس کے دشمن کے روبرو تو کجا اس کے کسی مقرب بزرگ کے روبرو پیش کرنا بھی جائز نہیں۔ یہ تو ایک انتہا درجہ کی جسارت ہے۔ اللہ کے خالص حق پر دست درازی اور اس کی توہین ہے۔ جس بات میں کسی کو اللہ کا شریک بنانا ممنوع اور حرام ہے۔ جس کا استحقاق اللہ کی ذات کے سوا کسی کو نہیں اس میں غیر کو شریک کیا جارہا ہے۔ جب یہ حق کسی اللہ کے مقرب بندے کو نہیں پہنچتا تو پھر اللہ کے مبغوض ومعتوب جس پر اللہ نے لعنت بھیجی ہے' جس پر وہ سخت سے سخت ناراض ہے' اللہ کا سخت ترین دشمن ہے' جو اللہ کے نزدیک انتہا درجہ ذلیل وخوار ہے' اسے اس کا شریک بنانا کیونکر جائز ہوگا؟ اللہ کے سوا کسی کو بھی شریک کرنا شیطان کی عبادت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ ﴾

(یٰس: ۳۶/۶۰)

"اے اولادِ آدم! کیا میں نے تم سے وعدہ نہیں لے لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری ہی عبادت کرنا' یہی سیدھا راستہ ہے۔"

مشرک لوگ اپنے خیال اور اپنی دانست میں فرشتوں کی عبادت و پرستش کرتے تھے لیکن اللہ نے اسے شیطان کی عبادت و پرستش قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾ (سبا: ۳۴/۴۰-۴۱)

اور ان سب (مشرکوں) کو اللہ اس دن جمع کر کے فرشتوں سے دریافت کرے گا کہ کیا لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: تیری ذات پاک ہے ہمارا ولی تُو ہے نہ کہ یہ بلکہ یہ لوگ جنوں کی عبادت کرتے تھے ان میں سے اکثر انہی پر ایمان رکھتے تھے"

حقیقت یہ ہے کہ فرشتوں کی عبادت و پرستش شیطان ہی کی عبادت و پرستش ہے شیطان اس طریقہ سے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہے۔ گو یہ لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ فرشتوں کی عبادت و پرستش کر رہے ہیں۔

یہی حال آفتاب و ماہتاب اور ستاروں کی پرستش کرنیوالوں کا ہے۔ یہ لوگ اپنے زعم میں ان چیزوں کی روحانیت کی پرستش کرتے ہیں اور یہی سمجھتے ہیں کہ یہی چیزیں ان سے خطاب کرتی ہیں۔ اور یہی ان کی حمایت کرتی ہیں' لیکن درحقیقت یہ شیطان ہی کی عبادت و پرستش ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت شیطان سورج کے قریب جا بیٹھتا ہے۔ کفار و مشرکین جب آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں تو حقیقتاً وہ شیطان ہی کو سجدہ کرتے ہیں۔

مسیح اور مسیح کی والدہ کی عبادت و پرستش کرنے والے بھی درحقیقت شیطان ہی کی عبادت و پرستش کرتے ہیں۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ مسیح اور مسیح کی والدہ کی عبادت کا حکم اللہ نے دیا

ہے اور اللہ اس عبادت سے راضی ہے' لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ نہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں نہ اللہ کے رسول کی۔ بلکہ شیطان لعین کی عبادت کرتے ہیں۔ رب ذوالجلال کا یہ ارشاد اس کی توضیح کرتا ہے:

﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○ ﴾

(یس: ۳۶/۶۰)

''اے اولاد آدم! کیا میں نے تم سے قول وقرار نہ لیا تھا کہ تم شیطان کی تابعداری نہ کرنا وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری ہی عبادت کرنا' یہی سیدھی راہ ہے''۔

حقیقتِ امر یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی بھی عبادت کی جائے۔ جہاں بھی کی جائے جس شکل میں بھی کی جائے وہ شیطان ہی کی عبادت ہے۔ اور عبادت کرنے والا ان چیزوں کو اپنا معبود سمجھتا ہے اور اپنی اغراض واحتیاجات میں بطور معبودان چیزوں کو استعمال کرتا ہے اور ان سے استفادہ کی کوشش کرتا ہے اور معبود عبادت کرنے والے سے اپنی تعظیم کراتا ہے اور اللہ کا شریک بنتا ہے اور عبادت کرنیوالوں سے مستفید ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جو شیطان کا اصل مقصد اور اس کی انتہائی غایت وغرض ہے۔ اس کا عین مقصد یہی ہے کہ عابد اپنے معبود سے اور معبود اپنے عبادت کرنے والوں سے استفادہ کرے۔ قرآن حکیم اس امر کی توضیح اس طرح کرتا ہے:

﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ ○ ﴾

(انعام: ۶/۱۲۸)

''اور جس روز اللہ تمام مخلوقات کو جمع کرے گا (اور کہے گا) اے جنات کی جماعت! تم نے انسانوں میں بڑا حصہ لیا''

یعنی تم نے انسانوں کو ورغلا کر اپنی جماعت بڑھالی۔

چنانچہ قیامت کے دن بارگاہِ الٰہی میں اس کی جماعت کے لوگ کہیں گے:

﴿ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۚ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ○ ﴾ (انعام: ۶/۱۲۸)

''اور آدمیوں میں سے جوان کے دوست تھے وہ کہیں گے: پروردگار! ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا۔ اور ہم اس میعاد تک پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لئے معین کی تھی۔ اللہ فرمائے گا: دوزخ تمہارا ٹھکانا ہے۔ ہمیشہ اس میں رہو گے ہاں اگر اللہ ہی کو منظور ہو تو دوسری بات ہے' بے شک آپ کا رب بڑا حکمت والا بڑا علم والا ہے''

اور یہ ایک لطیف اشارہ ہے۔ اس حقیقت وراز کی طرف جس کی وجہ سے اللہ نے شرک کو اکبر الکبائر گردانا ہے جو بغیر توبہ واستغفار کے معاف نہیں ہو سکتا۔ اور جس کی وجہ سے خلود فی النار دائمی جہنم واجب کر دی گئی ہے۔ شرک کی قباحت محض اس لئے نہیں ہے کہ شریعت میں اس کی نہی اور ممانعت وارد ہے۔ بلکہ اس کی اصل وجہ یہی حقیقت اور یہی راز ہے۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کو غیروں کی عبادت اور غیروں کی پرستش کی اجازت دے۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ اپنی صفات کمالیہ اور شان' جلالت کے خلاف اور متناقض امور کو اپنے حق میں جائز قرار دے۔ بھلا اس کا خیال بھی کیونکر ہو سکتا ہے کہ جو ذات اپنی ربوبیت میں منفرد و یکتا ہے اپنی الوہیت والہیتمیں منفرد و یکتا ہے۔ اپنی عظمت وجلالت میں منفرد و یکتا ہے' وہ کسی دوسرے کو اپنا شریک گرداننے کی اجازت دے یا اس چیز سے وہ راضی ہو۔ تعالیٰ اللہ عن ذالک علوا کبیرا۔

فصل : ۷۵

شرک، مقصدِ تخلیق کے خلاف ہے

جس مقصد کے لیے اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ شرک اس کے بالکل منافی ہے اور اس لیے اللہ کے نزدیک یہ اکبرالکبائر (یعنی سب سے بڑا گناہ ہے) اور کبر و تکبر کے توابع لوازمات بھی یہی حکم رکھتے ہیں۔ جیسا کہ تم اوپر پڑھ چکے ہو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ صرف اسی وحدہ لا شریک کی طاعت و عبادت کی جائے۔ اسی مقصد کے لیے اس نے پیغمبر بھیجے۔ اور اپنی کتابیں نازل کیں۔ شرک و کبر اس مقصد کے سراسر خلاف' متضاد اور منافی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ مشرکین کے لیے اس نے جنت قطعاً حرام کر دی۔ نیز اہل کبر و تکبر کے لیے بھی جس کے دل میں ذرہ برابر کبر و تکبر ہو گا وہ بھی جنت میں داخل نہیں ہو گا۔

فصل : ۷۶

اللہ تعالیٰ کی صفات اور احکام پر گفتگو کے آداب

یہ بات نقصان رسانی اور فساد انگیزی میں شرک کے قریب قریب ہی ہے کہ اللہ کے اسماء وصفات اور اس کے افعال کے بارے میں بغیر علم کے گفتگو اور مباحثے کیے جائیں۔ خود اللہ نے اور اللہ کے رسول نے جن صفات سے ذات الٰہی کو متصف بتایا ہے اس کے خلاف اور ان صفات کے اضداد سے اللہ کو متصف مانا جائے۔ ان صفات کے اضداد سے اللہ کو متصف ماننا اللہ کے کمال خلق و امر میں مداخلت ہے۔ اس کی ربوبیت و پروردگاری اور اس کی خصوصیات ربوبیت میں نقص وقباحت پیدا کرنے کے مترادف ہے۔ اور پھر اگر علم کے ذریعہ ایسا کیا جاتا ہے تو ذات باری تعالیٰ کے خلاف سخت ترین عناد ہے' جو شرک سے بھی زیادہ قبیح ہے۔ شرک عند اللہ بہت بڑا گناہ ہے۔ لیکن جو مشرک صفات و ربوبیت کا اقرار کرتا ہے وہ اس معطل' منکر سے بہتر ہے جو پروردگار عالم کی صفات کمالیہ کا انکار کرتا ہے۔ مثلاً: ایک شخص بادشاہ کی بادشاہت' اور صفات شاہی کا انکار کرتا ہے۔ اس کی صفات شاہی' شان سلطانی کا انکار نہیں کرتا۔ لیکن وہ یہ کرتا ہے کہ بادشاہ سے تقرب حاصل کرنے کی غرض سے کسی اور کو امور شاہی میں شریک گردان لیتا ہے۔ تو یہ شخص اس آدمی سے بہتر ہے جو بادشاہ کی شاہی اور سلطانی کا انکار کرتا ہے۔ اور دنیا جہان کی ساری فطرتیں اور ساری عقلیں اسے تسلیم کرتی ہیں کہ صفات کمال میں نقص ماننے اور سرے سے صفات کمال کا انکار کرنے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ پہلی صورت میں معبود حق تسلیم کیا جا رہا ہے۔ اور صرف معبود حق کے تقرب کی غرض سے واسطہ کی پرستش کی جاتی ہے۔ دوسری صورت میں سرے سے معبود حق اور اس کی صفات کمالیہ کا انکار کیا جاتا ہے۔ تعطیل کا مرض ایک مہلک ولا دوا مرض ہے۔ اس سے شفاء یاب ہونے کی توقع ہی نہیں۔ چنانچہ حق سبحانہ وتعالیٰ قرآن حکیم کے اندر امام المعطلین فرعون کا وہ قول نقل فرماتا ہے جو اس نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے خلاف پیش کیا تھا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے یہ کہا کہ میرا رب تو آسمان پر ہے۔

تو فرعون نے انکار کیا اور اپنے وزیر ہامان کو خطاب کر کے کہا:

﴿ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۝ ﴾

(مومن: ۴۰/۳۶، ۳۷)

''اور فرعون نے کہا: اے ہامان! میرے لیے ایک بلند و بالا عمارت (بلڈنگ) بنا' کیا عجب کہ میں آسمان کے دروازوں تک پہنچ جاؤں اور موسیٰ کے معبود کو دیکھ لوں' مجھ کو کامل یقین ہے کہ وہ جھوٹا ہے''

یہی وہ آیت ہے جسے شیخ ابوالحسن اشعری اپنی کتابوں [1] میں گروہ معطلہ کی تردید میں بطورِ حجت پیش کرتے رہے ہیں۔ شیخ موصوف کی دلیل' طرزِ استدلال' اثبات علوؔ اور یہ کہ قولِ بلاعلم اور شرک لازم وملزوم ہیں۔ یہ تمام باتیں ہم اپنی کتاب ''اجماع الجیوش الاسلامیه علی حرب المعطله والجهمیه'' [2] پوری وضاحت سے پیش کر چکے ہیں۔

شیطان کا محبوب گناہ:

چونکہ یہ گمراہ کن بدعات' جہالت' صفات الٰہی سے لاعلمی اور عناد کی وجہ سے ہیں اور ان صفات کی تکذیب کی جارہی ہے جن کا ثبوت خود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے دیا ہے۔ اس لیے ان کا شمار اکبر الکبائر میں ہے۔ گو کفر سے اس کا درجہ کم سہی' لیکن اکبر الکبائر تو ضرور ہے۔ ابلیس لعین کو یہ بدعتیں دیگر کبائر کے مقابلہ میں زیادہ محبوب اور زیادہ پسندیدہ ہیں۔ جیسا کہ بعض سلف صالحین کا قول ہے:

((اَلْبِدْعَةُ اَحَبُّ اِلٰى اِبْلِيْسَ مِنَ الْمَعْصِيَةِ لِاَنَّ الْمَعْصِيَةَ يُتَابُ مِنْهَا وَالْبِدْعَةُ لَا يُتَابُ مِنْهَا)) [3]

''دوسری معصیتوں کے مقابلہ میں شیطان کو بدعت زیادہ محبوب ہے کیونکہ

[1] الابانة فی اصول الدیانة (ص: ۷۔۸)

[2] اجتماع الجیوش الاسلامیه (ص: ۲۸۶۔۲۹۹)

[3] مسند علی بن الجعد (۱۸۸۵) حلیة الاولیاء (۷/ ۲۶) شرح الاصول للالکائی (۱/ ۱۳۲)

معصیت سے توبہ ممکن ہے اور بدعت سے توبہ ناممکن ہے۔"

ابلیس لعین کہا کرتا ہے "میں نے بنی آدم کو گناہوں کے ذریعہ ہلاک کیا۔ لیکن انہوں نے مجھے "لا الہ الا اللہ" اور توبہ استغفار کے ذریعہ ہلاک کیا۔ جب میں نے یہ معاملہ دیکھا تو میں نے ان کو خواہشات کے پھندوں میں پھانسنا شروع کر دیا۔ اس طرح وہ گناہ کرتے ہیں اور توبہ نہیں کر سکتے اور گناہ کو عین نیکی سمجھتے ہیں۔"

یہ اچھی طرح واضح ہے کہ عام گناہ خود بخود کرنے والے کے حق میں مضر ہوتے ہیں لیکن بدعات کا ضرر و نقصان عام لوگوں تک متعدی ہوتا ہے۔ مبتدع کا اصل فتنہ دین میں فساد ڈالنا ہے۔ دوسرے گناہوں کا فتنہ خواہش نفس تک محدود رہتا ہے۔ مبتدع عوام کو صراط مستقیم سے بھٹکا دیتا ہے اور دوسری معصیت کا ارتکاب کرنے والا ایسا نہیں کرتا۔ مبتدع پروردگار عالم کی صفات اور کمال صفات میں نقص پیدا کرتا ہے لیکن مذنب و گنہگار ایسا نہیں کرتا۔ مبتدع رسول اللہ ﷺ کی پیش کردہ صفات کے خلاف اور متناقض چیزیں پیش کرتا ہے لیکن گنہگار ایسا نہیں کرتا۔ مبتدع لوگوں کی آخرت کی راہ مارتا ہے اور غلط راہ پر لگاتا ہے لیکن گنہگار ایسا نہیں کرتا، گو وہ خود آخرت کے راستہ میں سست رفتار ہو جاتا ہے۔

فصل : ۷۷

قتل کی برائیوں کے مختلف درجات

(توبہ کرنے سے قتل کا گناہ معاف ہو سکتا ہے یا نہیں؟)

مذکورہ گناہوں کے بعد ظلم و عدوان کا درجہ ہے۔ ظلم و عدوان' عدل و انصاف کے خلاف ہے اور عدل و انصاف ہی سے آسمان و زمین قائم ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسل و پیغمبر اسی لیے بھیجے ہیں کہ لوگوں کو قسط و عدل کی تلقین کریں۔ اور اپنی کتابیں بھی اسی لیے اتاری ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عند اللہ ظلم اکبر الکبائر ہے۔ اور گناہ کی عظمت کے مدارج باعتبارِ ظلم اور مفاسد کے مدارج کے ہے جس درجہ کے مفاسد اسی درجہ کا ظلم ہوگا۔

اگر ایک آدمی اپنے پیغمبر و بے گناہ بچہ کو قتل کر دیتا ہے۔ حالانکہ اللہ نے انسانی حیات اور طبیعت کچھ ایسی بنائی ہے کہ وہ بچہ سے محبت کرے۔ بچہ پر رحم و شفقت کرے۔ اور پھر ماں باپ کو تو خاص طور پر محبت و شفقت کا حصہ زیادہ دیا گیا ہے۔ پھر بھی وہ صرف اُسے اس ڈر سے قتل کر دیتا ہے کہ اس کے ساتھ کھائے گا' پئے گا' اور اس کے مال میں شریک ہوگا' تو یہ قبیح ترین اور سخت ترین ظلم ہے۔ اسی طرح ماں باپ کو قتل کرنا بھی جو اس کے وجود کا سبب ہیں' اسی درجہ کا ظلم ہے۔ قتل کے مدارج باعتبار اس کی قباحت و نتائج کے مختلف ہیں۔ اگر مقتول نیک آدمی تھا۔ دین کی تبلیغ و تلقین کرتا تھا۔ وعظ و نصیحت سے لوگوں کو دین کی راہ بتاتا تھا۔ تو اس کو قتل کرنا زیادہ گناہ ہے۔ مقتول کی ان خصوصیات کے لحاظ سے قتل کے درجات مختلف ہوں گے۔ اور یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن وہ آدمی سخت ترین عذاب کا حقدار ہوگا جو کسی پیغمبر کو قتل کر دے یا نبی اور پیغمبر اسے قتل کر دے۔ اسی کے قریب قریب جرم ہے' امام عادل اور عالم دین کو قتل کرنے کا' جو لوگوں کو قسط و عدل کی تلقین کرتا ہے۔ احکام الٰہی کی پابندی کی لوگوں کو تعلیم دیتا ہے۔ وعظ و نصیحت سے لوگوں کو دین پر چلنے کی ہدایت کرتا ہے۔ مذکورہ امور کی حیثیت قلت و کثرت کے لحاظ سے اور قباحت کے جرم کے لحاظ سے مختلف ہو گی اور اسی حیثیت کے مطابق مدارج ہوں

گے۔

حق سبحانہ وتعالٰی نے کسی مؤمن کو عمداً قتل کرنے کی سزا خلود فی النار' دائمی جہنم' خدائے حیاء کا غضب اس کی لعنت' اور عذاب عظیم قرار دیا ہے۔ یہ سزا مؤمن کو عمداً' قصداً' اور بالارادہ قتل کرنے کی ہے بشرطیکہ کوئی مانع پیش نہ آئے۔

قاتل کی توبہ:

یہ امر بھی مسلم ہے اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ کسی مسلمان کو عمداً' قصداً' اور بالارادہ قتل کرنے کے بعد قاتل اسلام قبول کر لے تو اسلام اس سزا کو روک دیتا ہے۔ یہ سزا اس پر نافذ نہیں ہو گی۔ لیکن بحث طلب مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو عمداً' قصداً اور بالارادہ قتل کر دے تو اس کی توبہ قبول ہو گی یا نہیں؟ اور اس سزا سے وہ بچ جائے گا یا نہیں؟ اس بارے میں علماء سلف وخلف کے دو قول ہیں۔ امام احمدؒ سے بھی یہی دو قول مروی ہیں۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہو گی۔ توبہ سے سزا دور نہیں ہو سکتی۔ وہ یہ دلیل پیش کر رہے ہیں کہ یہ آدمی کا حق ہے اور یہ دنیا میں اپنا حق وصول نہیں کر سکا۔ اور قاتل اس کا حق دنیا میں اسے ادا نہیں کر سکا۔ اور مقتول اپنا حق قاتل سے وصول کیے بغیر رخصت ہوا ہے۔ اس لیے لازمی امر ہے کہ یہ حق یوم عدل میں وصول کیا جائے اور ادا کیا جائے۔

یہ لوگ کہتے ہیں مقتول کے ورثا جو حق وصول کرتے ہیں وہ ان کا اپنا حق ہے۔ وہ چاہیں وصول کریں یا چاہیں معاف کر دیں انہیں اختیار ہے۔ اگر ورثا اپنا حق وصول کرتے ہیں تو مقتول کو کیا نفع پہنچتا ہے؟ اگر ورثا نے اپنے حقوق وصول کر لئے تو مظلوم مقتول پر جو مظالم توڑے گئے ہیں اس کا کیا تدارک ہوا؟

مسند کے دو قولوں میں سے یہی قول زیادہ صحیح ہے کہ ورثا کے اپنے حقوق وصول کر لینے سے مقتول کا حق ساقط نہیں ہو گا۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ وغیرہ کے اصحاب کی بھی اس بارے میں یہی دلیل ہے۔

ایک گروہ کا یہ قول ہے کہ توبہ' استغفار' اور ورثا کے حقوق وصول کر لینے سے مقتول کا حق ساقط ہو جائے گا کیونکہ توبہ کرنے سے ما قبل کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ نیز قاتل پر جب حد شرعی قائم کر دی گئی تو گناہ اور جرم کا بدلہ اس سے وصول کر لیا گیا۔

نیز یہ گروہ کہتا ہے کہ جب کفر' شرک' سحر جیسے بڑے بڑے گناہ توبہ سے محو ہو جاتے ہیں تو پھر قتل تو اس سے کم درجہ کا گناہ ہے' یہ کیوں معاف نہیں ہوگا' کیوں توبہ سے قتل کے اثرات محو نہیں ہو سکتے؟ اللہ تعالیٰ نے تو ان کافروں کی بھی توبہ قبول کر لی ہے جنہوں نے اللہ کے مخصوص دوستوں کو قتل کیا تھا۔ اور نہ صرف ان کی توبہ قبول کی ہے بلکہ ان کو اپنے پسندیدہ بندوں میں شامل کر لیا ہے۔ اور ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ کے خاص دوستوں کو آگ میں جلایا اور دین کے معاملہ میں ان کو بڑی بڑی مصیبتوں میں مبتلا کیا۔ اللہ نے ان کو دعوت دی کہ تم توبہ کر لو۔ نیز قرآن حکیم کے اندر اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۝﴾ (زمر: ۳۹/۵۳)

''اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ' بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے''

اس آیت کا حکم عام ہے۔ توبہ کے اندر کفر' اور کفر سے کم درجہ کے تمام گناہ آ جاتے ہیں۔ بندہ توبہ کر لے تو یہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

نیز یہ لوگ کہتے ہیں: جب بندہ توبہ کر لیتا ہے اور گناہوں سے اپنی مغفرت مانگ لیتا ہے تو اسے گناہوں کی سزا کس طرح دی جا سکتی ہے؟ توبہ کے بعد سزا دینا شریعت الٰہی اور اصول جزا و سزا کے قطعاً منافی ہے۔

نیز یہ لوگ کہتے ہیں: قاتل جب توبہ کرتا ہے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ قاتل نے اپنی جان مقتول کے حوالہ کر دی۔ لیکن چونکہ مقتول مر چکا ہے اس لیے اس کے حوالہ کرنا غیر ممکن ہے اس لیے شارع نے مقتول کے ورثا کو اس کا قائم مقام کر دیا۔ جب اس نے مقتول کے ورثا کے حوالے اپنی جان کر دی تو گویا مقتول ہی کے حوالے کر دی۔ جس طرح مرنے والے کا مال اس کے ورثا کو دے دیا گیا تو وہ ادا ہو جاتا ہے۔ وارث کو دے دینے کے معنی یہی ہیں کہ مورث کو دے دیا گیا۔

تحقیقی فیصلہ:

اصل مسئلہ کی پوری پوری تحقیق و وضاحت یہ ہے کہ قتل کے ساتھ تین قسم کے حقوق وابستہ

ہوتے ہیں۔ (۱) حق اللہ (۲) حق مقتول (۳) حق ولی' اگر کوئی قاتل برضا ورغبت اپنے اختیار سے اپنی جان مقتول کے حوالے کر دیتا ہے اور اپنے اس فعل پر نادم اور پشیمان ہے۔ خوف الٰہی سے اس کا دل لرزاٹھا ہے۔ اور توبہ نصوح کر رہا ہے تو یقین ہے کہ توبہ سے حق اللہ معاف ہو جائے گا اور جب مقتول کا ولی اپنا حق وصول کر لیتا ہے یا اس سے مصالحت کر لیتا ہے یا معاف کر دیتا ہے تو حق ولی بھی معاف ہو جائے گا۔ اب باقی رہا مقتول کا حق تو جب قاتل نے توبہ کر لی' نیکوکار بن گیا' تو قیامت کے دن اللہ اپنی جانب سے مقتول کو معاوضہ دے دے گا اور قاتل و مقتول میں مصالحت کرا دے گا۔ اس طرح کرنے سے نہ تو مقتول کا حق مارا جائے گا نہ توبہ کرنے والے کی توبہ رائیگاں جائے گی۔

ظلم فی المال:

اب رہا مال کا مسئلہ تو اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ اگر کسی دیندار' قرضدار نے مال کے اصل مالک کے مر جانے کے بعد مالک کے وارثوں کو وہ مال ادا کر دیا تو قرضدار آخرت میں اسی طرح قرض سے بری الذمہ ہو جائے گا جس طرح دنیا میں ادائیگی کے بعد بری الذمہ ہو جاتا ہے۔

دوسرا گروہ یہ کہتا ہے نہیں۔ بلکہ جس پر ظلم ہوا ہے جس کا مال لیا ہے' قیامت کے دن اس کا مطالبہ علی حالہ باقی رہے گا۔ اور اس دن وہ اپنی چیز وصول کرے گا۔ ورثاء کے وصول کرنے سے جو ظلم کہ اس پر ہوا ہے اس کا تدارک قطعاً نہیں ہو سکتا۔ مال کا اصل مالک اپنی عمر کی آخری ساعتوں تک قرضدار کی نادہندگی کی وجہ سے اپنے مال سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔ بلکہ مرنے تک وہ اس سے محروم رہا۔ یہ ایسا ظلم ہے کہ اس کا تدارک ہی نہیں ہو سکتا۔ مرنے کے بعد اس کے ورثاء کو دیا گیا تو ورثاء مستفید ہو رہے ہیں مگر اس کی ذات کو کیا فائدہ پہنچا؟

اس گروہ نے اس مسئلہ کی بنیاد اس مسئلہ پر رکھی ہے کہ ایک ملکیت اور مالیت کے مالک متعدد ہیں لیکن اس کی صورت یہ ہو گئی ہے کہ یہ مال ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اور وارث اس کے بہت سے ہیں۔ اس صورت میں مطالبہ کا حق تمام کو ہے۔ کیوں کہ ہر وارث اپنے حصہ کا حقدار ہے۔ قبضہ دار کا فرض تھا کہ وہ ہر ایک کو اس کا حصہ دے دیتا۔ امام مالک اور امام احمد رحمہ اللہ کے شاگردوں کا اس بارے میں یہی مسلک ہے۔

امام ابن تیمیہؒ کا فیصلہ:

میرے استاد شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ان ہر دو گروہ کے مسلک سے الگ ایک دوسرا فیصلہ فرماتے ہیں۔ ایک مورث دوسرے سے مال کا قبضہ لے سکتا تھا۔ مطالبہ کر سکتا تھا۔ پھر بھی اس نے یہ مال وصول نہیں کیا۔ یہاں تک کہ وہ مر گیا تو اس صورت میں آخرت میں ورثاء کو مورث سے مطالبہ کا حق باقی رہے گا۔ جیسا کہ دنیا میں حاصل تھا۔ اور اگر وصول کرنے' مطالبہ کرنے کی اس میں قدرت واستطاعت ہی نہ تھی۔ ظلم وعدوان درمیان میں حائل تھا تو اس صورت میں قیامت کے دن مطالبہ کا حق صرف مورث کو ہوگا۔ اس مسئلہ کی یہ بہترین تفصیل وتوضیح ہے۔ کیونکہ جب ظالم' سب مال کو ہلاک کر دیتا ہے اور مورث کے پاس اس کا حق پہنچنے ہی نہیں دیتا اور اس پر اس کا وصول کرنا دشوار کر دیا تو اس مال کی نوعیت اس غلام کی سی ہوگئی کہ کسی نے اس کے غلام کو قتل کر دیا یا اس گھر کی سی ہوگئی جسے کسی نے جلا دیا۔ یا اس کھانے پینے کی سی ہوگئی جسے کسی نے زبردستی کھا پی لیا۔ ان صورتوں میں درحقیقت مال مورث کے حق میں تلف ہوا ہے نہ کہ وارث کے حق میں۔ اور قیامت میں اس کے مطالبہ کا حق بھی صرف اسی کو ہوگا جس کی ملکیت تلف ہوئی۔ اور ملکیت اس مورث کی ہے نہ اس کے ورثاء کی۔

اب مسئلہ کی شکل یہ ہوگی کہ اگر مال از قسم عقار وزمین ہے یا کوئی ایسی مالیت وملکیت ہے جو اس مورث کے مرنے کے بعد قائم اور باقی ہے۔ تو وہ مورث کے ورثاء کی ملکیت ہے۔ غاصب کا فرض ہے کہ مورث کے ورثاء کو اسی وقت یہ مال واپس کر دے۔ اگر اس نے مورث کے ورثاء کو مال واپس نہ کیا تو قیامت کے دن یہ ورثاء اس مال کے مطالبہ کا حق رکھتے ہیں۔ جس طرح کہ دنیا میں مطالبہ کے حقدار تھے۔ سوال کی یہ صورت اس قدر قوی ہے کہ اس سے مخلصی ناممکن ہے۔ دلیل نہایت قوی ہے۔ ہاں البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس صورت میں مطالبہ کا حق مورث کو بھی ہے اور ورثاء کو بھی' تمام کو مطالبہ کا حق پہنچتا ہے۔ جس طرح کہ کسی غاصب' ظالم نے ایک گروہ کا مشترکہ مال غصب کر لیا تو گروہ کے تمام افراد کو اپنے اپنے حق کے مطالبہ کا حق ہے۔

جس طرح کہ کوئی آدمی کسی ایسے وقف کا متولی بن گیا جو کئی خاندانوں پر وقف کیا گیا ہے اس نے تمام کے حقوق ضائع کر دیے تو قیامت کے دن یہ سب کے سب اس سے مطالبہ کا حق رکھتے ہیں' یہ نہیں کہ کچھ کو مطالبہ کا حق ہوگا اور کچھ کو نہیں۔ واللہ اعلم

فصل : ۷۸

ایک انسان کا قتل تمام بنی نوع انسان کا قتل ہے

انسان کو قتل کرنے کے مفاسد نہایت ہی اہم اور خطرناک ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا ۖ وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ۚ ○﴾ (مائدہ: ۳۲/۵)

''اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے متعلق لکھ دیا تھا کہ جو شخص کسی کو بغیر کسی جان کے عوض اور بغیر زمین میں فساد پھیلانے کے قتل کرے گا۔ تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔ اور جس نے ایک کو مرنے سے بچا لیا اس نے گویا سب انسانوں کو بچالیا۔''

قتل کے اثرات اور مضرتیں چونکہ نہایت ہی خطرناک اور ہمہ گیر ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ تشبیہ دی ہے۔ لیکن بہت سے علماء کو اس آیت کے سمجھنے میں اشکال دامنگیر رہا ہے۔ چنانچہ کہنے لگتے ہیں کہ سو آدمیوں کا قتل کرنا عند اللہ ایک آدمی کے قتل سے کہیں بڑا گناہ ہے۔ پھر اس تشبیہ کے کیا معنی؟ جب یہ اشکال پیش آتا ہے تو اپنے خیال کے مطابق آیت کی تاویل کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں یہ تشبیہ گناہ اور عقوبتِ گناہ کے متعلق ہے۔ ایک آدمی کو قتل کرنے کی سزا اور گناہ وہی ہے جو سارے نوع انسانی کو قتل کرنے کی سزا اور گناہ ہے۔ لیکن قرآن کا سیاق وسباق اس معنی پر دلالت نہیں کرتا۔ ایک چیز کو دوسری چیز سے تشبیہ دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام باتوں میں یہ دونوں چیزیں مساوی ہوں۔ اور تمام احکام میں دونوں چیزیں برابر ہوں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ○﴾

(نازعات: ۴۶/۷۹)

''جس روز لوگ قیامت کو دیکھ لیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ صرف دن کا آخری حصہ لیا اول حصہ ہی دنیا میں رہے ہیں'' اور ارشاد فرماتا ہے۔

﴿ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوٓا إِلَّا سَاعَةً مِّن نَّهَارٍ ۚ ﴾ (احقاف:۴۶/۳۵)

''یہ جس دن اس عذاب کو دیکھ لیں گے جس کا وعدہ دیے جاتے ہیں تو (یہ معلوم ہونے لگے گا) دن کی ایک گھڑی ہی (دنیا میں) ٹھہرے ہیں (اور اب یہاں اللہ کریم کے پاس آگئے ہیں)''

ان آیتوں میں دنیا کی زندگی کی جو مثال اور تشبیہہ دی گئی ہے اس کے یہ معنی قطعاً نہیں کہ لوگ صرف اتنی ہی مقدار (دیر) دنیا میں رہے۔ اس قسم کی مثال وتشبیہہ احادیث کے اندر بھی موجود ہے۔ رسول اللہؐ کا ارشاد ہے:

((مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ۔ وَمَنْ صَلَّى الْفَجْرَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ اللَّيْلَ كُلَّهُ)) ①

''جس نے نماز عشاء جماعت کے ساتھ ادا کی گویا وہ آدھی رات تک نماز پڑھتا رہا۔ اور جس نے نماز فجر جماعت سے ادا کرلی تو گویا وہ تمام رات نماز پڑھتا رہا۔''

یعنی اگر نماز عشاء اور نماز فجر جماعت سے ادا کی گئی تو گویا ساری رات نماز میں گزاری گئی۔ ②

ایک دوسری حدیث میں اس سے بھی زیادہ صراحت ووضاحت موجود ہے۔ رسول اللہؐ کا ارشاد ہے:

((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ۔ وَاَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ فَكَأَنَّمَا صَامَ الدَّهْرَ)) ③

''جس نے رمضان کے روزے رکھے۔ اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھ لئے تو گویا وہ صائم الدہر ہے۔'' اور ایک دوسری حدیث میں مروی ہے۔

((مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فَكَأَنَّمَا قَرَأَ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ)) ④

''جس نے قل ھواللہ احد کی سورۃ پڑھ لی گویا اس نے ایک تہائی قرآن پڑھ لیا۔''

---

① صحیح مسلم۔ کتاب المساجد۔ باب فضل صلاۃ العشاء والصبح فی جماعۃ (حدیث۔۶۵۶)
② سنن ترمذی۔ کتاب الصلاۃ۔ باب ماجاء فی فضل العشاء والفجر فی الجماعۃ (حدیث۔ ۲۲۱)
③ صحیح مسلم۔ کتاب الصیام باب استحباب صوم ستۃ ایام من شوال اتباعا (حدیث۔ ۱۱۶۴)
④ سنن ترمذی۔ کتاب فضائل القرآن۔ باب ماجاء فی سورۃ الاخلاص (حدیث۔ ۲۸۹۶)

یہ اچھی طرح واضح ہے کہ ان اعمال کی انجام دہی کا ثواب اصل مشبہ بہ کے ثواب کے برابر ہے۔ثواب کی مقدار میں مشبہ بہ مساوی نہیں ہو سکتے۔اگر مقدار ثواب میں مشبہ اور مشبہ بہ مساوی ہوں تو عشاء اور فجر کی نماز جس نے جماعت کے ساتھ ادا کر لی اس کے لئے تہجد وغیرہ پڑھنا بالکل بے سود ہے۔خواہ مخواہ اس کی زحمت وتکلیف کیوں گوارا کی جائے؟ تو معلوم ہوا آیت کے وہ معنی نہیں جو یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ایک انسان کو قتل کرنا پوری نوع انسانی کو قتل کرنے کے برابر ہے۔دونوں کا گناہ اور عقوبت برابر ہے۔اصل بات یہ ہے کہ ایمان اللہ کی ایک زبردست نعمت ہے۔لیکن ایمان کے بعد بڑی سے بڑی نعمت کتاب اللہ۔کتاب الرسول کی فہم وادراک ہے۔وذالك فضل الله يوتيه من يشاء

جب آیت کا یہ مطلب نہیں جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس تشبیہہ وتمثیل کے معنی کیا ہیں؟ کس بات میں تشبیہہ وتمثیل دی گئی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس تشبیہہ کی متعدد وجوہ ہیں۔

اول: یہ کہ دونوں کے دونوں اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے نافرمان ہیں۔دونوں کے دونوں اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے حکم کے خلاف اقدام کرنے والے ہیں۔دونوں کے دونوں اللہ کی عقوبت وسزا میں اپنے کو پیش کر رہے ہیں۔دونوں کے دونوں غضب الٰہی' لعنت خداوندی کے حقدار' اور خلود فی النار دائمی جہنم کے مستحق ہیں۔دونوں کیلئے سخت سے سخت عذاب تیار کیا گیا ہے۔

اگر چہ عذاب کے مدارج مختلف اور متفاوت ہیں۔ایک شخص کسی نبی' پیغمبر' یا امام عادل' یا کسی عالم باعمل کو قتل کرتا ہے۔جو لوگوں کو عدل وانصاف' اتباع حق کی تلقین وتبلیغ کرتا ہے تو اس کا گناہ اور جرم اس قدر بھاری اور سخت نہیں ہوگا جیسے وہ کسی عام آدمی کو قتل کرتا تو اس کا گناہ اور جرم ایسا نہ ہوتا۔

دوم: قتل کرنے میں دونوں کے دونوں مساوی ہیں۔دونوں کے دونوں خونِ حرام کے مرتکب ہیں

سوم: دونوں کے دونوں قتل حرام کے مرتکب ہیں دونوں نے بغیر کسی استحقاق کے محض فساد' تحصیل مال کی غرض سے قتل نفس کا اقدام کیا ہے۔اور جس نے اپنی مخصوص غرض کے ماتحت ایک جان کو قتل کرنے کی جرأت کی۔وہ اس غرض کے ماتحت ہر اس شخص کو قتل کرنے کی جرأت کر سکتا ہے جس کے قتل کرنے سے وہ اپنی یہ غرض پوری کر سکے۔اور اس لئے حقیقتاً وہ ساری نوع انسانی کا دشمن ہے۔

چہارم: ایک آدمی کو قتل کرنے والے کو بھی قاتل' ظالم' فاسق' عاصی' مجرم کہا جائے گا۔ اور سارے انسانوں کے قاتل کو بھی انہی اسماء واوصاف سے یاد کیا جائے گا۔

پنجم: ایمان والوں کی شان اللہ تعالیٰ نے ایسی بنائی ہے کہ باہمی مودت' محبت' تراحم' تعاطف۔ صلہ رحمی وغیرہ میں تمام اہل ایمان جسم واحد کی طرح ہیں' کسی ایک عضو کو بھی کوئی شکایت اور تکلیف پہنچتی ہے تو سارا جسم درد محسوس کرتا ہے اور سارا جسم بخار و بے چینی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ① جب کسی قاتل نے اہل ایمان کے اس جسم سے کسی ایک عضو کو کاٹ ڈالا۔ (ایک مؤمن کو قتل کر دیا) گویا اس نے پورے جسم کو تلف کر دیا۔ جسم کے سارے اعضاء کو الم و تکلیف میں مبتلا کر دیا۔ پس جس نے ایک مؤمن کو تکلیف و ایذا پہنچائی اس نے تمام اہل ایمان کو تکلیف و ایذا پہنچائی۔ اور یہ بالکل واضح ہے کہ اہل ایمان کو تکلیف و ایذا پہنچانا پوری نوع انسانی کو تکلیف و ایذا پہنچانے کے مترادف ہے کیونکہ ایمان والوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دنیا سے ظلم وعدو ان کی لعنت کو مٹانا چاہتا ہے۔ نیز رسول اللہﷺ کا ارشاد ہے:

((لَا تُقْتَلُ ظُلْمًا نَفْسٌ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ كِفْلٌ مِنْ دَمِهٖ لِاَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ)) ②

''جب کوئی جان بلا کسی استحقاق کے قتل کر دی جائے تو آدم کے پہلے لڑکے کو جس نے سب سے پہلے یہ جرم کیا تھا' اس قتل کے جرم سے حصہ ملے گا۔ کیونکہ قتل کا طریقہ اسی نے سب سے پہلے جاری کیا''

قتل میں وہ خرابیاں ہیں جو اوپر بیان کی گئی ہیں۔ اور اسی لئے قرآن میں ایک جان کے قتل کو ساری نوع انسانی کو قتل کرنے کے مشابہ قرار دیا ہے۔ قاتل کے لئے جو وعید وارد ہوئی ہے سب سے پہلے زانی۔ سب سے پہلے سارق۔ سب سے پہلے شراب خور کیلئے بھی وارد نہیں ہوئی۔ نیز اولین قاتل کے مقابلہ میں اس قسم کی وعید کا مستحق وہ شخص تھا جس نے سب سے پہلے شرک کی ایجاد کی۔ لیکن ایک آدمی کے شرک کو ساری نوع انسانی کا شرک قرار نہیں دیا گیا۔ حالانکہ سب سے پہلے شرک کرنے والے کے متعلق رسول اللہ نے یہ خبر دی ہے کہ آپ نے

---

① صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب رحمة الناس والبهائم (حدیث۔۶۰۱۱) صحیح مسلم۔ کتاب البر والصلة باب تراحم المومنين (حدیث۔۲۵۸۶) ② صحیح بخاری۔ کتاب احادیث الانبیاء باب خلق آدم وذریته (حدیث۔۳۳۳۵) صحیح مسلم۔ کتاب القسامة۔ باب بیان اسم من سن القتل (حدیث۔ ۱۶۷۷)

عمرو بن لحی خزاعی کو دیکھا کہ اسے جہنم میں سخت سے سخت عذاب دیا جا رہا ہے کیونکہ سب سے پہلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا دین اسی نے تبدیل کیا تھا۔ ① اور اس بارے میں خود اللہ تعالیٰ کا بھی یہ ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَكُونُوٓا۟ أَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهِۦ ۝ ﴾ (بقرہ: ۴۱/۲)

''اور سب سے پہلے تم ہی قرآن کے منکر نہ بنو۔''

یعنی تم پہلے کافر نہ بنو کہ تمہارے بعد والے تمہاری تقلید میں کفر کی راہ اختیار کریں اور ان کفر کرنیوالوں کا گناہ تم پر بھی لادا جائے۔ اور یہی حکم اس شخص کے لئے بھی ہے جو دین کے بارے میں کوئی ایسا برا طریقہ جاری کرے جس کی لوگ بعد میں پیروی کریں۔

قتل کے مفاسد

غرض قتل سخت ترین جرم ہے اور اس کے مفاسد نہایت خطرناک ہیں۔ چنانچہ جامع ترمذی میں سیدنا عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے:

((يَجِيئُ الْمَقْتُولُ بِالْقَاتِلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَاصِيَتُهُ وَرَأْسُهُ بِيَدِهِ۔ وَأَوْدَاجُهُ تَشْخَبُ دَمًا، يَقُولُ : يَارَبِّ سَلْ هٰذَا فِيمَ قَتَلَنِي ؟))

''قیامت کے دن مقتول اپنے قاتل کو اس شان سے اللہ کے حضور میں لائے گا کہ اس کی پیشانی اور سر اس کے ہاتھ میں ہوں گے۔ اور اس کی شہ رگ سے خون کی دھاریں بہہ رہی ہوں گی اور وہ کہے گا (اے پروردگار!) اس سے پوچھ لے اس نے مجھے کیوں قتل کیا ہے؟''

اس موقع پر لوگوں نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے توبہ کا ذکر کیا کہ اگر کسی نے توبہ کر لی تو؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب میں یہ آیت پڑھی:

﴿ وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُۥ جَهَنَّمُ خَٰلِدًا فِيهَا ۝ ﴾

(نساء: ۹۳/۴)

''اور جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کرے۔ تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ جلتا رہے گا۔''

---

① صحیح بخاری۔ کتاب المناقب باب قصة خزاعة (حدیث۔۳۵۲۱) صحیح مسلم۔ کتاب الجنة۔ باب النار یدخلها الجبارون (حدیث۔۲۸۵۶)

اس کے بعد فرمانے لگے: یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی۔ نہ تبدیل ہوئی ہے۔ مؤمن کے قاتل کیلئے توبہ کہاں؟ ① امام ترمذیؒ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں "ھذا حدیث حسن"

نیز صحیح بخاری میں انہی سیدنا ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ فِي فُسْحَةٍ مِنْ دِينِهِ مَالَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا)) ②

"مؤمن اپنے دین کی وجہ سے بڑی وسعت میں ہے جب تک کہ اس نے کوئی حرام خون نہیں بہایا۔"

نیز اسی صحیح بخاری کے اندر سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے' فرماتے ہیں:

((مِنْ وَرْطَاتِ الْأُمُورِ الَّتِي لَا مَخْرَجَ لِمَنْ أَوْقَعَ نَفْسَهُ فِيهَا۔ سَفْكُ الدَّمِ الْحَرَامِ بِغَيْرِ حِلِّهِ)) ③

"وہ بھنور جس میں انسان اپنے آپکو پھنسا کر کبھی اس سے نکل نہیں سکتا۔ یہ ہے کہ بغیر کسی علت کی وجہ سے حرام خون بہادے۔"

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ مرفوع حدیث مروی ہے:

((سِبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوقٌ۔ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ)) ④

"مؤمن کو گالی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے"

---

① سنن ترمذی۔ کتاب تفسیر القرآن۔ باب ومن سورة النساء (حدیث۔۳۰۲۹) سنن نسائی۔ کتاب تحریم الدم۔ باب تعظیم الدم (حدیث۔۴۰۱۰)

② صحیح بخاری۔ کتاب الدیات۔ باب قول اللہ تعالیٰ (ومن یقتل مومنا متعمدا......) (حدیث۔۶۸۶۲)

③ صحیح بخاری۔ کتاب الدیات۔ باب قول اللہ تعالیٰ (ومن یقتل مومنا متعمدا......) (حدیث۔۶۸۶۳)

④ صحیح بخاری۔ کتاب الایمان۔ باب خوف المؤمن من ان یحبط عمله (حدیث۔۴۸) صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب بیان قول النبی ﷺ سباب المسلم فسوق...... (حدیث۔۶۴) صحیحین میں یہ حدیث سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سنن ابن ماجه۔ کتاب الفتن۔ باب سباب المسلم فسوق (حدیث۔۳۹۴۰) وغیرہ میں ہے۔ واللہ اعلم!

نیز انہی دو کتابوں کے اندر مروی ہے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَرْجِعُوا بَعْدِیْ کُفَّارًا یَضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ)) ①

"میرے بعد تم کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔"

صحیح بخاری کے اندر مروی ہے رسول اللہ نے فرمایا:

((مَنْ قَتَلَ مُعَاھِدًا۔ لَمْ یَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ رِیْحَھَا یُوْجَدُ مِنْ مَسِیْرَةِ اَرْبَعِیْنَ عَامًا)) ②

"جس نے کسی معاہدہ کرنے والے کو قتل کیا تو وہ جنت کی بُو تک نہیں پا سکے گا۔ حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے بھی پہنچ جاتی ہے۔"

غور کرو یہ اس آدمی کی سزا ہے جس نے اللہ کے دشمن کو قتل کیا ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ اس سے معاہدہ کیا گیا تھا اور ہم اسے اپنے عہد و ذمہ اور امان میں لے چکے ہیں۔ بتلاؤ پھر کسی مؤمن بندے کو قتل کرنے کا جرم کیا اور کیسا ہوگا!؟

ایک عورت صرف اس لئے جہنم میں ڈال دی جاتی ہے کہ اس نے ایک بلی کو بھوکا پیاسا باندھ رکھا تھا اور وہ بلی اسی حالت میں مرگئی۔ رسول اللہؐ نے اس عورت کو اس حال میں دیکھا کہ بلی اس کا منہ اور سینہ نوچ نوچ کر کھا رہی ہے ③ بتلاؤ اس شخص کا کیا حال ہوگا جو کسی مؤمن کو بلاوجہ مقید و محبوس کر دے اور وہ اسی قید میں مر جائے؟

نیز بعض سنن میں مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

((لَزَوَالُ الدُّنْیَا اَھْوَنُ عَلَی اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ مُؤْمِنٍ بِغَیْرِ حَقٍّ)) ④

"ساری دنیا کا ختم ہو جانا مؤمن کے ناحق خون کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔"

① صحیح بخاری۔ کتاب العلم۔ باب الانصات للعلماء (حدیث۔۱۲۱) صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب بیان معنی قول النبی ﷺ "لاترجعوا العبدی کفارا......" (حدیث۔۶۵)

② صحیح بخاری۔ کتاب الجزیة۔ باب اثم من قتل معاهدا بغیر جرم (حدیث۔۳۱۶۶)

③ صحیح بخاری۔ کتاب المساقاة۔ باب فضل سقی الماء (حدیث۔۲۳۶۴)

④ سنن ترمذی۔ کتاب الدیات۔ باب ما جاء فی تشدید قتل المؤمن (حدیث۔ ۱۳۹۵) سنن نسائی۔ کتاب تحریم الدم۔ باب تعظیم الدم (حدیث۔۳۹۹۱۔۳۹۹۵) سنن ابن ماجه۔ کتاب الدیات۔ باب التغلیظ فی قتل مسلم علماء (حدیث۔ ۲۶۱۹)

فصل : ۷۹

زنا کے مفاسد

نظام عالم کی برہمی، انساب کی بے حرمتی، عظمت وعفت کی بربادی کا موجب ہے

زنا کے مفاسد نہایت خطرناک ہیں۔ اس سے دنیا میں بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ایسی خرابیاں جو مصلحت نظامِ عالم، حفظ انساب، تحفظِ آبرو، صیانت وحرمت اور عفت وعصمت کے سراسر خلاف اور منافی ہیں۔ ہر انسان کی بیوی، بیٹی، بہن ماں کی عصمت خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ اور اس لئے سخت ترین عداوتیں اور بغض وکینہ پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ زنا ان تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ اور ان خرابیوں سے بچنے کی راہ میں زبردست روڑہ ہے۔ اور ظاہر ہے زنا سے دنیا بھر کی خرابیاں وابستہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قتل وخونریزی کے مفاسد کے بعد زنا کے مفاسد کا درجہ ہے۔ اور اسی لئے قتل کے گناہ کے بعد زنا کے گناہ کا درجہ رکھا گیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اللہ کے رسول نے اپنی سنت میں قتل کے ساتھ ہی ساتھ زنا کا ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ تم پہلے پڑھ چکے ہو۔ [1] امام احمد کا قول ہے:

((لَا اَعْلَمُ بَعْدَ قَتْلِ النَّفْسِ شَيْئًا اَعْظَمُ مِنَ الزِّنَا))

"قتل نفس کے بعد زنا سے بڑا گناہ میں کسی گناہ کو نہیں سمجھتا۔"

اور اللہ تعالیٰ زنا کی حرمت وممانعت کی توضیح وتاکید کس قدر وضاحت کے ساتھ پیش فرماتا ہے؟ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ ﴾ (فرقان: ۲۵/۶۸)

"اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو وہ بجز حق کے قتل کرتے ہیں اور نہ ہی وہ زنا کے

---

[1] غالباً یہاں ابن قیم اپنے شیخ ابن تیمیہ کے واقعہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ قلعہ دمشق میں وہ بند کر دیئے گئے تھے حتی کہ اسی میں انہوں نے انتقال کیا۔

مرتکب ہوتے ہیں"

اللہ تعالیٰ اس آیت میں زنا کو شرک اور قتلِ نفس کے ساتھ بیان فرما رہا ہے۔ اس جرم کی سزا اللہ تعالیٰ نے خلود فی النار اور سخت ترین ذلت آمیز عذاب قرار دی ہے اور بندہ جب تک اس سزا کے موجب اور سبب کو توبۂ نصوح اور ایمان اور عملِ صالح سے دفع نہ کر دے اس جرم کی سزا سے رستگاری ممکن نہیں۔ ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰٓ إِنَّهُۥ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيلًا ۝ ﴾

(بنی اسرائیل: ۳۲/۱۷)

"اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ وہ بے حیائی اور بری راہ ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ بیان فرماتا ہے کہ زنا فی نفسہٖ ایک فحش اور قبیح فعل ہے۔ اور ظاہر ہے زنا ایک انتہائی درجہ کی قباحت ہے جس کا قبیح ہونا تمام انسانی عقول میں راسخ ہو چکا ہے یہاں تک کہ بعض جانوروں تک میں اسکی قباحت مسلم ہے۔ جیسا کہ امام بخاری کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے۔ صحیح بخاری کے اندر عمرو بن میمون الاودی بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

((رَأَيْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قِرْدًا زَنَا بِقِرْدَةٍ فَاجْتَمَعَ الْقُرُوْدُ عَلَيْهَا فَرَجَمُوْهُمَا: حَتّٰى مَاتَا)) [1]

"جاہلیت کے زمانے میں میں نے دیکھا تھا ایک بندر نے ایک بندریا کے ساتھ زنا کیا، اس وقت بہت سے بندر جمع ہوئے اور بندر، بندریا دونوں کو انہوں نے پتھر مارے۔ حتی کہ دونوں مر گئے۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت کے اندر زنا کی قباحت بیان فرمانے کے بعد ہی یہ فرمایا:

((وَسَاءَ سَبِيْلًا)) "زنا بہت ہی بری راہ ہے۔"

کیونکہ زنا دنیا میں بھی ہلاکت و تباہی۔ اور قہر و ذلت کی راہ ہے اور آخرت میں بھی عذاب، رسوائی، ذلت، اللہ کی پھٹکار زانی کے لئے لازمی ہے۔

اور چونکہ باپ کی بیوی سے نکاح کرنا حد سے زیادہ قبیح اور مذموم ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر قرآن میں اس کی مذمت فرمائی۔ فرمایا:

﴿ إِنَّهُۥ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَآءَ سَبِيلًا ۝ ﴾ (نساء: ۲۲/۴)

"وہ بے حیائی ہے اور اللہ کی خفگی کی چیز ہے۔ اور بری راہ ہے۔"

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب مناقب الانصار۔ باب القسامة فی الجاهلية (۳۸۴۹)

دوسرے مقام میں بندوں کی فلاح ونجات اللہ تعالیٰ نے شرمگاہوں کی حفاظت کے ساتھ معلق فرمائی ہے۔ اللہ کریم فرماتا ہے:

﴿ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ○ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ○ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ○ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ○ ﴾ (المومنون: ۲۳/۱،۷)

”بلاشبہ وہ ایمان والے کامیاب ہوئے جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔ اور جو بیہودہ باتوں سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ اور جو زکاۃ ادا کرنے والے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ بجز اپنی بیویوں یا لونڈیوں کے یقیناً یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں اور جس نے اس کے سوا کوئی اور راہ اختیار کی وہی لوگ زیادتی کرنے والے (گمراہ) ہیں۔“

یہ آیت تین امور پر مشتمل ہے:

1. جو آدمی شرمگاہ کی حفاظت نہیں کرتا۔ وہ فلاح سے محروم ہے۔
2. وہ آدمی ملومین میں سے ہے۔ ملامت اور پھٹکار اس کے حصہ میں آئی ہے۔
3. وہ آدمی عادین میں سے ہے یعنی زیادتی کرنیوالا۔ غلط کار اور گمراہ ہے۔

پس جو آدمی شرمگاہ کی حفاظت نہیں کرتا۔ وہ اپنے لئے فلاح کا دروازہ بند کر دیتا ہے۔ عدوان و زیادتی کرنیوالوں کی فہرست میں اپنا نام درج کراتا ہے۔ اور اپنے کو ملامت و پھٹکار کے گڑھے میں گرا دیتا ہے۔

غور کرو شہوت کی تکلیف اور اس کی پریشانیوں کے مقابلہ میں یہ تکالیف اور یہ پریشانیاں کس قدر ناقابل برداشت ہیں۔ اور شہوت کی تکالیف کے مقابلہ میں کس قدر آسان ہیں؟

اس آیت کا طرز استدلال ویسا ہی ہے جیسا کہ قرآن حکیم کے اندر کسی دوسرے مقام پر اللہ نے انسان کی ناشکر گذاری کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ انسان بڑا بے صبر اور ناشکر گذار پیدا کیا گیا ہے۔ نہ وہ تکلیف کے موقع پر صبر کرتا ہے نہ خیر و فلاح کے موقع پر شکر۔ جب اسے

خیر اور بھلائی نصیب ہوتی ہے تو مال اور پیسے کی محبت میں مست ہو جاتا ہے۔ بخل اختیار کر لیتا ہے۔ ہاتھ تنگ کر لیتا ہے۔ اور جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور کچھ نقصان ہو جاتا ہے تو جزع و فزع کرنے لگتا ہے۔ گھبرا جاتا ہے اور ہائے وائے کرنے لگتا ہے۔ اور نجات وفلاح پانے والے بندے وہی ہوتے ہیں جو ان باتوں سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ اور ان مذموم اوصاف سے پاک صاف ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسی طرح اسی طرزِ بیان کے ساتھ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نجات وفلاح پانیوالوں کا ذکر کرتا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ○ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ○ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ○ ﴾ (المعارج: ۷۰/۲۹-۳۱)

"اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں اور اپنی باندیوں کے، تو اس صورت میں ان پر کوئی ملامت نہیں۔ ہاں جو لوگ اس کے علاوہ کوئی اور راستہ تلاش کریں تو وہ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا ہے کہ وہ ایمان والوں کو کہہ دیں کہ غیر محرم عورتوں سے وہ اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اپنی شرمگاہوں کی پوری پوری حفاظت کریں۔ اور انھیں سمجھا دیں کہ اللہ تعالیٰ انکے اعمال وکردار کو دیکھ رہا ہے اور ان کی ہر ہر چیز سے باخبر ہے۔

﴿ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِى الصُّدُوْرُ ○ ﴾ (الغافر: ۴۰/۱۹)

"اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والی آنکھوں کو اور سینوں کی پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہے۔"

نظر کی حفاظت:

چونکہ ہمہ قسم کی بدعملیوں اور بدکرداریوں کی ابتداء نگاہ سے ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ نے شرمگاہ کی حفاظت سے پہلے آنکھ کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔ دنیا کے تمام حوادث واقعات کا مبداء نگاہ ہے۔ جس طرح کہ بڑی سے بری آگ کا مبدا ایک ننھی سی چنگاری ہوتی ہے، چنانچہ غور کرو۔ شہوت سب سے پہلے آنکھ کو مجروح کرتی ہے۔ اس کے بعد دل کی طرف رخ کرتی ہے اور دل میں خطرات جگہ بناتے ہیں۔ پھر انسان کے قدم کی طرف رخ کرتی ہے۔ اور وہ گناہ کی

طرف اقدام کرنے لگتا ہے۔ اس کے بعد گناہ سرزد ہوتا ہے۔ اور اسی بنا پر بعض بزرگوں نے کہا ہے:

((مَنْ حَفِظَ هٰذِهِ الْاَرْبَعَةَ' اَحْرَزَ دِيْنَهٗ۔ اَللَّحْظَاتُ۔ وَالْخَطَرَاتُ۔ وَاللَّفَظَاتُ وَالْخُطُوَاتُ))

"جس نے ان چار چیزوں کی حفاظت کر لی اس نے اپنا دین محفوظ کر لیا۔

❶ اللحظات یعنی نگاہ ❷ خطرات (خیالات) ❸ الفاظ ❹ اور قدم۔"

پس بندے کا فرض ہے کہ وہ ان چار دروازوں کی پوری پوری حفاظت کرے۔ ان مورچوں کی پوری پوری مستعدی کے ساتھ نگرانی کرے۔ کیونکہ ان کا دشمن انہی کمین گاہوں اور انہی مورچوں سے اندر داخل ہوتا ہے۔ اور اس کی آبادیوں کو تاراج اور تباہ و برباد کرتا ہے۔

فصل : ۸۰

گناہ کا پہلا راستہ

معاصی اور گناہ اکثر وبیشتر انہی چار راستوں سے آتے ہیں جو اوپر بیان کئے گئے ہیں' ہم ان میں سے ہر ایک کو ایک جداگانہ فصل میں پیش کرتے ہیں۔

لحظات۔ یعنی نظر و نگاہ تمام برائیوں کا پیش خیمہ ہے۔ نظر و نگاہ کی حفاظت عین شرمگاہ کی حفاظت ہے۔ جو آدمی نگاہ کو آزاد و بے لگام کر دیتا ہے۔ نگاہ اسے تباہی وہلاکت کے گڑھے میں لے جا کر ڈال دیتی ہے۔ چنانچہ رسولؐ اللہ کا ارشاد ہے:

((یَاعَلِیُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ۔ فَاِنَّمَا لَكَ الْاُوْلٰی وَلَیْسَتْ لَكَ الْاُخْرٰی)) ①

"اے علی! کسی پر اچانک نظر پڑ جائے تو پھر دوبارہ اور نگاہ نہ ڈال۔ پہلی نظر تو تمہارے لئے معاف ہو سکتی ہے لیکن دوسری نگاہ معاف نہیں ہو سکتی۔"

اور مسند میں رسولؐ اللہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا:

((اَلنَّظْرَةُ سَهْمٌ مَسْمُوْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِیْسَ)) ②

"نگاہ ابلیس کے زہر میں بجھا ہوا تیر ہے"

جو آدمی محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی خاطر کسی عورت یا مرد کے محاسن اور خوبصورتی سے آنکھیں پھیر لیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو عبادت کی حلاوت اور شیرینی سے بھر دیتا ہے۔ اور یہ ایک حدیث کے معنی ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا: ((غُضُّوْا اَبْصَارَکُمْ۔ وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَکُمْ)) ③ "اپنی آنکھیں نیچی رکھو اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔"

---

① مسند احمد (۵/ ۳۵۱) سنن ابی داود۔ کتاب النکاح۔ باب فی ما یؤمر به من غض البصر (حدیث۔ ۲۱۴۹) سنن ترمذی۔ کتاب الادب۔ باب ماجاء فی نظرة الفجاة (حدیث۔ ۲۷۷۷) ② مستدرك حاکم (۴/ ۳۱۴،۳۱۳) مسند الشهاب (۲۹۲) بهذا اللفظ اسناده ضعیف۔ عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطی ضعیف راوی ہے۔ مسند احمد (۵/ ۲۶۴) المعجم الکبیر للطبرانی (۷۸۴۲) عن ابی امامة ﷺ بالفاظ مختلف۔ اسناده ضعیف۔ اس کی سند علی بن یزید الھانی ضعیف راوی ہے۔ ③ مسند احمد (۵/ ۳۲۳) صحیح ابن حبان (۲۷۱) مستدرك حاکم (۴/ ۳۵۸) وللحدیث شواهد

نیز آپ نے ایک مرتبہ فرمایا:

((اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ عَلَی الطُّرُقَاتِ))

''راستوں پر بیٹھنے سے بچو۔''

صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہماری مجلسیں ہوا کرتی ہیں۔ راستوں پر بیٹھے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔

((فَاِنْ کُنْتُمْ لَابُدَّ فَاعِلِیْنَ فَاعْطُوا الطَّرِیْقَ حَقَّهٗ))

''اگر تمہیں ایسا کرنا ضروری ہی ہو تو پھر راستے کے حقوق ادا کیا کرو''

صحابہؓ نے عرض کیا: راستہ کے حقوق کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((غَضُّ الْبَصَرِ، وَکَفُّ الْاَذٰی، وَرَدُّ السَّلَامِ)) ①

''آنکھ پست رکھنا (یعنی نگاہیں نیچی رکھیں) ایذا رسانی سے بچنا، اور سلام کا جواب دینا۔''

حوادث اور مصائب وآلام جو عموماً انسان کو پیش آتے ہیں انکی اصل جڑ نظر ونگاہ ہے۔ نظر ونگاہ خطرات قلب کا موجب ہوتی ہے جس سے ارادہ وقوع میں آتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ ارادہ میں پختگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور بالآخر ارادہ عزیمتِ جازمہ بن جاتا ہے۔ اس کے بعد فعل کا عملی شکل میں وقوع پذیر ہونا لابدی ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی چیز مانع نہیں ہے تو فعل عملی صورت اختیار کر کے ہی رہتا ہے اور اسی بنا پر کسی صاحب بصیرت نے فرمایا ہے:

((اَلصَّبْرُ عَلٰی غَضِّ الْبَصَرِ یَسَرٌ مِنَ الصَّبْرِ عَلٰی اَلَمِ مَا بَعْدَهٗ))

''آنکھ بند کرنے کی تکلیف پر صبر کر لینا۔ اس تکلیف پر صبر کرنے سے بہت آسان ہے جو کچھ کرنے کے بعد ہوتی ہے۔''

اسی بنا پر کسی شاعر نے کہا ہے:

کُلُّ الْحَوَادِثِ مَبْدَاُهَا مِنَ النَّظَرِ وَمُعْظَمُ النَّارِ مِنْ مُسْتَصْغَرِ الشَّرَرِ

''تمام حوادث کا مبدا نظر ہے اور بڑی آگ چھوٹی چنگاری سے ہی لگتی ہے''

کَمْ نَظْرَةٍ بَلَغَتْ مِنْ قَلْبِ صَاحِبِهَا کَمَبْلَغِ السَّهْمِ بَیْنَ الْقَوْسِ وَالْوَتَرِ

''کتنی نگاہیں نظر کرنے والے کے قلب میں اسطرح بیٹھ جاتی ہے جس طرح کمان

---

① صحیح بخاری۔ کتاب المظالم۔ باب اغنیة الدور والجلوس فیها (حدیث۔۲۴۶۵) صحیح مسلم۔ کتاب اللباس۔ باب النهی الجلوس فی الطرقات (حدیث۔ ۲۱۲۱)

اور چلہ میں تیر بیٹھ جاتا ہے۔"

وَالْعَبْدُ مَا دَامَ ذَا طَرَفٍ يُقَلِّبُهُ فِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ مَوْقُوْفٌ عَلَى الْخَطَرِ

"آدمی آنکھیں ادھر ادھر مارتا رہتا ہے لوگوں کی آنکھوں میں اور خطرہ کے قریب ہوتا ہے"

يَسُرُّ مُقْلَتَهٗ مَاضَرَّ مُهْجَتَهٗ لَامَرْحَبًا بِسُرُوْرٍ عَادَ بِالضَّرَرِ

"آنکھوں کو وہ خوش کرتا ہے جس سے دل کو ضرر پہنچتا ہے۔ اس مسرّت کو مرحبا نہیں کہا جا سکتا جو ضرر کو لے آئے"

نظر و نگاہ کی آفتوں اور مصیبتوں میں سے یہ کتنی بڑی آفت اور مصیبت ہے کہ انسان حسرتوں، آنسوؤں اور سوز دروں کا شکار بن جائے؟ جس سے اس کے سامنے ایسی ایسی مصیبتیں آ کھڑی ہو جاتی ہیں کہ اس کی قدرت و استطاعت سے باہر ہوتی ہیں، جن پر اسے صبر کرنا بھی دشوار ہو جاتا ہے۔

غور کرو! یہ کتنا بڑا عذاب ہے کہ ایسی مصیبت تمہارے سامنے آ کھڑی ہو جس پر تمہیں صبر کرنا بھی دشوار ہو۔ بلکہ بسا اوقات یہ مصیبت اتنی بڑی ہوتی ہے کہ اس سے کم درجہ کی مصیبت بھی قابل برداشت نہیں ہوتی۔ انسانی طاقت سے بھی باہر ہوتی ہے۔ چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے:

وَكُنْتَ مَتٰى اَرْسَلْتَ طَرْفَكَ رَائِدًا لِقَلْبِكَ يَوْمًا اَتْعَبَتْكَ الْمَنَاظِرُ

"جب تم نے اپنے قلب کے قاصد کو آزاد چھوڑ دیا تو ایک دن اس کے مناظر تمہیں تھکا دینگے"

رَاَيْتَ الَّذِيْ لَاكُلُّهٗ اَنْتَ قَادِرٌ عَلَيْهِ وَلَا عَنْ بَعْضِهٖ اَنْتَ صَابِرُ

"تم ایسی چیزیں دیکھو گے جو تمہاری قدرت سے باہر ہونگی بلکہ تمہیں اس سے کم پر بھی صبر مشکل ہو جائے گا۔"

شاعر کا قول ہے کہ "لَاكُلُّهٗ اَنْتَ قَادِرٌ علیہ" (توکل پر قادر نہیں ہوگا) یہ کل پر قدرت کی نفی کرتا ہے۔ اور کل کی نفی اسی وقت ممکن ہے جب کہ کل کے ہر ہر فرد سے قدرت کی نفی ہو۔

آہ! کتنے ہی آزاد نگاہ انسان اپنی نگاہ بازیوں سے ہلاک ہو کر رہ گئے۔ نگاہ بازیوں کی

زنجیروں میں ایسے کس دیئے گئے کہ انہی زنجیروں میں تڑپ تڑپ کر وہ مر گئے۔ چنانچہ کسی شاعر کا قول ہے:

يَا نَاظِرُ مَا أَقْلَعَتْ لَحَظَاتُهُ حَتّٰى تَشَحَّطَ بَيْنَهُنَّ قَتِيْلَا

''اے نظر باز! تیری نظر بازی اس وقت تک دور نہیں ہو گی جب تک کہ تو اپنی نظر بازیوں میں تڑپ تڑپ کر مر نہیں جائے گا۔''

اور اس بارے میں میرے بھی کچھ اشعار ہیں:

مَلَّ السَّلَامَةُ فَاغْتَدَتْ لَحَظَاتُهُ وَقْفًا عَلَى طَلَلٍ يَظُنُّ جَمِيْلَا

''سلامتی خطرے میں پڑ جاتی ہے اس کی نظریں ایسے ٹیلہ پر ہوتی ہیں جس کو وہ حسین سمجھتا ہے''

مَا زَالَ تَتَبَّعُ إِثْرَهٗ لَحَظَاتُهُ حَتّٰى تَشَحَّطَ بَيْنَهُنَّ قَتِيْلَا

''وہ اپنی نگاہ کی اتباع کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ مقتول ہو کر گر پڑتا ہے۔''

یہ کیسی عجیب بات ہے کہ نگاہ کا تیر منظور تک یعنی جس کی طرف دیکھتا ہے نہیں پہنچتا بلکہ خود نظر کرنے والے کے قلب کو نشانہ بناتا ہے۔ چنانچہ میرے قصیدے کے یہ دو شعر ہیں۔

يَا رَامِيًا بِسِهَامِ اللَّحْظِ مُجْتَهِدًا
أَنْتَ الْقَتِيْلُ بِمَا تَرْمِي فَلَا تُصِبِ

''اے نظر کے تیر قوت سے چلانے والے! تُو خود اپنے ہی تیر سے مارا جائے گا تُو صحیح عمل نہیں کر رہا ہے''

وَيَا بَاعِثَ الطَّرْفِ يَرْتَادُ الشَّفَاءَ لَهٗ
احْبِسْ رَسُوْلَكَ لَا يَأْتِيْكَ بِالْعَطَبِ

''اور اے نظر کو شفاء کے لئے بھیجنے والے! اپنے قاصد کو روک تا کہ تیرے لئے مصیبت نہ آئے''

اور پھر اس سے عجیب تر بات یہ ہے کہ نظر گناہ انسان کے قلب کو اس طرح مجروح کر دیتی کہ زخم پر زخم۔ اور چرکوں پر چرکے لگتے ہی چلے آتے ہیں۔ لیکن ان زخموں اور چرکوں کی تکلیف کچھ ایسی میٹھی ہوتی ہے کہ ان زخموں کو دور کرنے کی خواہش تک انسان کے اندر پیدا نہیں ہوتی اور اس بارے میں بھی میرے کچھ شعر ہیں:

مَا زِلْتَ تُتْبِعُ نَظْرَةً فِی نَظْرَةٍ
فِی اِثْرِ کُلِّ مَلِیحَةٍ وَمَلِیحٍ

''تو ہر ملیحہ عورت اور ہر ملیح مرد پر نظر پر نظر ڈالتا چلا جارہا ہے۔''

وَتَظُنُّ ذَاكَ دَوَاءَ جُرْحِكَ
وَهُوَ فِی التَّحْقِیقِ تَجْرِیحٌ عَلَی تَجْرِیحٍ

''خود تو نے ہی نگاہوں اور رونے سے اپنے کو ذبح کیا ہے تیرے قلب کو خود تو نے ہی ذبح کیا ہے۔'' اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ نظر و گناہ کو روک لینا۔ مسلسل اور دوامی حسرتوں اور تکلیفوں کے مقابلہ میں بہت سہل اور آسان ہے۔

فصل : ۸۱

عزیمتیں اور قلبی خیالات

خطراتِ قلب کا معاملہ بڑا ہی سخت اور نازک ہے۔ ہر قسم کے خیر وشر کا مبداء خطراتِ قلب ہیں۔ انسان کے اندر ارادے، ہمتیں، عزیمتیں، خطرات ہی کے ذریعہ پیدا ہوتی ہیں۔ جو شخص خطرات قلب کی رعائت اور صحیح پاسبانی کرے تو وہ اپنے نفس کے اختیارات کا مالک بن جاتا ہے۔ اپنی خواہشات پر پورا پورا قابو پالیتا ہے۔ اور جس پر خطرات غالب آ جاتے ہیں اس پر خواہشات اور نفس پوری قوت سے غلبہ پالیتے ہیں اور جب کوئی شخص خطرات سے مغلوب ہو جاتا ہے تو خطرات اسے جبراً قہراً ہلاکتوں اور تباہیوں کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں۔ کیوں کہ خطرات کی جائے ورود قلب ہے۔ اور قلب پر جب متواتر اور پے درپے خطرات کا ورود ہوتا ہے تو وہ باطل تمناؤں اور غلط آرزوؤں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اور یہ باطل تمنائیں اور غلط آرزوئیں ایسی ہوتی ہیں جیسے کوئی پیاسا انسان کسی چٹیل میدان کو پانی کا سمندر سمجھ کر دوڑ پڑتا ہے:

﴿ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهَ عِنْدَهُ فَوَفَّاهُ حِسَابَهُ ۗ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ ﴾

(النور: ۳۹/۲۴)

"(کفار کے اعمال) اس چمکتی ہوئی ریت کی مثل ہیں جو چٹیل میدان میں ہو جسے پیاسا شخص دور سے پانی سمجھتا ہے لیکن جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا، ہاں اللہ کو اپنے پاس پاتا ہے جو اس کا حساب پورا پورا چکا دیتا ہے اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے"

وہ آدمی نہایت ہی کم ہمت اور ذلیل النفس ہے جو حقائق کے مقابلہ میں غلط تمناؤں اور جھوٹی آرزوؤں پر قناعت کر بیٹھے۔ وہ اپنی تمناؤں اور آرزوؤں سے اپنے آپ کو مزین اور

آراستہ کرتا ہے۔ قسم اللہ کی! یہ غلط تمنائیں' جھوٹی آرزوئیں' مفلسوں اور کنگالوں کا سرمایہ اور غلط کارسودے بازوں کا راس المال ہیں۔ یہ تمنائیں اور آرزوئیں ان ناکارہ انسانوں کی طاقت ہے جو صرف خیالات کی دنیا میں بستے ہیں اور حقائق کی غلط امیدیں باندھتے ہیں۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

أَمَانِيُّ مِنْ سُعْدَى رَوَاءٌ عَلَى الظَّمَا
سَقَتْنَا بِهَا سُعْدَى عَلَى ظَمَاء بَرْدًا

''سعدی سے میری تمنا پیاسے کی سیرابی تھی سعدی نے پیاس پر اولے دیئے''

مُنًى إِنْ تَكُنْ حَقًّاتَكُنْ أَحْسَنَ الْمُنَى
وَإِلَّا فَقَدْ عِشْنَا بِهَا زَمَنًا رَغَدًا

''تمنائیں اگر صحیح ہوتیں تو بہترین تمنائیں ہوتیں ورنہ ہم اس کے ساتھ مدتوں خوش رہے ہیں۔''

یہ غلط تمنائیں اور آرزوئیں انسان کے حق میں جس قدر مضر ہیں دوسری کوئی چیز اس قدر مضر نہیں۔ ان کی پیداوار محض عجز و کسل اور بے ہمتی اور کاہلی سے ہوتی ہے۔ اور پھر اس سے ہر قسم کی کوتاہیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور سب کچھ ضائع ہو جاتا ہے اور پھر سوائے حسرتوں اور ندامتوں کے اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ سمجھ لو کہ یہ حرمان نصیبیاں انکی قسمت میں مقدر ہو چکی ہیں۔ جس آدمی کی زندگی صرف تمناؤں اور آرزوؤں سے وابستہ ہے۔ حقیقت تک کبھی اسے رسائی نہیں ہوتی۔ ایسا آدمی جب کبھی حقیقت کا کوئی عکس اور صورت دیکھ پاتا ہے تو اسے بہت بڑی چیز سمجھ لیتا ہے۔ اور اس کی طرف والہانہ دوڑتا ہے اس سے معانقہ کرتا ہے' اور بغل گیر ہوتا ہے۔ اور اس خیالی' وہمی اور فکری صورت کے پالینے پر (کہ جس سے اسے کوئی فائدہ نہیں) قناعت کر لیتا ہے۔ اس کی مثال بعینہ ایسی ہوتی ہے جیسا ایک بھوکا پیاسا آدمی اپنے وہم وخیال میں کھانے پینے کی صورت پالیتا ہے' اور اسی پر قناعت کر لیتا ہے۔ حقیقتاً وہاں نہ کوئی کھانا ہے نہ پینے کی کوئی چیز ہے۔ اسی قسم کی خیالی اور وہمی چیزوں پر مطمئن ہو جانا اور ان پر قناعت کر لینا انتہا درجہ کی خست اور ذلت نفس کی دلیل ہے۔ شرافتِ نفس طہارت نفس علونفس اور بلند نفسی تو یہ ہے کہ انسان ہر بے حقیقت خطرہ کو اپنے سے دور رکھے۔ کبھی گوارا بھی نہ کرے کہ کوئی بے حقیقت خطرہ اس کے قلب پر وارد ہو سکے۔ اور نفس کے قریب پہنچ کر سہارا لے

سکے۔

خطرات کے اسباب چار اصول ہیں

جب خطرات کی حقیقت تم پر واضح ہوگئی تو اب یہ سمجھ لو کہ ہر قسم کے خطرات چار اصولوں کے تحت پیدا ہوتے ہیں:

1. وہ خطرات جن سے انسان اپنا دنیوی مفاد حاصل کرتا ہے۔
2. وہ خطرات جن کے ذریعہ دنیا کی مضرتوں کی مدافعت کی جاتی ہے۔
3. وہ خطرات جن کے ذریعہ آخرت کی مصالح حاصل کی جاتی ہے۔
4. وہ خطرات جن کے ذریعہ آخرت کی مضرتوں کی مدافعت کی جاتی ہے۔

بندے کو چاہئے کہ اپنے تمام خطرات' افکار اور ہموم کو ان چار اصولوں کے اندر محدود و محصور کر لے۔ کسی بندے کے خطرات جب ان چار قسموں میں محدود و محصور ہو جائیں۔ تو چاہئے کہ تا امکان چاروں کو اپنے لئے جمع کر لے اور ہر ایک کو اپنے اختیارات کی حدود میں بند کرے۔ اگر کبھی بے شمار خطرات کا ہجوم ہو جائے مثلاً: ہر چہار قسم کے خطرات اور خطرات کے متعلقات۔ اور متعلقات کے افکار کی کثرت و فراوانی ہو جائے تو چاہئے کہ الاھم فالاھم کا اصول اختیار کر لے۔ جو زیادہ اہم ہوں اور انکے فوت ہونے کا خطرہ ہو انہیں مقدم رکھا جائے۔ اور جو اہم نہ ہوں ان کے فوت ہونیکا خطرہ اور اندیشہ نہ ہو' انہیں مؤخر کر دے۔

اب رہے دوسری قسم کے افکار جو اہم ہیں لیکن فوت ہونیکا اندیشہ نہیں ہے۔ یہ دو قسمیں ایسی ہیں کہ ہر ایک کی شان ایسی ہے کہ اسے مقدم رکھا جائے' اس صورت میں انسان نہایت متردد اور پریشان ہو جایا کرتا ہے۔ کہ کسے اختیار کرے اور کسے مقدم سمجھے؟ اگر اہم کو مقدم رکھتا ہے تو کم درجہ کی چیز فوت ہو جاتی ہے۔ اگر کم درجہ کی چیز کو مقدم رکھتا ہے تو جو اس سے اہم ہے اس سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔ اور یہ مشکل وہاں پیدا ہوتی ہے جہاں ایسی دو چیزیں سامنے آ جاتی ہیں جن کا اجتماع بیک وقت ناممکن ہوتا ہے اور ایک کی تحصیل سے دوسری کا فوت ہونا لازمی ہوتا ہے۔ ایسا اس لئے واقع ہوتا ہے کہ انسان کو پوری عقل و فہم اور کامل بصیرت و معرفت سے کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں سے رفعت و بلندی حاصل کرنیوالا رفعت و بلندی حاصل کر لیتا ہے' نجات و فلاح پانیوالا نجات و فلاح پالیتا ہے اور خسارہ پانیوالا خسارہ

پالیتا ہے۔ اکثر ارباب عقل وبصیرت کو تم ایسا پاؤ گے کہ وہ غیر اہم امر کو جس کے فوت ہو نیکا اندیشہ نہیں۔ اہم امر سے جس کے فوت ہو نیکا اندیشہ ہے مؤخر کر دیتے ہیں۔ اور یہ ایک مانا ہوا کلیہ ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ البتہ اس کلیہ پر کوئی زیادہ عمل کرتا ہے کوئی کم۔ اور اس کلیہ کی اصل وہ قاعدہ کلیہ ہے جس پر شرع وقدر کا دارومدار ہے اور جس کی طرف تخلیق وامر کی رجعت ہوتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بڑی اور اعلیٰ مصلحت کو چھوٹی کے مقابلے میں زیادہ ترجیح دی جائے بڑی خرابی کی مدافعت کے لئے چھوٹی خرابی اختیار کر لی جائے۔ بڑی مصلحت کی تحصیل کیلئے چھوٹی مصلحت کو ترک کر دیا جائے' بڑے مفسدے کی مدافعت کے لئے چھوٹا مفسدہ اختیار کر لیا جائے' یہ وہ کلیہ ہے کہ کوئی صاحب عقل وبصیرت اس سے متجاوز نہیں ہو سکتا۔ دنیا کی تمام شریعتوں کی بنیاد اسی قاعدہ کلیہ پر ہے۔ دنیا اور آخرت کی کوئی مصلحت اس کلیہ کے بغیر انجام نہیں پاسکتی اور ظاہر ہے کہ سب سے اعلیٰ' اجل اور نافع ترین فکر وغور وہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ اور آخرت کے لئے صرف ہو۔

اللہ تعالیٰ کے لیے غور وفکر کی اقسام

جو فکر اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی ہے اس کی چند قسمیں ہیں:

اوّل: یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی آیتوں پر غور وتدبر کیا جائے۔ آیتوں اور آیتوں کی مراد پوری عقل وبصیرت کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ فہم وادراک سے کام لیا جائے اور حقیقت بھی یہ ہے کہ اللہ نے قرآن اتارا بھی اسی لئے ہے کہ اس پر غور وتدبر کیا جائے' سمجھا جائے محض تلاوت کے لئے نہیں اتارا۔ بلکہ تلاوت بھی اسی لئے لازم کی گئی ہے کہ یہ فہم وادراک کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ بعض سلف صالحین کا قول ہے:

((اُنْزِلَ الْقُرْآنُ لِيُعْمَلَ بِهٖ۔ فَاتَّخِذُوْا تِلَاوَتَهٗ عَمَلًا))

''قرآن اس لئے اتارا گیا ہے کہ اس پر عمل کیا جائے لہٰذا تم عمل کے لئے تلاوت کرو۔''

دوم: یہ کہ اللہ کی مشہود یعنی روز مرہ مشاہدے سے گزرنے والی نشانیوں پر غور وتدبر کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی نشانیوں اور علامتوں پر غور وتدبر کا حکم دیا ہے'

سوچنے سمجھنے کا امر فرمایا ہے۔ اور ان سے غفلت کرنیوالوں کی مذمت فرمائی ہے۔

سوم: اللہ کی بخششوں اور اس کے احسانات پر غور و تدبر کیا جائے' کہ اس نے اپنے بندوں پر کیسے کیسے احسانات وانعامات کئے ہیں؟ اور اس کی مغفرت و رحمت اور حلم و بردباری کس قدر وسیع اور ہمہ گیر ہے؟

غور و تدبر اور فکر و تامل کی یہ تین قسمیں ایسی ہیں جو قلب انسان کو معرفت الٰہی' محبت خداوندی' خوف ورجاء اور امید وبیم سے مالا مال کر دیتی ہیں۔ اور اگر دائمی غور و تدبر کے ساتھ ذکرِ خداوندی کا سلسلہ بھی جاری رکھا جائے تو معرفت اعلیٰ اور محبت خداوندی کے رنگ سے پوری طرح رنگ جاتا ہے۔

چہارم: یہ کہ عیوب نفس' آفات نفس اور عیوب عمل پر غور و تدبر کیا جائے' یہ غور و تدبر نہایت نفع بخش ہے۔ دنیا و آخرت کی بڑی بڑی بھلائیاں اس سے دابستہ ہیں۔ یہ غور و تدبر ہر قسم کی خیر و فلاح کا دروازہ ہے۔ یہ غور و تدبر نفس امارہ کی قوتوں کو پاش پاش کر دیتا ہے۔ اس سے نفس امارہ اس قدر بے بس ہو جاتا ہے کہ برائیوں کے حکم سے اسے رک جانا پڑتا ہے۔ اور جب نفس امارہ ٹوٹ گیا تو پھر نفس مطمئنہ اطمینان وخوش عیشی سے اپنا وقت گزارتا ہے اور ہر طرح خوش عیشی کے ثمرات سے مستفید ہوتا ہے۔ اور حکم وفرما نروائی بھی اسی کی جاری رہتی ہے۔ جب نفس مطمئنہ خوش عیشی سے وقت گذارتا ہے۔ تو قلب بھی زندہ رہتا ہے اور خوشگوار زندگی گزارتا ہے اور اپنی مملکت میں پوری قوت سے حکومت کرتا ہے' ساری مملکت میں صرف اسی کا حکم چلتا ہے۔ نیز قلب کے تمام امرا' حکام اور قلب کا سارا لشکر اس کا مطیع ہوتا ہے۔ اور مملکت کی ساری مصلحتیں اور حکمتیں قلب کی منشا کے مطابق عمل میں لاتے ہیں اور ساری قوتیں اور صلاحیتیں قلب کی مرضیات پر نثار کر دیتے ہیں۔

پنجم: یہ کہ وقت کے واجبات اور ضروریات اور وظیفہ اعمال پر غور و تدبر کیا جائے اور عزم و ہمت کی تمام تر توجہات اپنی چیزوں کی طرف موڑ دی جائیں۔ چنانچہ عارف انسان وقت کا بیٹا ہوتا ہے۔ اگر انسان وقت کی قدر نہیں کرتا اور اسے ضائع کر دیتا ہے تو گئے ہوئے وقت کا وہ کبھی تدارک ہی نہیں کر سکتا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا مقولہ ہے:

((صَحِبْتُ الصُّوفِيَّةَ. فَلَمْ أَسْتَفِدْ مِنْهُمْ سِوَى حَرْفَيْنِ. أَحَدُهُمَا قَوْلُهُمُ الْوَقْتُ سَيْفٌ. فَإِنْ لَمْ تَقْطَعْهُ قَطَعَكَ. وَالْأُخْرَى وَنَفْسُكَ إِنْ شَغَلْتَهَا بِالْحَقِّ. وَإِلَّا شَغَلَتْكَ بِالْبَاطِلِ))

''صوفیا کی محبت سے میں نے دو باتیں حاصل کی ہیں۔ ایک یہ کہ وقت تلوار ہے۔ اگر تم اس سے نہیں کاٹتے تو سامنے والا تمہیں اس سے کاٹے گا۔ دوسری یہ کہ اگر تم اپنے نفس کو حق میں مشغول نہیں کرتے تو وہ تمہیں باطل میں الجھادے گا۔''

حقیقتِ امر یہ ہے کہ اسی وقت کا نام انسان کی عمر ہے۔ نعیم' مقیم جنت کی دائمی زندگی کا اصل مادہ اور مواد بھی وقت ہے۔ اور وقت نہایت تیز رفتار ہے۔ بادلوں سے بھی جلد آتا ہے اور گزر جاتا ہے۔ پس انسان کا وہ وقت جو صرف اللہ کے لئے ہو وہی اس کی زندگی اور اس کی عمر کا حقیقی مواد ہے۔ اس کے سوا دوسرا وقت حیات و زندگی میں محسوب ہی نہیں ہو سکتا۔ اگر چہ انسان کتنی ہی طویل زندگی پالے۔ اس کی یہ زندگی چوپایوں اور جانوروں کی زندگی ہوگی۔ جس انسان کا وقت غفلت' شہوت رانی' باطل تمناؤں اور فاسد آرزوؤں میں بسر ہو رہا ہو اس کا سونا اس کے جاگنے سے بہتر ہے۔ اس کا دنیا میں جینا ہی بے کار ہے۔ اس کے حق میں زندگی سے موت بہتر ہے۔ نماز کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ بندہ نماز پڑھتا ہے تو نماز میں اس کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا وہ سمجھتا ہے حقیقتاً ایک انسان کی عمر وہی ہے جو اللہ کے لئے اور اللہ کے رسول کے لئے بسر ہوئی ہو۔

مذکورہ بالا خطرات و افکار کے سوا جس قدر بھی خطرات و افکار ہیں وہ شیطانی وسواس باطل تمنائیں اور محض فریب ہیں۔ ان خطرات و افکار کا وہی حال ہے جو نشہ میں مست وسوسوں کے مارے ہوئے آدمی کے خطرات قلب اور افکار دماغی کا حال ہوتا ہے۔ اصل حقیقت کا پتہ انہیں اس دن لگے گا جب ان پر حقیقت منکشف ہوگی اور وہ زبان حال سے کہتے ہوں گے:

إِنْ كَانَ مَنْزِلَتِي فِي الْحُبِّ عِنْدَكُمْ
مَا قَدْ لَقِيتُ فَقَدْ ضَيَّعْتُ أَيَّامِي

''اگر محبت میں میرا مقام تمہارے نزدیک اسی قدر ہے جو میں پا رہا ہوں تو میں نے اپنے دن ضائع کئے''

أُمْنِيَّةٌ ظَفِرَتْ نَفْسِي بِهَا زَمَنًا
وَالْيَوْمَ أَحْسِبُهَا أَضْغَاثُ أَحْلَامِ

''میری وہ تمنائیں جنہیں میری جان نے ایک مدت میں حاصل کیا آج وہ مجھے خواب وخیال کی باتیں نظر آ رہی ہیں۔''

خوب سمجھ لینا چاہیے قلبی خطرات فی نفسہ برے نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ برا ہے کہ خواہ مخواہ دعوت دی جائے اور ان سے انس پیدا کیا جائے۔ خواطر کی حیثیت راہ گزر مسافر کی سی ہے۔ اگر اسے منہ نہ لگایا جائے اس سے بات چیت نہ کی جائے تو وہ خود بخود چلتا بنے گا۔ لیکن اگر تم اسے منہ لگاؤ گے تو تمہیں اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے بھالے گا اور تمہیں دھوکہ دے جائے گا۔

جو نفس فارغ، معطل، اور بیکار ہو جاتی ہے۔ خواطر و افکار اس پر بہت بری طرح حملہ کر دیتے ہیں۔ البتہ اس قلب ونفس پر خواطر کا حملہ دشوار ہوتا ہے جو شریف اور آسمانی ہوتے ہیں اور عالم بالا سے رشتہ طمانیت جوڑے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر دو قسم کے نفس پیدا کیے ہیں ❶ نفس امارہ، نفس مطمئنہ۔ یہ دونوں نفس ہمیشہ باہم لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔ کیونکہ جو چیز نفس امارہ کے لیے معمولی ہوتی ہے وہ نفس مطمئنہ کے لیے بھاری ہوتی ہے۔ جس چیز سے نفس امارہ لذت اندوز ہوتا ہے نفس مطمئنہ کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ نفس امارہ کو یہ بہت بھاری اور انتہا درجہ تکلیف دہ ہے کہ انسان صرف اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرے اور اللہ تعالیٰ کو سب سے مقدم سمجھے اور خواہشات کے مقابلہ میں رضائے الٰہی کو ترجیح دے۔ لیکن نفس مطمئنہ کے لیے اس سے بہتر نفع بخش فرحت آگیں کوئی چیز نہیں۔ نفس مطمئنہ کو اسی عمل سے انتہا درجہ تکلیف ہوتی ہے جو غیر اللہ کے لیے کیا جائے۔ یا خواہشات کی پیروی کی جائے، یہ باتیں نفس مطمئنہ کے حق میں سخت مضرت رساں ہیں۔

قلب کی یہ حالت ہے کہ قلب کی داہنی جانب نفس مطمئنہ اور فرشتہ رہتا ہے اور بائیں جانب نفس امارہ اور شیطان رہتا ہے۔ اس فرشتہ اور شیطان میں ہمیشہ جنگ جاری رہتی ہے۔ باطل، فاسد اعمال شیطان اور نفس امارہ سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اور حق اور صالح عمل فرشتے اور مطمئنہ کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔ اور زندگی بھر جانبین کی جنگ جاری رہتی ہے۔ کبھی یہ گروہ غالب رہتا ہے کبھی وہ، لیکن نصرت وظفر مندی صبر واستقامت کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔ جو

شخص صبر کرتا ہے باہم حق کی تلقین کرتا ہے۔ باہم ربط و تعلقات استوار کرتا ہے' اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے ایسے شخص کے لیے فلاح ونجات ضروری ہے اللہ کا حکم کبھی تبدیل نہیں ہوسکتا اس نے صاف صاف فرما دیا ہے انجام کار تقویٰ و پرہیز گاری کے لیے ہے۔ فوز و فلاح متقیوں اور پرہیز گاروں ہی کے لیے ہے۔

انسان کا قلب ایک سادہ بے نقش و نگار لوح ہے۔ خواطر و افکار کے نقوش قلب پر منقش ہوتے ہیں۔ جس قسم کے خواطر و افکار ہوں گے اسی قسم کے نقوش منقش ہوں گے۔ پس کسی عقل مند کے لیے یہ کیونکر سزاوار ہے کہ وہ اس سادہ اور بے نقش لوح کو کذب و غرور' فریب' دھوکہ اور باطل تمناؤں' فاسد آرزوؤں اور سراب نما بے حقیقت نقوش سے سیاہ کرے؟ ان باطل نقوش سے کونسی حکمت' کونسی مصلحت' کونسا علم' کونسی ہدایت قلب میں منقش ہو سکتی ہے؟ اگر انسان چاہتا ہے کہ ان نقوش کے ساتھ علم و حکمت اور رشد و ہدایت کے نقوش قلب پر منقش کرے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ایک سیاہ لوح پر علم نافع کے نقوش لکھ رہا ہے۔ جس سے کوئی فائدہ نہیں۔ قلب اگر خواطر رویہ سے پاک نہیں ہے تو اس میں مفید خواطر' مفید افکار جگہ ہی نہیں پا سکتے۔ پاکیزہ خواطر' مفید افکار تو پاکیزہ صاف ستھری جگہ ہی میں منقش ہو سکتے ہیں جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

اَتَانِی هَوَاهَا قَبلَ اَنْ اَعرِفَ الْهَوٰی
فَصَادَفَ قَلْبًا فَارِغًا وَتَمَکَّنَا

"اس کا عشق میرے پاس اس وقت آیا جب کہ میں عشق کو پہچانتا بھی نہ تھا تو اسے خالی قلب مل گیا جہاں وہ جاگزیں ہو گیا۔"

اور اسی بنا پر اکثر صوفیا نے اپنے سلوک کی عمارت حفظ خواطر پر قائم کی ہے اور کہتے ہیں کہ تا امکان کسی خطرے کو قلب میں داخل نہ ہونے دیا جائے اور قلب کو بالکل فارغ' اور صاف ستھرا رکھا جائے' تا کہ قلب کشف و وجدان اور ظہور حقائق علویہ کے قابل رہے لیکن ان صوفیہ نے اس ایک چیز کی حفاظت کرنے میں بہت سی قیمتی چیزیں ضائع کر دیں۔

صوفیا نے قلب کو اس قدر خالی رکھنے کی کوشش کی کہ کسی ایک خطرے کو بھی جگہ نہ دی گئی۔ لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ جب اس جگہ کو شیطان نے خالی پایا تو دوڑ پڑا۔ اور باطل' فاسد امور کو

ان چیزوں کا جامہ پہنا دیا جن کو یہ لوگ اعلیٰ اور اشرف سمجھتے تھے۔ ان باطل اشیاء کو خیالی' وہمی برتری والی چیزوں کا جامہ پہنا کر ان خواطر و افکار کے عوض میں لا دھرا جو حقیقتاً علم و ہدایت کا مادہ ہے۔ جب قلب ان شریف خواطر و افکار سے خالی رہا تو شیطان دوڑ پڑا اور صاحب قلب کے مناسب حال کوئی مشغلہ تجویز کر لیا۔ اور مشغلہ کے مناسب حال خواطر و افکار کھڑے کر دیئے اور ان میں مشغول کر دیا کہ ایک انسان اگر سفلی خواطر و افکار کی صلاحیت نہیں رکھتا تو اس میں علوی خواطر و افکار کی صلاحیت کہاں ہو گی۔ چنانچہ شیطان نے ایک ارادہ سے اسے الگ کر دیا لیکن تجرید و فراغ کے ارادہ میں مشغول کر دیا کہ بندہ بالکل بیکار ہو کر رہ جائے۔ درحقیقت موجب صلاح و فلاح وہ ارادہ ہے جو اس کے قلب پر اپنی حکومت قائم کر کے اسے عملی زندگی عطاء کرے۔ اور یہ وہی ارادہ ہو سکتا ہے جو اللہ کے دینی' امری مراد کو پورا کر سکے جو اللہ کو محبوب و پسندیدہ ہے اور جس سے اس کی رضاء مندی وابستہ ہے۔ اور وہی ہے جو قلب کو اور قلب کی ساری مصروفیتوں کو معرفت الٰہی اور معرفت الٰہی کی تفصیلات کی طرف موڑ دے۔ اور اللہ کی مخلوق میں خدائے دینی' امری احکام کے نفاذ و اجراء کی طرف اسے متوجہ کر دے۔ اور اس کے لیے سعی عمل کے جذبات پیدا کر دے۔ اس طرح بندہ اپنے آپ کو اللہ تک پہنچانے کی کوشش کرے اور مخلوق میں اللہ کے دینی و امری احکام نافذ کرے۔ لیکن شیطان نے ان کو اس راہ سے بھٹکا دیا اور کہہ دیا تمہیں ان گورکھ دھندوں سے کیا واسطہ؟ اور زہد و تقشف کی راہ کشادہ کر دی' دنیا اور دنیا کے اسباب سے یک لخت الگ کر دیا۔ اور صحیح صراط مستقیم سے ہٹا کر غلط راہ پر لگا دیا۔ اور وہمیات و خیالات کی دنیا میں لے جا کر کھڑا کر دیا۔ اور کہہ دیا لوگو! انسان کا کمال یہی ہے کہ وہ تجرید و فراغ کی بے عملی میں زندگی گزار دے۔ دنیا اور دنیا کے اسباب سے بندے کو کیا واسطہ؟ افسوس' صد افسوس بندے کا کمال تو یہی ہے کہ خواطر وارادات کے ذریعہ بندہ اپنے قلب اور باطن کی صفائی کرے۔ دنیا والوں کی پروا نہ کرتے ہوئے پروردگار عالم کی رضاء مندی حاصل کرنے میں اپنے خواطر و ارادوں کو کام میں لائے۔ ان طریقوں اور راستوں پر غور و تدبر کرنا جو اللہ تک پہنچاتے ہیں۔ پس کامل ترین انسان وہ ہے جس کے خواطر و افکار اور ارادے بے شمار ہوں لیکن وہ صرف پروردگار عالم کی رضاء مندی کے لیے ہوں۔ اور ناقص ترین انسان وہ ہے جس کے خواطر و افکار اور ارادے بے شمار ہوں لیکن وہ حظ نفس اور خواہشات کے لیے

ہوں۔ واللہ المستعان

یہ دیکھو! سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کے خواطر و افکار کس قدر کثیر و وافر ہوتے تھے۔ لیکن وہ محض رضائے الٰہی کے ماتحت ہوتے تھے۔ آپ کے خواطر وافکار اس قدر وافر ہوتے تھے کہ باہم ٹکراتے تھے۔ بعض اوقات یہ خواطر و افکار نماز کی حالت میں آپ پر مستولی ہو جاتے تھے اور آپ نماز ہی کے اندر ان سے کام لیتے تھے۔ اپنی نماز میں وہ مجاہدین کا لشکر ترتیب دیتے تھے [1] اور اس طرح آپ ایک عبادت میں دوسری عبادت کو داخل اور شامل کر لیتے تھے۔ نماز میں جہاد کو داخل کر لیتے تھے۔ نماز بھی ادا ہو رہی ہے اور جہاد بھی ہو رہا ہے۔ اللہ تداخلِ عبادت فی العبادت کی کیا بہترین صورت ہے؟ یہ عزیز و شریف دروازہ اسی کے لیے وا ہوتا ہے جو صادق القول، حاذق القلب ہوتا ہے۔ علم و بصیرت سے آراستہ ہوتا ہے۔ عالی حوصلہ اور بلند ہمت ہوتا ہے۔ وہ ان امور میں اس قدر مہارت رکھتا ہو کہ ایک عبادت میں داخل اور شامل ہونے کے بعد وہ بہت سی عبادتیں اس کے اندر کس طرح داخل کر سکتا ہے اور اس میں کس طرح وہ کامیاب ہو سکتا ہے۔ یہ عبادت و خذاقت محض اللہ کا عطیہ ہے اور بس۔ وذالك فضل الله يوتيه من يشاء

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب العمل فی الصلاۃ۔ باب تفکر الرجل شی فی الصلاۃ تعلیقا فی ترجمہ الباب وصلہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ (۲/ ۳۱۴)

فَصْل : ۸۲

زبان: گناہوں کا پرخطر دروازہ

زبان معاصی اور گناہوں کا پر خطر دروازہ ہے۔ اس کی حفاظت یہی ہے کہ زبان پر پورا پورا قابو رکھا جائے۔ بلا ضرورت ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالا جائے۔ وہی بات زبان سے نکالی جائے جس میں انسان اپنا فائدہ دیکھے۔ جب کوئی شخص بات کرنے کا ارادہ کرے تو پہلے غور کر لے کہ اس سے اس کو فائدہ پہنچے گا یا نقصان؟ اگر اس میں فائدہ نظر نہ آئے تو خاموشی اختیار کر لے اور اگر بات کرنے میں فائدہ نظر آتا ہے تو پھر سوچنا چاہیے کہ یہ بات اور یہ کلمہ زیادہ مفید رہے گا یا کوئی دوسرا کلمہ؟ اگر دوسرا کلمہ زیادہ سود مند ہے تو وہی زبان سے نکالے۔ فائدہ کو کبھی ترک نہیں کرنا چاہیے۔

اگر تم کسی کے قلب وضمیر کا پتہ لگانا چاہتے ہو تو اس کی زبان کی حرکت کو دیکھ لو۔ کوئی چاہے یا نہ چاہے بات دل کا راز کھول دے گی۔

چنانچہ سیدنا یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں:

((اَلْقَلْبُ كَالْقَدْرِ تَغْلِي بِمَا فِيهَا وَأَلْسِنَتُهَا مَغَارِفُهَا)) [1]

”قلب دیگچی کی طرح ہے اس میں جو کچھ ہوتا ہے جوش کھاتا ہے اور زبانیں دلوں کی کفگیر ہیں۔“

جب کوئی شخص گفتگو کرے تو دیکھو اس کی زبان سے وہی بات نکل رہی ہے جو اس کے قلب میں ہوتی ہے، زبان قلب کا کفگیر ہے۔ قلب میں جو بھی شیریں، تلخ، لذیذ، خوشگوار چیز ہوگی کفگیر پر آجائے گی۔ زبان قلب کے ذائقہ کا پتہ دے گی اور اسی طرح پتہ دے گی جس طرح دیگچہ کا ذائقہ زبان سے چکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کے قلب میں جو کچھ ہوتا اس کا ذائقہ تمہیں اس کی زبان سے معلوم ہو جائے گا۔

چنانچہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی ایک مرفوع حدیث کے اندر ہے:

((لَا يَسْتَقِيمُ إِيمَانُ عَبْدٍ حَتّٰى يَسْتَقِيمَ قَلْبُهُ وَلَا يَسْتَقِيمُ قَلْبُهُ حَتّٰى

[1] حلية الاولياء (۱۰/ ۶۳)

یَسْتَقِیمَ لِسَانُهُ)) ①

"جب تک بندے کا قلب درست نہ ہو اس کا ایمان درست نہیں اور جب تک اس کی زبان درست نہ ہو اس کا قلب درست نہیں۔"

رسول اللہ ﷺ سے کسی نے دریافت کیا کہ لوگ زیادہ تر جہنم میں کس چیز کی وجہ سے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا:

((اَلْفَمُ وَالْفَرْجُ)) ② "منہ اور شرمگاہ کی وجہ سے۔"

اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے حسن اور صحیح کہا ہے۔

ایک مرتبہ سیدنا معاذؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! وہ کون سا عمل ہے جس سے بندہ جنت میں داخل ہو اور جہنم سے بچ جائے؟ آپ نے خاص خاص عمومی اور اصولی چیزیں بتلانے کے بعد فرمایا:

((اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِمَلَاكِ ذَالِكَ كُلِّهٖ؟))

"کیا میں تمہیں ان تمام پر حاوی چیز نہ بتلا دوں؟"

سیدنا معاذؓ نے عرض کیا: کیوں نہیں ضرور بتلائیں۔ آپ نے اپنی زبان اپنی انگلیوں سے پکڑ لی اور فرمایا:

((كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا)) "اسے اپنے قابو میں رکھو۔"

سیدنا معاذؓ نے عرض کیا: کیا ہم جو بات کرتے ہیں اس کا بھی مواخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا:

((ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ يَا مَعَاذُ وَهَلْ يُكِبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اَوْ قَالَ عَلٰى مَنَاخِرِهِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ)) ③

"معاذ! تمہاری ماں تم پر روئے لوگ زبان ہی کی وجہ سے تو منہ کے بل جہنم میں پھینکے جاتے ہیں یا فرمایا کہ ناک کے بل۔"

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن اور صحیح کہا ہے۔

یہ کچھ عجیب بات ہے کہ انسان حرام کھانے سے، ظلم و زنا کاری سے، چوری اور شراب

① مسند احمد (۳/ ۱۸) مسند الشهاب (۸۸۷) الصمت لابن ابی الدنيا (۹) ② سنن ترمذی۔ کتاب البر والصلة۔ باب ماجاء فی حسن الخلق (حدیث۔ ۲۰۰۴) سنن ابن ماجه۔ کتاب الزهد۔ باب ذکر الذنوب (حدیث۔۴۲۴۶) ③ سنن ترمذی۔ کتاب الایمان۔ باب ماجاء فی حرمة الصلاة (حدیث۔۲۶۱۶) سنن ابن ماجه۔ کتاب الفتن۔ باب کف اللسان فی الفتنة (حدیث۔ ۳۹۷۳)

خوری سے اپنے آپ کو بچا لیتا ہے غیر محرم عورت پر نگاہ ڈالنے سے با آسانی اپنے آپ کو بچا لیتا ہے اور گناہ سے باز رہتا ہے۔ لیکن افسوس کہ زبان کی حرکت سے اپنے کو نہیں بچا سکتا۔ بسا اوقات تم دیکھو گے کہ ایک دیندار آدمی ہے جو زہد و عبادت میں بلند پایہ رکھتا ہے' اس کی دینداری کا گھر گھر چرچا ہے۔ جس راستہ سے گزرتا ہے لوگ اشارہ کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ تشریف لے جا رہے ہیں۔ ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے ان کو اپنی زبان پر قابو نہیں ہوتا۔ نہایت بے باکی اور لا پروائی سے اس کی زبان سے ایسے الفاظ نکلتے ہیں جس سے اللہ سخت ناراض ہوتا ہے۔ بسا اوقات ایسا لفظ' ایسا کلمہ اس کی زبان سے نکلتا ہے جو اسے اس کے مقام سے اتنی دور پھینک دیتا ہے جس کا فاصلہ مشرق و مغرب کی طرح ہوتا ہے۔ ① بہت سے متورع' پرہیز گار' آدمیوں کو تم دیکھو گے کہ وہ فواحش' فسق و فجور' ظلم و جور سے بہت دور رہتے ہیں لیکن زبان بے سوچے سمجھے نہایت لا پرواہی سے چلتی ہی رہتی ہے۔ زندوں اور مردوں کی غیبت' برائی آبرو ریزی بے دھڑک کی جاتی ہے' کیا کہہ رہا ہے۔ کیا بک رہا ہے؟ اس کی اسے پروا نہیں ہوتی۔ تم اس قسم کی بے پرواہی سے باتیں کرنے کی حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہو تو صحیح مسلم میں سیدنا جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث دیکھ لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((قَالَ رَجُلٌ: وَاللّٰهِ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِفُلَانٍ فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَتَأَلّٰى عَلَيَّ أَنِّيْ لَا أَغْفِرُ بِفُلَانٍ قَدْ غَفَرْتُ لَهُ وَأَحْبَطْتُ عَمَلَكَ)) ②

"کسی آدمی نے کہا: اللہ کی قسم! فلاں آدمی کی اللہ مغفرت نہیں کرے گا۔ اللہ نے فرمایا: یہ اس بات پر قسم کھانے والا کون ہے؟ میں نے اسے بخش دیا۔ اور تیری نیکیاں میں نے نیست و نابود کر دیں۔"

غور کرو عابد' زاہد' پارسا آدمی ہے۔ عبادت و طاعت سے اپنے آپ کو مزین و آراستہ کر رکھا ہے۔ لیکن ایک کلمہ نے اس کے تمام اعمال جلا کر راکھ کر ڈالے۔ یہ روایت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے' اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں:

((تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَوْ بَقَتْ دُنْيَاهُ وَآخِرَتَهُ)) ③

"یہ ایسا کلمہ بول گیا جس نے اس کی دنیا اور آخرت برباد کر دی۔"

---

① صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب حفظ اللسان (حدیث۔ ۶۴۷۷) صحیح مسلم۔ کتاب الزھد۔ باب حفظ اللسان (حدیث۔۲۹۸۸) ② صحیح مسلم۔ کتاب البر والصلۃ۔ باب النھی عن تقنیط الانسان عن رحمۃ اللہ تعالیٰ (حدیث۔ ۲۶۲۱) ③ سنن ابی داود۔ کتاب الادب۔ باب فی النھی عن البھیقی (حدیث۔۴۹۰۱)

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا يَرْفَعُهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ وَاِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا يُهْوٰى بِهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ)) [1]

''بندے کے منہ سے کبھی نہایت بے پروائی سے اللہ کی رضاء مندی کا کلمہ نکل جاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند کر دیتا ہے۔ اور بندے کے منہ سے کبھی نہایت بے پروائی سے اللہ کی خفگی کا کلمہ نکل جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ جہنم میں جھونک دیا جاتا ہے۔'' اور صحیح مسلم کے اندر ہے:

((اَلْعَبْدُ يَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَتَبَيَّنُ مَا فِيهَا يُهْوٰى بِهَا فِي النَّارِ اَبْعَدُ مِمَّا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ)) [2]

''بندے کے منہ سے کبھی ایسا کلمہ نکل جاتا ہے جس کی بدی اس پر ظاہر نہیں ہوتی اور اس کی وجہ سے وہ جہنم کے ایسے گڑھے میں ڈال دیا جاتا ہے جس کی گہرائی مشرق و مغرب کے فاصلے سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔''

ترمذی میں سیدنا بلال بن حارث مزنی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ مَا يَظُنُّ اَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ فَيَكْتُبُ اللّٰهُ لَهُ بِهَا رِضْوَانَهُ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَاهُ وَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ مَا يَظُنُّ اَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ فَيَكْتُبُ اللّٰهُ لَهُ بِهَا سَخَطَهُ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَاهُ)) [3]

''تم میں سے کوئی آدمی جب کبھی ایسی بات بول دیتا ہے جو اللہ کی مرضی کی ہو اور اس کو خود اللہ کی اس رضاء مندی کا گمان تک نہیں ہو کہ اتنی رضاء مندی حاصل ہوگی؛ تو اللہ تعالیٰ اس کو اس وجہ سے قیامت تک کے لیے اس کے حق میں اپنی رضاء مندی لکھ دیتا ہے۔ اور تم میں سے کوئی جب کبھی اللہ کی خفگی و ناراضی کی ایسی بات بول دیتا ہے جس کی اسے خبر نہیں ہوتی کہ وہ کہاں پہنچے گی اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ قیامت

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب حفظ اللسان (حدیث۔۶۴۷۸) [2] صحیح مسلم۔ کتاب الزھد۔ باب حفظ اللسان (حدیث۔ ۵۰/ ۲۹۸۸) [3] سنن ترمذی۔ کتاب الزھد۔ باب (۱۲) ما جاء فی قلة الکلام (حدیث۔۲۳۱۹) سنن ابن ماجه۔ کتاب الفتن۔ باب کف اللسان فی الفتنة (حدیث۔۳۹۶۹)

تک کے لیے اس کے حق میں اپنی خفگی لکھ دیتا ہے۔"

سیدنا علقمہ کہا کرتے تھے: بلال بن حارث کی اس حدیث نے مجھے کتنی ہی باتوں سے روک دیا ہے:

نیز جامع ترمذی کے اندر سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کسی صحابی کا انتقال ہو گیا کسی نے کہا "تمہیں جنت کی بشارت ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَوَلَا تَدْرِیْ لَعَلَّهٗ تَكَلَّمَ فِيْمَا لَا يَعْنِيْهِ اَوْبَخِلَ بِمَا لَا يَنْقُصُهٗ)) ①

"تمہیں کیا خبر؟ شاید اس نے لایعنی بات کی ہو۔ یا جس میں سے اسے کچھ کمی نہ پڑتی ہو اس میں سے اس نے بخل کیا ہو۔" اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن کہا ہے۔

دوسرے الفاظ میں یہ حدیث اس طرح مروی ہے کہ غزوۂ احد میں ایک نوجوان شہید ہو گیا۔ اس کی لاش اس حالت میں ملی کہ اس کے پیٹ پر بھوک کی وجہ سے پتھر بندھا ہوا تھا۔ اس کی ماں نے اسے دیکھا اور اس کے منہ سے مٹی پونچھنے لگی۔ اور کہا: بیٹا! تمہیں جنت مبارک ہو۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَمَا يُدْرِيْكِ؟ لَعَلَّهٗ كَانَ يَتَكَلَّمُ فِيْمَا لَا يَعْنِيْهِ وَيَمْنَعُ مَا لَا يَضُرُّهٗ)) ①

"تمہیں اس کا حال کیا معلوم؟ شاید اس نے کوئی غیر ضروری بات کی ہو۔ یا جس سے اسے نقصان نہیں تھا اس سے ہاتھ روک دیا ہو۔"

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے آپ بیان کرتے ہیں:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ)) ②

"جو آدمی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔"

مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَاِذَا شَهِدَ اَمْرًا فَلْيَتَكَلَّمْ بِخَيْرٍ اَوْ لِيَسْكُتْ)) ③

---

① سنن ترمذی۔ کتاب الزھد۔ باب (۱۱) (حدیث۔۲۳۱۶) اسنادہ ضعیف۔ سند منقطع ہے سلیمان الاعمش نے انس رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔ ① مسند ابی یعلی (۶۶۴۶) الکامل لابن عدی (۵/ ۳۷۰) شعب الایمان (۵۰۱۰) اسنادہ ضعیف۔ عصام بن طلیق ضعیف راوی ہے۔ ② صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب حفظ اللسان (حدیث۔۶۴۷۵) صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب الحث علی اکرام الجاء والضعیف (حدیث۔ ۴۷) ③ صحیح مسلم۔ کتاب الرضاع۔ باب الوصیة بالنساء (حدیث۔ ۶۰/)

"جو آدمی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ جب کسی بات کی گواہی دے تو بھلی بات کہے یا خاموش رہے۔"

امام ترمذیؒ نے صحیح اسناد سے ایک حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا:

((مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهُ مَا لَا یَعْنِیهِ)) ①

"کسی آدمی کے اچھے مسلمان ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ لایعنی باتیں ترک کر دے۔"

سیدنا سفیان بن عبد اللہ الثقفی بیان کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اسلام کے بارے میں ایسی بات مجھے بتلا دیجئے کہ آپ کے بعد کسی سے میں نہ پوچھوں۔ آپ نے فرمایا:

((قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ)) "کہو میں اللہ پر ایمان لایا پھر تم اس پر مستقیم رہو۔"

میں نے عرض کیا: آپ کو میری نسبت کس چیز کا خوف ہے؟ آپ نے اپنی زبان پکڑ لی اور فرمایا "ھذا" اس زبان کا خوف ہے۔ ②

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا:

((کُلُّ کَلَامِ ابْنِ آدَمَ عَلَیْهِ لَا لَهُ اِلَّا اَمْرًا بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهْیًا عَنْ مُنْکَرٍ اَوْ ذِکْرًا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ)) ③

"آدمی کی ہر بات اس پر بوجھ ہے سودمند نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ اچھی بات کا حکم کرے، اور بری بات سے روکے، اور اللہ عزوجل کا ذکر کرے۔"

ترمذی اس حدیث کو حسن کہتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے:

((اِذَا اَصْبَحَ الْعَبْدُ فَاِنَّ الْاَعْضَاءَ کُلَّهَا تُکَفِّرُ اللِّسَانَ، تَقُوْلُ: اِتَّقِ اللّٰهَ فِیْنَا فَاِنَّمَا نَحْنُ بِكَ، فَاِذَا اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا وَاِنْ اَعْوَجَجْتَ اَعْوَجَجْنَا)) ④

---

① سنن ترمذی۔ کتاب الزھد۔ باب (۱۱) (حدیث۔۲۳۱۷) سنن ابن ماجه۔ کتاب الفتن۔ باب کف اللسان فی الفتنة (حدیث۔۳۹۷۶) ② سنن ترمذی۔ کتاب الزھد۔ باب ماجاء فی حفظ اللسان (حدیث۔۲۴۱۰) سنن ابن ماجه۔ کتاب الفتن باب کف اللسان فی الفتنة (حدیث۔۳۹۷۲) واللفظ لھما صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب جامع اوصاف الاسلام (حدیث۔۳۸) مختصرا بشطر الاول ③ سنن ترمذی۔ کتاب الزھد باب (۶۲) (حدیث۔ ۲۴۱۲) سنن ابن ماجه۔ کتاب الفتن۔ باب کف اللسان فی الفتنة (حدیث۔ ۳۹۷۴) اسنادہ ضعیف محمد بن یزید بن خنیس اور ام صالح دونوں مجہول ہیں۔

④ سنن ترمذی۔ کتاب الزھد۔ باب ماجاء فی حفظ اللسان (حدیث۔۲۴۰۷) مسند احمد (۳/ ۹۵)

"بندہ جب صبح کرتا ہے تو اس کے تمام اعضاء اس کی زبان سے پناہ مانگتے ہیں۔ کہتے ہیں: تُو اللہ سے ڈر ہمارا انجام تیرے ہاتھ میں ہے۔ تُو سیدھی ہے تو ہم سیدھے ہیں اور تُو ٹیڑھی ہے تو ہم ٹیڑھے ہیں۔"

زبان اور علماء سلف:

بہت سے بزرگان سلف کا یہ معمول تھا۔ کہ وہ اپنی سردی گرمی کے دنوں کے کاموں کا حساب رکھا کرتے تھے کہ کتنے نیک کام ہم سے ہوئے اور کتنے برے۔

بعض اکابر اہل علم کو ان کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا گیا اور ان سے پوچھا گیا کہ کیا معاملہ پیش آیا؟ انہوں نے جواب دیا: صرف ایک بات کی وجہ سے میں معلق ہوں۔ میرے منہ سے نکل گیا کہ بارش کی ضرورت کیسے تھی؟ اس پر مجھے کہا گیا۔ کیا سمجھ کر تم ایسا بولے؟ میرے بندوں کی مصلحتوں کو میں خود ہی اچھی طرح سمجھتا ہوں۔

صحابہ میں سے کسی نے اپنے خادم سے کہا: دسترخوان لاؤ کچھ اس کے ساتھ بھی کھیل کرلیں۔ اس کے بعد ہی کہنے لگے: استغفر اللہ میں بغیر نکیل اور لگام کے کبھی بات نہیں کرتا۔ آج کیا ہو گیا جو ایسا ہو گیا؟ میری زبان بے نکیل اور بے زبان ہو گئی۔ پھر کہنے لگے: انسان کے اعضاء کی حرکتوں میں سب سے بری اور ضرر رساں حرکت زبان کی حرکت ہے۔

علماء سلف و خلف کا اس بارے میں بہت اختلاف ہے کہ آیا انسان کی تمام باتیں لکھی جاتی ہیں؟ یا صرف خیر وشر کی باتیں لکھی جاتی ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے: تمام باتیں لکھی جاتی ہیں۔ دوسرا گروہ کہتا ہے: صرف خیر وشر کی باتیں لکھی جاتی ہیں۔ بظاہر تو پہلا ہی قول صحیح ہے۔

بعض سلف کا کہنا ہے کہ انسان کا ہر لفظ اس پر بوجھ ہے۔ اس کے لئے سود مند نہیں ہے۔ سوائے ذکر باری تعالیٰ کے یا جو ذکر باری تعالیٰ کے قریب قریب ہو۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اکثر اپنی زبان پکڑتے اور کہتے:

((هٰذَا اَوْرَدَنِی الْمَوَارِدَ)) [1] "اس نے مجھے بہت سی مصیبتوں میں ڈالا ہے۔"

یہ ظاہر ہے کہ گفتگو اور بات چیت تمہاری اسیر ہے۔ لیکن جب یہ منہ سے نکل جائے تو تم اس کے اسیر بن جاتے ہو۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آدمی کی زبان کے ساتھ ہی اللہ ہوتا ہے۔

﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۝﴾ (ق: ۵۰/۱۸)

---

[1] موطا امام مالک۔ کتاب الکلام۔ باب ماجاء فیمایخاف من اللسان (حدیث۔۱۲) مسند ابی یعلی (۳)

”انسان جو بھی بات زبان سے نکالتا ہے۔اس کے پاس ایک نگہبان تیار رہتا ہے۔“

زبان کی دو آفتیں:

انسان کی زبان میں دو آفتیں لازمی ہیں اور دونوں میں سے کسی ایک سے بھی رستگاری اور گلوخلاصی ناممکن ہے۔ اور یہ دونوں آفتیں اپنی جگہ بہت خطرناک ہیں۔ ایک بات کرنے کی آفت' اور دوسری خاموشی کی آفت اور یہ دونوں ایک دوسرے سے بری ہیں۔ اگر کوئی زبان حق بات سے خاموشی اختیار کرتی ہے' تو انسان کو گونگا شیطان بنا پڑتا ہے اور اللہ کا نافرمان بندہ بن جاتا ہے' ریاکار' مداہن ہو جاتا ہے۔ اور باطل' بیہودہ بات کرنیوالا ناطق شیطان ہے۔ اللہ کا نافرمان ہے لیکن افسوس یۂ ہے کہ اللہ کی زیادہ تر مخلوق بولنے اور خاموشی کے بارے میں سیدھی راہ سے ہٹ چکی ہے۔ صراط مستقیم' سیدھی راہ یہی ہے کہ درمیانی راہ اختیار کی جائے۔ انسان اپنی زبان کو باطل' ناحق' ناروا بات سے روک لے۔اور وہی بات کرے جس سے آخرت کا فائدہ ہو۔ کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے آخرت خراب ہو۔ آخرت میں نقصان پہنچانے والی بات کبھی زبان پر نہ لائی جائے کیونکہ اللہ کے بہت سے بندے قیامت کے دن اللہ کے حضور پہاڑوں کے برابر نیکیاں لیکر حاضر ہونگے لیکن ان کی بے لگامی ان کی نیکیوں کے ان پہاڑوں کو منہدم کر دے گی۔ اور بہت سے بندے گناہوں کے پہاڑ لیکر حاضر ہونگے لیکن ان کی زبانیں اکثر ذکر باری تعالیٰ میں مشغول رہتی تھیں۔ تو گناہوں کے یہ تمام پہاڑ مہندم ہو کر رہ جائیں گے۔

فصل : ۸۳

مباح خطوات: تقرب الی اللہ کا ذریعہ

(جو قدم ثواب کا موجب نہ ہو اس سے بہتر ہے کہ بندہ بیٹھا رہے۔)

خطوات یعنی قدم' چلنے پھرنے' اٹھانے اور رکھنے کی حفاظت یہ ہے کہ بندہ اسی جگہ کی طرف قدم اٹھائے جہاں اسے عند اللہ ثواب کی امید ہو۔ اگر قدم اٹھانے میں ثواب نہیں دیکھتا یا مزید ثواب کی امید نہیں رکھتا تو اس کے لئے یہی بہتر ہے کہ ایک جگہ بیٹھا رہے۔

بندے کے لئے یہ بہت ممکن ہے کہ اپنے مباح اور جائز قدم کو بھی تقرب الی اللہ کا ذریعہ بنا لے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ ہر ہر قدم کے لئے جناب باری میں ثواب وتقرب کی نیت کرے۔ اس طرح بندہ کا ہر ہر قدم تقرب الٰہی کا موجب ہو گا۔ اس طریقے سے اس کی روزمرہ کی عادتی اور مباح چیزیں بھی اس کے حق میں طاعات وعبادات بن سکتی ہیں۔ اگر بندہ اپنے عادتی' اور مباح امور میں ثواب وتقرب کی نیت کرے تو اس کے تمام عادتی اور مباح امور ثواب وتقرب کا موجب بن سکتے ہیں۔

چونکہ بندے کی اکثر وبیشتر لغزشیں قدم اور زبان سے تعلق رکھتی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ ان دونوں کو ایک ہی ساتھ بیان فرماتا ہے۔

﴿ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ ﴾ (فرقان: ۶۳/۲۵)

''رحمٰن کے سچے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں۔ اور جب ان سے جاہل بات کرتے ہیں تو وہ سلام کہہ دیتے ہیں (یعنی اعراض کر لیتے ہیں)''

اس آیت میں نیک بندوں کی شان اور صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ کلام وگفتگو اور خطوات قدم میں مستقیم اور راست رو ہو کر عمل کرتے ہیں۔

آیت میں یہ دونوں چیزیں اسی طرح ایک ساتھ بیان کی گئی ہیں جس طرح لحظات اور

خطرات کو اس آیت میں ایک ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

﴿ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ۝ ﴾ (غافر: ۴۰/۱۹)

"اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والی آنکھوں کو اور سینوں کی پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہے۔"

فصل : ۸۴

تحریمِ فواحش اور حفظِ عصمت کا وجوب

(زنا کی حد لوگوں کے اجتماع میں جاری کرنے کی حکمت' توبہ نصوح سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں' معاصی سے خاتمہ بالخیر نہ ہونیکا خطرہ ہے)

تحریم فواحش اور حفظ عصمت کا وجوب وغیرہ امور جو ہم نے ابتک پیش کئے ہیں وہ بطور مقدمہ اور تمہید کے پیش کئے ہیں۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے:

((اَكْثَرُ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ اَلْفَمُ وَالْفَرْجُ)) ①

"اکثر لوگوں کو منہ اور شرمگاہ جہنم میں لیجائیگی۔"

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے:

((لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِاِحْدٰی ثَلَاثٍ: اَلثَّیِّبُ الزَّانِي' وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ' وَالتَّارِكُ لِدِيْنِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ)) ②

"مسلم کا خون تین باتوں میں سے کسی ایک کے بغیر حلال نہیں ہے۔ شادی شدہ زانی' یا جان کے بدلہ میں جان' یا وہ جو دین چھوڑ کر مرتد ہو جائے اور جماعت سے الگ ہو جائے۔"

جس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زنا کو کفر اور قتل نفس کے ساتھ پیش کیا ہے۔ یہ بعینہ اس آیت کی نظیر ومثال ہے جو سورہ فرقان میں وارد ہے۔ اور بعینہٖ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ③ کی نظیر ومثال بھی ہے رسول اللہ نے سب سے پہلے وہ گناہ پیش فرمایا جو کثیر الوقوع ہے۔ اس کے بعد وہ گناہ بیان کیا جو اس سے کم وقوع میں آتا ہے۔ چنانچہ باعتبار قتل نفس کے زنا کا وقوع زیادہ ہے تو زنا کو پہلے بیان کیا۔ اور بمقابلہ ارتداد کے قتل کا وقوع زیادہ ہے اس لئے

---

① سنن ترمذی۔ کتاب البر والصلة۔ باب ماجاء فی حسن الخلق (حدیث۔ ۲۰۰۴) سنن ابن ماجه۔ کتاب الزهد۔ باب ذکر الذنوب (حدیث۔۴۲۴۶) ② صحیح بخاری۔ کتاب الدیات۔ باب قول الله تعالیٰ (ان النفس بالنفس ......) (حدیث۔۶۸۷۸) صحیح مسلم۔ کتاب القسامة۔ باب مایباح بدم المسلم (حدیث۔۱۶۷۶) ③ صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر۔ سورة البقرة۔ باب قوله (فلا تجعلوا الله اندادا) (حدیث۔۴۴۷۷) صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب بیان کون الشرك اقبح الذنوب (حدیث۔۸۶)

ارتداد سے پہلے قتل نفس کا ذکر کیا۔

نیز اس میں یہ بات بھی ہے کہ ایک کبیرہ گناہ کے بعد دوسرے کبیرہ گناہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ہر پہلا گناہ اگلے گناہ سے بڑا ہے، اور اس کے مفاسد پہلے کے مفاسد سے زیادہ ہیں۔

زنا کے مفاسد اور خرابیاں' صلاح عالم اور فلاح دنیا کے سراسر خلاف اور متناقض ہیں۔ کیونکہ جب کوئی عورت زنا کا ارتکاب کرتی ہے تو وہ اپنے سارے کنبے اور قرابتداروں' ماں باپ' بھائی' اور بہنوں کے لئے موجب عار بن جاتی ہے۔ اور اس کی وجہ سے اس کے سارے گھرانے اور کنبے والوں کے سر معاشرہ میں نیچے ہو جاتے ہیں۔ اور اگر کہیں وہ زنا سے حاملہ ہو گئی تو پھر ان کے عار کی انتہا نہیں رہتی۔ اور اگر وہ عار کی وجہ سے اپنے حمل کو مار دیتی ہے تو زنا اور قتل نفس دو گناہوں کا ارتکاب کرتی ہے۔ اور اگر حمل باقی رہ جاتا ہے تو شوہر پر بلاوجہ تھوپا جاتا ہے۔ اور جنبی کے نطفہ کو اپنے اور اپنے شوہر کے کنبے سے جوڑ دیتی ہے جو قطعاً اس کنبے سے الگ ہے۔ اور پھر وہ اس کو انکا وارث اور حقدار بنا دیتی ہے حالانکہ وہ غیر ہے۔ اور پھر وہ انہی میں رہتا ہے اور انہی میں پرورش پاتا ہے اور انہی کے نسب وخاندان میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ اور اس قسم کی بہت سی خرابیاں عورت کے زنا سے وابستہ ہیں۔

اگر مرد زنا کار ہے تو اس سے بھی اختلاط ونسب واقع ہوتا ہے۔ محفوظ و ماموں عورت کو خراب وتباہ و برباد کرنے کا موجب اور سبب بنتا ہے۔ غریب عورت کو تلف و بربادی کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔

پس اس کبیرہ گناہ سے دین ودنیا دونوں ہی خراب و برباد ہو جاتے ہیں۔ اور برزخ اور آخرت میں آگ کا سامان مہیا ہوتا ہے۔ زنا وہ گناہ کبیرہ ہے کہ بے شمار محرمات الٰہیہ حلال کر لی جاتی ہیں' بے شمار حقوق فوت ہو جاتے ہیں اور بے شمار مظالم اس کی وجہ سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

زنا کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ فقر و مذلت زانی کے لئے لازم ہو جاتی ہے۔ اور زانی کی عمر کوتاہ ہو جاتی ہے اور وہ لوگوں میں عموماً روسیاہ ہو جاتا ہے۔

یہ بھی زنا کی خاصیت ہے کہ زانی کا قلب'' مضطرب اور منتشر ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس کا قلب موت کے گھاٹ نہیں اترتا تو کم از کم بیمار اور مریض ہو جاتا ہے۔ اور حزن وغم اور خوف و ہراس کا مخزن ضرور بن جاتا ہے۔ اور خدائے مالک الملک اور فرشتوں سے اسے دور پھینک دیتا

ہے۔ اور شیطان کے قریب بلکہ شیطان کی گود میں بٹھا دیتا ہے۔

غلط کاری اور غیرت:

غرض قتل و خونریزی کے مفسدہ کے بعد زنا کے مفاسد سے بڑھ کر کوئی مفسدہ نہیں ہے۔ اور یہی وجہ ہے جو شریعت نے زانی کے لئے بدترین' رسوا کن طریق قتل کی سزا تجویز فرمائی ہے۔ زنا اس قدر تکلیف دہ برائی ہے کہ اگر کسی سے کہا جائے کہ تیری بیوی نے خودکشی کر لی تو اسے سخت صدمہ ہو گا۔ لیکن اگر کسی نے اسے یہ کہہ دیا کہ تیری بیوی نے فلاں کے ساتھ زنا کیا تو اسے خودکشی کرنے کے صدمہ سے لاکھوں درجہ بڑا صدمہ ہو گا۔ چنانچہ سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے:

((لَوْ رَأَيْتَ رَجُلًا مَعَ امْرَأَتِي فَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ غَيْرُ مُصْفِحٍ))

"اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو دیکھ پاؤں تو اڑی تلوار سے اسے قتل کر دوں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی اس بات کی خبر ہوئی تو آپ فرمانے لگے:

((تَعْجَبُوْنَ غَيْرَةَ سَعْدٍ؟ وَاللّٰهِ لَأَنَا اَغْيَرُ مِنْهُ وَاللّٰهُ اَغْيَرُ مِنِّي' وَمِنْ اَجْلِ غَيْرَةِ اللّٰهِ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ وَمَا بَطَنَ)) ①

"کیا تمہیں سعد کی غیرت پر تعجب ہو رہا ہے؟ قسم اللہ کی میں سعد سے زیادہ غیور ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیور ہے اور اس غیرت ہی کی وجہ سے اللہ نے ظاہری و باطنی فواحش کو حرام گردانا ہے۔" نیز صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں رسول اللہ بیان کرتے ہیں:

((اِنَّ اللّٰهَ يَغَارُ وَاِنَّ الْمُؤْمِنَ يَغَارُ' وَغَيْرَةُ اللّٰهِ اَنْ يَاْتِي الْعَبْدُ مَا حَرَّمَ عَلَيْهِ)) ②

"اللہ تعالیٰ غیور ہے اور مؤمن بھی غیور ہے اور بندہ جرائم کا ارتکاب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے۔" رسول اللہ نے ارشاد فرمایا:

((لَا اَحَدٌ اَغْيَرَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ اَجْلِ ذَالِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللّٰهِ مِنْ اَجْلِ ذَالِكَ اَرْسَلَ الرُّسُلَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَلَا اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ

---

① صحيح بخاري. كتاب التوحيد. باب قول النبي ﷺ "لاشخص اغير من الله" (حديث. ٧٤١٦) صحيح مسلم. كتاب اللعان (حديث. ١٤٩٩) ② صحيح بخاري. كتاب النكاح. باب الغيرة (حديث. ٥٢٢٣) صحيح مسلم. كتاب التوبة. باب غيرة الله تعالى وتحريم الفواحش (حديث. ٢٧٦١)

اللّٰهِ وَمِنْ اَجْلِ ذَالِكَ اَثْنٰى عَلٰى نَفْسِهٖ)) ①

''اللہ سے زیادہ کوئی غیور نہیں اور اسی لئے اس نے ظاہری باطنی فواحش کو حرام گردانا ہے۔ اور اللہ سے زیادہ عذر و معذرت کا پسند کرنیوالا کوئی نہیں اور اسی لئے اس نے بشارت دینے والے اور ڈرانے والے رسول و پیغمبر بھیجے۔ اور اللہ سے زیادہ کسی کو اپنی تعریف پسند نہیں۔ اور اسی لئے اللہ نے خود اپنی تعریف کی ہے۔''

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہؐ کے سورج گرہن کے خطبہ میں مروی ہے آپ نے فرمایا:

((يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَا اَحَدٌ اَغْيَرَ مِنَ اللّٰهِ۔ اَنْ يَزْنِيَ عَبْدُهٗ تَزْنِيَ اَمَتُهٗ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا))

''اے محمد کی امت! قسم اللہ کی! اللہ سے زیادہ کوئی غیرت مند نہیں کہ اس کا کوئی بندہ یا بندی زنا کاری کرے۔ اے محمد کی امت! قسم اللہ کی! جو میں جانتا ہوں اگر تم جان لو تو تم ہنسنا کم کر دو اور بہت زیادہ رویا کرو۔''

اس کے بعد آپؐ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کی:

((اَللّٰهُمَّ اَهَلْ بَلَّغْتُ)) ② ''اے اللہ! تو گواہ ہے میں نے تیرا دین پہنچا دیا۔''

سورج گرہن کی نماز کے بعد خطبہ میں اس کبیرہ گناہ کا ذکر خاص معنی رکھتا ہے اور غور و تامل کرنے والوں کے لئے اس میں عجیب و غریب اسرار و رموز پوشیدہ ہیں۔ زنا کی کثرت تباہی عالم کی بڑی نشانی ہے۔ نیز زنا کی کثرت قیامت کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سیدنا انس بن مالکؓ بیان فرماتے ہیں: میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں جو شاید میرے بعد تمہیں کوئی نہیں سنائے گا۔ میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ آپ نے فرمایا:

((مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ وَيَظْهَرَ الزِّنَا وَيَقِلَّ الرِّجَالُ وَتَكْثُرَ النِّسَاءُ حَتّٰى يَكُوْنَ

---

① صحیح بخاری۔ کتاب التوحید۔ باب قول النبی ﷺ "لاشخص اغیر من الله" (حدیث۔۷۴۱۶) صحیح مسلم۔ کتاب اللعان۔ (حدیث۔۱۴۹۹) ② صحیح بخاری۔ کتاب الکسوف۔ باب الصدقة فی الکسوف (حدیث۔۱۰۴۴) صحیح مسلم۔ کتاب الکسوف۔ باب صلاة الکسوف (حدیث۔۹۰۱)

لِخَمْسِينَ امْرَأَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ)) ①

”قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ علم اٹھ جائے گا' جہالت بڑھ جائیگی۔ شراب خوب پی جائے گی' اور زنا کی کثرت ہو جائے گی' مرد کم ہو جائیں گے اور عورتوں کی کثرت ہو جائیگی' عورتوں کی اس قدر کثرت ہو جائیگی کہ ایک ایک مرد پچاس پچاس عورتوں کا بوجھ اٹھائے گا۔“

اللہ تعالیٰ کی یہ عادت' اور سنت مستمرہ رہی ہے کہ جب زنا کی کثرت ہو جاتی ہے تو اس کا غضب وغصہ تیز ہو جاتا ہے۔ اور جب اسکا غضب وغصہ تیز ہو جاتا ہے تو اس کے غضب وناراضی کے آثار زمین پر بصورتِ عقوبت وعذاب ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

((مَاظَهَرَ الرِّبَا' وَالزِّنَا فِي قَرْيَةٍ اِلَّا اَذِنَ اللّٰهُ بِاَهْلَاكِهَا)) ②

”جب کسی بستی' اور آبادی میں سود خوری اور زنا کاری کی کثرت ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کرنے کا حکم دے دیتا ہے۔“

بنی اسرائیل کے بعض احبار ومشائخ کے متعلق وارد ہے کہ اس کا لڑکا کسی عورت سے آنکھیں لڑانے لگا۔ یہ دیکھ کر اس نے اپنے بیٹے سے کہا: بہت خوب بیٹے۔ وہ اسی وقت وہ سر کے بل تخت سے نیچے گرا اور اس کی شہہ رگ کٹ گئی اور اس کی بیوی بھی اسی طرح گر پڑی۔ اس کے بعد اس سے خطاب کیا گیا: اپنے بیٹے پر میرے لئے غصہ کرنے کی یہی حیثیت ہے۔ تم جیسے لوگوں میں کبھی خیر وبرکت نہ ہوگی۔

اللہ نے زنا کی حد کو دوسری حدود کے مقابلہ میں تین خصوصیتوں سے ممتاز گردانا ہے۔ (ایک) یہ کہ زنا کی حد کا طریقہ نہایت ذلت آمیز اور رسوا کن مقرر فرمایا کہ لوگوں کے اجتماع میں زانی محصن کو سنگسار کیا جائے۔

جہاں جن صورتوں میں زنا کی عقوبت وسزا کم رکھی ہے وہاں بھی جسمانی اور قلبی سزا تجویز کی گئی کہ جسم پر کوڑے لگائے جائیں اور ایک سال کے لئے اسے جلاوطن کر دیا جائے۔

(دوسری) یہ کہ زنا کی سزا جو دین وشرع نے مقرر کی ہے اس میں کسی قسم کی رحمدلی' اور

---

① صحیح بخاری۔ کتاب العلم۔ باب رفع العلم وظهور الجهل (حدیث۔۸۱) صحیح مسلم۔ کتاب العلم۔ باب رفع العلم (حدیث۔۲۶۷۱) ② مسند احمد (۱/ ۴۰۲) مسند ابی یعلی (۴۹۸۱) اس کی سند میں شریک القاضی سی ءالحفظ ہے۔

رافت قلبی نہ برتی جائے۔ اللہ کی حد کے اجراء میں رحمدلی رکاوٹ نہ ڈالے۔ کیوں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے یہ عقوبت وسزا عین اپنی رحمت ورأفت کی بنا پر ہی شروع فرمائی ہے۔ وہ ارحم الراحمین ہے۔ سب سے بڑا مہربان ہے۔ باوجود اس کے کہ اس کی رحمت اس کی عقوبت وسزا کو روکتی نہیں ہے۔ پس اگر تمہارے قلوب میں بھی رحمت ورأفت کا جذبہ ہو تو اس کے فرمان کے نفاذ میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ ڈالو۔ اگرچہ یہ بات ہر قسم کی حدود میں ہونی چاہیے' لیکن زنا کی حد میں خصوصیت کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا ہے۔ کیونکہ یہاں اس کے ذکر کی سخت ضرورت تھی۔ اسلئے کہ عموماً لوگ چوروں' ڈاکوؤں' اور تہمت لگانے والوں' اور شرابیوں کے خلاف جو خفگی' ناراضگی' غصہ ونفرت رکھتے ہیں وہ زانی کے خلاف نہیں رکھتے۔ بلکہ زانی پر جس قدر رحم ورافت ان کے دلوں میں ہوتی ہے اتنی دوسرے جرائم کے ارتکاب کرنے والوں پر نہیں ہوتی۔ روزمرہ کے واقعات وشواہد اس کی مبین دلیل ہیں۔ اور اس لئے اللہ تعالیٰ نے پرزور طریقہ سے منع فرمادیا کہ اس بارے میں رحم ورافت کو قطعاً جگہ نہ دی جائے۔ تاکہ حدود الٰہی معطل ہو کر نہ رہ جائیں۔

زنا کے متعلق یہ خصوصیت کیوں ہے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ زنا کا ارتکاب شرفا سے بھی ہوتا ہے اور متوسط طبقہ کے لوگوں سے بھی۔ اور ادنیٰ طبقہ کے لوگوں سے بھی۔

عشق زنا تک لے جاتا ہے:

زنا کے دواعی واسباب بہت سے ہیں لیکن سب سے بڑا سبب عشق ہے اور انسانی قلوب جبلی اور طبعی طور پر عاشق پر رحم کرنا پسند کرتے ہیں۔ بلکہ بہت سے لوگ تو عاشق کی امداد واعانت کو طاعت وثواب سمجھتے ہیں۔ اگرچہ معشوق کی صورت دیکھنا بھی حرام ہے۔ لیکن پھر بھی یہ چیز عام طور پر مکروہ نہیں سمجھی جاتی۔ اور جذبہ عشق تو وہ چیز ہے کہ مختلف قسم کے چوپایوں تک میں پایا جاتا ہے۔ اور محبت وعشق کے بے شمار واقعات ہم لوگوں کی زبانی سن چکے ہیں۔ اور یہ روگ اکثر وبیشتر ان لوگوں میں زیادہ پایا جاتا ہے جو عقل ودین سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ خصوصاً خدام' نوکر چاکر اور عورتوں میں یہ مرض زیادہ ہوا کرتا ہے۔

نیز یہ گناہ عموماً طرفین کی رضامندی سے سرزد ہوتا ہے۔ ظلم وعدوان اور جبر سے شاذ ونادر ہی اس گناہ کا صدور ہوتا ہے۔ اور عموماً ہر انسان میں غلبہ شہوت موجود ہوتا ہے اور یہ غلبہ اس کے اندر خاص قسم کا تصور پیدا کرتا ہے۔ اور یہ تصور اس کے قلب میں رحمت ورافت کے جذبات پیدا کر دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ یہی چاہتا ہے کہ ایک مستحق حد وسزا اس حد اور سزا

سے کسی نہ کسی طرح بچ جائے تو بہتر ہے۔ حالانکہ یہ بات ضعف ایمان کی دلیل ہے۔ کمال ایمان۔ اور قوت ایمانی تو یہ ہے کہ حکم الٰہی کے نفاذ میں وہ قوی تر اور دلیر ہو۔ اور وہ کام کرے جس کے کرنے میں محدود (سزا یافتہ مجرم) کے لئے آخرت کی رحمت اترے۔ اور جو رحمت خداوندی اور پروردگار عالم کے منشاء کے عین مطابق ہو۔

(تیسری) یہ کہ زانی اور زانیہ پر مسلمانوں کے عام اجتماع میں حد جاری کی جاتی ہے تنہائی میں نہیں۔ اور یہ مصلحت حدود اور حکمت زجر و توبیخ کے عین مطابق ہے۔

عمل قوم لوط علیہ السلام اور اس کی سزا:

محصن زانی کی حد قومِ لوط کی سزا سے مشتق و ماخوذ ہے۔ اللہ نے اس قوم کو اوپر سے پتھر برسا کر ختم کر دیا تھا۔ اور یہ اس لئے کہ زنا اور لواطت فحش اور فساد و خرابی میں برابر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ دونوں چیزیں مخلوق اور امرالٰہی کی حکمت و مصلحت کے خلاف ہیں۔ لواطت میں بھی وہ خرابیاں پائی جاتی ہیں جن کا احصاء و شمار مشکل ہے۔

مفعول کو قتل کر دینا' مفعول کے حق میں عین خیر و بھلائی ہے۔ اس کے ساتھ رعائت کرنا اس کی خیر و بھلائی کے خلاف ہے۔ مفعول کے اندر لواطت سے وہ وہ مفاسد اور خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں کہ اس کے بعد اس کی اصلاح ناممکن ہو جاتی ہے۔ خیر و بھلائی کی تمام راہیں اس کیلئے بند ہو جاتی ہیں۔ اور اللہ کی زمین اس کے منہ اور پیشانی سے شرم و حیاء کا سارا پانی اور جوہر جذب کر لیتی ہے۔ اس کے بعد وہ اس قدر بے حیاء بے شرم بن جاتا ہے کہ نہ وہ اللہ سے شرماتا ہے اور نہ اللہ کی مخلوق سے۔ اور فاعل کا نطفہ اس کے اندر پہنچ کر وہ کام کرتا ہے جو زہر کام کرتا ہے۔

قوم لوط جیسا عمل کرنے والے کا جنت میں جانا ممکن ہے؟

یہ مسئلہ کہ مفعول جنت میں داخل ہو گا یا نہیں' وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں چند دلائل پیش کرتے ہیں۔ ایک دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَلَدُ الزِّنَا)) [1]

---

[1] مسند احمد (۲/ ۲۰۳) سنن الدارمی (۲/ ۱۱۲ ج ۲۰۹۹) صحیح ابن حبان (۳۳۸۳) اسنادہ ضعیف جابان راوی مجہول ہے۔ اور اس کا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں پس سند منقطع ہے۔

''ولد زنا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

جب ولد زنا جنت میں داخل ہونے کا حقدار نہیں رہتا حالانکہ اس کا کوئی گناہ نہیں تو پھر مفعول کس طرح جنت کا حق دار رہے گا؟ ولد الزنا کے اندر عیب ہے تو یہی کہ شر وخباثت کا خطرہ ہے۔ اور اس سے خیر وفلاح کی امید نہیں۔ کیونکہ یہ خبیث نطفہ کی پیداوار ہے۔ اور وہ جسم جو حرام غذا سے پرورش پاتا ہے اس کے لئے جب جہنم بہتر سمجھی گئی تو وہ جسم جو نطفہ حرام سے پیدا ہوا ہے اس کا بھی یہی حال ہونا چاہیے۔

اس کے بعد وہ کہتے ہیں: لوطی مفعول ولد الزنا سے بھی بدتر اور ذلیل وخوار اور خبیث وناپاک ہے۔ اور اس سے کسی خیر وفلاح کی امید نہیں ہے۔ اور اس کا یہ فعل اس کے اور جنت کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ اگر لوطی مفعول کوئی نیک کام بھی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اندر کچھ ایسے رخنے پیدا کر دیتا ہے جس سے اس کا عمل فاسد' باطل اور ردی ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور یہ بھی اس کے عمل بد کی سزا کے طور پر کیا جاتا ہے۔

یہ بات آپ بہت کم پائیں گے کہ کسی کو بچپن میں یہ بیماری لاحق ہوگئی اور بڑا ہونے کے بعد وہ سیدھی راہ پر آ گیا ہو۔ بلکہ بڑا ہونے کے بعد وہ بچپن سے بھی زیادہ بدتر ہو جاتا ہے۔ نہ تو اسے نیک عمل کی توفیق نصیب ہوتی ہے' نہ علم نافع کی' نہ توبہ نصوح کی۔

اصل مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ جو شخص اس مرض ومصیبت میں مبتلا ہو گیا۔ اور پھر اس نے اللہ کی طرف رجوع کیا اور اللہ نے اسے توبہ نصوح کی توفیق بخشی' نیک اعمال کی توفیق عطاء کی' اور بچپن کی بری خصلت کو بڑا ہونے کے بعد اس نے ترک کر دیا' برائیوں کو نیکیوں سے دھوڈالا' طاعات عبادات' اور تقرب خداوندی کے وسائل وذرائع اختیار کر کے پچھلی بدعملیوں' بدکرداریوں کو صاف کر دیا' اور حرام سے آنکھیں بند کر لیں' اور اللہ کے ساتھ اپنا معاملہ درست کر لیا' تو ایسے شخص کے لیے مغفرت وبخشش ضروری ہے' اور وہ جنتی ہوگا۔ کیونکہ اللہ ہر قسم کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اور اللہ کے پیغمبروں اور اللہ کے دوستوں کو قتل کرنے کا گناہ توبہ سے معاف ہو جاتا ہے۔ کفر وجادو کا گناہ توبہ سے معاف ہو جاتا ہے تو پھر یہ گناہ توبہ سے معاف کیوں نہ ہوگا؟ جبکہ حکمت الٰہی کی حکمت عدل وفضل ہی پر قائم ہے۔

((اِنَّ اَلتَّائِبَ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَه)) [1]

"گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔"

اور پھر یہ ضمانت اللہ دیتا ہے کہ جو آدمی شرک وکفر، قتل نفس، اور زنا وغیرہ سے توبہ کرے گا اس کے گناہ اور برائیاں نیکیوں میں تبدیل کر دی جائیں گی اور یہ حکم ہر اس شخص کے لئے ہے جو اپنے گناہوں سے توبہ کرلے۔ گناہ کسی قسم کے بھی ہوں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ ﴾(زمر: ۵۳/۳۹)

"(اے پیغمبر) آپ میری جانب سے کہہ دیں کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے"

آیت کے عموم سے کوئی ایک گناہ بھی خارج نہیں ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ حکم خاص توبہ کرنے والوں کے حق میں ہی ہے۔

ایسا آدمی جسے بچپن میں مفعولیت کی عادت پڑ جاتی ہے وہ بڑا ہونے کے بعد بچپن سے زیادہ خراب ہو جاتا ہے، اسے توبہ نصوح، اور عمل صالح کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ ایسا آدمی اپنے مافات کی تلافی بھی نہیں کر سکتا۔ اور جو جوہر اس سے فنا ہو چکا ہے اسے پھر واپس نہیں لاسکتا۔ اور نہ وہ اپنی برائیوں کو خیر وبھلائی میں تبدیل کر سکتا ہے۔ ایسے انسانوں سے بہت بعید ہے کہ موت کے وقت انہیں ایسے کام کی توفیق نصیب ہو جس سے وہ جنت کے حقدار بن سکیں۔ اور یہ بھی اس کے عمل بد اور کردار خبیث کی عقوبت وسزا ہے۔ کیونکہ اللہ گناہوں کی سزا گناہوں کے ذریعہ ہی دے دیتا ہے۔ اور جب گناہوں پر گناہ بڑھتے جاتے ہیں تو عقوبتوں پر عقوبتوں کا بھار بھی بڑھتا جاتا ہے۔ اور یہ اسی طرح ہے کہ جس طرح نیکی کا بدلہ نیکی سے دیا جاتا ہے اور اس طرح بے شمار نیکیاں جمع ہو جاتی ہیں۔

عالم نزع میں پیش آنے والی رکاوٹیں:

آپ اکثر دیکھیں گے کہ عالم نزع میں حسن خاتمہ۔ اور انسان کے درمیان بدعملیاں اور

[1] سنن ابن ماجہ۔ کتاب الزھد۔ باب ذکر التوبۃ (حدیث۔ ۴۲۵۰)

گناہ بطور عقوبت و سزا حائل ہو جاتے ہیں۔ اور انہی گناہوں کی وجہ سے ان کو خاتمہ بالخیر کی تو فیق نصیب نہیں ہونے پاتی۔ چنانچہ عبدالحق الاشبیلیؒ کہتے ہیں" سوخاتمہ۔ اعاذنا اللہ منھا کے بہت سے اسباب بہت سے طریقے اور بہت سے دروازے ہیں۔ اور بڑے سے بڑا سبب اور طریقہ اور دروازہ یہ ہے کہ انسان دنیا' طلب دنیا' اور حرص دنیا میں محو و مستغرق ہو جائے اور آخرت کی جانب سے کلیتہً اعراض بے رغبتی کرلے۔ اور معاصی اور اللہ کی نافرمانی میں بے دھڑک اقدام کرتا چلا جائے۔"

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن پر مختلف قسم کے گناہ اور مختلف قسم کی نافرمانیاں غالب آ جاتی ہیں اور اللہ سے اعراض وغفلت اور معاصی و گناہ کی جانب جرأت واقدام کا حصہ غالب آ جاتا ہے۔ اور اس کے قلب پر یہ امور غالب آ جاتے ہیں اور قلب کے مالک بن جاتے ہیں۔ اور اس کی عقل وبصیرت کو اسیر وغلام بنالیتے ہیں۔ انوار ملکی کی قندیلیں بجھ جاتی ہیں اور اللہ کی جانب بڑھنے والی راہوں میں دیواریں حائل ہو جاتی ہیں۔ جس کی وجہ سے کوئی تذکرہ کوئی نصیحت اسے کارگر نہیں ہوتی۔ نہ کسی موعظت وتذکرہ سے اسے نور اور روشنی حاصل ہوتی ہے۔ اور بسا اوقات اسی حالت میں موت کا پنجہ اسے آ دبوچتا ہے۔ اور کچھ دور سے موت کی صدا بھی اس کے کانوں تک پہنچ جاتی ہے۔ لیکن اب اسے نہ تو اپنے مقصد و ارادہ کا پتہ چلتا ہے نہ راہ مقصد کا سراغ ملتا ہے۔ اگرچہ اس وقت اللہ کا داعی بار بار اسے مقصد اور راہ مقصد کی طرف دعوت دیتا رہا لیکن سب بے سود اور بیکار۔

حافظ عبدالحق الاشبیلیؒ کہتے ہیں" مجھے الناصر کے بعض خواص نے یہ کہا ہے کہ جب الناصر حالت نزع میں تھا تو اس کا بیٹا اس کے سرہانے بیٹھ کر کہنے لگا۔" لا الہ الااللہ" پڑھئے۔ الناصر نے اس کے جواب میں کہا مَوْلَایَ میرا غلام کہاں ہے؟ لڑکے نے پھر اس کی تلقین کی۔ لیکن الناصر نے وہی جواب دیا۔ اس کے بعد اس پر غشی طاری ہوگئی۔ پھر کچھ ہوش آیا تو الناصر کے منہ سے وہی جملہ نکلا۔ اس کے بعد اس نے اپنے بیٹے سے کہا: اے فلاں! الناصر تجھے تیری تلوار کی وجہ سے پہچانتا ہے۔ اٹھ اور اسے جلدی سے جلد قتل کر دے۔ اور یہ کہتے ہوئے الناصر نے جان دے دی۔

عبدالحق الاشبیلیؒ کہتے ہیں کہ ایک اور شخص جسے میں اچھی طرح جانتا ہوں' حالت نزع میں اس سے کہا گیا کہ " لا الہ الا اللہ "کہو اس کے جواب میں وہ کہنے لگا فلاں مکان اس طرح آراستہ کرو' فلاں باغ اس طرح درست کرو۔"

حمام منجاب کہاں ہے؟

یہی عبدالحق الاشبیلی کہتے ہیں کہ ابوطاہر السّلفی نے مجھ سے یہ قصہ بیان کیا کہ ایک شخص حالت نزع میں تھا۔ اسے کلمہ لاالہ الا اللہ کی تلقین کی گئی تو وہ فارسی میں کہنے لگا: دہ یازدہ (دس گیارہ) ایک اور آدمی سے کہا گیا تو وہ کہنے لگا" حمام منجاب کا راستہ کدھر ہے؟"

حمام منجاب کا قصہ ایک عجیب وغریب قصہ ہے۔ ایک شخص اپنے گھر کے دروازے کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے گھر کا دروازہ ایسا ہی تھا جیسا حمام منجاب کا۔ اس وقت ایک لڑکی وہاں سے گذری اور اس نے اس سے پوچھا: حمام منجاب کا راستہ کدھر ہے؟ اس نے کہا حمام منجاب یہ ہے۔ یہ لڑکی اس گھر میں گھس پڑی' پیچھے پیچھے یہ بھی پہنچ گیا۔ لڑکی نے اندر جا کر دیکھا کہ یہ حمام منجاب نہیں ہے بلکہ اس شخص کا گھر ہے۔ اور اس نے اس کے ساتھ دھوکا کیا ہے۔ فوراً اس نے اسے جھانسا دینے کی کوشش شروع کر دی۔ خوشی ومسرت کا نہایت گرمجوشی سے اظہار کیا اور کہنے لگی: ہم دونوں بڑے خوش نصیب ہیں جو اس طرح یہاں جمع ہو گئے۔ اور پھر اس نے اسے دھوکا دے کر بھاگ نکلنے کی تدبیر نکالی۔ کہنے لگی: موقع تو خوب ملا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر اس وقت ہماری مسرتوں میں اضافہ کرنے والی چیزیں بھی موجود ہوتیں۔ اس نے کہا: اچھا جو کچھ تم کہو ابھی مہیا کر دوں: یہ کہہ کر اسے تنہا مکان میں چھوڑا اور بازار کی طرف دوڑا۔ جاتے ہوئے دروازے کو کنڈی اور قفل بھی لگانا بھول گیا۔ جب وہ بازار سے واپس لوٹا تو دیکھا لڑکی ندارد۔ بغیر کسی قسم کی خیانت کے وہ لڑکی بھاگ نکلی۔ اور اپنی عصمت کو نہایت خوبصورتی سے بچا لے گئی۔ یہ دیکھ کر اس شخص پر سکتہ طاری ہو گیا اور اب وہ اسی کی یاد میں اپنا سارا وقت گزارنے لگا۔ راستوں میں بازاروں میں گلی کوچوں میں گھومتا اور یہ شعر پڑھتا رہتا:

یَارُبَّ قَائِلَةٍ یَوْمًا وَقَدْ تَعِبَتْ
اَیْنَ الطَّرِیْقُ اِلٰی حَمَّامِ مِنْجَابِ

"اے وہ جو تھکی ہاری تھی اور کہہ رہی تھی کہ حمام منجاب کا راستہ کدھر کو ہے؟"

ایک مرتبہ وہ یہی شعر پڑھ رہا تھا کہ اس کی ایک باندی نے قریب کی کھڑکی سے یہ شعر پڑھا:

هَلَّا جَعَلْتَ سَرِيْعًا اِذْ ظَفِرْتَ بِهَا
حِرْزًا عَلَى الدَّارِ اَوْ قُفْلًا عَلَى الْبَابِ

''جب تو اس کو قابو کرنے میں کامیاب ہو گیا تو تُو نے جلد سے جلد اسے گھر میں محفوظ کیوں نہ کر لیا اور دروازے پر تالا کیوں نہ چڑھا دیا؟''

باندی کے اس شعر نے اس کے اندر رنج و غم اور صدمہ کی آگ بھڑکا دی اور اس کے اندر ایک ہیجانی کیفیت پیدا کر دی۔ اور وہ بالکل پاگل سا ہو گیا۔ ہر طرف دیوانہ وار گھومتا پھرا۔ اور آخری نتیجہ یہ نکلا کہ موت کے وقت اس کے منہ سے جو الفاظ بار بار نکلتے رہے وہ یہی شعر تھا۔

یہی عبدالحق الاشبیلیؒ کہتے ہیں کہ ''ایک شخص ایک آدمی پر عاشق ہو گیا اور عشق نے بیماری کی شکل اختیار کر لی اور بالآخر صاحب فراش ہو گیا' معشوق کا یہ حال تھا کہ وہ اس سے سخت نفرت کرتا تھا اور دور بھاگتا تھا۔ بعض لوگوں نے کوشش کی کہ ایک مرتبہ اس کے پاس آ جائے تاکہ یہ بیماری سے کچھ افاقہ حاصل کر سکے۔ معشوق نے وعدہ کر لیا اور اسے خبر دی کہ وہ عیادت کے لئے آئے گا۔ اسے اس خبر سے بہت خوشی ہوئی۔ اور رنج و غم کچھ کم ہو گیا لیکن پھر وہ آدمی آیا اور اس نے خبر دی کہ فلاں راستہ تک وہ میرے ساتھ آیا اور کہنے لگا کہ اس نے مجھے رسوا اور بدنام کر دیا ہے اور ہر جگہ میرا نام لیتا رہتا ہے اس لئے میں نہیں آ سکتا۔ باوجودیکہ میں نے سخت اصرار کیا لیکن وہ واپس چلا گیا۔ یہ سن کر وہ اسی وقت بے ہوش ہو گیا اور زمین پر گر پڑا۔ اور موت کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں اس حالت میں اس کے منہ سے بار بار یہ شعر نکلنے لگے:

يَاسَلْمُ يَا رَاحَةَ الْعَلِيْلِ وَيَاشِفَا الْمُدْنَفِ النَّحِلِ

''اے بیمار کی راحت اور اے حقیر و نحیف کی شفاء میں تجھ پر سلامتی بھیجتا ہوں''

رِضَاكَ اَشْهٰى فُؤَادِي
مِنْ رَحْمَةِ الْخَالِقِ الْجَلِيْلِ

''مرے دل میں تیری رضاء مندی خالق جلیل کی رحمت سے بھی زیادہ مرغوب ہے۔''

سننے والے نے کہا ''اے شخص! یہ کیا بک رہا ہے!؟ اللہ سے ڈر۔ اس نے جواب دیا: یہ

تو ہو چکا ہے اور یہ واقعہ ہے۔ یہ کہتا ہے: یہ سن کر میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اور گھر کے دروازے سے باہر نہیں نکلا تھا کہ مرنے کی آواز آنے لگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سوءِ عاقبت اور برے انجام اور منحوس خاتمہ سے محفوظ رکھے۔ آمین

سلف صالحین کا سوء خاتمہ سے ڈرنا:

بیان کرتے ہیں کہ سیدنا سفیان ثوری ایک مرتبہ رات کو صبح تک روتے رہے۔ صبح کسی نے آپ سے پوچھا: کیا گناہوں کی وجہ سے آپ اس قدر روتے ہیں؟ سیدنا سفیان ثوریؒ نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا ''گناہ تو اس تنکے جتنی بھی حیثیت نہیں رکھتے میں برے خاتمہ اور سوء انجام سے ڈر رہا ہوں۔''

حقیقتاً یہ ہے اعلیٰ تفقہ فی الدین اور معرفت حق کہ بندہ ڈرتا ہے کہ موت کے وقت کہیں اس کے گناہ اسے دھوکا نہ دے جائیں۔ اور حسن خاتمہ اور انجام بالخیر کے درمیان گناہ اور معاصی حائل ہو کر خاتمہ بالخیر کے درمیان دیوار نہ بن جائیں۔

امام احمد بن حنبلؒ سیدنا الدرداء سے بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوالدرداء پر حالت نزع میں کچھ بیہوشی طاری ہو گئی پھر کچھ دیر کے بعد افاقہ ہوا تو یہ آیت ان کی زبان پر جاری ہو گئی:

﴿ وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝ ﴾ (انعام: ۶/۱۱۰)

''اور ہم ان کے دل۔ اور ان کی آنکھوں کو پلٹ دیں گے جیسا کہ یہ لوگ پہلی دفعہ اس قرآن پر ایمان نہیں لائے۔ اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں بھٹکتے ہوئے (حیران و پریشان) چھوڑ دیں گے۔''[1]

بزرگانِ سلف کا یہ عام دستور تھا کہ وہ گناہوں سے اس لئے ڈرتے اور بچتے تھے کہ کہیں گناہ خاتمہ بالخیر اور انجام بالخیر کی راہ میں دیوار نہ بن جائیں۔

عبدالحق الاشبیلیؒ کہتے ہیں ''اللہ برے خاتمہ سے ہمیں محفوظ رکھے۔ جس کا ظاہر اچھا، باطن صالح ہے وہ برے خاتمہ سے محفوظ ہے للّٰہ الحمد!'' برا خاتمہ اس کا ہوتا ہے جس کا عقیدہ اور اعتقاد صحیح نہیں اور کبیرہ گناہوں پر اصرار کرتا ہے۔ جس شخص پر گناہ غلبہ پا لیتے ہیں اور توبہ کرنے

[1] کتاب الزھد (۱/ ۶۵) مصنف ابن ابی شیبۃ (۸/ ۱۷۱) شعب الایمان (۷/ ۳۸۲)

سے پہلے موت اسے آ دبوچتی ہے اصلاح' انابت' اور رجوع الی اللہ سے قبل ہی موت اس کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ ایسے شخص پر حالت نزع وسکرات میں موت کے وقت شیطان غالب آ جاتا ہے اور خاتمہ بالخیر سے بھٹکا دیتا ہے۔ العیاذ باللہ العظیم۔

عبدالحق الاشبیلیؒ کہتے ہیں کہ "ایک واقعہ میں نے سنا ہے کہ مصر میں ایک شخص تھا جو اذان ونماز کا سخت پابند تھا۔ اور صرف اذان ونماز کے لئے مسجد میں پڑا رہتا تھا۔ طاعات وعبادات کی وجہ سے اس کے منہ پر اور پیشانی پر نور برستا تھا۔ ایک روز وہ اپنی عادت کے موافق اذان کہنے کی غرض سے منارہ پر چڑھا۔ منارہ کے نیچے ایک عیسائی کا گھر تھا۔ اتفاق سے اس گھر پر اس کی نظر پڑی۔ دیکھا ایک لڑکی کھڑی ہوئی ہے۔ اس وقت یہ بے قابو ہو گیا اور اذان ونماز کو خیر باد کہہ کر منارہ سے نیچے اترا اور سیدھا اس عیسائی کے مکان پر پہنچا۔ لڑکی نے اس سے کہا: یہاں کیوں آئے ہو؟ کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: مجھے تجھ سے محبت ہو گئی ہے۔ میرا دل تو نے چھین لیا ہے۔ میرے قلب کی تو مالک ہوگئی ہے۔ لڑکی نے کہا: میں برا کام ہرگز نہیں کر سکتی۔ اس نے کہا: میں تجھ سے شادی کر لیتا ہوں۔ لڑکی بولی۔ تو مسلمان ہے اور میں عیسائی میرا باپ ہرگز تجھ سے میری شادی نہیں کرے گا۔ اس نے کہا: میں عیسائی ہونے کو تیار ہوں۔ لڑکی نے کہا: ہاں ایسا ہو تو میں شادی کرنے کو تیار ہوں۔ چنانچہ یہ شخص اسی وقت عیسائی ہو گیا اور اس لڑکی سے شادی کر لی۔ اسی گھرانے سے وابستہ ہو گیا۔ لیکن اتفاق کی بات یہ ہے کہ شادی کے دن ہی وہ گھر کی چھت پر چڑھا وہاں سے گر پڑا اور اسی وقت مر گیا۔ اس لڑکی سے خلوت تک نصیب نہ ہوئی اور بے حاصل اپنا دین بھی کھو بیٹھا اور آخرت بھی برباد کر لی۔

فصل : ۸۵

لواطت کی قباحتیں اور سزائیں

(لواطت کا گناہ کفر کے قریب قریب ہے' لواطت ازدواجی مصلحتوں کے سراسر خلاف ہے)

لواطت کی خرابیاں بڑی خطرناک ہیں۔ اس لئے اس کی عقوبت وسزا بھی یہاں اور آخرت میں دونوں جگہ خطرناک ہے۔

لواطت وزنا کی سزا میں سے بڑی کون سی؟

علماء کے اندر اختلاف ہے کہ لواطت کی سزا زیادہ سخت ہے یا زنا کی یا دونوں کی یکساں ہے؟ اس بارے میں علماء کے تین اقوال ہیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا علی بن ابی طالب، سیدنا خالد بن ولید، سیدنا عبداللہ بن زبیر، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا خالد بن زید، سیدنا عبداللہ بن معمر رضی اللہ عنہم، امام زہری، ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن، مالک، اسحاق بن راہویہ، امام احمد بن حنبل۔ ان کی ایک صحیح روایت کے مطابق' امام شافعی رحمہ اللہ ان کے ایک قول کے مطابق یہ کہتے ہیں کہ لواطت کی عقوبت وسزا زنا کی عقوبت وسزا سے زیادہ سخت ہے' لواطت کی سزا قتل ہے' لواطت کرنیوالا شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔

سیدنا عطاء بن ابی رباح سیدنا حسن بصری، سیدنا سعید بن المسیب، سیدنا ابرہیم نخعی، سیدنا قتادہ امام اوزاعی، امام شافعی ازروئے ظاہرِ مذہب' امام احمد بن حنبل دوسری روایت کے مطابق امام ابو یوسف' امام محمد رحمہ اللہ اس طرف گئے ہیں کہ لواطت اور زنا دونوں کی عقوبت وسزا یکساں ہے۔ امام حاکم اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ یہ کہتے ہیں کہ لواطت کی سزا اور عقوبت زنا کی سزا اور عقوبت سے کم ہے۔ لواطت کے لئے کوئی شرعی مقررہ حد نہیں ہے۔ بلکہ اس کیلئے تعزیر ہے۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ لواطت ایک سخت ترین معصیت ہے جس طرح کہ اور بہت سے بڑے بڑے معاصی ہیں۔ اور اللہ اور اللہ کے رسولؐ نے اس کے متعلق کوئی خاص حد مقرر نہیں فرمائی۔ اس لئے اس میں صرف تعزیر ہو گی جیسا کہ مردار کا گوشت اور خون' اور خنزیر کا گوشت کھانے میں تعزیر ہے۔

نیز ایک دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ لواطت میں شہوت کا استعمال ایسے مقام میں ہوتا ہے جس سے انسانی طبائع گریز کرتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے شریعت نے اس کے متعلق کوئی خاص حد مقرر نہیں کی۔ جیسا کہ جانوروں اور گدھے کے ساتھ وطی کرنے میں کوئی حد مقرر نہیں کی گئی۔

نیز ایک دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ لواطت کو لغت' شرع اور عرف میں زنا نہیں کہا جاتا۔ اس لئے یہ ان نصوص کے ماتحت نہیں آتی جو زنا کی حد پر دلالت کرتی ہیں۔

نیز یہ لوگ کہتے ہیں کہ قواعد شرعیہ عموماً ایسے بنائے گئے ہیں کہ اگر معصیت وگناہ طبعی اقتضاء کے ماتحت ہے تو اقتضاء طبائع کی وجہ سے شرع نے اس کے لیے حد مقرر کی ہے جیسا کہ زنا' چوری شراب نوشی' وغیرہ کے لئے حد مقرر کر دی گئی ہے کیونکہ یہ معاصی اور گناہ مقتضیات طبائع سے سرزد ہوتے ہیں۔ اور مردار کھانے' خون پینے' اور خنزیر کا گوشت کھانے پر حد مقرر نہیں کی کیونکہ اس کا کھانا طبائع انسانی کی مقتضیات کے خلاف ہے۔

نیز یہ علماء یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ لواطت کی حیثیت بعینہ وہی ہے جو چوپائے اور مردے کے ساتھ وطی کرنے کی ہے۔ یہ امر بالکل واضح ہے کہ مرد مرد سے وطی کرے یہ طبائع انسانی کے سراسر خلاف ہے۔ اللہ نے انسانی طبائع کی جبلت ہی کچھ ایسی بنائی ہے کہ مرد مرد سے وطی کرنے سے سخت نفرت کرتا ہے جس طرح کہ یہ امر طبائع انسانی کے خلاف ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد کا خواہشمند ہو کہ وہ اس کے ساتھ وطی و جماع کرے بخلاف زنا کے کہ اس میں دونوں جانب سے داعیہ موجود ہوتا ہے۔

نیز یہ علماء ایک یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ دونوں قسم کے افراد یعنی فاعل ومفعول اگر اپنی اپنی جنس سے فائدہ اٹھائیں تو اس میں حد نہیں۔ مثلاً عورت عورت کے ساتھ مساحقت کرے تو اس میں حد نہیں ہے اسی طرح اگر مرد مرد سے فائدہ اٹھائے تو حد نہیں ہو گی۔

قائلین قول اول یعنی جمہور امت جو اس کے قائل ہیں کہ لواطت کی عقوبت وسزا زنا کی عقوبت وسزا سے زیادہ سخت ہے' یہ کہتے ہیں کہ اس کی عقوبت وسزا پر صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے۔ لواطت کے مفاسد حد سے زیادہ خطرناک ہیں۔ کسی گناہ کے مفاسد اس کے مفاسد کے برابر نہیں۔ اس کے مفاسد کفر کے مفاسد کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔ بسا اوقات قتل نفس سے زیادہ اس کی خرابیاں ظاہر ہوتی ہیں اور یہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ

اس کبیرہ گناہ کی سزا میں اللہ نے کسی قوم کو قوم لوط سے پہلے اس طرح ہلاک نہیں کیا کہ اسے جڑ بن سے اکھاڑ دیا ہو۔ اس قوم کو اس فعل بد کی وجہ سے اللہ نے وہ سخت سزا دی کہ دنیا کی کسی قوم کو ایسی سزا نہیں دی اور اسے ہلاک کرنے میں مختلف قسم کی عقوبتیں جمع کر دی گئیں۔ ان کی آبادی' ان کے مکان ان پر الٹ دیئے گئے' انہیں زمین کے اندر دھنسا دیا' آسمان سے ان پر پتھر برسائے گئے اور انہیں سنگسار کیا گیا' ان کی آنکھیں اندھی کر دی گئیں' اور ہمیشہ کے لئے یہ عذاب ان پر لازم کر دیا گیا۔ اس قوم پر اللہ کی خفگی ایسی ہوئی کہ یہ جرم بہت سی خرابیوں کا موجب ہے۔ اور یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ اس سے زمین کانپنے لگتی ہے۔ اور جس وقت زمین پر یہ گناہ ہوتا ہے زمین کے کنارے جنبش کر جاتے ہیں' فرشتے یہاں سے بھاگ کر آسمان پر چلے جاتے ہیں' اور زمین کے دور دراز گوشوں میں جا کر پناہ لیتے ہیں۔ جبکہ وہ اس فعل بد کو دیکھ پاتے ہیں اور اس لئے بھاگ جاتے ہیں کہ کہیں عذاب الٰہی اتر آیا تو یہ بھی اس کی زد میں نہ آ جائیں۔ زمین بارگاہِ الٰہی میں پکار اٹھتی ہے' پہاڑ لرز جاتے ہیں۔

کسی انسان کو قتل کر دیا جائے یہ اس کے ساتھ لواطت کرنے سے بہتر ہے۔ ناحق قتل کر دیئے جانے سے وہ شہید ہوگا لیکن اس کے ساتھ لواطت کرنے کے بعد وہ قتل کیا جائے گا تو نجات ممکن ہی نہیں اور وہ آخرت کی فلاح و نجات سے بھی محروم ہو گا۔ اور یہ لوگ اس پر یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ قاتل کی حد مقتول کے ورثاء کے اختیار میں ہے اگر وہ چاہیں تو معاف کر سکتے ہیں اور اسے قصاص میں قتل ہونے سے بچا سکتے ہیں۔ لیکن لواطت کرنے والے پر تو حتمی طور پر حد جاری ہوگی۔ رہائی ممکن ہی نہیں ہے اور اس حد پر اصحاب رسول اللہ کا اجماع ہو چکا ہے۔ صحیح اور صریح احادیث جن کی کوئی ایک حدیث بھی معارض نہیں ہے اس پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہؐ کے صحابہ نے اور خلفاء راشدین نے ان احادیث پر عمل کیا ہے۔ چنانچہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ عرب کے بعض اطراف میں ایک شخص انہوں نے ایسا دیکھا جو عورتوں کی طرح مرد کے ساتھ شادی کرتا تھا۔ انہوں نے خلیفہ اسلام سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو سیدنا ابوبکر صدیق نے صحابہ کرام کو جمع کیا اور اس بارے میں مشورہ کیا۔ سیدنا علی بن ابی طالب نے تمام سے سخت رائے دی اور فرمایا: ''دنیا میں صرف ایک ہی قوم اس جرم کی مرتکب ہوئی ہے اور آپ جانتے ہیں اللہ نے اس کے ساتھ کیسا سخت معاملہ کیا ہے؟ میری رائے تو یہی ہے کہ اسے جلا دیا جائے۔'' چنانچہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے سیدنا خالد بن

ولیدؓ کو یہ لکھ بھیجا۔ اور سیدنا خالد بن ولیدؓ نے اسے جلا دیا۔ ①

اس بارے میں سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے یہ رائے دی کہ ایسے آدمی کو آبادی میں جو سب سے بلند جگہ ہو وہاں لے جایا جائے اور وہاں سے سر کے بل نیچے پھینکا جائے اور اسے پتھروں سے سنگسار کر دیا جائے۔ ② سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے یہ حد اور سزا قوم لوط کی عقوبت وسزا سے اخذ کی ہے۔

نیز سیدنا عبداللہ بن عباس نے رسول اللہ ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

((مَنْ وَجَدْتُمُوْهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ بِهٖ)) ③

''جس کو تم قوم لوط کا کام کرتے پاؤ تو تم فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔''

یہ روایت تمام اہل سنن نے بیان کی ہے اور ابن حبان وغیرہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو قابل حجت تسلیم کیا ہے اس حدیث کی اسناد بخاری کی شرائط کے مطابق ہیں۔

نیز یہ لوگ دلیل پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے:

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ عَمِلَ قَوْمَ لُوطٍ))

''جو آدمی قوم لوط کا کام کرے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔'' ④

ایک ہی حدیث میں تین مرتبہ لعنت وارد ہے اور زانی کے حق میں کسی جگہ ایک ہی حدیث میں تین مرتبہ لعنت وارد نہیں ہے۔ زنا کے علاوہ دیگر کبائر میں بھی لعنت وارد ہے مگر صرف ایک ہی مرتبہ ہے اور یہاں لوطی کے حق میں تین مرتبہ لعنت وارد ہے۔

---

① السنن الکبری للبیهقی (۸/ ۲۳۲) وشعب الایمان (۴/ ۳۵۷) ذم الملاهی لابن ابی الدنیا (۱۴۵)

② السنن الکبری للبیهقی (۸/ ۲۳۲) مصنف ابن ابی شیبة (۵/ ۴۹۶) ذم الملاهی (۱۴۰)

③ سنن ابی داود۔ کتاب الحدود۔ باب فیمن عمل عمل قوم لوط (حدیث۔۴۴۶۲) مسند احمد (۱/ ۳۰۰)

④ مسند احمد (۱/ ۳۰۹) مسند ابی یعلی (۲۵۳۹) صحیح ابن حبان (۴۴۱۷) مستدرك حاکم (۴/ ۳۵۶)

نیز رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ لوطی کے قتل پر متفق ہیں۔ کسی ایک صحابی نے بھی اس بارے میں اختلاف نہیں کیا ہے۔ اگر کسی نے کچھ اختلاف کیا ہے تو صورت قتل میں کہ کس طرح اسے قتل کیا جائے؟ نفس قتل میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ لوگ خواہ مخواہ کہتے ہیں کہ مسلہ اختلافی ہے اور صحابہ کا اس میں اختلاف ہے۔ حالانکہ یہ صحابہ کرام کا اجماعی مسئلہ ہے۔ صرف صورت قتل میں اختلاف ہے۔

نیز کہتے ہیں کہ زنا کے بارے میں جو اللہ نے مذمت کی ہے اور لواطت کے بارے میں جو مذمت کی ہے دونوں پر غور کیا جائے تو فرق واضح ہو جائے گا۔ زنا کے بارے میں ارشاد ہے۔

﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰٓ إِنَّهُۥ كَانَ فَٰحِشَةً وَسَآءَ سَبِيلًا ۝ ﴾

(الاسراء: ۱۷/۳۲)

"اور تم زنا کے قریب بھی مت جاؤ کہ یہ بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔"

اور لوطی کے متعلق ارشاد ہے:

﴿ أَتَأْتُونَ ٱلْفَٰحِشَةَ مَا سَبَقَكُم بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ ٱلْعَٰلَمِينَ ۝ ﴾

(الاعراف: ۷/۸۰)

"کیا تم ایسا بے حیائی کا کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے دنیا جہان والوں میں کسی نے نہیں کیا۔"

زنا کے متعلق لفظ فاحشة بصورت نکرہ وارد ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح اور فواحش ہیں اسی طرح ایک یہ بھی فاحشہ عمل ہے۔ لیکن لوطیوں کے متعلق الفاحشة بصورت معرفہ وارد ہے جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ یہ فعل فحش کے پورے پورے معنی پر مشتمل اور جامع ہے۔ یعنی تم لوگ سب کام کرتے ہو جس کا فحش ہونا تمام کے نزدیک مسلم ہے۔ یہ کام اس قدر ظاہر الفحش ہے کہ اس کے فحش ہونے کے ذکر کی بھی ضرورت نہیں "الفاحشة" فرمایا جس سے دوسری جانب اشارہ بھی نہیں ہوسکتا۔ یہ اسم دوسرے مسمی کی طرف خیال بھی پیدا نہیں کرسکتا۔ اور یہ بعینہ اس قول کی نظیر ومثال ہے جو فرعون نے سیدنا موسی سے کہا تھا:

﴿ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ ٱلَّتِى فَعَلْتَ ۝ ﴾ (الشعرا: ۲۶/۱۹)

"اور تو نے وہ حرکت کی ہے جو تو کر گذرا۔"

یعنی تم نے ایسا کام اور برا عمل کیا ہے جس کی برائی بالکل واضح ہے۔ اور اس کی برائی

سے ہر ایک واقف ہے۔ اس کے بعد اللہ اس فعل کی برائی کو سخت انداز میں پیش کرتا ہے کہ یہ وہ بدترین فعل ہے کہ تم سے پہلے کسی نے یہ فعل نہیں کیا۔

﴿ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ (الاعراف: ۷/۸۰)

''یہ کام دنیا جہان میں تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔''

اس کے بعد اس کی مزید برائی پیش کرتا ہے اور فرماتا ہے:

﴿ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً ۝ ﴾ (الاعراف: ۷/۸۱)

''تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو۔''

یعنی یہ ایسا برا کام ہے کہ اس کے سننے سے قلوب لرز جاتے ہیں' اور کان پھٹ جاتے ہیں کہ مرد مرد کے ساتھ ایسا کام کرتا ہے۔ اس کے بعد اللہ یہ تنبیہ فرماتا ہے کہ یہ کام ہرگز ہرگز کرنے کا نہیں محض شہوت رانی کی غرض سے یہ فعل کیا جاتا ہے۔ وہ ضرورتیں اس سے پوری نہیں ہوتیں جو مرد اور عورت کے جوڑے سے وابستہ ہیں' مثلاً: یہ کہ مرد عورت کی طرف مائل ہوتا ہے' اور اس سے اپنی حاجت پوری کرتا ہے' میاں بیوی میں محبت والفت کا وہ رشتہ قائم ہو جاتا ہے کہ عورت کے ذریعہ نسل پیدا کی جاتی ہے جس سے نوع انسانی اشرف المخلوقات کا تحفظ اور اس کی بقاء وابستہ ہے' عورت کی عفت وعصمت کی حفاظت ہوتی ہے' مصاہرہ کا وہ رشتہ قائم ہوتا ہے جو بعینہٖ نسب کے رشتہ کے برابر ہوتا ہے' عورتوں پر مردوں کی حکومت قائم ہوتی ہے' عورتوں سے ہمبستری کر کے اللہ کی محبوب ترین مخلوق پیدا کی جاتی ہے' انبیاء' اولیاء' اہل ایمان' اور دیندار' اللہ پرست لوگ پیدا ہوتے ہیں' رسول ﷺ کی امت میں اضافہ ہوتا ہے' جس کی کثرت وفراوانی[1] سے آپ دوسرے انبیاء کے مقابلہ میں قیامت کے دن فخر کریں گے۔ یہ اور اس قسم کی بے شمار مصلحتیں عورتوں سے وابستہ ہیں۔ لوطی ان تمام مصلحتوں کے خلاف اقدام کرتا ہے۔ لواطت ان تمام باتوں کی پرورش کرتی ہے جن کی خرابیاں حصر واحصاء سے باہر ہیں جن کی خرابیاں اور خرابیوں کی تفصیل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اس کے بعد اللہ اس کی قباحت کی مزید تاکید فرماتا ہے کہ لوطی فطرت انسانی کے خلاف اقدام کرتا ہے مرد کو جس فطرت پر پیدا کیا ہے اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ فطرت یہ ہے کہ

[1] سنن ابی داود۔ کتاب النکاح۔ باب النھی عن تزوج من لم یلد من النساء (حدیث۔۲۰۵۰)
سنن نسائی۔ کتاب النکاح۔ باب کراھیة تزویج العقیم (حدیث۔۳۲۲۹)

مرد عورتوں سے اپنی شہوت پوری کریں نہ کہ مردوں سے لیکن لوطی اس فطرت کے خلاف کام کرتا ہے۔ فطرت، طبیعت، جبلت کے سراسر خلاف اقدام کرتا ہے اور یہی وجہ تھی جس کی بنا پر قوم لوط کی آبادیوں کو اللہ نے الٹ دیا، منقلب کر دیا اور سر کے بل دے مارا۔

اس کے بعد اس کی قباحت کی مزید تاکید فرماتا ہے کہ یہ بے راہ روی اور زیادتی ہے اور یہ لوگ حد چھوڑ کر آگے بڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝ ﴾ (الاعراف: ۷/۸۱)

"بلکہ تم تو حد سے ہی گزر گئے ہو"۔

غور کرو کیا اس قسم کی تاکید یا اس کے قریب قریب بھی زنا کے متعلق وارد ہے؟

پھر اللہ ان کے متعلق یہ تاکید فرماتا ہے:

﴿ وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ ۝ ﴾

(الانبیاء: ۲۱/۷۴)

"اور لوط کو ہم نے اس بستی سے نجات دی جو خبیث کام کرتی تھی"۔

اس کے بعد اللہ اس قوم کے دو مکروہ وصف بیان کر کے اس کی انتہا درجہ کی قباحت کو واضح فرماتا ہے:

﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ۝ ﴾ (الانبیاء: ۲۱/۷۴)

"واقعی وہ برے اور بدکار لوگ تھے۔" اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کی زبان سے یہ کہلواتا ہے:

﴿ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ ﴾ (العنکبوت: ۲۹/۳۰)

"اے میرے پروردگار! ان تباہی انگیز لوگوں کے مقابلہ میں میری مدد فرما"۔

اور پھر فرشتوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے سامنے قوم لوط کو ظالم کہا:

﴿ اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝ ﴾

(العنکبوت: ۲۹/۳۱)

"ہم اس بستی کے رہنے والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں (کیونکہ) یہاں کے باشندے یقیناً ظالم ہیں"۔

غور کرو کیا یہ عقوبت و سزا کسی اور کے لیے بیان کی گئی ہے؟ ایسی مذمت کسی دوسرے گناہ کی بھی نہیں کی گئی۔ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس قوم کے بارے میں کچھ حجت پیش کرتے

ہیں اور عذاب کے ٹل جانے کی کوشش کرتے ہیں تو فرشتے جواب دیتے ہیں:

﴿ يَٰٓإِبْرَٰهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَآ ۖ إِنَّهُۥ قَدْ جَآءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۖ وَإِنَّهُمْ ءَاتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ۝ ﴾ (ھود: ۱۱/ ۷۶)

"اے ابراہیم! یہ بات چھوڑ دو۔ تمہارے رب کا حکم آ پہنچا ہے اور ان پر نہ لوٹایا جانے والا عذاب ضرور آنے والا ہے۔"

ان لوطیوں کے تمرد و غرور پر غور کرو کہ ان کی خباثت و سرکشی کس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ جب یہ فرشتے سیدنا لوط علیہ السلام کے یہاں پہنچتے ہیں تو انسانی شکل میں نہایت خوبصورت شکلوں میں پہنچتے ہیں۔ لوطی سیدنا لوط علیہ السلام کے مکان کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور اللہ کا یہ پیغمبر جب ان کو دیکھتا ہے تو گھبرا جاتا ہے اور کہتا ہے:

﴿ يَٰقَوْمِ هَٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِى هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ ۝ ﴾ (ھود: ۱۱/ ۷۸)

"اے میری قوم! یہ ہیں میری بیٹیاں جو تمہارے لیے بہت ہی پاکیزہ ہیں"۔

اپنے مہمانوں کی عزت و آبرو بچانے کے لیے اپنی لڑکیاں پیش کرتا ہے کہ لوگو! میری لڑکیوں سے تم شادی کر لو مگر میرے مہمانوں کو نہ چھیڑو۔ میرے لیے یہ شرم و عار کا موجب ہے۔ چنانچہ سیدنا لوط علیہ السلام ان سے کہتے ہیں:

﴿ يَٰقَوْمِ هَٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِى هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ ۖ فَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ فِى ضَيْفِىٓ ۖ أَلَيْسَ مِنكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ ۝ ﴾ (ھود: ۱۱/ ۷۸)

"اے میری قوم! یہ ہیں میری بیٹیاں جو تمہارے لیے بہت ہی پاکیزہ ہیں، اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو، کیا تم میں ایک بھی بھلا آدمی نہیں"

اس کا جواب یہ متمرد لوگ کیا دیتے ہیں؟ اس پر بھی غور کرو۔ جواب دیتے ہیں:

﴿ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِى بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ ۝ ﴾ (ھود: ۱۱/ ۷۹)

"تم جانتے ہو کہ ہمیں تمہاری بیٹیوں کی کوئی ضرورت نہیں اور جو ہماری اصلی چاہت ہے وہ تم خوب جانتے ہو۔" یہ سن کر اللہ کا پیغمبر ٹھنڈی سانس لیتا ہے اور کہتا ہے:

﴿ لَوْ أَنَّ لِى بِكُمْ قُوَّةً أَوْ ءَاوِىٓ إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ ۝ ﴾ (ھود: ۱۱/ ۸۰)

"کاش! مجھ میں تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی یا میں کسی مضبوط پناہ میں ہوتا"۔

یہ سن کر اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے سیدنا لوط علیہ السلام کو حقیقت حال سے مطلع کرتے ہیں اور کہتے ہیں آپ گھبرایئے نہیں وہ نہ ہمارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں اور نہ آپ کو دکھ دے سکتے ہیں۔ ہم کو اللہ نے ان کی ہلاکت کے لیے بھیجا ہے۔

﴿ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ ۝ ﴾ (ھود: ۱۱/۸۱)

''ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں ناممکن ہے کہ یہ تجھ تک پہنچ جائیں۔''

پھر انہیں اللہ کی بشارت سناتے ہیں اور لوطیوں کے لیے جو عذاب لے کر آئے ہیں اس کی انہیں اطلاع دیتے ہیں' کہتے ہیں:

﴿ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ۝ ﴾ (ھود: ۱۱/۸۱)

''تم کچھ رات گئے اپنے گھر والوں کو لے کر یہاں سے نکل کھڑے ہو...... اور تم میں سے کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔ ہاں تمہاری بیوی ضرور مڑ کر دیکھے گی' اس پر وہی عذاب آئے گا جو ان (سب گناہگار) لوگوں پر آئے گا۔ ان کو عذاب پہنچنے کا مقررہ وقت صبح ہے۔ کیا صبح کا وقت قریب نہیں ہے۔''

جب اللہ کا پیغمبر ان کی ہلاکت میں کچھ دیر پاتا ہے ''تو کہتا ہے کہ جلد اترنا چاہیے'' فرشتے کہتے ہیں ہاں جلد سے عذاب اترے گا۔

﴿ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ۝ ﴾ (ھود: ۱۱/۸۱) ''کیا صبح کا وقت قریب نہیں ہے؟''

اللہ کی قسم! اللہ کے ان دشمنوں کی ہلاکت و بربادی' اور اللہ کے پیغمبر اور اللہ کے دوستوں کی نجات میں سحر سے لے کر طلوع فجر سے زیادہ وقت نہیں گزرا کہ اللہ کے دشمنوں کی آبادیاں بیخ و بن سے اکھاڑ دی گئیں اور آسمان کے قریب تک لے جائی گئیں۔ اور اس قدر اونچی لے جائی گئیں کہ آسمان کے فرشتے ان کے کتوں اور گدھوں کی آوازیں سنتے تھے۔ اور وہ فرمان الٰہی جو رد نہیں ہوسکتا اللہ کے بندے سیدنا جبرائیل علیہ السلام کے سامنے دہرایا گیا کہ ان کو الٹ دو' اوندھا کردو' اور ہلاک کر مارو۔

﴿ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ۝ ﴾ (ھود: ۱۱/۸۲)

''پس جب ہمارا عذاب آ پہنچا تو ہم نے اس بستی کو زیروزبر کر دیا۔ اور کنکر یلے پتھر ہم نے ان پر تہ بتہ برسائے۔''

اور ان کی ہلاکت و بربادی کو اللہ نے دنیا جہاں کے لیے عبرت و یادگار چھوڑا اور پرہیزگاروں کے لیے موعظ ونصیحت کا سامان مہیا کر دیا۔

﴿ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ ۝ وَإِنَّهَا لَبِسَبِيلٍ مُّقِيمٍ ۝ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝ ﴾ (الحجر: ۱۵/۷۵،۷۷)

''یقیناً ہر ایک عبرت حاصل کرنے والے کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں یہ بستی ایسی راہ پر ہے جو برابر چلتی رہتی ہے اور اس میں ایمانداروں کے لیے بڑی نشانی ہے''

سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے اس طبقہ کو اس حالت میں اٹھایا کہ یہ لوگ بے خبر تھے غرور وتمرد کے نشہ میں سوئے پڑے تھے۔ صبح ہوتے ہوتے یہ سب کے سب عذاب الٰہی کا شکار بن گئے اور کوئی چیز ان کے لیے نفع بخش ثابت نہ ہوئی:

مَآرِبُ كَانَتْ فِي الْحَيَاةِ لِأَهْلِهَا
عَذَابًا فَصَارَتْ فِي الْمَمَاتِ عَذَابًا

''وہ مقاصد جو ان کی زندگی میں ان کے لیے عذاب تھے موت کے بعد بھی ان کے لیے عذاب ہی رہے۔''

افسوس صد ہزار افسوس! ساری لذتیں ختم ہو گئیں، اور حسرتیں ساتھ لے گئے، شہوات و خواہشات کی ساری رگیں ٹوٹ گئیں، اور شقاوت و بدبختی ورثہ میں لے گئے، عیش وعشرت کی ساعتیں بہت کم ملیں...... لیکن دائمی عذاب ساتھ لے گئے۔ پرخار چراگاہوں سے چارہ کھایا لیکن دردناک عذاب اپنے سروں پر لاد گئے۔ افسوس شہوات وخواہشات کے نشہ نے ان کو افاقہ کا موقع ہی نہ دیا۔ ہوش میں آئے تو اس وقت جب کہ ان کی آبادیاں دردناک عذاب میں دھر لی گئی تھیں۔ غفلت نے ان کو ایسا بے خبر سلا دیا کہ ہلاکت و بربادی کے وقت تک جاگ ہی نہ سکے۔ افسوس وہ اس وقت بیدار ہوئے اور نادم ہوئے جب کہ بیداری اور ندامت ان کے کام نہیں آ سکتی تھی اور اب وہ اپنی بدکرداریوں بداعمالیوں پر آنسو کے بدلے خون رونے لگے۔

اے کاش! تم ان لوگوں کے حالات دیکھ لیتے کہ وہ کس طرح الٹ دیئے گئے، تلے اوپر کر دیئے گئے، اور اب ان کے منہ اور جسم سے آگ جھڑ رہی ہے، جہنم کے پرخطر طبقوں میں جل

رہے ہیں۔ لذیذ شراب کی بجائے گرم پیپ پی رہے ہیں' ان کے چہرے جھلس گئے ہیں اور انہیں کہا جا رہا ہے اپنے اعمال کا مزہ چکھو۔

﴿ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ (طور: ۵۲/۱۶)

اس دوزخ میں داخل ہو جاؤ اور صبر کرو یا نہ کرو تمہارے لیے برابر ہے' تم کو تمہارے کیے کی سزا دی جائے گی۔"

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس قوم کے پیروں اور بدکرداروں کو سخت سے سخت وعید سے ڈراتا ہے۔ فرماتا ہے:

﴿ وَمَا هِیَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بِبَعِیْدٍ ۝ ﴾ (ھود: ۱۱/۸۳)

"اور وہ مقہور آبادی ان ظالموں سے کچھ دور نہیں ہے۔"

فصل : ۸۶

زنا اور لواطت کی سزا میں کمی بیشی

(ان لوگوں کے جوابات جو لواطت کی عقوبت (سزا) کو زنا کی عقوبت سے کم بتلاتے ہیں)

جو لوگ کہتے ہیں کہ لواطت ایک ایسی معصیت اور گناہ ہے جس کی حد اللہ تعالیٰ نے متعین نہیں کی اور اس لیے لواطت کی عقوبت زنا کی عقوبت سے کم ہے۔

اس قول کے چند جوابات ہیں:

اول: یہ کہ دین الٰہی کے مبلغ محمد رسول اللہ ﷺ نے لواطت کی حد قتل مقرر فرمائی ہے۔ اور قتل کا حکم حتمی اور یقینی ہے۔ اللہ کا رسول جو چیز بھی شروع فرماتا ہے وہ اللہ ہی کی جانب سے شروع ہوتی ہے۔ پس اگر تمہارا مقصد یہ ہے کہ لواطت کی حد شرعاً مشروع نہیں ہے تو یہ قطعاً غلط ہے۔ اور اگر تمہارا مقصد یہ ہے کہ قرآن حکیم کی کسی نص سے حد ثابت نہیں ہے تو یہ صحیح ہے لیکن اس سے انتفاء حکم لازم نہیں آتا کیونکہ اس کی حد رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہے۔

دوم: یہ کہ تمہارا یہ استدلال حکم رجم سے ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ رجم کا حکم سنت نبوی سے ثابت ہے قرآن سے نہیں۔

اگر تم کہو کہ رجم کا حکم قرآن سے ثابت ہے جس کے الفاظ قرآن سے منسوخ ہو گئے ہیں اور حکم باقی ہے تو ہم کہیں گے شراب نوشی کی حد سے یہ دلیل ٹوٹ جاتی ہے کیونکہ شراب نوشی کی حد سنت نبوی سے ثابت ہے۔

سوم: یہ کہ ایک خاص معین دلیل کی نفی سے مطلق دلیل کی نفی لازم نہیں آتی اور نہ ہی مدلول کی نفی لازم آتی ہے۔ اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ جس دلیل کی تم نفی کر رہے ہو وہ منتفی نہیں ہے۔

تم یہ کہتے ہو کہ لواطت ایک ایسا فعل ہے جو طبائع انسانی کے خلاف ہے اور طبیعتیں اس

سے نفرت کرتی ہیں اور اس لیے لواطت کرنا مردہ عورت' یا چوپائے کے ساتھ وطی کرنے کے مانند ہے۔ اس کا جواب ہم چند طریقوں سے دیں گے:

اول: یہ کہ تمہارا یہ قیاس بالکل غلط قیاس ہے۔ یہ قیاس رسول اللہ کی سنت اور اجماع صحابہ کے خلاف ہے اس لیے مردود ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا۔

دوم: یہ کہ حسین وخوبصورت مرد کے ساتھ کہ جس کا فتنہ تمام فتنوں کو ہوا دیتا ہے وطی کرنے کو گدھے' چوپائے' اور مردہ عورت کے ساتھ جماع پر قیاس کرنا ایک باطل قیاس ہے۔ کیا کسی حسین وخوبصورت آدمی کو گدھی' گائے' اور مردہ عورت کے برابر کہا جاسکتا ہے؟ کیا گدھی' گائے پر کوئی عاشق ہوسکتا ہے یا انکا عشق کسی کو اپنا اسیر بنا سکتا ہے؟ اور کسی کے فکر اور نفس پر غالب آسکتا ہے۔ اب بتاؤ اس قیاس سے فاسد ترین قیاس کونسا قیاس ہوسکتا ہے؟

سوم: یہ کہ تمہاری یہ دلیل اس سے بھی ٹوٹ جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی ماں' بہن' بیٹی سے وطی کرتا ہے تو باوجودیکہ یہاں طبعی نفرت مکمل طریقہ پر موجود ہے' اسے سخت سے سخت سزا دی جائے گی۔ اور ایک قول کے بموجب اس پر سخت ترین عقوبت جاری کی جائے گی۔ یہ شخص محصن ہو یا غیر محصن قتل کیا جائے گا۔ اور ایسی ہی ایک روایت میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے یہی مروی ہے اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ اور محدثین کی ایک بہت بڑی جماعت اس کی قائل ہے:

سنن ابی داوٗد' سنن ترمذی' میں سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' وہ کہتے ہیں:

((لَقِيتُ عَمِّي وَمَعَهُ الرَّايَةُ فَقُلْتُ لَهُ إِلَى أَيْنَ تُرِيدُ؟ قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَى رَجُلٍ نَكَحَ امْرَأَةَ أَبِيهِ مِنْ بَعْدِهِ أَنْ أَضْرِبَ عُنُقَهُ وَآخُذَ مَالَهُ)) (قال الترمذی: هذا حديث حسن) [1]

''میں اپنے چچا سے ملا' ان کے ہمراہ جھنڈا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کی طرف بھیجا ہے۔ جس نے اپنے باپ کی بیوی سے باپ کے مرنے کے بعد نکاح کیا ہے۔ میں کہ جا

---

[1] سنن ابی داود۔ کتاب الحدود۔ باب فی الرجل یزنی بحریمه (حدیث۔۴۴۵۷) سنن نسائی۔ کتاب النکاح۔باب نکاح مانکح الآباء (حدیث۔۳۳۳۲) وسنن ترمذی(۱۳۶۲)سنن ابن ماجه (۲۶۰۷) غمه

کر اس کی گردن اڑا دوں اور اس کا مال لے لوں۔"

جوزجانی کہتے ہیں کہ براء کے چچا کا نام حارث بن عمرو ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ وَقَعَ عَلٰی ذَاتِ مَحْرَمٍ فَاقْتُلُوْهُ)) ①

"جو آدمی اپنے ذی محرم کے ساتھ زنا کرے اسے قتل کر دو۔"

حجاج بن یوسف کے سامنے ایک شخص کو پیش کیا گیا جس نے اپنی بہن پر قبضہ جما رکھا تھا۔ حجاج نے اسے محبوس رکھنے کا حکم دیا اور کہا: اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے مسئلہ دریافت کرو۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مطرف رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے:

((مَنْ تَخَطّٰی حَرَمَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَخَطُّوْا وَسْطَهٗ بِالسَّیْفِ)) ②

"جو آدمی ایمان والوں کی حرمت کاٹے اسے تم بھی کر سے کاٹ دو۔"

گو اس حدیث میں وسط درمیان سے کاٹ دینے کا حکم ہے لیکن اصل مسئلہ کی مستقل دلیل اس میں موجود ہے۔ اور وہ یہ کہ جس سے کسی حالت میں بھی وطی و جماع جائز نہ ہو اس سے وطی و جماع کرنے والے کی سزا اور حد قتل ہے۔ اور اس پر وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جو ماں بیٹی کے ساتھ جماع کرنے سے قتل واجب کرتی ہے۔ دیگر ذوات محارم کے متعلق بھی یہی کہا جائے گا کہ جو آدمی ایسی عورت سے وطی جماع کرے جس سے کسی حال میں وطی جماع جائز نہیں، اس کی حد قتل ہے جس طرح کہ لوطی کی حد قتل ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ ان ہر دو مسئلوں پر نص سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ نیز قیاس صحیح بھی ان ہر دو مسئلوں کی صحت پر شہادت دیتا ہے۔ البتہ کچھ اختلاف ہے اور وہ یہ کہ اس خصوصیت رشتہ کی وجہ سے قتل کی سزا دی جائے گی یا حد زنا کی بنا پر؟ اور اس میں دو قول ہیں۔ امام شافعی، امام مالک، اور امام احمد رحمہم اللہ ایک روایت کے مطابق اس طرف گئے ہیں کہ اس کی حد، زنا کی حد

① سنن ترمذی۔ کتاب الحدود۔ باب ماجاء فیمن یقول للآخر یا مخنث (حدیث۔۱۴۶۲) سنن ابن ماجہ۔ کتاب الحدود۔ باب من اتی ذات محرم (حدیث۔۲۵۶۴) اسنادہ ضعیف ابراهیم بن اسماعیل بن ابی حبیبہ ضعیف راوی ھے۔ ② الاحاد والمثانی لابن ابی عاصم (۲۸۱۷) الکامل لابن عدی (۲/ ۱۰۲۶) شعب الایمان (۵۴۷۳) اسنادہ ضعیف۔ صالح بن راشد ضعیف راوی ہے۔

ہو گی۔ اور امام احمد، امام اسحاق رحمہ اللہ، اور محدثین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ ہر حال میں قتل کرنا یہی اس کی حد ہے۔

یہ تمام حضرات اس امر پر بھی متفق ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی ذی محرم سے نکاح کر لیا اور اس سے جماع کیا اور اس کی حرمت سے وہ واقف تھا تو اس پر زنا کی حد جاری ہو گی۔ صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اس بارے میں یہ مسلک ہے کہ چونکہ شبہ کی گنجائش موجود ہے اس لیے حد ساقط ہو جائے گی۔

اس کے جواب میں دوسرا فریق یہ کہتا ہے نکاح کا نام دھر کر اس نے جماع کیا ہے اس لیے جرم اور زیادہ وزنی ہو جاتا ہے۔ دوم حرام چیزوں کا اس نے ارتکاب کیا ہے ایک تو یہ کہ وہ عقدِ حرام کا مرتکب ہوا' دوسرا جماع حرام کا مرتب ہوا جب حرام عقد کے ساتھ جماع حرام ضم ہو گیا تو عقوبت وسزا کیونکر ہلکی ہو گی۔

مردہ عورت کے ساتھ جماع و وطی کرنے کے متعلق فقہاء کے دو قول ہیں۔ اور یہ دونوں قول امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کا مسلک ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ مردہ عورت کے ساتھ زنا کرنے سے حد واجب ہو گی اور یہ امام اوزاعی کا قول ہے۔ اس پر حد یقیناً جاری ہو گی کیونکہ اس کا یہ فعل ایک بہت بڑا جرم ہے اس لیے کہ اس نے ایک فحش کام کیا اور پھر مردے کی حرمت توڑ دی۔

فصل : ۸۷

چوپائے سے بدفعلی کرنے والے پر حد لازم ہو گی یا تادیبی سزا؟

(چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرنے سے حد لازم ہو یا تادیبی تعزیز؟)

چوپائے کے ساتھ وطی اور بدفعلی کرنے کی عقوبت وسزا کے متعلق تین قول ہیں:

اول: یہ کہ چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرنے والے کی تادیب کی جائے گی لیکن اس پر حد نہیں ہو گی۔ یہ قول امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے اور ایک قول امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی ہے اور امام اسحاق رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

دوم: یہ کہ اس کا حکم زانی کا حکم ہے۔ اگر کنوارا' غیر شادی شدہ ہے تو اسے کوڑے لگائے جائیں گے اور اگر محصن' شادی شدہ ہے تو اسے رجم کیا جائے گا اور یہ قول سیدنا حسن رحمہ اللہ کا ہے۔

سوم: یہ کہ اس کا حکم لوطی کا حکم ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی بھی یہی تصریح ہے۔

ان ہر دو مختلف اقوال کے پیش نظر یہ امر مستخرج و مستنبط ہوتا ہے کہ یا تو حتمی طور پر قتل کر دینا اس کی حد ہے یا اس کی حد وہ حد ہے جو زنا کی ہے؟

جو لوگ اس کی حد قتل بتلاتے ہیں وہ استدلال میں ابوداؤد کی وہ روایت پیش کرتے ہیں جو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

((مَنْ اَتٰی بَهِیْمَةً فَاقْتُلُوْهُ وَاقْتُلُوْهَا مَعَهٗ)) [1]

"جو شخص چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرے اسے قتل کر دو اور اس کے ساتھ چوپائے کو بھی قتل کر دو۔"

یہ اس لیے کہ یہ وطی و دخول ایسا ہے کہ کسی حال میں جائز نہیں لہٰذا اس کی حد قتل ہے۔

---

[1] سنن ابی داود۔ کتاب الحدود۔ باب فیمن اتی بهیمة (حدیث۔۴۴۶۴) سنن ترمذی۔ کتاب الحدود۔ باب فیمن یقع علی البهیمة (حدیث۔۱۴۵۵)

جو لوگ اس کے متعلق حد کے قائل نہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ اس بارے میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے۔ اگر کوئی صحیح حدیث موجود ہوتی تو ہم ضرور اس کے قائل ہو جاتے۔ اس کی مخالفت کا ہمارے پاس کوئی راستہ ہی نہیں ہوتا۔ چنانچہ اسمٰعیل بن سعید شالنجی اس باب میں کہتے ہیں: میں نے امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا کہ چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرنے والے کا کیا حکم ہے؟ تو امام صاحب خاموش ہو رہے۔" اور عمرو بن ابی عمرو کی حدیث اس بارے میں ثابت شدہ حدیث نہیں ہے۔ طحاوی اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں۔ نیز یہ روایت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں لیکن خود ان کا فتویٰ اس کے خلاف ہے۔ وہ یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ اس پر حد نہیں ہے۔ چنانچہ ابوداؤد کہتے ہیں کہ ابن عباس کا یہ فتویٰ ان کی حدیث کو ضعیف قرار دیتا ہے۔[1]

اس میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے کہ اس بارے میں طبعی زجر و توبیخ باعتبار لواطت طبعی زجر و توبیخ سے زیادہ قوی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ انسانی طبائع میں چوپائے کے ساتھ وطی و دخول کرنے اور انسان کے ساتھ وطی و دخول کرنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور اس لیے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا قیاس فاسد ہے۔

[1] سنن ابی داود (۴۴۶۵) السنن الکبری للبیهقی (۸/ ۲۳۴)

فصل : ۸۸

لواطت کو مساحقت پر قیاس کرنا درست نہیں

(باہم مردوں کی وطی و دخول کو دو عورتوں کی باہمی مساحقت پر قیاس کرنا غلط ہے)

کسی مرد کے ساتھ وطی (عمل قوم لوط) کرنے کو دو عورتوں کی مساحقت (چپٹی کھیلنا) پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق اور فاسد ترین قیاس ہے' وہاں ایلاج و دخول متصور نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایسا ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد سے بلا ایلاج دخول کے مباشرت کر لیتا ہے۔ علاوہ ازیں بعض احادیث مرفوعہ کے اندر یہ بھی وارد ہے:

((اِذَا اَتَتِ الْمَرْاَۃُ الْمَرْاَۃَ فَھُمَا زَانِیَتَانِ)) [1]

''عورت عورت سے اختلاط کرے تو وہ دونوں زنا کار ہیں۔''

لیکن اس میں حد لازم نہیں آتی کیونکہ اس میں ایلاج و دخول متصور نہیں ہے گو اس پر زنا کا اطلاق ہوا ہے۔ مگر یہ اسی قسم کا زنا ہے۔ جو آنکھ' قدم' زبان وغیرہ کا زنا ہوا کرتا ہے۔ اور اس پر بھی زنا کا اطلاق ہوتا ہے۔

جب یہ امر ثابت اور واضح ہو گیا تو اب یہ بھی سمجھ لیجئے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع واتفاق ہے کہ اپنے مملوک و غلام کے ساتھ لواطت کرنا ویسا ہی ہے جیسا کسی اور کے ساتھ لواطت کرنا ہے جن لوگوں کا خیال ہے کہ اپنے مملوک و غلام کے ساتھ لواطت جائز ہے اور وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

((اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ))

(المومنون: ۲۳/ ۶)

''اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیبیوں اور اپنی باندیوں کے کیونکہ اس صورت میں ان پر ملامت نہیں۔''

---

[1] السنن الکبری للبیھقی (۸/ ۲۳۳) شعب الایمان (۵۴۵۸) موضوع محمد بن عبدالرحمٰن کذاب راوی ہے۔

جولوگ مملوک باندی پر مملوک غلام کو قیاس کرتے ہیں وہ کافر ہیں۔ ایسے لوگوں سے توبہ کرنے کا مطالبہ اسی طرح کیا جائے گا جس طرح مرتد سے توبہ کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے اگر توبہ کرلے فبہا ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔ اپنے مملوک و غلام سے لواطت کرنا گناہ ہے اور حکم کے لحاظ سے وہی حکم رہتا ہے جو غیر کے مملوک و غلام کے ساتھ لواطت کرنے کا ہے یا غیر مملوک سے لواطت کرنے کا ہے۔

فصل : ۸۹

مرض عشق کی دوا

اس کے بعد اب اگر کہا جائے کہ باوجود ان تمام باتوں کے آیا اس مہلک مرض کی کوئی دوا بھی ہے یا نہیں؟ اس قاتل جادو کے اتار کا کوئی منتر ہے یا نہیں؟ ان مہلک خیالات کے دفیعہ کا کیا ذریعہ اور کیا طریقہ ہے؟ کیا اس کے لئے مقصود تک پہنچنے کی کوئی راہ ہے یا نہیں؟ کیا خواہش کا نشہ اتارنے اور اس نشہ سے افاقہ حاصل کرنے کی کوئی شکل ہے یا نہیں؟ کیا کسی طبیب کے پاس مرض عشق کی دوا ہے؟ اور عاشق کے قلب میں جو مرض اپنی جگہ کر چکا ہے اور وہ اپنا دل کھو چکا ہے اس کا کوئی علاج ہے؟ کیا وہ پھر اپنے قلب کا مالک ہو سکتا ہے اس کا کیا طریقہ ہے؟ اس کے قلب کو کیوں کر اور کس طرح صحت نصیب ہو سکتی ہے؟ اس کا حال یہ ہو چکا ہے کہ محبوب کے بارے میں کوئی ملامت کرتا ہے تو وہ بجائے شرمندہ ہونے کے اس سے لذت اندوز ہوتا ہے۔ اگر کوئی نصیحت کرتا ہے تو وہ اس بارے میں اور تیز گام ہو جاتا ہے۔ اس کا قلب زبان قال سے پکارتا ہے:

وَقَفَ الْهَوَى بِیْ حَیْثُ اَنْتَ فَلَیْسَ لِی
مُتَأَخَّرٌ عَنْهُ وَلَا مُتَقَدَّمُ

''تیری محبت نے مجھے وہاں لا کھڑا کر دیا جہاں تو ہے اب مجھے یہاں سے نہ کوئی پیچھے ہٹا سکتا ہے نہ آگے بڑھا سکتا ہے۔''

اغلباً اصل استفتاء کے اندر جو پہلا سوال ہے اور جس مرض کی دوا طلب کی گئی ہے اس کا مقصد یہی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے جو مرض بھی پیدا کیا ہے اس کی دوا بھی پیدا کی ہے لیکن دوا جو جانتا ہے وہ جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ نہیں جانتا۔ [1]

[1] کتاب کے آغاز میں تخریج گزر چکی ہے۔

اس مرض کے علاج کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ سرے سے مرض کا مادہ بھی پیدا نہ ہونے پائے' دوسرا یہ کہ مادہ تو پیدا ہو چکا ہے اور اب اس کا قلع قمع کیا جائے' اور یہ دونوں باتیں اللہ جس کے لیے آسان کر دیتا ہے آسان ہیں اور اللہ کی مدد جس کے لیے نہ ہو اس کے لیے دشوار ہیں۔ سارے اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

اس مرض کو روکنے کے دو طریقے ہیں: ایک یہ کہ آنکھ کی حفاظت کی جائے کیونکہ نظر و نگاہ ابلیس لعین کا زہر میں بجھا ہوا تیر ہے۔ جس کی نظر و نگاہ آزاد ہے اس کی حسرتیں دائمی ہیں۔

(آنکھ کی حفاظت میں بے شمار فوائد ہیں۔)

اول: یہ کہ اس سے حکم الٰہی کا امتثال ہوتا ہے۔ اور امتثال امر بندے کی دنیا عقبیٰ کی اصل سعادت ہے۔ اور امتثال امر سے بہتر دنیا عقبیٰ میں بندے کے لیے کوئی نفع بخش چیز نہیں اور دنیا میں جس شخص نے بھی دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل کی ہے صرف امتثال امر ہی کے ذریعہ حاصل کی ہے۔ اور جو آدمی بھی دنیا اور آخرت کی شقاوت کا حقدار ہوا ہے وہ حکم الٰہی کی خلاف ورزی ہی سے حقدار ہے۔

دوم: یہ کہ آنکھ کی حفاظت میں یہ فائدہ ہے کہ وہ مسموم و زہر آلود تیر جو قلب تک پہنچ کر انسان کو ہلاک کر دیتا ہے قلب تک پہنچنے نہیں پاتا۔

سوم: یہ کہ آنکھ کی حفاظت سے قلب کو ذات الٰہی سے انسیت و محبت پیدا ہوتی ہے اور پوری طرح جمعیۃ خاطر حاصل ہو جاتی ہے۔ اور نگاہ آزاد ہوتی ہے تو قلب منتشر اور پراگندہ ہو جاتا ہے اور یہ چیز بندے کو اللہ سے دور پھینک دیتی ہے۔ پس آزاد نگاہی سے زیادہ بندے کے حق میں کوئی مضرت رساں چیز نہیں۔ آزاد نگاہی بندے اور اللہ کے درمیان وحشت کا موجب بن جاتی ہے۔

چہارم: یہ کہ آنکھ کی حفاظت سے انسان کا قلب قوی اور مضبوط رہتا ہے۔ اور قلب ہمیشہ خوشی و مسرت میں رہتا ہے۔ جس طرح کہ آنکھ کی آزادی سے قلب کمزور اور ہر وقت مغموم و محزون رہا کرتا ہے۔

پنجم: یہ کہ نگاہ پست رکھنے سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے جس طرح کہ آزاد رکھنے سے تاریک ہو جاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے جو اللہ آنکھ کی حفاظت کا ذکر کرنے کے بعد ہی آیت نور پیش کرتا ہے۔ فرماتا ہے:

﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۝ ﴾

(نور : ۳۰/۲۴)

''اے پیغمبر! مسلمانوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں۔ اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کریں۔''

اس کے بعد ہی فرمایا:

﴿ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۭ ۝ ﴾

(نور : ۳۵/۲۴)

''اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو اور طاق کے اندر چراغ ہو۔''

یعنی جو مؤمن قلب اوامر کی اطاعت اور نواہی خداوندی سے اجتناب کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہوتی ہے۔

اور جب نورانی ہو جاتا ہے تو ہر جانب سے خیرات و برکات' نجات وفلاح کے وفود اس کی جانب دوڑ پڑتے ہیں جس طرح کہ تاریک قلب کی طرف مصائب و آلام' شر وفساد' تکالیف واذیات کے دل بادل دوڑ پڑتے ہیں اور چاروں طرف سے اسے گھیر لیتے ہیں۔

قلب کا نور تمام ضلالتوں' بدعتوں' گمراہیوں اور خواہشات کی پرستش سے بندے کو روکتا ہے اور اس سے دور رکھتا ہے۔ اور اسباب سعادت کے اعراض سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور شقاوت کے اسباب کے اشتغال سے محفوظ رکھتا ہے۔ جب یہ نور مفقود ہو جاتا ہے تو بصیر و بصارت دونوں ختم ہو جاتے ہیں اور انسان تاریکیوں کی کوٹھریوں میں ٹامک ٹوئیاں مارتا رہتا ہے۔

ششتم: یہ کہ نگاہ کی حفاظت سے صحیح اور سچی فراست بندے کے اندر پیدا ہوتی ہے جس سے حق و باطل' صادق' کاذب میں بندہ امتیاز کر سکتا ہے۔ چنانچہ شاہ شجاع کرمانی کہا کرتے تھے ''جو آدمی اتباع سنت کے ذریعے اپنے ظاہر کی اور مراقبہ کے ذریعہ اپنے باطن کی تعمیر کر لیتا ہے اور محرمات سے اپنی نگاہ پست کر لیتا ہے اور شہوات و خواہشات سے اپنے آپ کو بچاتا ہے اور اکل حلال کا اپنے آپ کو عادی کر لیتا ہے اس کی فراست کبھی خطاء نہیں کرتی'' خود شاہ کا حال یہ تھا کہ اس کی فراست کبھی خطاء نہیں کرتی تھی۔

حق سبحانہ وتعالیٰ کا یہ عام دستور رہا ہے کہ اعمال کا بدلہ اعمال کی جنس سے دیتا ہے' جو آدمی

صرف اللہ کی رضاء مندی کی خاطر کسی چیز کو چھوڑتا ہے اللہ اس کے صلہ میں اسے بہترین چیز عطاء فرماتا ہے۔ پس جب بندہ اللہ کی رضاء مندی کے لیے اپنی آنکھ اور نگاہ پست کر لیتا ہے تو اللہ اس عمل کے بدلہ میں اسے بصیرت عطاء فرماتا ہے اور اسے علم' ایمان' اور معرفت وفراست کی برکتوں سے نوازتا ہے اور یہ چیزیں اسے قلب کی بصیرت ہی کے ذریعہ حاصل ہوتی ہیں۔ دیکھو لوطیوں کے متعلق اللہ کا جو ارشاد ہے بالکل اس کے خلاف ہے:

﴿ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ ﴾ (حجر: ۱۵/۷۲)

''اے محمد! تمہاری جان کی قسم! وہ لوگ اپنے نشے میں بدمست ہیں' اندھوں کی طرح ٹامک ٹوئیاں کرتے ہیں۔''

ان لوگوں کی حالت کو اللہ نشہ بازوں کی حالت سے تعبیر کرتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کی عقلیں فاسد اور خراب ہوگئی ہیں اور اندھا ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ان کی بصارتیں خراب ہو چکی ہیں۔

پس صورتوں کے تعلق سے فساد عقل لازم ہے اور جس کی بصیرت ختم ہو جاتی ہے اس کا قلب مکر اور نشہ باز کا سا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

سُكْرَانُ سُكْرُ هَوًى وَسُكْرُ مُدَامَةٍ وَمَتٰى اِفَاقَةُ مَنْ بِهٖ؟

''یہ لوگ خواہشات اور خواہشات کی مداومت کے نشہ سے بدمست ہیں۔ ایسے بدمستوں کو افاقہ کب میسر آ سکتا ہے؟''

کسی دوسرے شاعر نے کہا ہے:

قَالُوْا جُنِنْتَ بِمَنْ تَهْوٰى فَقُلْتُ لَهُمْ اَلْعِشْقُ اَعْظَمُ مِمَّا بِالْمَجَانِيْنَ

''لوگ کہتے ہیں: تُو اپنے محبوب کی محبت میں مجنوں ہو گیا ہے۔ میں نے ان سے کہا: عشق تو مجانین و دیوانوں سے بھی زیادہ سخت ہے۔''

اَلْعِشْقُ لَا يَسْتَفِيْقُ الدَّهْرَ صَاحِبُهٗ
وَاِنَّمَا يُصْرَعُ الْمَجْنُوْنُ فِي الْحِيْنِ

''عشق کے مارے ہوئے کو تو کبھی افاقہ ہی نہیں ہوتا۔ اور مجنوں پر تو کبھی کبھی بے ہوشی کا دورہ پڑتا ہے۔''

ہفتم: یہ کہ نگاہ پست رکھنے سے قلب کے اندر استقامت اور ثبات' شجاعت وقوت پیدا ہوتی ہے۔ اور اللہ اس کے بصیرت ومحبت' قدرت وقوت کے خزانے جمع کر دیتا ہے۔ چنانچہ ایک اثر کے اندر وارد ہے:

((اَلَّذِیْ یُخَالِفُ هَوَاهُ یَفْرُقُ الشَّیْطَانُ مِنْ ظِلِّهٖ)) ①

"جو آدمی اپنی خواہشات کی مخالفت کرتا ہے۔ شیطان اس کے سایہ سے بھاگتا ہے۔"

خواہشات کی پیروی کرنے والے کو آپ سراسر اس کے خلاف پائیں گے۔ وہ اپنے نفس کو ذلیل وخوار کر دیتا ہے۔ اپنے کو بے قدر' ذلیل اور حقیر بنا لیتا ہے۔ جو آدمی خواہشات کی پیروی نہیں کرتا بلکہ اس کی خلاف ورزی کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہونے دیتا جیسا کہ سیدنا بصریؒ کا قول ہے "اگرچہ ان لوگوں کے خچر ان کو اٹھائے پھرتے ہیں اور گدھے پر وہ سوار ہوتے ہیں لیکن حقیقۃً معصیت و گناہ تو خود ان کی گردن پر سوار ہے۔ جو آدمی اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اللہ اسے ذلیل وخوار ہی کر کے چھوڑتا ہے۔" ②

اللہ نے عزت کو طاعت وعبادت کے ساتھ وابستہ کیا ہے اور ذلت کو معصیت و گناہ کے ساتھ۔

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ ۝﴾ (منافقون: ۶۳/۸)

"اور عزت تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور ایمان والوں ہی کے لیے ہے۔"

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝﴾ (ال عمران: ۳/۱۳۹)

"ہمت نہ ہارو اور نہ رنج کرو اور تم ہی لوگ غالب رہو گے اگر تم ایمان والے ہو۔"

اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ ایمان نام ہے قول وفعل' اور ظاہری و باطنی عمل کا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

① ذم الهوى لابن الجوزى (۲۲) عن مالك بن دينار

② حلية الاولياء (۲/۱۴۹)

﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۭ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ﴾ (فاطر: ۳۵/۱۰)

''جو شخص عزت چاہتا ہے تو وہ یہ سمجھ لے کہ ساری کی ساری عزتیں اللہ ہی کے لئے ہیں اس کی طرف پاکیزہ باتیں چڑھتی ہیں۔ اور نیک عمل اسے بلند کر دیتا ہے۔''

یعنی جو عزت کا خواستگار ہے اسے چاہیے کہ اللہ کی طاعت و عبادت کرتا رہے اور اچھے کلام اور اچھے اعمال سے اللہ کو یاد کرتا رہے۔ دعائے قنوت کے اندر وارد ہے:

((اِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ)) ①

''جس سے تو دوستی کرتا ہے۔ اسے کوئی ذلیل نہیں کر سکتا اور جس سے تو دشمنی کرتا ہے اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا۔''

جو شخص اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کرتا ہے اللہ اس سے اس کی اطاعت کے مطابق محبت کرتا ہے۔ اور اطاعت کے مطابق اسے عزت سے سرفراز فرماتا ہے اور جو اس کی نافرمانی کرتا ہے اس سے وہ عداوت کرتا ہے اور اس کی معصیت و نافرمانی کے اعتبار سے اسے ذلیل و بے عزت کرتا ہے۔

ہشتم: یہ کہ نگاہ و نظر پست رکھنے سے شیطان کے لیے قلب تک پہنچنے کا راستہ بند کر دیا جاتا ہے کیونکہ شیطان نگاہ و نظر ہی کی راہ سے قلب تک پہنچتا ہے۔ شیطان نظر و نگاہ کی راہ سے اس قدر تیزی سے جا گھستا ہے کہ کسی خالی جگہ میں خواہشات بھی اس تیزی سے نہیں پہنچ سکتیں۔ شیطان منظور الیہ کی صورت و شکل بن کر بڑی تیزی سے قلب کی طرف دوڑ پڑتا ہے اور اسے نہایت مزین اور آراستہ کر کے قلب کے سامنے پیش کرتا ہے اور قلب کو بڑی بڑی تمنائیں' آرزوئیں' اور امیدیں دلاتا ہے اور پھر اس کے اندر شہوت کی آگ مشتعل کر دیتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ معاصی و گناہ کا ایندھن اس آگ میں جھونکتا رہتا ہے۔ اور شیطان اسی صورت و شکل کے ذریعہ معاصی و گناہ کرانے میں کامیاب ہوتا ہے۔ اس کے بعد آگ کے شعلوں میں بری طرح گھر جاتا ہے' اس کی

① سنن ابی داود۔ کتاب الوتر۔ باب القنوت فی الوتر (حدیث۔۱۴۲۵) سنن ترمذی۔ کتاب الصلاۃ۔ باب ماجاء فی القنوت فی الوتر' (حدیث۔۴۶۴) سنن ابن ماجه۔ کتاب اقامة الصلوات۔ باب ماجاء فی القنوت فی الوتر (حدیث۔۱۱۷۸) سنن نسائی۔ کتاب قیام اللیل۔ باب الدعاء فی الوتر (حدیث۔۱۷۴۴)

سانس سے بھی آگ کے شعلے اٹھتے ہیں۔ اور انہی شعلوں میں وہ جلتا اور بھنتا رہتا ہے۔ کیونکہ قلب ہر جانب سے اس آگ میں گھر جاتا اور جس طرح بکری کو تنور کے اندر بھوننے کے لیے رکھا جاتا ہے اور اس کی ہر جانب آگ ہوتی ہے۔ اسی طرح قلب آگ کے اندر وسط میں پڑا ہوا جلتا رہتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ شہوت پرستوں کے لیے اللہ نے محرمات کی صورتوں اور شکلوں کے مطابق عقوبت و سزا مقرر کی ہے اور برزخ میں ان کے لیے آگ کے تنور بنا رکھے ہیں اور ان کی روحوں کو قیامت تک کے لیے ان تنوروں میں مقید کر دیا ہے جیسا کہ اللہ نے اپنے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کو اس کی کیفیت سے خواب میں آگاہ و باخبر کیا ہے اور یہ خواب کی حدیث [1] بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے۔

نہم: یہ کہ غض بصیر' یعنی نگاہ پست کر لینے اور محرمات سے نظر کو بچانے سے قلب کو اس قدر فراغت و اطمینان حاصل ہوتا ہے کہ بندہ اپنے مصالح اور مفید اشتغال پر پوری یکجہتی اور کامل یکسوئی کے ساتھ غور کر سکتا ہے۔ بخلاف اس کے کہ جب نگاہ آزاد و آوارہ ہے اور نظر محرمات پر دوڑتی رہے تو انسان کا دل تشتت و انتشار' اضطراب و بے چینی کا چشمہ بن جاتا ہے اور یہ چیز مفید امور اور مصالح پر غور و فکر کرنے سے روکتی ہے' اس لیے اس کے جس قدر بھی کام ہوتے ہیں پراگندہ ہو جاتے ہیں اور یہ صرف خواہشات نفس ہی کے پیچھے لگا رہتا ہے۔ اور رب العالمین کے ذکر سے بالکل غافل اور بے خبر ہو جاتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ۝ ﴾ (کھف: ۱۸/۲۸)

''اور اس شخص کا کہا مت مانو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے لگا ہوا ہے اور اس کا کام حد سے گزرا ہوا ہے۔''

آزاد نگاہی سے یہ تینوں باتیں جو آیت کے اندر مذکور ہیں۔ بقدر آزادی لازم و ضروری ہو جاتی ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب التعبیر۔ باب تعبیر الرؤیا بعد صلاۃ الصبح (حدیث۔۷۰۴۷) صحیح مسلم۔ کتاب الرؤیا۔ باب اویا النبی ﷺ (۲۲۷۵) مختصرا جدا۔

دہم: یہ کہ آنکھ اور قلب کے درمیان ایک ایسا سوراخ اور راستہ ہے جس کی وجہ سے نگاہ اور قلب میں اس قدر اتحاد و یکجہتی رہتی ہے کہ جس کام میں آنکھ مشغول ہو جاتی ہے قلب بھی مشغول ہو جاتا ہے۔ اور قلب مشغول ہو جاتا ہے تو آنکھ بھی مشغول ہو جاتی ہے۔ ایک کی اصلاح سے دوسرے کی اصلاح' ایک کے فساد سے دوسرے کا فساد لازم و ملزوم ہیں۔ جب انسان کا قلب فاسد ہو جاتا ہے تو اس کی قوت فکر یہ فاسد ہو جاتی ہے اور جب اس کی نگاہ فاسد ہو جاتی ہے تو قلب فاسد ہو جاتا ہے اور نگاہ اچھی رہتی ہے تو قلب اچھا رہتا ہے۔

جب کسی انسان کی آنکھ' نگاہ اور نظر فاسد اور خراب ہو جاتی ہے اور نگاہ و نظر کی خرابی کی وجہ سے قلب فاسد اور خراب ہو جاتا ہے تو اس کا حال مزبلہ کا سا ہو جاتا ہے' جہاں نجاستیں اور ناپاکیاں' کوڑا اور میل کچیل پھینکا جاتا ہے۔ اب وہ اس قابل ہی نہیں رہتا کہ اس کے اندر اللہ کی معرفت' اللہ کی محبت' رجعت الی اللہ' اللہ سے انس تقرب الٰہی' اور سرور تقرب کو اس کے اندر جگہ مل سکے۔ بلکہ اس کے اندر وہی امور رستے بستے ہیں کو جو ان مقدس اوصاف کی اضداد ہیں۔

غض بصر' حفاظت نظر اور پست نگاہی کے فوائد کی طرف یہ ایک مختصر سا اجمالی اشارہ ہے جس سے آپ کو اس کے حاصل ہونے والے فوائد کی خبر ہو سکے گی۔

فصل : ۹۰

محبوب ومکروہ کے درجات

(صحیح بصیرت محبوب ومکروہ کے درمیان کا امتیاز' ادنی محبوب کے مقابلہ میں اعلیٰ محبوب کی ترجیح ہے)

مرض عشق کی مدافعت کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ قلب کو ایسے امور میں مشغول رکھا جائے جو اس میں مبتلا ہونے سے دل کو روک سکیں اور اس کی شکل یہ ہے کہ خطرہ خوف' اور ڈر اس کے سامنے پیش کیا جائے یا کوئی ایسی محبت پیش کر دی جائے جو اسے جبراً اپنی طرف کھینچ لے اور دوسری جانب سے روک دے۔

جب تک قلب میں اس امر کا خوف نہ ہو کہ فلاں چیز کا فوت ہونا اس محبوب و مطلوب کے حصول سے زیادہ مضرت رساں ہے یا فلاں چیز کا حاصل کرنا اس محبوب و مطلوب کے فوت سے زیادہ مضر ہے یا فلاں چیز کی محبت اس کے لیے اس محبوب و مطلوب سے زیادہ نافع اور موجب خیر ہے یا فلاں چیز کا فوت ہونا اس محبوب و مطلوب کے فوت سے زیادہ مفید ہے۔ جب تک یہ حقیقت اس کے سامنے نہیں آتی لازمی طور پر وہ صورتوں اور شکلوں کے عشق میں گرفتار رہے گا۔

اس کی شرح و توضیح اس طرح ہے کہ نفس کسی محبوب و مطلوب کو اس وقت تک ترک نہیں کرتا جب تک کہ اس کے سامنے کوئی اس سے اعلیٰ و برتر محبوب و مطلوب نہ آئے۔ یا اسے اس امر کا خطرہ اور خوف نہ ہو کہ فلاں ناگوار چیز یا فلاں مصیبت و شکل جو میرے سامنے آئے گی اس کی مدافعت اس محبوب کے فوت ہونے سے میرے لیے زیادہ مضر ہو گی یا ایسا شخص دو باتوں کا محتاج ہے اگر وہ ان دو باتوں کو یا دو میں سے کسی ایک کو ضائع کر دیتا ہے تو وہ اپنی جان کو قطعاً کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا۔

اول: یہ کہ اس کے اندر صحیح بصیرت موجود ہو جس کے ذریعہ وہ محبوب اور مکروہ کے درجات کو سمجھ سکے اور ان میں فرق و امتیاز کر سکے۔ اور اعلیٰ محبوب کو ادنیٰ محبوب کے مقابلے میں ترجیح دے سکے اور بڑے مکروہ کے مقابلے میں ادنیٰ مکروہ بڑی معصیت کے مقابلہ

میں ادنیٰ مصیبت کو برداشت کر لے اور عقل و دانشمندی کا یہی خاصہ اور خصوصیت ہے۔ جو اس طریقہ کے خلاف ہے وہ عقل مند اور سمجھدار نہیں ہے۔ بلکہ بعض اوقات چوپائے اور جانور اس سے زیادہ سمجھتے ہیں۔

دوم: یہ کہ اس کے اندر عزم و ہمت' صبر و استقامت کی پوری پوری قوت ہو' تا کہ پوری ہمت سے وہ کام کر گزرے اور جو کام چھوڑنے کے قابل ہو اسے چھوڑ سکے۔ بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ آدمی ان امور کو اور ان قدروں کو اور قدروں کے تفاوت کو اچھی طرح سمجھتا ہے لیکن اس کے اندر عزم و ہمت کی کمی ہوتی ہے اور حرص نفس' عزم و ہمت کی کمی اور خست کی وجہ سے نافع ترین چیز کو خسیس ترین چیز کے مقابلہ میں ترجیح دینے سے قاصر ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص نہ خود اپنی جان کو نفع پہنچا سکتا ہے نہ کسی دوسرے کو' اللہ امامت فی الدین کا درجہ صرف اسی کو عطاء فرماتا ہے جو صبر و یقین کا حامل ہو۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ۝ ﴾ (سجدہ: ۲۴/۳۲)

''اور انہی میں سے ہم نے کچھ پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے جب کہ انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔''

اس قسم کے آدمی اپنے علم سے خود بھی نفع حاصل کر سکتے ہیں اور دوسرے کو بھی ان سے نفع پہنچتا ہے۔

بعض لوگ بالکل اس کے برعکس ہوا کرتے ہیں نہ وہ خود نفع اٹھا سکتے ہیں اور نہ دوسروں کو ان سے نفع پہنچتا ہے۔

بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اپنے علم سے خود نفع اٹھاتے ہیں لیکن دوسرے کو نفع نہیں پہنچا سکتے۔

پہلی قسم کے لوگ اپنے نور کی روشنی میں چلتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس نور سے فائدہ پہنچاتے ہیں۔ دوسری قسم کے لوگوں میں نور کی قندیلیں بالکل بجھی ہوئی ہوتی ہیں وہ خود بھی تاریکیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارتے پھرتے ہیں اور دوسروں کو بھی تاریکیوں میں بھٹکاتے پھرتے ہیں اور تیسری قسم کے لوگ اپنے نور کی روشنی میں خود ہی چلتے ہیں اور خود ہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ دوسرے اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

فصل : ۹۱

محسوس صورتیں اور "محبوبِ اعلیٰ" کا عشق

جب آپ یہ مقدمہ اور تمہید سمجھ چکے ہیں تو اب سمجھ لیں کہ قلب کے اندر محبوب اعلیٰ کی محبت اور اس کا عشق اور محسوس صورتوں کا عشق ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتا۔ یہ دونوں باہم ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ضد کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہوا کرتی ہیں بلکہ یہ لازم و ضروری ہے کہ ایک کی محبت دوسرے کی محبت کو قلب سے نکال باہر کرے۔

پس جس کی محبت قوی تر ہے اور اس کی ساری محبتیں اس محبوب اعلیٰ سے وابستہ ہیں جس کی محبت کے سوا تمام محبتیں باطل اور موجب عذاب ہیں۔ ایسا شخص دنیا کی ساری محبتوں سے منہ موڑ لیتا ہے۔ اس کے سوا تمام سے اپنا رشتہ توڑ لیتا ہے۔ وہ اگر اللہ کے سوا کسی اور سے محبت بھی کرتا ہے تو صرف محبوب اعلیٰ کی خاطر یا اس لیے کہ یہ محبت محبوب اعلیٰ کی محبت کا ایک ذریعہ ہے۔

یہ شخص محبوب اعلیٰ کے سوا تمام سے اپنا رشتہ توڑ لیتا ہے یا پھر وہ اس چیز کو توڑ دیتا ہے جو اس محبوب اعلیٰ کی محبت کے متخالف ہو' یا محبوب اعلیٰ کی محبت میں کہیں کچھ رخنہ انداز ہوتی ہو۔ محبت صادقہ کا اقتضاء تو یہ ہے کہ محبوب صرف ایک ہی ہو اور کسی کو اس کی محبت میں شریک نہ کیا جائے۔

انسان جب کبھی اپنے جیسے انسان ہی سے محبت کرتا ہے تو محبوب کبھی گوارا نہیں کرتا کہ محبت کرنے والا کسی دوسرے کو اس کا شریک کر لے۔ بلکہ اگر وہ ایسا محسوس کرے تو اس پر بگڑتا ہے' اس پر برہم ہوتا ہے' محبت کرنے والے کو اپنے پاس نہیں آنے دیتا' اسے دھتکارتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ تیرا دعوائے محبت جھوٹا ہے۔ حالانکہ یہ محبوب اس امر کا اہل بھی نہیں ہے کہ محبت کی تمام تر قوتیں اس کے قدموں پر سرنگوں ہو جائیں تو پھر وہ حبیب اعلیٰ محبوب برتر و بالا کہ تمام تر محبتوں کا حقدار صرف وہی ہے کیونکر گوارا کرے گا کہ اس کی محبت میں کسی اور کو شریک کیا جائے؟ اور حال یہ ہے کہ اس کی محبت کے سوا تمام محبتیں موجب عذاب اور باعث وبال ہیں اور یہی وجہ ہے جو اللہ تعالیٰ اس آدمی کو کبھی نہیں بخشے گا جو اس کی محبت میں کسی دوسرے کو شریک

کرے گا' اس کے سوا دوسروں کو جسے چاہے بخش دے گا۔

پس وہ شخص جو صورتوں سے محبت کرتا ہے وہ اپنے لیے نافع ترین محبت کو فوت کر دیتا ہے۔ اب بندہ ان دو محبتوں میں سے جسے چاہے اختیار کر لے۔ یہ محبتیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں نہ دونوں کی دونوں مرتفع ہو سکتی ہیں۔ جو شخص محبتِ الٰہی' ذکر خداوندی' اور شوق لقاء رب سے اعراض کرتا ہے اللہ اسے دنیا میں بھی غیروں کی محبت میں گرفتار کر دیتا ہے اور عالمِ برزخ' اور عالمِ آخرت میں بھی اسے عذاب دیتا ہے۔ بتوں کی محبت کے ذریعہ عذاب دیتا ہے' صلیب کی محبت کے ذریعہ' آگ کی محبت کے ذریعہ' امردوں اور لونڈوں کی محبت کے ذریعہ' عورتوں کی محبت کے ذریعہ' کاروبار' خاندان' قبیلہ اور دوست واحباب کی محبت کے ذریعہ یا اس سے بھی کم تر درجہ کی حقیر' بے وقعت' بے قدر' اور ادنیٰ چیزوں کی محبت کے ذریعہ اسے عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔ اور انسان تو ہر حال میں اپنے محبوب ہی کا بندہ ہوتا ہے وہ محبوب خواہ کوئی ہو۔

جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

اَنْتَ الْقَتِیْلُ بِکُلِّ مَنْ اَحْبَبْتَهٗ
فَاخْتَرْ لِنَفْسِكَ فِی الْهَوٰی مَنْ تَصْطَفِی

''جس سے تو محبت کرتا ہے تو اس کا کشتہ ہے پس تو اسے اپنے لیے منتخب کر جسے تو اپنے لیے مخصوص کیا کرتا ہے۔''

پس جس کا معبود' مالک' مولا اللہ نہیں' اس کا معبود و مالک اور مولا اس کی خواہشات ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ ﴾ (جاثیة: ۴۵/۲۳)

''بھلا اس شخص کو دیکھو جس نے اپنی خواہش نفس کو معبود بنا لیا ہے اور باوجود سمجھ کے صاحب علم ہونے کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے گوش و ہوش (کانوں) اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے' اب اللہ کے سوا اس کو کون راہ پر لا سکتا ہے؟ کیا اب بھی تم نصیحت نہیں پکڑتے''۔

فصل : ۹۲

مراتبِ محبت اور ان کی خصوصیات

تعبد کی یہ خاصیت ہے کہ خضوع وانکساری کے ساتھ محبوب سے محبت کی جائے اور محبوب کے سامنے اپنے کو ذلیل وحقیر اور بے قدر و بے توقیر کر دیا جائے۔

جب آدمی کسی سے محبت کرتا ہے اور محبوب کے سامنے خضوع وانکساری ظاہر کرتا ہے تو اس کا قلب اس کی عبادت کرتا ہے بلکہ محبت کے آخری درجہ کا نام ہی تعبد ہے اور محبت کے اس درجہ کا نام عربی میں التتیم بھی ہے۔

علاقہ' محبت کا پہلا درجہ:

محبت کے ابتدائی درجہ کو "علاقہ" کہتے ہیں اور اسے علاقہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں قلب کا محبوب سے تعلق قائم ہوتا ہے۔

شاعر کہتا ہے:

وَسَلِقْتُ لَيْلٰى وَهِيَ ذَاتُ تَمَائِمِ   وَلَمْ يَبْدُ لِلْاَتْرَابِ مِنْ ثَدْيِهَا حَجْمُ

"لیلیٰ سے میری ابتدائی محبت اس وقت ہوئی جب کہ وہ ابھی تعویذوں والی تھی اور کھیلنے کے لیے اس کی چھاتیوں پر کوئی ابھار شروع نہیں ہوا تھا"

ایک دوسرا شاعر کہتا ہے:

اَعَلَاقَةٌ اُمَّ الْوَلِيْدِ بُعَيْدَ مَا   اَفْنَانُ رَاسِكَ كَالثَّغَامِ الْمُخلِسِ

"اب تم ام الولید سے عشق کرنے چلے ہو۔ جب کہ تمہارے سر کی زلفیں سفید ثغام ① کی طرح کی ہو چکیں۔"

الصبابہ' محبت کا دوسرا درجہ:

علاقہ کے بعد الصبابہ کا درجہ ہے۔ اسے الصبابہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں

① ثغام ایک پودا ہے جس میں سفید پھول اور سفید ہی پھل آتے ہیں۔

قلب پوری گرویدگی کے ساتھ محبوب کی طرف جھک پڑتا ہے۔

تَشْكِي الْمُحِبُّوْنَ الصَّبَابَةَ لَيْتَنِي　　تَحَمَّلْتُ مَا يَلْقَوْنَ مِنْ بَيْنِهِمْ وَحْدِي

''محبت کرنے والے صبابہ کی شکایت کرتے ہیں کاش کہ تمام محبت کرنے والوں کا سارا بوجھ میں اکیلا ہی اٹھالیتا۔''

فَكَانَتْ لِقَلْبِي لَذَّةُ الْحُبِّ كُلُّهَا　　فَلَمْ يَلْقَهَا قَبْلِي مُحِبٌّ وَلَا بَعْدِي

''تو محبت کی ساری لذت میرے ہی دل کے لیے ہوئی کوئی محبت کرنے والا اس لذت کو نہ مجھ سے پہلے پاتا اور نہ میرے بعد۔''

الغرام' محبت کا تیسرا درجہ:

اس کے بعد الغرام کا درجہ ہے الغرام نام ہے قلب کی اس محبت کا جو قلب کے اندر ہمیشہ کے لیے لازمی طور پر جاگزیں ہو جاتی ہے اور جو کسی وقت بھی قلب سے الگ نہیں ہوتی۔ قرضدار کو غریم اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب تک وہ قرض ادا نہیں کر لیتا وہ قرض میں پھنسا رہتا ہے اور اس معنی میں اللہ کا یہ ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ ﴾ (فرقان: ۲۵/۶۵)

''بلاشبہ اس کا عذاب لازم ہونے والا ہے۔''

علماء متاخرین نے عموماً الغریم اور الغرام کا لفظ محبت کے معنی میں زیادہ استعمال کیا ہے اور شعراء عرب نے بھی اس لفظ کو عموماً محبت ہی کے معنی میں زیادہ استعمال کیا ہے۔ دوسرے معنی میں بہت کم استعمال کیا ہے۔

درجہ چہارم عشق:

اس کے بعد درجہ ہے عشق کا یہ افراط محبت کا درجہ ہے پروردگار عالم کی محبت میں عشق کا لفظ استعمال نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کے حق میں اس لفظ کا اطلاق صحیح ہے۔

درجہ پنجم شوق:

اس کے بعد درجہ ہے شوق کا اور شوق نام ہے قلب کے اس سفر کا جو پوری تیزی سے محبوب کی طرف شروع کیا جائے۔ شوق کا اطلاق پروردگار عالم کے متعلق ہوتا ہے۔ جیسا کہ مسند احمد میں سیدنا عمار بن یاسرؓ کی حدیث میں مروی ہے کہ سیدنا عمارؓ نے ایک مرتبہ کامل

اطمینان اور پورے خضوع وخشوع کے ساتھ نماز پڑھی۔ ختم نماز کے بعد لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے اس قدر اطمینان کے ساتھ نماز کیوں اس قدر لمبی کی؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے نماز میں وہ دعائیں پڑھیں جو رسول اللہ ﷺ پڑھا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ بِعِلْمِكَ الْغَيْبِ، وَقُدْرَتِكَ عَلَى الْخَلْقِ اَحْيِنِی اِذَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّی، وَتَوَفَّنِی اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّی، اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ خَشْيَتَكَ فِی الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، وَاَسْئَلُكَ كَلِمَةَ الْحَقِّ فِی الْغَضَبِ وَالرِّضَاءِ وَاَسْئَلُكَ الْقَصْدَ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنٰى، وَاَسْئَلُكَ نَعِيْمًا لَا يَنْفَدُ وَاَسْئَلُكَ قُرَّةَ عَيْنٍ لَا تَنْقَطِعُ، وَاَسْئَلُكَ بَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَاَسْئَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِ اِلٰى وَجْهِكَ الْكَرِيْمِ، وَاَسْئَلُكَ الشَّوْقَ اِلٰى لِقَائِكَ فِیْ غَيْرِ ضَرَّاءِ مُضِرَّةٍ وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ اَللّٰهُمَّ زَيِّنَّا بِزِيْنَةِ الْاِيْمَانِ، وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مُهْتَدِيْنَ)) [1]

''اے اللہ! میں تجھ سے علم غیب کی برکت سے اور مخلوق پر جو تیری قدرت ہے سوال کرتا ہوں جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب تو جانے کہ میرے لیے موت بہتر ہے تو مجھے موت دے۔ اے اللہ! میں چھپے اور ظاہر تجھ سے تیرا خوف مانگتا ہوں اور خوشی اور غصے میں کلمہ حق کہنے کی تجھ سے توفیق مانگتا ہوں' اور محتاجی و آسودگی میں تجھ سے درمیانی رفتار مانگتا ہوں' اور تجھ سے نہ ختم ہونے والی نعمت مانگتا ہوں منقطع نہ ہونے والی' اور تجھ سے آنکھوں کی ٹھنڈک مانگتا ہوں اور تجھ سے تیرے فیصلے کے بعد راضی ہونا مانگتا ہوں' اور تجھ سے مرنے کے بعد عیش کی ٹھنڈک مانگتا ہوں' اور تجھ سے تیرے رخ کی طرف دیکھنے کی لذت مانگتا ہوں' اور تیری ملاقات کا شوق مانگتا ہوں' وہ جو تکلیف دہ ایذا رسانی اور گمراہ کرنے والے فتنے سے پاک ہو۔ اے اللہ! تو ہمیں ایمان کی زینت سے آراستہ کر اور ہم کو ہدایت کرنے والے اور ہدایت پائے ہوئے بنا دے۔'' ایک دوسرے اثر میں یہ الفاظ ہیں:

((طَالَ شَوْقُ الْاَبْرَارِ اِلٰى لِقَائِی وَاَنَا اِلٰى لِقَائِهِمْ اَشَدُّ شَوْقًا)) [2]

---

[1] سنن نسائی۔ کتاب السهو۔ باب (۶۲) نوع آخر (حدیث۔۱۳۰۶) مسند احمد (۴/ ۲۶۴) صحیح ابن حبان (۱۹۷۱) [2] قال الحافظ العراقی فی تخریج الاحیاء (۳/ ۸) لم اجد له اصلا

''میری ذات کے لیے ابرار و نیک کاروں کا شوق بہت طویل ہے اور میں بھی ان کی ملاقات کا بہت شائق ہوں۔''

اور یہاں شوق کا لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے جس کی تعبیر اس حدیث میں ہوئی ہے' رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَائَهٗ)) ①

''جو آدمی اللہ کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔''

بعض اہل بصیرت اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں:

﴿ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ۝ ﴾ (العنکبوت: ۵/۲۹)

''جسے اللہ کی ملاقات کی امید ہو پس اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت یقیناً آنے والا ہے''

کہ چونکہ اللہ کو اس امر کا علم ہے کہ اس کے دوست اس کی ملاقات کے شائق اور متمنی ہیں۔ اور ان کے قلوب کے جذبات محبت اس وقت تک ٹھنڈے نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اس سے ملاقات نہیں کر لیں گے۔ لہٰذا اس نے ان کے لیے ایک اجل و میعاد متعین کر دی اور اس اجل و میعاد پر ان سے ملاقات کا وعدہ کر لیا' تاکہ انہیں کچھ تسلی و تسکین ہو جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ طیب و پاکیزہ اور خوشگوار زندگی ان ہی لوگوں کی زندگی کا نام ہے۔ اس سے بہتر' خوشگوار اور پر نعمت زندگی کسی کی ہو ہی نہیں سکتی۔ اور اسی حیات طیب' اور نفیس ترین زندگی کا تذکرہ اس آیت کے اندر کیا گیا ہے:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ ۝ ﴾ (نحل: ۹۷/۱۶)

''جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت لیکن با ایمان ہو تو ہم اسے یقیناً نہایت بہت زندگی عطا فرمائیں گے''

اس حیات و زندگی سے وہ حیات و زندگی مراد نہیں ہے جو اہل ایمان' اور اہل کفر میں اور ابرار و فجار میں مشترک ہے۔ مثلاً: اچھا کھانا ملے' اچھا لباس اور کپڑا ملے' اچھی عورت ملے۔ یہ چیزیں تو اللہ کے دشمنوں کو بھی حاصل ہیں بلکہ بمقابلہ اللہ کے دوستوں کے اللہ کے دشمنوں کو

① صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب من احب لقاء اللہ احب اللہ لقائہ (حدیث۔۶۵۰۷)
صحیح مسلم۔ کتاب الذکر والدعاء۔ باب من احب لقاء اللہ ...... (حدیث۔ ۲۶۸۳)

زیادہ حاصل ہیں۔

اس آیت میں اللہ نے اس امر کی ضمانت دی ہے اور وعدہ کیا ہے کہ وہ عمل صالح کرنے والوں کو حیات طیبہ' خوشگوار زندگی سے نوازے گا۔ یقیناً اللہ اپنے وعدے کا سچا ہے وہ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا اور انسان کو اس سے بڑھ کر کون سی زندگی چاہیے کہ اس کی ساری توجہات اللہ ہی کی طرف ہو جائیں اور صرف اسی کی رضاء مندی و رضاء جوئی کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اس کے قلب میں کسی قسم کا تشت و اضطراب نہ رہے بلکہ قلب کی تمام تر توجہ اللہ ہی کی طرف رہے۔ اس کے تمام افکار جو منقسم و منتشر ہوتے ہیں اور ہر وادی میں پراگندہ صورت میں گھومتے پھرتے ہیں' وہ صرف معبود واحد پر' اس کی رضاء مندی و رضاء جوئی پر مجتمع ہو جائیں اور وہ صرف اپنے محبوب اعلیٰ کا ذکر کرتا رہے اور اس پر محبت الٰہی' شوق لقاء محبوب اعلیٰ' اور محبوب اعلیٰ سے انس اور تقرب اس پر غالب آ جائے اور اس کے سارے ہموم و غموم' فرحتیں اور مسرتیں اور تصورات اسی محبوب اعلیٰ کے گرد طواف کرتے رہیں۔ بلکہ اس کے خطرات قلب بھی اس محبوب اعلیٰ کے گرد طواف کرتے رہیں۔ ایسا آدمی اگر خاموش بھی رہتا ہے تو صرف اللہ کے لیے' اللہ کی رضاء جوئی کے لیے' وہ بولتا بھی ہے تو صرف اللہ کے لیے' سنتا بھی ہے تو اللہ کے لیے' دیکھتا بھی ہے تو اللہ کے لیے' اور اللہ کے ساتھ اللہ کی رضاء مندی کے لیے' اور اس کی تمام تر حرکات و سکنات صرف اس کی مرضی' اس کی رضاء مندی و رضا جوئی کے لیے ہوتی ہیں۔ اسی کے ساتھ وہ اپنی زندگی گزارتا ہے اور اسی پر وہ مرتا ہے اور اسی پر آخرت میں اٹھایا جائے گا۔

حدیث قدسی اور اس کا مفہوم:

جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتا ہے:

((مَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِی بِمِثْلِ اَدَاءِ مَا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ' وَلَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبُّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا' وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا' فَبِیْ یَسْمَعُ' وَبِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَبْطِشُ' وَبِیْ یَمْشِیْ' وَلَئِنْ سَئَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّهٗ وَمَا تَرَدَّدْتُ فِیْ شَیْءٍ اَنَا فَاعِلُهٗ تَرَدُّدِیْ عَنْ قَبْضِ نَفْسِ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ یَکْرَهُ الْمَوْتَ اَکْرَهُ مَسَائَتَهٗ وَلَا بُدَّلَهٗ مِنْهُ)) [1]

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب التواضع (حدیث۔۶۵۰۲) لیکن اس میں قوسین کے ←

''میرا بندہ مجھ سے تقرب حاصل کرتا ہے اور اس کے پاس وہ ہوتا ہے جو اس پر میں نے فرض کیا تھا۔ اور یہ میرا بندہ تو نوافل کے ذریعہ مجھ سے تقرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ اور جب میں اسے اپنا دوست بنا لیتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے' اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے' اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے' اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے' پس وہ میری ہی مدد سے سنتا ہے' میری ہی مدد سے دیکھتا ہے' میری ہی مدد سے پکڑتا ہے اور میری ہی مدد سے چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اور گر وہ میری پناہ مانگتا ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں۔ میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں اس میں مجھے کبھی تردد نہیں ہوتا۔ جیسا کہ تردد مجھے میرے مؤمن بندے کی روح قبض کرنے میں ہوتا ہے وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں ایسی کوئی بات پسند نہیں کرتا جو اسے بری لگے لیکن موت سے اس کو کوئی چارہ نہیں ہے۔''

اس حدیث قدسی کے معنی اور اسرار غلیظ الطبع' کثیف القلب انسان ہرگز نہیں سمجھ سکتا۔ حدیث کی مراد یہ ہے کہ اللہ کی محبت کے اسباب دو قسم کے ہیں۔ فرائض کا ادا کرنا اور نوافل کے ذریعہ تقرب الٰہی حاصل کرنا۔ اللہ نے اس حدیث میں یہ خبر دے دی کہ جو لوگ مجھ سے تقرب اور نزدیکی حاصل کرنا چاہیں وہ پہلے فرائض ادا کریں اس کے بعد نوافل کی کوشش کریں۔ نوافل کا درجہ فرائض ادا کرنے کے بعد ہے۔ اللہ سے محبت کرنے والا جب نوافل کی کثرت کرتا ہے تو وہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔ تو یہ محبت ایک اور محبت کی موجب بن جاتی ہے جو پہلی محبت سے مافوق اور قوی تر ہوتی ہے۔ یہ محبت اس کے قلب کو غیر محبوب کی فکر واہتمام سے مستغنی کر دیتی ہے' اس کی روح فکر اغیار کے مقابلہ میں غالب آ جاتی ہے اور اس میں کسی غیر کی گنجائش نہیں چھوڑتی' اس کے سامنے صرف اسی محبوب کی محبت اور اسی محبوب کا ذکر ہوتا ہے اور بس۔ یہ اور یہی محبت اس کے قلب کے زمام کی مالک ہو جاتی ہے۔ اور اس پر اسی طرح مستولی اور غالب ہو جاتی ہے جس طرح ایک محبوب پر کسی محب صادق کی محبت مستولی اور غالب آ جاتی ہے کہ اس

➜ درمیان والے الفاظ نہیں ہیں واللہ اعلم! شیخ البانی ﷫ نے کسی بھی روایت میں ان الفاظ کے ہونے کا انکار کیا ہے۔ دیکھئے الصحیحہ (۱۶۴۰)

کی محبت کی تمام تر قوتیں اور کوششیں صرف اسی محبوب کے لیے وقف ہو جاتی ہیں۔ اور بلا ریب یہ ایک ایسا محبّ اور دوست ہوتا ہے کہ محبوب ہی کے لیے سنتا ہے' اور دیکھتا ہے' اور محبوب ہی کے لیے پکڑتا' اور چلتا ہے' محبوب ہی اس کے قلب میں بسا ہوا ہوتا ہے' اور ہر وقت اس کے ساتھ ہوتا ہے اور ہمہ وقت اس کا مونس اور ساتھی اور رفیق ہوتا ہے۔

حدیث میں جہاں حرف با آیا ہے مصاحبت اور معیت کے لیے ہے۔ اور یہ وہ مصاحبت و معیت ہے جس کی نظیر و مثال نہیں مل سکتی۔ اس مصاحبت و معیت کا سمجھنا اخبار واحادیث کے الفاظ اور احادیث کے ظاہر معنی سے ممکن نہیں۔ یہ مسئلہ محض علمی نہیں ہے بلکہ دوسرے ہی شعبہ کا مسئلہ ہے۔ اور یہ کیفیت تو ایسی کیفیت ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان سے محبت کرنے لگتا ہے تو یہ کیفیت پید اہو جاتی ہے۔ حالانکہ انسان انسان کی محبت کے لیے پیدا نہیں کیا گیا اور جو اس کی فطرت سے خارج ہے جیسا کہ بعض محبت کے ماروں نے کہا ہے:

خِيَالُكَ فِيْ عَيْنِي وَذِكْرُكَ فِي فَمِي ... وَمَثْوَاكَ فِي قَلْبِي فَأَيْنَ تَغِيبُ؟

''میری آنکھ میں تیرا خیال ہے' اور زبان پر تیرا ذکر تیرے آرام کی جگہ میرا قلب ہے پس اب تو کہاں چھپے گا۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے:

وَتَطْلُبُهُمْ عَيْنِي وَهُمْ فِي سِوَادِهَا ... وَيَشْتَاقُهُمْ قَلْبِي وَهُمْ بَيْنَ أَضْلُعِي

''میری آنکھیں ان کو ڈھونڈتی ہیں اور حال یہ ہے کہ وہ اس کے دل میں ہیں اور میرا قلب ان کا مشتاق ہے حالانکہ وہ میری بغل میں ہیں۔''

وَمِنْ عَجَبٍ أَنِّي أَحِنُّ إِلَيْهِمْ
فَأَسْئَلُ عَنْهُمْ مَنْ لَقِيتُ وَهُمْ مَعِي

''عجیب بات ہے کہ میں محبت سے ان کی طرف کھنچتا ہوں اور جو مجھ سے ملتا ہے اس سے ان کا حال پوچھتا ہوں اور حال یہ ہے کہ وہ میرے ساتھ ہی ہیں۔''

إِنْ قُلْتُ غِبْتَ فَقَلْبِي لَا يُصَدِّقُنِي
إِذَا أَنْتَ فِيهِ مَكَانُ السِّرِّ لَمْ تَغِبْ

''اگر میں کہوں کہ تو مجھ سے غائب ہے تو میرا قلب میری تصدیق نہیں کرتا کیونکہ تو میرے قلب میں ایسی جگہ چھپا ہوا ہے کہ تو غائب ہو ہی نہیں سکتا۔''

اَوْ قُلْتُ مَا غِبْتَ قَالَ الطَّرْفُ ذَا كَذِبٌ
فَقَدْ تَحَيَّرْتُ بَيْنَ الصِّدْقِ وَالْكَذِبِ

"یا اگر میں یہ کہوں کہ تو غائب نہیں ہے تو آنکھیں جھٹلاتی ہیں تو اب میں اس صدق وکذب میں حیران ہوں۔"

محبوب سے محبت جس قدر قریب ہوتا ہے دوسرا کوئی اس قدر نہیں ہوتا۔ اور بسا اوقات یہ محبت اس قدر راسخ اور جاگزیں ہو جاتی ہے کہ محبت کرنے والا اپنی جان تک کو فراموش کر جاتا ہے لیکن محبوب کو کسی حال میں فراموش نہیں کرتا' جیسا کہ کہا گیا ہے:

اُرِيْدُ لِاَنْسٰى ذِكْرَهَا فَكَاَنَّمَا
تَمَثَّلَ لِيْ لَيْلٰى بِكُلِّ سَبِيْلِ

"میں اس کے ذکر کو بھی بھلا دینا چاہتا ہوں مگر یہ ہوتا یہ ہے کہ لیلیٰ ہر راستہ پر میرے سامنے ہوتی ہے۔"

کسی اور شاعر نے کہا:

قلب کی طرف سے بھلا دینے کا ارادہ کیا جاتا ہے
اور طبیعت الگ کرنے سے انکار کرتی ہے

حدیث مذکورہ میں اللہ نے کان' آنکھ اور پاؤں کا ذکر خصوصیت سے کیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تعقل وادراک کے آلات اور عمل کے ذرائع ہیں۔ کان' آنکھ' قلب کے سامنے قصد وارادہ' کراہت ونفرت کو لاتے ہیں اور یہی قلب کے سامنے محبت وعداوت بھی پیش کرتے ہیں اور پھر ہاتھ اور پاؤں کو قلب ان چیزوں میں استعمال کرتا ہے۔ جب بندے کے کان اور آنکھ اللہ کے ساتھ ہو جاتے ہیں تو قلب اپنے آلات ادراک کی طرف سے بالکل محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ اس کے اندر محفوظ ہو گیا تو پھر محبت وعداوت میں بھی وہ محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ اس بارے میں محفوظ ہو گیا تو سمجھ لو ہاتھ اپنی گرفت اور پاؤں چلنے میں محفوظ ہو جاتے ہیں۔

غور کرو!...... یہاں اللہ نے صرف کان' اور آنکھ' ہاتھ اور پاؤں کے ذکر پر اکتفا کر لیا۔ زبان کا ذکر نہیں کیا۔ اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ کان سے سننا اور اس کا ادراک کبھی اختیاری ہوتا ہے اور کبھی غیر اختیاری' آنکھ سے دیکھنے کا بھی یہی حال ہے۔ کبھی اختیاری ہوتا ہے کبھی

غیر اختیاری' ہاتھ اور پاؤں کا بھی یہی حال ہے لیکن زبان کا حال دوسرا ہے' یہ بغیر مقصد و ارادہ کے حرکت ہی نہیں کرتی۔ نیز بمقابلہ دیگر جوارح اور اعضاء کے قلب سے تعلق اور اشتغال زبان ہی کو ہوتا ہے اور قلب کے تاثرات سے سب سے زیادہ زبان متاثر ہوتی ہے کیونکہ زبان قلب کی ترجمان اور پیغامبر ہے۔

غور کرو!...... جب بندہ اللہ سے محبت کرنے لگتا ہے اور فرائض و نوافل کے ذریعہ اس کا مقرب بندہ ہو جاتا ہے تو اس کا کیا حال ہوتا ہے؟ اس کے سننے' دیکھنے' چلنے' پھرنے اور پکڑنے کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَ بَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَ رِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا﴾

''میں اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے' میں اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے' میں اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے' میں اس کا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔''

اس سے اللہ تعالیٰ یہ ثابت کرتا ہے کہ کان اور آنکھ کے ادراکات اور ہاتھ پاؤں کی حرکات میں اللہ بندے کے ساتھ ہوتا ہے۔

غور کرو! اس کیفیت کا اظہار وہ اس طرح کرتا ہے:

﴿بِيْ يَسْمَعُ وَبِيْ يُبْصِرُ وَبِيْ يَبْطِشُ وَبِيْ يَمْشِي﴾

''میرے ساتھ سنتا ہے' میرے ساتھ دیکھتا ہے میرے ساتھ پکڑتا ہے' میرے ساتھ چلتا ہے۔''

یہ نہیں فرمایا:

﴿لِيْ يَسْمَعُ وَلِيْ يُبْصِرُ وَلِيْ يَبْطِشُ وَلِيْ يَمْشِي﴾

''میرے لیے سنتا ہے' میرے لیے دیکھتا ہے' میرے لیے پکڑتا ہے' اور میرے لیے چلتا ہے۔''

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں بی کی جگہ لی ہونا چاہیے۔ لی اظہار غایت اور خصوصیات پر زیادہ دلالت کرتا ہے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے لیے کیے گئے ہیں، اور یہ معنی وقوع

عمل میں اللہ تعالیٰ کی معیت پر زیادہ دلالت کرتے ہی،ں لیکن یہ ایک اہم اور سخت ترین غلطی ہے، کیونکہ یہاں لفظ با محض استعانت کے لیے نہیں ہے، کیونکہ ادراکات خواہ ابرار کے ہوں، خواہ فجار وفساق کے، محض اللہ تعالیٰ کی معاونت ہی سے وقوع میں آتے ہیں۔ یہاں با مصاحبت ومعیت کے لیے ہے، جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ بندہ اس حال میں سنتا، دیکھتا، پکڑتا اور چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ معنی ایک دوسری حدیث سے بھی واضح ہوتے ہیں:

((انا مع عبدی ما ذکرنی و تحرکت بی شفتاہ))

''میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں، جب وہ مجھے یاد کرتا ہے اور میرے لیے اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں۔''

یہ وہی خاص قسم کی مصاحبت ومعیت ہے، جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ (التوبة: ۹/۴۰) (اللہ ہمارے ساتھ ہے)۔

اور جو اس حدیث میں مذکور ہے:

((ما ظنك باثنين اللّٰه ثالثهما))

(ان دو کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جن میں تیسرا اللہ ہے۔)

نیز وہ مصاحبت ومعیت جو اس آیت میں ہے:

﴿وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (العنکبوت: ۲۹/۶۹)

''اور اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

اور جو اس آیت میں بھی ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴾ (النحل: ۱۶/۱۲۸)

''بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جنہوں نے پرہیز گاری کی اور وہ نیکیاں کرنے والے ہیں۔''

اور جو اس آیت میں ہے:

﴿وَ اصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ (الانفال: ۸/۴۶)

''اور صبر کرو، بے شک! اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

اور جو اس آیت میں ہے:

﴿قَالَ كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ﴾ (الشعراء: ۲۶/۶۲)

''موسیٰ نے کہا، ہرگز نہیں۔ میرے ساتھ میرا رب ہے۔''

اور اس آیت میں ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارون کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ﴾ (طٰہٰ: ۲۰/۴۶)

''میں تم دونوں کے ساتھ ہوں، سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔''

مصاحبت و معیت کے اس معنی پر صرف حرف با دلالت کرتا ہے، حرف لام نہیں۔ بندے کے اخلاص، اس کے صبر و توکل اور مقامات عبودیت کے نزول اور مصاحبت و معیت کا اظہار و بیان صرف حرف با ہی کے ذریعے ہو سکتا ہے، نہ کہ لام کے ذریعے۔

اللہ تعالیٰ کی یہ مصاحبت و معیت جب بندے کے ساتھ ہوتی ہے تو بندے کی ساری مشقتیں اور سارے مصائب و آلام آسان ہو جاتے ہیں اور ہمہ قسم کا خوف و ہراس اس کے حق میں امن و اطمینان کا باعث بن جاتا ہے۔ اللہ کی مصاحبت و معیت ہمہ قسم کے صعوبات و مشکلات کو آسان کر دیتی ہے اور ہر بعید چیز قریب ہو جاتی ہے۔ احزان ہموم وغموم اس پر اللہ تعالیٰ کی معیت ہی میں نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ ہر حال میں اس کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے نہ اسے ہم ہوتا ہے نہ غم نہ حزن ہوتا نہ ملال اور یہ معنی حرف ''با'' ہی کے ذریعہ واضح ہوتے ہیں۔ اگر یہ معنی فوت ہو جائیں تو سمجھ لو بندہ کا قلب ماہی بے آب کی طرح تڑپتا ہے۔

جب کسی بندے کو پروردگار عالم سے مصائب و مشکلات میں یہ مصاحبت و معیت حاصل ہو جاتی ہے تو پھر اس کی تمام تر حوائج و ضروریات میں بھی اس کی مصاحبت و معیت ہوتی ہے اور اللہ اس کی تمام تر حوائج و ضروریات اور سوالات کو پورا کرتا رہتا ہے جیسا کہ خود اللہ نے فرمایا ہے:

﴿وَلَئِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ﴾

''اور اگر میرا بندہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اور مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں۔''

یعنی بندہ جب میرے ارادہ کی موافقت کرتا ہے' میرے احکام کی تعمیل کرتا ہے' مشکلات

ومصائب میں میرے پاس آتا ہے' اور اپنی احتیاجات کو وہ میرے آگے نہایت بیم ورجاء کے ساتھ پیش کرتا ہے تو میں ضرور اس کا ساتھ دیتا ہوں اور مکروہات ومشکلات میں مجھ سے پناہ چاہتا ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں۔

یہ مصاحبت اور اس قسم کی معیت' اللہ نے جانبین سے ثابت کی ہے۔ اور یہ مصاحبت و معیت وہ رشتہ ہے کہ اللہ اپنے ایسے بندے کی موت میں بھی تردد کرنے لگتا ہے کیونکہ اس بندے کو موت پسند نہیں اور جو چیز اس بندے کو پسند نہیں اسے پروردگار عالم بھی پسند نہیں کرتا۔ جب اس بندے کی کسی قسم کی برائی اور رنج اسے پسند نہیں تو اس کا مقتضاء یہ ہے کہ اللہ اسے بھی موت نہ دے۔ لیکن بندے کی مصلحت اسی میں ہے کہ وہ اسے موت سے ہم آغوش کردے کیونکہ اللہ موت اسی لیے بھیجتا ہے کہ وہ اسے دوبارہ زندہ کرے گا' مرض و بیماری میں اس لیے مبتلا کرتا ہے کہ اسے صحت وصلاحیت سے نوازے گا' اسے فقیر ومسکین اس لیے بناتا ہے کہ اسے غنی اور بامراد بنائے گا' جب اس سے کچھ روکتا ہے تو کچھ عطاء کرنے کے لیے ہی روکتا ہے' اسے اپنے باپ آدم کی صلب میں رکھ کر اس لیے جنت سے نکالا کہ وہ اسے پھر جنت میں داخل کرے گا۔ اس کے باپ کو اللہ نے اخرج منھا (جنت سے نکل جا) کہہ کر جنت سے نکال دیا ہے۔ اور اس لیے نکال دیا ہے کہ دوبارہ پھر اسے جنت میں داخل کرے۔

درحقیقت یہی ذات اور یہی اللہ حقیقی محبت کے لائق ہے اور یہی حقیقی محبتِ محبوب ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی حبیب ہوسکتا ہے نہ محبوب' اگر بندے کا ہر ہر بال' اللہ کی محبت سے مست و سرشار ہو جائے تب بھی نبدے پر اللہ کا حق ہے جو ادا نہیں ہوسکتا۔

کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے:

نَقِّلْ فُؤَادَكَ حَيْثُ شِئْتَ مِنَ الْهَوٰى
مَا الْحُبُّ اِلَّا لِلْحَبِيْبِ الْاَوَّلِ

''اپنے دل کو خواہشات میں جہاں چاہو بھٹکاؤ' محبت تو صرف حبیب اول کے لیے ہی ہے۔''

كَمْ مَنْزِلٍ فِي الْاَرْضِ يَاْلَفُهُ الْفَتٰى
وَحَنِيْنُهٗ اَبَدًا لِاَوَّلِ مَنْزِلِ

''زمین کی بہت منزلوں سے نوجوان الفت رکھتا ہے۔ لیکن اس کے دل کی بے قراری تو ہمیشہ پہلی ہی منزل کے لیے ہے۔''

فصل : ۹۳

التتیم: محبت کا آخری درجہ

(تعبد کی حقیقت یہ ہے کہ محبوب کے سامنے اپنے آپ کو انتہا درجہ ذلیل و خاکساری کر دیا جائے)

اس کے بعد محبت کا وہ درجہ ہے جسے ''التتیم'' کہتے ہیں۔ یہ محبت کا آخری درجہ ہے۔ التتیم کے یہ معنی ہیں کہ محبّ اپنے محبوب کی عبادت و پرستش کرنے لگ جائے۔ چنانچہ عرب کا محاورہ ہے جب انسان کسی کی عبادت کرنے لگتا ہے تو کہتے ہیں تیم الحب (محبت نے اس کو بندہ بنالیا ہے) اور یہ جملہ بھی اس معنی میں ہے یتم اللہ یعنی عبداللہ

''تعبد'' محبوب کے سامنے انتہا درجہ کی ذلت و خاکساری ہے:

تعبد و عبادت کی یہ حقیقت ہے کہ محبّ اپنے محبوب کے سامنے انتہا درجہ کا خضوع و خاکساری ظاہر کرے۔ اور اس کے سامنے اپنے آپ کو انتہا درجہ ذلیل و بے توقیر بنالیتا ہے اور اسی محاورہ میں عرب کا یہ قول ہے طریق معبد (ذلیل شدہ راستہ) یعنی وہ راستہ جسے مدتوں تک روند کر ذلیل و پامال کیا گیا ہو۔ پس عبد و بندہ وہ ہے جسے محبت نے محبوب کے سامنے خاضع اور سرنگوں کر دیا ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ بندے کے تمام مقامات و حالات میں عبودیت سب سے زیادہ اشرف و اعلیٰ مقام ہے اور اسی لیے سلوک کی راہ میں تعبد سے بڑھ کر کوئی شریف ترین منزل نہیں اور یہی وجہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اکرم الخلائق محبوب ترین بندے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو اہم سے اہم مقام میں بھی وصف تعبد کے ساتھ یاد فرمایا ہے۔ مقام دعوت' مقام تحدی بالنبوہ مقام معراج میں بھی وصفِ عبودیت سے یاد فرمایا ہے۔ فرماتا ہے:

﴿ وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۝ ﴾

(جن : ۷۲/۱۹)

''اور ہوا یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کرنے کے لیے کھڑا ہوتو جن وانس غول کے غول بن کر اس پر پل پڑیں''

یہ مقام دعوت میں فرمایا۔ مقام تحدی نبوت کے مقام میں فرماتا ہے:

﴿ وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ ۞ ﴾ (بقرہ: ۲/۲۳)

''اگر تمہیں اس کلام کی صداقت میں کوئی شبہ ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے تو ایسی ایک سورت ہی بنا لاؤ۔''

مقام اسراء و معراج کے موقع پر اللہ کریم فرماتا ہے:

﴿ سُبۡحٰنَ الَّذِىۡۤ اَسۡرٰى بِعَبۡدِهٖ لَيۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ اِلَى الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا ۞ ﴾ (الاسراء: ۱۷/۱)

''پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی۔''

اور شفاعت کی ایک حدیث وارد ہے:

((اِذْهَبُوا اِلٰی مُحَمَّد ﷺ عَبْدٌ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَأَخَّرَ)) ①

''تم لوگ محمد ﷺ کے پاس جاؤ وہ ایسا عبد (بندہ) ہے جس کے تمام اگلے پچھلے گناہ اللہ نے معاف کر دیئے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ کو یہ مقام شفاعت کمال عبودیت و کمال مغفرت کے ذریعہ سے ہی حاصل ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اور اللہ کا کوئی بھی شریک نہیں اور محبت کی تمام انواع و اقسام میں عبادت ایک کامل ترین نوع اور اکمل ترین قسم ہے۔ عبادت میں انتہائی خضوع و خشوع اور انتہائی ذلت و خاکساری ہوا کرتی ہے اور اسلام کی اصل حقیقت بھی یہی ہے۔ حقیقۃً ملت ابراہیمی بھی یہی ہے جس سے بجز سفیہ النفس اور احمق کے کوئی روگردانی ہی نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ خود اللہ فرماتا ہے:

﴿ وَمَنۡ يَّرۡغَبُ عَنۡ مِّلَّةِ اِبۡرٰهٖمَ اِلَّا مَنۡ سَفِهَ نَفۡسَهٗ ۞ ﴾

(بقرہ: ۲/۱۳۰)

''اور دین ابراہیم سے وہی بے رغبتی کرے گا جس کی خود عقل ماری گئی ہو۔''

---

① صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر۔ سورۃ البقرۃ۔ باب (۱) (حدیث۔۴۴۷۶) صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب ادنی اھل الجنۃ منزلۃ فیھا (حدیث۔ ۱۹۳)

اور یہی وجہ ہے جو اللہ کے نزدیک شرک سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں۔ شرک کے سوا وہ دوسرے گناہ معاف کرے گا لیکن شرک کبھی معاف نہیں کرے گا۔

اصل شرک:

اور اللہ کے ساتھ اصل شرک یہی ہے کہ اللہ کی محبت میں کسی اور کو شریک کیا جائے' جیسا کہ اللہ فرماتا ہے:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۗ ○ ﴾ (بقرہ: ۲/۱۶۵)

''اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے شریک اوروں کو ٹھہرا کر ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے کرنی چاہیے البتہ جو لوگ ایمان دار ہیں وہ اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ خبر دیتا ہے کہ بعض لوگ اللہ کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک بنا لیتے ہیں اور اس سے ویسی ہی محبت کرتے ہیں جیسی وہ اللہ کی ذات سے کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ بھی خبر دیتا ہے کہ ایمان والے اللہ کی ذات سے انتہا درجہ کی محبت رکھتے ہیں اور ایسی محبت جیسی کہ یہ مانند و مثیل بنانے والے اپنے مانند و مثیل سے رکھتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ بلکہ آیت کے یہ معنی ہیں کہ مانند و مثیل گرداننے والے جس قدر اللہ سے محبت رکھتے ہیں اس سے زیادہ اللہ پر ایمان لانے والے اللہ سے محبت رکھتے ہیں۔ یہ مانند و مثیل گرداننے والے اللہ سے محبت رکھتے ہیں لیکن جب وہ اللہ کے ساتھ اپنے مانند و شیون کو اس محبت میں شریک کر لیتے ہیں تو اللہ سے جو انہیں محبت ہے وہ کمزور ہو جاتی ہے اور موحدین اللہ کی محبت میں مخلص ہوتے ہیں اس لیے ان کی محبت اللہ سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔

اور مشرک لوگ اپنی محبت میں رب العالمین کے ساتھ دوسروں کو شریک گردانتے ہیں اور ان کو اللہ کا ہمسر' مانند' و مثیل بنا لیتے ہیں۔

اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے اس کا مقصد یہی ہے کہ مخلوق خالص اللہ سے محبت کرے کسی دوسرے سے محبت نہ کرے اور اسی لیے اللہ ان لوگوں سے سخت ناراض ہوتا ہے جو کسی اور کو اپنا ولی' مددگار' شفیع' و سفارشی بناتے ہیں۔ اور چنانچہ اللہ کبھی ان ہر دو چیزوں کو ساتھ ہی ساتھ بیان

کرتا ہے اور کبھی علیحدہ علیحدہ بیان کر کے اپنی ناراضی و خفگی کا اظہار کرتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ۝ ﴾

(یونس: ۱۰/۳)

''بلاشبہ تمہارا رب وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا اور پھر عرش پر جلوہ افروز ہوا وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے اس کی اجازت کے بغیر اس کے پاس کوئی سفارش نہیں کر سکتا۔'' اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ ﴾ (حم سجدہ: ۴۱/۴)

''اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا ہے پھر عرش پر جلوہ افروز ہوا۔ اس کے سوا نہ کوئی تمہارا حمایتی ہے اور نہ سفارشی۔ کیا پھر بھی تم نصیحت نہیں پکڑتے؟'' اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْ یُّحْشَرُوْۤا اِلٰی رَبِّهِمْ لَیْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِیٌّ وَّ لَا شَفِیْعٌ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ۝ ﴾ (انعام: ۶/۵۱)

''اور اس قرآن کے ذریعہ ان لوگوں کو ڈراؤ جن کو اپنے پروردگار کے حضور ایسی حالت میں جمع ہونے کا خوف ہے۔ جتنے غیر اللہ ہیں نہ کوئی اُن کا مددگار ہوگا اور نہ کوئی سفارشی' اسی امید پر کہ وہ ڈر جائیں۔'' اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا یَمْلِكُوْنَ شَیْـًٔا وَّ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا ؕ ۝ ﴾ (زمر: ۳۹/۴۳، ۴۴)

''کیا ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو سفارشی بنا رکھا ہے۔ اے پیغمبر! آپ کہہ دیں اگر چہ وہ کچھ بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں کہہ دیجئے تمام سفارش کا مختار اللہ ہی ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَ لَا یُغْنِیْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَیْـًٔا وَّ لَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ ﴾

(جاثیۃ: ۴۵/۱۰)

''ان کے پیچھے جہنم ہے جو کچھ انہوں نے حاصل کیا تھا وہ انہیں کچھ بھی نفع نہ دے گا اور نہ وہ معبود جن کو اللہ کے سوا انہوں نے حمایتی بنا رکھا تھا۔ اور ان کے لیے تو بہت بڑا عذاب ہے۔''

جو بندہ صرف اپنے رب کو اپنا ولی اور دوست بناتا ہے تو اگر وہ کسی اور کو اپنا ولی' مددگار' دوست اور شفاعتی سفارشی بناتا ہے تو صرف اللہ کے لیے بناتا ہے اور مومنین' صالحین کے ساتھ اپنا رشتہ' موالاۃ و محبت جوڑتا ہے اور استوار کرتا ہے۔ اور یہ مومنین اللہ کی راہ میں اس کے ولی مددگار ہوتے ہیں۔ یہ موالاۃ و محبت اور چیز ہے بخلاف اس صورت کے کہ بندہ اللہ کے علاوہ دوسروں کو اپنا ولی اور دوست بنائے۔ یہ دوسری چیز ہے' یہ اور رنگ ہے اور وہ دوسرا رنگ شفاعت شرکیہ کا اور رنگ ہے۔ اور شفاعت حقہ کا جس سے توحید وابستہ ہوتی ہے دوسرا رنگ ہے۔ اور اہل شرک اور اہل توحید کی تفریق کا یہی مقام ہے۔ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

مقصد یہ ہے کہ حقیقتِ عبودیت اور عبودیت کے موجبات محبت اور لوازماتِ محبت میں کسی کو شریک بنا لینے کے بعد خالص نہیں رہ سکتی ہیں۔ بخلاف اس کے کہ اگر اللہ کے لیے کسی سے محبت کی جائے تو یہ محبت لوازمات عبودیت اور موجبات عبودیت میں سے ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا۔ بلکہ آپ سے محبت کرنا' اور ایسی محبت کرنا کہ اپنی جان و مال آباء اجداد اور اولاد سے بھی زیادہ ہو۔ اور ان تمام کی محبت سے آپ کی محبت کو مقدم سمجھنا عین تکمیل ایمان ہے۔ آپ سے اس قسم کی محبت کیے بغیر ایمان مکمل ہی نہیں ہو سکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ سے محبت کرنا اللہ سے محبت کرنے کے معنی میں ہے اور یہی حکم ہے ہر اس محبت کا جو ''للہ فی اللہ'' ہو جیسا کہ صحیحین میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ)) [1]

''تین چیزیں جس کے اندر ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت (مٹھاس) پائے گا۔''

صحیحین میں دوسرے الفاظ یہ ہیں:

((لَا يَجِدُ عَبْدٌ طَعْمَ الْاِيْمَانِ اِلَّا مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ ثَلَاثُ خِصَالٍ:

---

[1] صحيح بخاري۔ كتاب الايمان۔ باب حلاوة الايمان (حديث۔١٦) صحيح مسلم۔ كتاب الايمان۔ باب بيان خصال من اتصف بهن وجد حلاوة الايمان (حديث۔٤٣)

أَنْ يَكُونَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ)) ①

''کوئی بندہ ایمان کا مزہ نہیں پاتا جب تک کہ اس کے قلب میں تین خصلتیں موجود نہ ہوں (۱) اللہ اور اللہ کا رسول اسے تمام دنیا والوں سے زیادہ محبوب ہو (۲) اور یہ کہ کسی سے محبت رکھے تو صرف اللہ کے لیے رکھے (۳) اور یہ کہ جس کفر سے اللہ نے اسے نکالا ہے اس کی طرف پھر لوٹنے کو وہ ایسا برا سمجھے جس طرح کہ وہ آگ میں ڈال دیئے جانے کو برا سمجھتا ہے۔''

اور سنن میں ایک حدیث ہے:

((مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ أَبْغَضَ لِلّٰهِ، وَأَعْطٰى لِلّٰهِ، وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ)) ②

''جس نے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ کے لیے دشمنی کی، اور اللہ کے لیے دیا، اور اللہ کے لیے روک دیا، تو اس نے اپنے ایمان کی تکمیل کر لی۔''

اور ایک دوسری حدیث میں ہے:

((مَا تَحَابَّ رَجُلَانِ فِي اللّٰهِ إِلَّا كَانَ أَفْضَلُهُمَا أَشَدَّهُمَا حُبًّا لِصَاحِبِهِ)) ③

''جو دو آدمی اللہ کے لیے آپس میں محبت رکھتے ہیں ان میں افضل آدمی وہ ہے جو اپنے ساتھی سے بہت زیادہ محبت رکھتا ہے۔''

یہ محبت تو محبت الٰہی کے لوازمات و موجبات میں سے ہے۔ اور جس قدر بھی یہ محبت قوی اور زیادہ ہوگی اسی قدر محبت الٰہی کی جڑیں قوی اور مضبوط ہوں گی۔

❁❁❁

---

① صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب الحب فی اللہ (حدیث۔۶۰۴۱) صحیح مسلم (حوالہ سابق)

② سنن ابی داود۔ کتاب السنۃ۔ باب الدلیل علی زیادۃ الایمان ونقصانہ (حدیث۔۴۶۸۱)

③ الادب المفرد للبخاری (۵۴۴) مسند ابی یعلی (۳۴۱۹) مستدرک حاکم (۴/ ۱۷۱)

فصل : ۹۴

محبت کی اقسام

محبت کی چار قسمیں ہوتی ہیں، جن کے مابین فرق و امتیاز واجب اور ضروری ہے۔ اور جو لوگ اس راہ میں بھٹک جاتے ہیں وہ ان اقسام محبت کے مابین تمیز و تفریق نہ کرنے کے سبب ہی سے گمراہ ہوئے ہیں:

اول: اللہ سے محبت کرنا، صرف اتنی محبت عذاب الٰہی سے نجات پانے اور ثواب آخرت سے فائز المرام ہونے کے لیے کافی نہیں ہے کیونکہ اللہ سے محبت تو مشرک، کافر صلیب پرست اور یہودی بھی رکھتے ہیں۔

دوم: جو کچھ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اس سے محبت کرنا اور یہی محبت انسان کو اسلام میں داخل کرتی ہے اور کفر سے نجات دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا دوست وہی ہے جس کے اندر یہ محبت زیادہ پائیدار اور زیادہ شدید ہو۔

سوم: الحب لِلّٰہِ والحب فی اللّٰہ یعنی جو محبت صرف اللہ کے لیے ہو اور اللہ ہی کی راہ میں ہو۔ یہ محبت اس امر کو لازم اور واجب کر دیتی ہے کہ بندہ ہر اس شے سے محبت کرے جس سے اللہ محبت کرتا ہے اور یہ محبت بھی اس وقت صحیح ہے جب کہ بندہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضاء مندی کے لیے محبت کرے اور اللہ کی راہ میں محبت کرے۔

چہارم: وہ محبت جو اللہ کی محبت کے ساتھ کسی دوسرے سے بھی محبت کی جائے یہ مشرکانہ اور شرکیہ محبت ہے۔ جو آدمی اللہ کے ساتھ کسی اور سے بھی محبت کرتا ہے اور وہ محبت اللہ کے لئے اور ان کی مرضی کے مطابق نہیں اور اللہ کے دین کے لئے بھی نہیں ہے۔ تو اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ اللہ کے ساتھ دوسروں کو اللہ کا شریک و سہیم بنا رہا ہے اور مشرک اللہ سے اسی قسم کی محبت کیا کرتے تھے۔

محبت کی ایک پانچویں قسم بھی ہے جس سے ہمیں بحث نہیں۔ اور وہ طبعی محبت ہے اس

محبت کی حقیقت یہ ہے کہ انسان ان چیزوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی طبعی مقتضیات سے ہیں۔ مثلاً: پیاسا آدمی پانی سے محبت کرتا ہے' بھوکا روٹی سے محبت کرتا ہے' ایک شخص نیند سے اور اپنی بیوی بچوں سے محبت کرتا ہے۔ یہ محبت مذموم نہیں' جب تک کہ یہ محبت اسے ذکر الٰہی سے غافل نہ کر دے' اور اللہ کی محبت سے بھٹکا کر اپنے اندر الجھا نہ دے۔ جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ ○ ﴾ (منافقون: ۶۳/۹)

"مسلمانو! تمہارے اموال اور اولاد تم کو اللہ کے ذکر سے کہیں غافل نہ کر دیں"

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ○ ﴾ (نور: ۲۴/۳۷)

"ایسے لوگ جن کو اللہ کی یاد سے نہ تجارت روکتی ہے اور نہ خرید و فروخت۔"

فصل : ۹۵

خُلت: محبت کا بلند ترین مقام

اس کے بعد خلت کا درجہ ہے۔ خلت کمال محبت کا نام ہے۔ خلت میں قلب کے اندر محبوب کی محبت کے سوا کسی کی بھی محبت نہیں ہوا کرتی اور محبوب کی محبت کے سوا قلب میں کسی کی محبت کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ خلت ایک ایسا منصب ہے جو کسی قسم کی شرکت کو برداشت نہیں کرتا اور یہ منصب صرف اللہ کے دو خلیلوں ہی کے لیے مخصوص تھا۔ (۱) سیدنا ابراہیم اور (۲) سیدنا محمد رسول اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے لیے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ اتَّخَذَنِیْ خَلِیْلًا کَمَا اتَّخَذَ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلًا)) [۱]

"اللہ نے مجھے اپنا خلیل بنا لیا ہے جس طرح ابراہیمؑ کو اس نے اپنا خلیل بنایا تھا۔"

اور صحیح بخاری میں ہے:

((لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا، وَلٰکِنْ صَاحِبُکُمْ خَلِیْلُ اللّٰهِ)) [۲]

"اگر میں زمین والوں میں سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن تمہارا یہ دوست تو اللہ کا خلیل ہے۔" ایک حدیث کے اندر ہے:

((اِنِّیْ اَبْرَاُ اِلٰی کُلِّ خَلِیْلٍ مِنْ خُلَّتِهٖ)) [۳]

"میں اللہ کی خلت کی وجہ سے ہر دوسرے خلیل کی خلت سے پاک ہوں۔"

---

[۱] صحیح مسلم۔ کتاب المساجد۔ باب النهی عن اتخاذ المسجد علی القبور (حدیث۔۵۳۲)

[۲] صحیح مسلم۔ کتاب فضائل الصحابة۔ باب من فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ (حدیث۔۲۳۸۳)

[۳] مسند احمد (۱/ ۳۷۷) صحیح مسلم۔ کتاب فضائل الصحابة۔ باب من فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ (حدیث۔۷/ ۲۳۸۳)

سیدنا ابراہیم نے بارگاہ الٰہی میں لڑکے کی التجاء کی کہ اے اللہ تو مجھے لڑکا دے' اللہ نے ان کو لڑکا دیا' اس لڑکے سے ان کو قلبی محبت ہو گئی۔ اور قلب کا ایک گوشہ لڑکے کی محبت سے پر ہو گیا۔ اللہ کو اپنے خلیل کی یہ بات پسند نہ آئی اور یہ اسے گوارا نہ ہوا کہ میرے خلیل کے قلب میں میرے سوا کسی اور کو جگہ دی جائے۔ چنانچہ اللہ نے حکم دیا کہ اس لڑکے کو میرے لیے ذبح کر دو۔ یہ حکم سیدنا ابراہیم کو خواب میں دیا گیا۔ تاکہ آپ کا پورا پورا امتحان لیا جا سکے۔ اللہ کا یہ مقصد نہ تھا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے بچہ کو ذبح کریں بلکہ مقصد یہ تھا کہ سیدنا ابراہیم کے قلب سے بچہ کا تعلق منقطع کر دیا جائے اور آپ کا قلب صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہو جائے۔ جب سیدنا خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے انشراح صدر کے ساتھ حکم الٰہی کی تعمیل کی اور بچہ کی محبت کے مقابلہ میں اللہ کی محبت کو مقدم رکھا تو اللہ کا جو مقصد تھا پورا ہو گیا اور بچہ کو ذبح کرنے کا جو حکم دیا تھا اٹھا دیا گیا اور اس عظیم الشان ذبیحہ کے بدلہ میں فدیہ مقرر کر دیا۔ کیونکہ پروردگارِ عالم جب کبھی کسی چیز کا حکم دیتا ہے تو اسے سرے سے بالکلیہ ختم نہیں کرتا بلکہ یا تو اس کے کچھ حصہ کو اٹھا دیتا ہے اور کچھ کو باقی رکھا جاتا ہے یا اس کے بدلہ میں کوئی اور چیز مقرر کر دی جاتی ہے' جیسا کہ اس عظیم الشان ذبیحہ کے بدلہ میں فدیہ مقرر کر دیا' یا جیسا کہ رسول اللہؐ کے حضور میں' حاضری کے وقت صدقہ دینا فرض کیا گیا تھا [۱] پھر اس کی فرضیت کو اٹھا کر اسے مستحب کر دیا گیا اور جیسا کہ پچاس وقت کی نمازوں کے بدلہ میں پانچ وقت کی نمازیں باقی رکھی گئیں لیکن ثواب پچاس نمازوں کا ہی باقی رکھا گیا اور ایسا وہ اس لیے کرتا ہے کہ اس نے خود فرمایا:

﴿ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ ۝ ﴾ (ق: ۵۰/۲۹)

''میرے پاس بات تبدیل نہیں ہوتی''

تو یہ نمازیں فعل و عمل کے لحاظ سے پانچ ہیں۔ لیکن اجر و ثواب کے لحاظ سے پچاس ہی ہیں۔ [۲]

---

[۱] جیسا کہ سورہ مجادلہ کے اندر ہے: ﴿یاایھا الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقۃ﴾ ''مسلمانو! جب تم رسول سے کوئی راز کھولو تو راز کھولنے سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو۔''

[۲] صحیح بخاری۔ کتاب الصلاۃ۔ باب کیف فرضت الصلاۃ فی الاسراء (حدیث۔۳۴۹)
صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب الاسراء برسول اللہ ﷺ (حدیث۔۱۶۳)

فصل : ۹۶

محبت عام اور خُلت کا تقابل

بعض لوگ کہتے ہیں کہ محبت کا درجہ خلۃ کے درجہ سے بلند اور کامل ترین ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ (اللہ کے خلیل تھے) اور رسول اللہؐ حبیب اللہ (اللہ کے حبیب) ہیں۔ ان لوگوں کا کہنا جہالت پر مبنی ہے۔ کیونکہ محبت عام ہے اور خلت خاص۔ خلت محبت کے آخری اور انتہائی درجہ کا نام ہے جیسا کہ خود رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عقل ودانش کا تقاضا ہے کہ اعلیٰ، برتر محبوب کو ادنی محبوب کے مقابلہ میں ترجیح دی جائے۔

((اِنَّ اللّٰہَ اتَّخَذَهُ خَلِیْلًا کَمَا اتَّخَذَ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلًا)) [1]

"اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا خلیل بنالیا ہے۔ جس طرح ابراہیمؑ کو اپنا خلیل بنالیا تھا۔"

نیز آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ رسول اللہؐ نے صاف صاف فرما دیا تھا کہ پروردگار عالم کے سوا میں کسی کو اپنا خلیل نہیں بنا سکتا حالانکہ آپ کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے والد سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے بھی محبت تھی اور خود آپ نے اس کی خبر دی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمایا ہے کہ ویحب التوابین (توبہ کرنے والوں اور پاک صاف لوگوں کو اللہ محبوب رکھتا ہے) یحب الصابرین (صبر کرنے والوں کو اللہ محبوب رکھتا ہے)

لیکن اللہ کی خلت تو صرف سیدنا ابراہیم اور سیدنا محمد رسول اللہ علیہما الصلاۃ والسلام ہی کے لئے مخصوص ہے۔

پس ان کا یہ کہنا محض ان کی کم علمی، اور کم فہمی کی بنا پر ہے۔ وہ اللہ کے رسول کو سمجھ ہی نہیں سکے۔

❀❀❀

---

[1] صحیح مسلم۔ کتاب المساجد۔ باب النهی عن اتخاذ المسجد علی القبور (حدیث۔۵۳۲)

فصل : ۹۷

محبوب یا مکروہ کا اختیار کرنے کا مسئلہ

(بندہ دو محبوب چیزوں میں سے اعلیٰ محبوب کو اور دو مکروہ چیزوں میں سے آسان مکروہ کو کیوں اختیا کرتا ہے)

پہلے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ بندہ اپنے کسی محبوب' اور محبوب چیز اور خواہش کو اس وقت ترک کرتا ہے جبکہ اس کے سامنے کوئی دوسرا محبوب اور دوسری خواہش' دوسری محبوب ترین چیز ہو۔ محبوب ترین چیز کے مقابلہ میں کمتر محبوب چیز کو ترک کر دیتا ہے۔ جس طرح محبوب ترین چیز کے لئے وہ مکروہ و تکلیف دہ چیز کو برداشت کر لیتا ہے۔ اور بڑی مصیبت' بڑی تکلیف' بڑے مکروہ' سے نجات حاصل کرنے کے لئے چھوٹی مصیبت اور چھوٹا مکروہ اختیار کر لیتا ہے۔

آپ پہلے معلوم کر چکے ہیں کہ عقل و دانش کی یہ خاصیت اور تقاضا ہے کہ اعلیٰ و برتر محبوب کے مقابلہ میں۔ ادنی محبوب کو ترک کر دیا جائے اور بڑے مکروہ بڑی تکلیف و بڑی مصیبت کے مقابلہ میں چھوٹے مکروہ' چھوٹی تکلیف' اور چھوٹی مصیبت کو اختیار کیا جائے۔

یہ بھی پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ بات محبت و عداوت کی قوت وضعف پر مبنی ہے۔ اور دو باتوں کے بغیر یہ چیز حاصل نہیں ہوتی۔ ایک قوت ادراک دوسری شجاعت قلبی۔

جب انسان کے اندر ادراک کم ہو اور محبوب و مکروہ کے درجات و مراتب کو سمجھ نہ سکتا ہو یا پھر اس کا نفس و قلب کمزور ہو تو اس فعل و عمل سے وہ قاصر رہتا ہے باوجودیکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے حق میں اصلح چیز کونسی ہے؟ اصلح چیز اختیار کرنے سے اس کا نفس اور قلب اس کی مطاوعت نہیں کرتا۔ اور جب کسی انسان کی قوت ادراک صحیح ہوتی ہے تو اس کا نفس قوی اور مضبوط ہوتا ہے اور اس کے اندر شجاعت و دلیری موجود ہوتی ہے تو وہ اعلیٰ محبوب کو ادنیٰ محبوب کے مقابلہ میں اور بڑے مکروہ اور بڑی مصیبت کے مقابلہ میں ادنیٰ اور چھوٹے مکروہ اور چھوٹی مصیبت کو ترجیح دیتا ہے اور اس طرح وہ اپنے آپ سے سعادت کے سارے اسباب مہیا

ہے۔

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی شہوانی طاقت عقل وایمان کی طاقت کے مقابلہ میں قوی ہوتی ہے تو اس صورت میں غالب قوت کمزور قوت کو مغلوب کر لیتی ہے۔

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی قوت ایمانی' قوت عقل' قوت شہوات کے مقابلہ میں قوی اور طاقتور ہوتی ہے تو قوت وایمانی وعقل قوت شہوانی کو مغلوب کر لیتی ہے۔

جب کسی طبیب کے پاس کوئی مریض آتا ہے تو طبیب تشخیص مرض کے بعد مضر اشیاء سے اسے پرہیز کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ لیکن مریض کا نفس' اور اسکی خواہشات عقل پر غالب آجاتی ہیں اور وہ مضر اشیاء استعمال کر لیتا ہے۔ تو طبیب اس کے متعلق یہ رائے قائم کر لیتا ہے کہ اس کی قوت ارادی کمزور ہے اور دوا اسے سودمند نہیں ہوسکتی۔ یہی حال قلب کے مریضوں کا ہے جس کی قوت شہوانی قوی ہوتی ہے تو اس کا قلب اس چیز کو ترجیح دیتا ہے جو اس کے مرض کو اور زیادہ کر دیتی ہے۔

پس ثابت ہو گیا کہ ہمہ قسم کے شر اور خرابی کی اصل جڑ ضعف ادراک' ضعف نفس' اور نفس کی دنائت ورذالت ہے۔ اور خیر وفلاح کی اصل جڑ کمال ادراک' کمال قوت نفس' اور نفس کی شرافت وشجاعت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ہر چیز' ہر کام' ہر عمل وکردار کا مبداء ومنبع محبت وارادہ ہے اور ہر چیز کے ترک کا مبداء ومنبع اس کی کراہت وعداوت اور نفرت ہے۔ قلب کی یہی دو قوتیں سعادت وشقاوت کی اصل اور بنیادیں ہیں۔ اور عقل اختیاری اسی وقت ہوتی ہے جبکہ محبت اور ارادہ کا سبب پایا جاتا ہے۔ اور اس لئے کسی کام کا ترک کرنا اس لئے ہوتا ہے کہ اس کا مقتضاء اور سبب مفقود ہوتا ہے۔ اور کبھی اس لئے ہوتا ہے کہ اس کے اندر بغض وکراہت موجود ہوتی ہے جو اسے اس کام سے روک لیتی ہے اور امر ونہی کا تعلق اسی بغض وکراھت اور نفرت سے ہوتا ہے۔ اور اسی کو اصطلاح میں ''کف'' کہتے ہیں۔ اور ثواب وعقاب کا تعلق اسی سے ہے۔

ہمارے اس بیان سے وہ اشتباہ جو مسئلہ ترک کے متعلق کیا جاتا ہے کہ ترک امر وجودی ہے یا عدمی؟ رفع ہو جاتا ہے۔ اور مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ ترک کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ ترک جس کی اضافت سبب مقتضی کی طرف ہو یہ عدمی ہے اور دوسرا وہ ترک جس کی اضافت کسی سبب مانع من الفعل کی طرف ہو یہ وجودی ہے۔

فصل : ۹۸

فعل اور ترکِ فعل دونوں امور اختیاری ہیں

فعل ہو یا ترک فعل' دونوں امر اختیاری ہیں۔ایک جاندار جب دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرتا ہے تو سمجھ کر اختیار کرتا ہے کہ اس سے کوئی فائدہ اسے حاصل ہوگا؟ چاہے وہ حصول لذت کا فائدہ ہو یا ازالۂ تکلیف کا فائدہ۔ اسی لئے محاورہ ہے کہ ''اس کا کلیجہ ٹھنڈا ہوا' اس کا دل ٹھنڈا ہوا۔''

هِيَ الشِّفَاءُ لِدَاءِي لَوْظَفِرْتُ بِهَا
وَلَيْسَ مِنْهَا شِفَاءُ الدَّاءِ مَبْذُوْلُ

''اسے پا جائے یہ وہ مقصود ہے کہ ہر ذی عقل اس کو ترجیح دیتا ہے' حتی کہ بے عقل جانور بھی نفع اور استفادہ کو ترجیح دیتے ہیں۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ بہت سے آدمی اس معاملہ میں غلطی کر جاتے ہیں اور بدترین قسم کی غلطی کر جاتے ہیں۔ وہ ایسی لذت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کا نتیجہ سخت رنج والم ہوتا ہے۔ انسان یہ خیال کرتا ہے کہ وہ لذت اندوز ہو رہا ہے اور دلی ٹھنڈک اس کو حاصل ہو رہی ہے۔ مگر بعد میں جاکر وہ اس کی وجہ سے انتہائی رنج والم محسوس کرتا ہے اور ہر اس آدمی کی یہی شان ہوا کرتی ہے جو عواقب وانجام پر نظر نہ رکھتے ہوئے فوری منفعت پر نظر رکھتا ہے۔ اور عقل کا خاصہ تو یہ ہے کہ عواقب اور انجام پر نگاہ رکھی جائے۔ عقل مند اور دانشمند آدمی وہ ہے جو جلد ختم ہونے والی لذت کے مقابلہ میں دائمی لذت کو ترجیح دے۔ اور احمق اور بیوقوف آدمی وہ ہے جو اپنی ابدی اور ہمیشہ رہنے والی لذت وراحت اور خوشگوار عیش کو جلد سے جلد ختم ہونے والی لذت وراحت کے مقابلہ میں فروخت کردے۔ یہ جلدی ختم ہونے والی لذت وراحت طرح طرح کے آلام وخطرات سے بھری ہوئی ہوتی ہے اور اس قدر جلد ختم ہو جاتی ہے کہ ادھر لذت وراحت میسر آئی اور ادھر آلام وخطرات اور رنج وحزن کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

بعض علما نے کہا ہے کہ میں نے عقلاء کی کوششوں پر غور کیا تو یہ معلوم ہوا کہ سب ہی مطلوب واحد ہی کی طلب میں کوشاں ہیں' گوانکی راہیں مختلف ہیں۔ سب کے سب یہی کوشش کرتے ہیں کہ رنج وغم' الم ومصیبت سے اپنے آپ کو بچائیں اور اسی کے لئے کوئی کھانے پینے کی کوشش کرتا ہے' کوئی تجارت کے لئے دوڑا دوڑی کرتا ہے کوئی شادی ونکاح کی مجلسیں جماتا ہے' کوئی گاتا ہے' کوئی بجاتا ہے' کوئی رقص وسرود سے دل بہلاتا ہے' کوئی لہو ولعب میں وقت گذارتا ہے۔ مقصد اور مطلوب سب کا ایک ہی ہے کہ رنج والم' ہم وغم سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے۔

میں کہتا ہوں: بے شک عقلاء کا یہی مطلوب اور یہی مقصد ہے۔ اور ہر ایک اسی کیلئے کوشاں ہے لیکن اکثر وبیشتر طریقے اس مطلوب ومقصود کے خلاف ہی جارہے ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ سب کا مقصد یہی ہے کہ اللہ کی طرف اپنے آپ کو موڑیں۔ اور صرف اسی کی ذات سے ان کا معاملہ ہو۔ اور ہر شئی کے مقابلہ میں صرف اسی کی رضامندی حاصل کی جائے۔ لیکن ان تمام راستوں میں سے ایک راستہ بھی مجھے ایسا نظر نہیں آتا جو اللہ تک پہنچتا ہو۔ اللہ تک پہنچنے کا راستہ صرف ایک ہی ہے اور وہ صرف انبیاء ورسل کا راستہ ہے' جنہیں اللہ نے بھیجا ہی اس لئے تھا کہ وہ لوگوں کو ہدایت کریں اور لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف دعوت دیں۔ اس راہ پر چلنے والے اگر اپنا دنیوی حصہ فوت ہی کر دیں تو وہ اس اعلیٰ اور بہتر حصہ سے تو ضرور کامیاب ہو جاتے ہیں جس کے حاصل ہونے کے بعد سمجھ لو ان کا کوئی حصہ فوت ہی نہیں ہوا۔ اور جس کو یہ حصہ مل گیا سمجھ لو اسے ہر چیز مل گئی۔ اور اگر وہ اس کے ساتھ ہی ساتھ دنیا کے حصہ سے بھی کامیاب ہو جائے تو سمجھ لو کہ اسے ہر طرح کی خوشی حاصل ہو گئی۔ پس بندے کے لئے اس راہ اور اس طریقہ سے بہتر اور سودمند کوئی طریقہ نہیں۔ اس سے بڑھ کر موصل الی المطلوب' موجب فرحت وبہجت اور باعث سرور وسعادت کوئی راستہ ہی نہیں۔ وباللہ التوفیق

فصل : ۹۹

محبوب لذاتہٖ اور محبوب لغیرہ

محبوب دو قسم کے ہوا کرتے ہیں۔ محبوب لذاتہ۔ اور محبوب لغیرہ۔ اور محبوب لغیرہ کے لئے یہ لازمی ہے کہ اس کی انتہا محبوب لذاتہ پر ہو۔ کیونکہ اگر محبوب لذاتہ پر انتہا ہو تو تسلسل پیدا ہو جائے گا جو محال ہے۔ ہر وہ محبوب جو ذات الٰہی کے سوا ہے وہ محبوب لغیرہ ہے اور سوائے ذات خدائے واحد کے کوئی ایسا نہیں جسے محبوب لنفسہ اور محبوب لذاتہ بنایا جائے۔ اللہ کی ذات کے سوا جس سے بھی محبت ہو گی وہ ذات رب العالمین کی محبت کے ماتحت ہو گی۔ مثلاً: فرشتوں سے' اور انبیاء کرام' اور اولیاء اللہ سے محبت کرنا' ان سے محبت کرنا اللہ کی محبت کے تابع ہے اور بالذات اور بنفسہ نہیں ہے۔ ان سے محبت کرنا اللہ کی محبت کے لوازمات میں ہے کیونکہ محبوب کی محبت کے لئے یہ لازمی امر ہے کہ محبوب جس سے محبت کرے اس سے بھی محبت کی جائے۔

یہ مقام ایک نہایت ہی غور طلب اور قابل اعتناء مقام ہے۔ یہی وہ مقام ہے جس سے محبت نافعہ اور محبت غیر نافعہ کا فرق و امتیاز معلوم ہوتا ہے۔

اچھی طرح سمجھ لو کہ محبت لذاتہ لنفسہ اسی ذات سے ہو سکتی ہے جس کا کمال اس کے لوازمات ذات سے ہو۔ اس کی رطوبیت و ربوبیت و غنا اس کی ذات کے لوازم سے ہو۔ اور انسان اس ذات کے سوا کسی سے بغض و عداوت' کراہت و نفرت کرتا ہے تو وہ صرف اس لئے کرتا ہے کہ وہ اس محبوب لذاتہ کی محبت کے خلاف متضاد و منافی ہے۔

محبوب لذاتہ کے سوا جس چیز سے بھی اس کو بغض' کراہت' نفرت ہوگی وہ اسی قدر ہوگی جس قدر یہ چیزیں محبوب لذاتہ سے زیادہ منافی اور متضاد ہوں گی۔ اسی قدر اس سے کراہت' نفرت' بغض و عناد زیادہ ہوگا۔ جو اعیان' اوصاف' افعال و ارادات اس محبوب لذاتہ کے منافی ہوں گے وہ بقدر اپنی منافات اتضاد کے ایک دوسرے سے بعید ہوں گے اور انہی منافات کے

بقدر باہم کراہت و عداوت ہوگی۔ اور انہی منافات وتضاد کے مطابق اس سے بغض وعداوت ہوگی۔

محبت اور محبوب کے تعلق کی جانچ کے لئے جو میزان ہم نے پیش کیا ہے وہ ایک بہترین میزان ہے۔ یہ ایک ایسا عادل میزان ہے کہ جس سے پروردگار کی موافقت ومخالفت' موالات و عداوت' دوستی ودشمنی پورے پورے عدل وانصاف کے ساتھ ہوتی اور جانچی جا سکتی ہے۔

اگر ہم دیکھیں کہ ایک شخص کسی ایسی چیز' یا ایسے امر' یا ایسے آدمی سے محبت کرتا ہے۔ جس سے پروردگار عالم سخت نفرت کرتا ہے یا وہ اس چیز سے نفرت کرتا ہے جس سے پروردگارِ عالم کو محبت ہے تو ہم کو اس کی محبت ونفرت کا اندازہ اس پیمانہ کے ذریعہ پوری طرح ہوسکتا ہے۔

جب ہم دیکھیں کہ وہ اس چیز سے محبت کرتا ہے جس سے پروردگارِ عالم محبت کرتا ہے اور اس سے کراہت کرتا ہے جس سے پروردگار عالم کراہت کرتا ہے اور پھر جو چیز پروردگار عالم کو زیادہ محبوب ہے اس سے وہ زیادہ محبت کرتا ہے۔ اور دوسرے کے مقابلہ میں اسے ترجیح دیتا ہے۔ اور جس چیز سے پروردگار عالم نفرت اور عداوت رکھتا ہے اس سے یہ بھی نفرت وعداوت رکھتا ہے۔ اور جس قدر اللہ کو اس چیز سے نفرت وکراہت ہے اس قدر اس کو بھی نفرت وکراہت ہے۔ تو اس سے ہم سمجھ لیں گے کہ اس کے اندر اللہ کی موالات ومحبت یا کراہت ونفرت اسی محبت وکراہت' الفت ونفرت کے مطابق ہے۔

اس اصول وکلیہ کو اپنے ذہن کے اندر رکھ کر اپنے اندر اور غیر کے اندر ولی وحمید اللہ وحدہ لاشریک کی محبت وکراہت کا اندازہ لگاؤ۔ رب قدوس کی محبت کا معیار اس کی محبت وخفگی کے موافق موافق ومتابع ہے۔ اس کی موالات کچھ نماز' روزے کی کثرت اور مختلف اقسام کی ریاضتوں کی کثرت پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ اس کی محبت وخفگی کے ساتھ موافقت پر موقوف ہے۔ جسے اللہ محبوب رکھتا ہے اسے محبوب رکھے اور جس سے وہ نفرت کرتا ہے اسی سے نفرت کرے۔ اسی کا نام ولایت ہے۔

محبوب لغیرہ:

محبوب لغیرہ: یا محبت لغیرہ کی دو قسمیں ہیں: اول یہ کہ محبت کرنے والے کو اپنے محبوب کے حصول سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ اس محبت سے محبت کرنے والے کو رنج والم اور

تکلیف پہنچتی رہتی ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ دوا مریض کو سخت مکروہ معلوم ہوتی ہے اور دوا پیتا ہے تو نہایت کبیدہ خاطر ہو کر پیتا ہے کہ اس سے صحت حاصل ہو جائے' جو ایک محبوب ترین چیز ہے۔ دیکھو قرآن حکیم کے اندر ہے:

﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ ﴾ (البقرۃ : ۲/۲۱۶)

''تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے گو وہ تمہیں دشوار معلوم ہو' ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو بری جانو اور دراصل وہی تمہارے لیے بھلی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو اچھی سمجھو حالانکہ وہ تمہارے لیے بری ہو۔ حقیقی علم اللہ ہی کو ہے تم محض بے خبر ہو''۔

اس آیت میں اللہ نے یہ خبر دی کہ قتال و جہاد سے لوگوں کو نفرت اور کراہت ہے۔ لیکن پھر بھی انکے حق میں یہی بہتر اور موجبِ خیر و برکت ہے کہ اس کے ذریعہ وہ اپنے اس محبوب تک پہنچ سکتے ہیں جو سب سے بڑا اور سب سے زیادہ اس کے حق میں نافع محبوب ہے۔

انسان عموماً راحت' فراغ اور رفاہیت کو محبوب رکھتا ہے لیکن انسانوں کے حق میں یہ باتیں اور یہ چیزیں موجبِ شر اور باعثِ تباہی ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ اس سے انسان اس محبوب حقیقی کو بھول جاتا ہے اور چھوڑ بیٹھتا ہے۔

عقلمند انسان اس محبوب کی لذت کی طرف نہیں دیکھتا جو اسے فوری طور پر حاصل ہوتی ہے اور جلد ختم ہو جاتی ہے۔ فوری لذت کو وہ دائمی نفع پر ترجیح نہیں دیتا اور نہ وہ فوری الم و راحت کو دیکھتا ہے۔ کیونکہ یہی چیز بعض اوقات اس کے حق میں موجب شر بن جاتی ہے بلکہ کبھی یہی بات اسے انتہائی رنج والم کی طرف کھینچ لے جاتی ہے اور بڑی سے بڑی لذت اس سے فوت ہو جاتی ہے۔ بلکہ خاص الخاص بات تو یہ ہے کہ عقلاء زمانہ کا اور دانشمندان زمانہ کا یہ اصول رہا ہے۔ کہ بڑی سے بڑی مشقتیں صرف اس لئے برداشت کرتے ہیں کہ بعد میں جا کر انہیں لذت و سرور حاصل ہو۔ اور یہ لذت و سرور بھی گو جلد منقطع ہو جاتا ہے۔ لیکن انسان بامید لذت و سرور اس کے لئے مشقت برداشت کرتا ہے۔

مذکورۂ بالا بیان سے یہاں چار باتیں پیدا ہوتی ہیں:

اول: یہ کہ ایک مکروہ سے دوسرا مکروہ پیدا ہوتا ہے۔ ایک مکروہ دوسرے مکروہ تک پہنچاتا ہے۔

دوم: یہ کہ ایک مکروہ جو اپنے محبوب تک پہنچائے۔

سوم: محبوب جو محبوب تک پہنچائے۔

چہارم: جو محبوب مکروہ تک پہنچائے۔

وہ محبوب جو محبوب تک پہنچاتا ہے اس کے فعل وعمل کے دواعی دو امر ہیں اور دوہرے ہیں۔ اور جو مکروہ سے مکروہ تک پہنچاتا ہے اس کے اندر ترک فعل کے دواعی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ دوسری دو قسمیں جو باقی ہیں۔ انکا یہ حال ہے کہ یہاں دو مختلف دواعی ہوا کرتے ہیں دواعی فعل اور دواعی ترک۔ اور ہر داعیہ انسان کو اپنی اپنی جانب کھینچتا ہے۔ اور غور کیا جائے تو یہی دو قسمیں حقیقتاً ابتلاء وامتحان کے مواقع ہیں۔ چنانچہ نفسِ انسانی ہر اس چیز کو جو اس کے سامنے اور اس کے قریب اور نزدیک ہوتی ہے اپنی جانب کھینچتا ہے۔ اور یہ وہی چیز ہے جو اسے دنیا میں فوری طور پر حاصل ہوتی ہے۔ لیکن عقل وایمان کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ انسان وہ چیز حاصل کرے جو اس کے لئے زیادہ سے زیادہ دیرپا اور زیادہ سے زیادہ نفع ہو اور یہ نفع بھی دائمی ہو۔

انسان کا قلب ان ہر دو مختلف جذبات کے درمیان دوڑتا پھرتا ہے۔ کبھی ایک کی طرف دوڑتا ہے تو کبھی دوسرے کی طرف لپکتا ہے۔ اور شرعاً۔ قدراً۔ ابتلا وامتحان اور تکلیف کا اصل مقام بھی یہی ہے۔

عقل وایمان کا داعی ہر وقت یہ ندا دیتا ہے:

((حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ))

''فلاح وخیر کی طرف آؤ!''

فجر وصبح کے وقت وہ لوگ قابل تعریف ہیں جو شر وفساد' فتنہ وفتور سے گریز کرتے ہیں اور فلاح وصلاح کے راستہ پر چل رہے ہیں۔ اور شام کے وقت وہ لوگ قابل تعریف اور موجب ستائش ہیں جو متقی اور پرہیز گار ہیں۔ اگر اس پر کسی کی محبت کی تاریکیاں غالب آجاتی ہیں اور چھا جاتی ہیں اور شہوت وہوس اس پر حکومت کرنے لگ جاتی ہے تو یہی منادی ندا دیتا اور پکارتا ہے۔ اے نفس! ذرا صبر کر جا' یہ لذت تو گھڑی بھر کی ہے۔ گناہ باقی رہ جائے گا ہر چیز اور ہر لذت آنی جانی ہے اور زائل ہو کر ہی رہے گی۔

❀❀❀

فصل : ۱۰۰

اللہ اور رسول کی محبت: اعمالِ دینیہ کی اصل

ہر عمل خیر وشر اور فعل حق و باطل کی اصل محبت ہے۔ اب سمجھ لو کہ اعمال دینیہ کی اصل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہے۔

اقوال دینیہ کی اصل اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی تصدیق ہے۔ جو ارادہ اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت کی تکمیل میں رکارٹ پیدا کرے اور محبت میں مزاحمت کرے۔ سمجھ لو کہ تکمیل تصدیق میں وہ رکاوٹ پیدا کر رہا ہے اور اصل ایمان کے خلاف ہے۔ اور اس سے ایمان کی جڑیں بہت ہی کمزور ہو جاتی ہے۔ اگر یہ ارادہ وہ جو اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت میں رکاوٹ پید کرتا ہے۔ زیادہ قوی' زیادہ تیز' زیادہ مضبوط ہے تو وہ اصل محبت وتصدیق کے بالکل مخالف اور معارض ہو جاتا ہے۔ اور نوبت کفر وشرک بلکہ شرکِ اکبر تک پہنچ جاتی ہے۔ اور اگر اصل محبت وتصدیق کے معارض ومخالف نہیں ہے تو یہ تو لابدی ہے کہ یہ ارادہ محبت وتصدیق کی تکمیل میں قباحت اور رخنے ضرور ڈالتا ہے اور اسے کمزور کر دیتا ہے۔ اور بندے کی عزیمت و ہمت' قوت پرواز' قوتِ طلب میں فتور اور نقص پیدا کر دیتا ہے اور پھر وصل و وصال' واصل و وصول' حصولِ مطلوب کی راہ میں یہ چیز ایک زبردست حجاب بن جاتی ہے۔ اور طالب کی راہ کاٹ دیتی ہے۔ اور راغب کی رغبت کو تلخ اور کڑوا کر دیتی ہے۔

محبت کی اصل' کلمہ لا الہ الا اللہ کے مفہوم میں پنہاں ہے:

دنیا میں کوئی موالات' کوئی محبت کامل' صالح' موجب خیر وفلاح نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس محبت وموالات کے لئے دشمنیاں بھی مول نہ لے لی جائیں۔ جیسا کہ ربّ قدوس قرآن حکیم میں امام الحنفاء وامام المحبین سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا قول نقل فرماتا ہے۔ جو انہوں نے اپنی قوم کے سامنے پیش کیا تھا:

﴿ أَفَرَءَيْتُم مَّا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ ۝ أَنتُمْ وَءَابَآؤُكُمُ ٱلْأَقْدَمُونَ ۝ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّىٓ إِلَّا رَبَّ ٱلْعَٰلَمِينَ ۝﴾ (الشعرآ: ۲۶/ ۷۵'۷۷)

’’کچھ تمہیں خبر بھی ہے کہ جن چیزوں کو تم اور تمہارے اگلے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہو، یہ تو میرے دشمن ہیں، سوائے سچے اللہ تعالیٰ کے جو تمام جہان والوں کو رزق دینے والا ہے۔‘‘

سیدنا خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کی محبت وموالات اور خلت اسی وقت صحیح ہوسکتی تھی جبکہ آپ کی دشمنی غیر اللہ کے مقابلہ میں پوری طرح ابھر آتی۔ اللہ تعالیٰ سے دوستی، ولایت، موالات، مودت اسی وقت صحیح ہوسکتی تھی جبکہ وہ اللہ کے سوا ہر معبود سے اپنے آپ کو بری کر لیتے اور تمام معبودان باطل سے پوری قوت سے اپنے آپ کو بری اور پاکیزہ بنا لیتے۔ چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے متعلق اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ إِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ إِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ أَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ ۝ ﴾ (الممتحنہ: ۶۰/۴)

’’مسلمانو! تمہارے لئے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ اور اچھی پیروی ہے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم کو تم سے اور تمہارے معبودوں سے جنکی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو کچھ سروکار نہیں۔ ہم تم ان کو بالکل نہیں مانتے۔ ہم میں ہمیشہ کی دشمنی اور نہ ختم ہونے والا بغض ہے یہاں تک کہ تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ لے آؤ‘‘ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيْمُ لِأَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ إِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ۝ إِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَإِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ۝ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ ﴾ (زخرف: ۴۳/ ۲۸،۲۶)

’’اور جبکہ ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے والد اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو ماسوائے اس ذات کے جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے ہدایت بھی کرے گا۔ ابراہیم اسی (عقیدہ) کو اپنی اولاد میں باقی رہنے والی بات قائم کر گئے تاکہ لوگ باز آتے رہیں‘‘

یعنی موالات ومودت اور محبت کو صرف اللہ کے ساتھ مخصوص کر دینا اور خدائے معبود حقیقی

کے سوا تمام معبودان باطل سے منہ موڑ لینا ایک ہمیشہ باقی رہنے والا کلمہ ہے جو انبیاء کرام اور پیروان انبیاء کرام سے بطور توراث چلا آرہا ہے۔ اور وہ یہی کلمہ "لا الہ الا اللہ" ہے۔

اور یہی وہ کلمہ ہے جو امام الحنفاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے متبعین کو قیامت تک کے لئے ورثہ اور ترکہ میں دیا ہے۔

اور یہی وہ کلمہ ہے جس سے زمین وآسمان قائم ہیں۔ اور جس پر اللہ نے اپنی ساری مخلوق کی فطرت کو قائم کیا ہے۔ اس کلمہ پر ملت کی تاسیس ہوتی ہے۔ اور اسی پر قبیلہ کی بنیادیں قائم ہوتی ہیں۔ اور اسی کلمہ کے لئے جہاد کی تلواریں ہمیشہ بے نیام ہوتی چلی آئی ہیں۔ اور یہ کلمہ تمام بندوں کے لئے محض اللہ کا حق ہے۔ اسی کلمہ سے خون' مال' اولاد اور ذریت کا تحفظ ہوتا ہے۔ اس سے اس دنیا میں بھی تحفظ ہوتا ہے اور اسی سے عذاب قبر عذاب جہنم سے بھی نجات ملے گی۔ یہ کلمہ ایک زبردست الٰہی منشور ہے۔ اس کلمہ کے بغیر کوئی شخص جنت میں نہیں جا سکے گا۔ یہ کلمہ اللہ کی مضبوط رسی ہے۔ انسان اس وقت تک اللہ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اس مضبوط رسی کو تھام کر آگے نہ بڑھے۔ یہ اسلام کا مقدس وپاکیزہ کلمہ ہے۔ اسی کلمہ سے شقی وسعید' مقبول ومردود کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔ اور اسی کلمہ سے دارالکفر اور دارالسلام کا راستہ الگ ہو جاتا ہے۔ اسی کلمہ سے دارالنعیم اور دارالشقاء کے درمیان امتیاز ہوتا ہے۔ اور یہی کلمہ وہ عمود وستون ہے جو فرائض وسنن کا بھار اٹھائے ہوئے ہے۔ اور یہی وہ مقدس کلمہ ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

((مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ)) [1]

"جس کا آخر کلمہ لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا"

کلمہ توحید کی روح:

اس مقدس کلمہ کی حقیقی روح اور راز یہ ہے کہ رب العالمین جل شانہ' وتقدست اسمائہ وتبارك اسمه۔ وتعالیٰ جده ولا اله غيره کی ذات کی محبت و اجلال' عظمت وجلالت' خوف ورجا کو منفرد مانا جائے اور اس کے توابعات میں مثلاً توکل' انابت' رغبت' رہبت وغیرہ میں اس کو منفرد ویکتا مانا جائے۔ اس کی ذات کے سوا بندہ کسی سے محبت نہ

[1] مسند احمد (۵/ ۲۳۳) سنن ابی داود۔ کتاب الجنائز۔ باب فی التلقین (حدیث۔۳۱۱۶)

کرے اور اگر کسی سے محبت کرے تو صرف اس لئے کرے کہ اس سے محبت کرنا محبوب اعلیٰ کی محبت کے تابع ہے اور محبوب حقیقی کی محبت کا ذریعہ ہے۔ یا اضافہ محبت کا وسیلہ ہے' ایسا بندہ اللہ کی ذات کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا اور اللہ کی ذات کے سوا کسی سے امید وابستہ نہیں رکھتا۔ کسی پر توکل نہیں کرتا۔ رغبت و رہبت امید و مبہم صرف ذات الٰہی سے رکھتا ہے اور بس۔ وہ قسم کھاتا ہے تو صرف اللہ کی' توبہ وانابت کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے تو صرف اسی کے سامنے' اطاعت وپیروی کرتا ہے تو صرف اللہ کی' نذر مانتا ہے تو صرف اللہ کی' طلب خیر وفلاح کی آرزو رکھتا ہے تو صرف بارگاہ الٰہی سے' ہمہ قسم کے شدائد وتکالیف میں امداد و استقامت کا ہاتھ پھیلاتا ہے تو صرف اس کے سامنے التجاء کرتا ہے تو اسی کی بارگاہ میں' سجدہ کرتا ہے تو اسی کی جناب میں' ذبح کرتا ہے تو اسی کے لئے اور اسی کے نام پر اور اسی کے نام سے۔

تمام امور اگر ایک جملہ میں جمع کر دئے جائیں تو یوں کہئے کہ ہمہ قسم کی عبادتیں صرف اللہ ہی کے لئے ہیں وہ تمام عبادتوں کا حقدار ہے۔ اور کلمہ لا الہ الا اللہ کی حقیقت بھی یہی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس کلمہ کی حقیقی معنی میں شہادت دینے والے پر اللہ نے جہنم حرام کر دی ہے اور فرمایا ہے کہ جو شخص بھی اس حقیقت کے ساتھ کلمہ شہادت کی تصدیق کرے گا اور اس پر قائم رہے گا اس کا جہنم میں جانا محال اور ناممکن ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَٰدَٰتِهِمْ قَآئِمُونَ ۝ ﴾ (المعارج: ۷۰/۳۳)

''اور وہ جو اپنی گواہیوں پر ثابت قدم رہنے والے ہیں۔''

یعنی بندے کے ظاہر و باطن' قلب وقالب میں یہ شہادت قائم وراسخ ہو چکی ہو۔

تصدیق شہادت کی صورتیں مختلف ہیں۔ بعض کی شہادت مردہ ہوتی ہے اور بعض کی شہادت خفتہ ہوتی ہے۔ اگر اسے جگایا جائے تو جلد جاگ اٹھتی ہے۔ بعض کی شہادت بیٹھی ہوئی ہوتی ہے اور بعض کی کھڑی ہوئی۔

یہ شہادت قلب کے اندر اسی طرح ہوتی ہے۔ جس طرح جسم کے اندر روح ہوا کرتی ہے۔ اور روح کے حالات بھی مختلف ہوتے ہیں۔ بعض روحیں موت کے قریب ہوا کرتی ہیں بعض روحیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں صرف زندہ کیا جاسکتا ہے۔ بعض روحیں ایسی ہوتی ہیں جو ہر طرح صحیح وسالم ہوا کرتی ہیں اور جسم کے تمام مصالح کو صحیح حوار پر قائم رکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ حدیث صحیح میں رسول اللہﷺ بیان کرتے ہیں:

((اِنِّیْ لَاَعْلَمُ کَلِمَةً لَایَقُوْلُهَا عَبْدٌ عِنْدَالْمَوْتِ۔ اِلَّا وَجَدَتْ رُوْحُهٗ لَهَا رُوْحًا)) ①

"مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے اگر بندہ مرنے کے وقت اسے کہہ لے گا۔ تو اس کی روح اس کلمہ سے دوسری روح حاصل کر لے گی"

اس روح کی حیات وزندگی اس کلمہ سے وابستہ ہے۔ جس طرح کہ جسم کی حیات وزندگی اس روح سے وابستہ ہے۔

وہ آدمی جو موت کے وقت اس کلمہ کو ادا کرتا ہے اور اس پر مرتا ہے تو اسے جنت حاصل ہوتی ہے' اس جنت میں پوری آزادی وعشرت کے ساتھ رہنے کا حقدار بن جاتا ہے۔ تو وہ شخص جس کی ساری زندگی اس کلمہ پر گذری اور زندگی بھر اس نے کلمہ کو اپنائے رکھا تو اس کی کیا شان ہونی چاہیے؟ یقیناً اس کی روح جنت الماویٰ میں سیر کرتی رہے گی اور پوری عیش وعشرت سے سیر کرے گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝﴾ (النازعات: ۷۹/ ۴۰-۴۱)

"اور جو اپنے پروردگار کے کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا۔ اور نفسانی خواہشات سے رک گیا تو اسکا ٹھکانہ بہشت ہی ہے۔"

بندے اللہ کے حضور میں جب قیامت کے دن حاضر ہوں گے اس دن ایسے ہی آدمیوں کے لئے جنت ہے۔ جنت ایسے ہی آدمیوں کا مقام اور ماویٰ وملجا ہے۔

اور جبکہ معرفت الٰہی' محبت الٰہی' انس باللہ' شوق لقاء رب العالمین اور لقاء رب العالمین سے فرح ومسرت' رضاءِ الٰہی دنیا میں انسان کی روح کا ماویٰ وملجاء اور ٹھکانا ہوگی۔

پس جو آدمی دنیا کی اس جنت سے محروم رہا وہ جنت خلد سے یقیناً محروم رہے گا۔ یعنی ابرار۔ اللہ کے نیک بندے اگرچہ بظاہر تنگ عیش نظر آئیں لیکن وہ نعمت وراحت ہی میں ہوں گے۔ اور فساق وفجار لوگ یہاں وہاں ہر دوجگہ جہنم میں ہونگے۔ اگرچہ دنیا کی ساری وسعتیں ان کے لئے موجود ہوں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

① مسند احمد (۱/ ۲۸) عمل الیوم واللیلة للنسائی (۱۰۶۸) مسند ابی یعلی (۶۴۰)

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ ﴾ (النحل : ۱۶/۹۷)

''جو شخص نیک عمل کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ ایماندار بھی ہو تو ہم اس کو اچھی زندگی عطا فرمائیں گے''

طیبب الحیات اور بہترین زندگی جس کا اس آیت میں ذکر ہوا ہے وہ اسی دنیا کی زندگی ہے۔ اور اسی بہترین زندگی کا نام دنیا کی جنت ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادہ ہے:

﴿ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا ﴾ (الانعام : ۶/ ۱۲۵)

''اللہ تعالیٰ جسے راہ راست پر لانا چاہتا ہے تو اس کے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے سینے کو تنگ کر دیتا ہے۔''

اب آپ ہی بتلائیں کہ شرح صدر سے زیادہ اور بڑی نعمت کیا ہو سکتی ہے؟ اور ضیق صدر اور تنگی قلب سے زیادہ کونسا بڑا اور سخت عذاب ہو سکتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ ﴾

(یونس : ۱۰/ ۶۲-۶۴)

''یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر (قیامت کے دن) نہ کوئی خوف طاری ہوگا اور نہ وہ مغموم ہوں گے' یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگار ہیں' ان کے لیے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوش خبری ہے' اللہ تعالیٰ کی باتوں میں کچھ فرق ہوا نہیں کرتا' یہ بڑی کامیابی ہے''

اخروی جنت سے قبل دینوی جنت:

پس وہ مؤمن مخلص بندہ جسے ربّ قدوس سے کامل ترین خلوص ہے اس کی زندگی اس کا عیش بہترین زندگی اور بہترین عیش ہے۔ اور ایسا آدمی سب سے زیادہ خوشحال' مرفہ الحال اور مالا

مال ہے ایسے آدمی کو سب سے زیادہ انشراح صدر اور سرور قلب حاصل ہوتا ہے اور یہ وہ جنت ہے جو اسے دنیا میں وعدے کی جنت سے قبل ہی حاصل ہوگی۔ چنانچہ رسول اللہ کا ارشاد ہے:

((اِذَا مَرَرْتُم بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا))

''جب تم جنت کی کیاریوں سے گذرو تو ان میں چر لیا کرو۔''

یہ سن کر صحابہ عرض کرتے ہیں: یارسول اللہ! جنت کی کیاریاں کہاں اور کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا:

((حَلَقُ الذِّكْرِ)) ① ''ذکرِ باری تعالیٰ کے حلقے''

اور اسی قسم کی جنت کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے:

((مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ)) ②

''میرے گھر (حجرے) اور میرے منبر کے درمیان جنت کی کیاریاں ہیں۔''

اور آپ کا یہ ارشاد بھی اسی قسم کی جنت کے متعلق ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے آپ سے صوم وصال کے متعلق دریافت کیا ③ تو آپ نے لوگوں کو منع کر دیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا:

((اِنَّكَ تُوَاصِلُ))

''آپ تو اس طرح روزے رکھتے ہیں''

آپ نے اس کا جواب دیا:

((اِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ اِنِّي اَظَلُّ عِنْدَ رَبِّي يُطْعِمُنِي وَيَسْتَقِيْنِي)) ④

''میں تمہاری طرح نہیں ہوں میرا حال یہ ہے کہ میرا رب مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔''

اس حدیث میں آپ یہ خبر دیتے ہیں کہ جو غذا اور جو خوراک آپ کو مل رہی ہے وہ

---

① سنن ترمذی۔ کتاب الدعوات۔ باب (۸۲) (حدیث۔۳۵۱۰) مسند احمد (۳/ ۱۰۵)

② صحیح بخاری۔ کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ۔ باب فضل مابین القبر والمنبر (حدیث۔۱۱۹۵،۱۱۹۶) صحیح مسلم' کتاب الحج۔ باب فضل مابین قبرہ ﷺ ومنبرہ (حدیث۔۳۳۹۰،۳۳۹۴)

③ صوم وصال اس روزے کا نام ہے کہ کئی کئی دن تک درمیان میں بلا افطار اور بلا سحری' بلا کچھ کھائے پئے کئی کئی دن تک مسلسل' متواتر' متصل روزے رکھے جائیں۔ اس طرح روزہ رکھنا شرعاً ممنوع اور حرام ہے۔

④ صحیح بخاری۔ کتاب الصوم۔ باب الوصال (حدیث۔۱۹۶۳۔۱۹۶۷) صحیح مسلم۔ کتاب الصیام۔ باب النھی عن الوصال (حدیث۔۱۱۰۲۔۱۱۰۵) عند ربی کے الفاظ واللہ اعلم مسند احمد (۲/ ۲۵۳) اور مصنف ابن ابی شیبۃ (۳/ ۸۲) وغیرہ میں ہیں۔

پروردگار کی جانب سے مل رہی ہے اور وہ اس محسوس اور ظاہر کھانے پینے کے قائم مقام ہوتی ہے۔ اور غذا اور خوراک آپ کو مل رہی ہے۔ وہ صرف آپ ہی کے لئے مخصوص ہے دوسرے کسی کو حاصل نہیں ہے۔

جب اللہ کا ایک بندہ کھانے پینے سے صرف محبوب اعلیٰ کی رضامندی ورضا جوئی کے لئے احتراز کرتا ہے تو اسے اس کے عوض ایسی چیز دی جاتی ہے جو پوری طرح اس کے قائم مقام (کردار ادا) کرتی ہے۔ اس ظاہر خوراک وغذا سے اسے مستغنی کر دیتی ہے۔

جیسا کسی شاعر نے کہا ہے:

لَهَا اَحَادِيْثُ مِنْ ذِكْرَاكَ تَشْغَلُهَا عَنِ الشَّرَابِ وَتُلْهِيْهَا عَنِ الزَّادِ

''اس کے پاس تجھے یاد کرنے کیلئے کچھ ایسی باتیں ہیں جو اسے کھانے پینے سے بھی غافل اور خود فراموش بنا دیتی ہیں۔''

لَهَا بِوَجْهِكَ نُوْرٌ تَسْتَضِي بِهٖ وَمِنْ حَدِيْثِكَ فِي اَعْقَابِهَا حَادِي

''تیرے چہرے کے نور سے وہ روشنی حاصل کرتی ہے اور تیری گفتگو اس کے لئے حدی خوانی کرتی ہے۔''

اِذَا اشْتَكَتْ مِنْ كَلَالِ السَّيْرِ اَوْعَدَهَا رُوْحُ اللِّقَاءِ فَتَحْيٰى عِنْدَ مِيْعَادِ

''جب سفر کے تھکان کی اسے شکایت پیدا ہوتی ہے تو ملاقات کی روح اسے وعدہ دیکر ایک معیاد تک کے لئے پھر زندہ کر دیتی ہے''

ہر وہ چیز جس کا وجود بندے کے لئے مفید ہے اور بندہ اس کا محتاج ہے اس کا فقدان بندے کے لئے سخت موجب تکلیف ہوگا۔ جس طرح کہ کسی چیز کا عدم بندے کے لئے نافع ہے تو اس کا وجود اس کے حق میں سخت تکلیف دہ ہوگا۔

کوئی ایسی چیز جو علی الاطلاق بندے کے حق میں نافع اور مفید ہے وہ ہے اقبال الی اللہ اور اشتغال بذکر اللہ۔ اللہ سے محبت' اور اس محبت سے لذت اندوز ہونا' اور اللہ کی مرضی و رضامندی کو ہر چیز پر ترجیح دینا۔ بلکہ اپنی حیات وزندگی اور دنیا کی ہر نعمت' سرور و مسرت' فرحت وبہجت اور اپنی زندگی کی ہر چیز کو اسی اللہ سے وابستہ کر دینا۔ ایسے امر کا بندہ کے لئے معدوم و مفقود ہو جانا اس کے لئے تمام تکالیف سے زیادہ تکلیف دہ عذاب ہے۔ مگر چونکہ اس کی روح دوسرے ظاہری امور و مشاغل میں خود مستغرق رہتی ہے اس لئے یہ آلام ومصائب' اور تکلیف

وعذاب اس کی آنکھوں سے اوجھل رہتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ جس کی جدائی اور فراق اس کے لئے سب سے زیادہ موجب رنج والم ہے اور سخت سے سخت موجب تکلیف ہے وہ بھی اس سے غائب ہو جاتی ہے اور غائب رہتی ہے اور اس کی حالت بعینہ اس نشہ باز بدمست کی سی ہو جاتی ہے جو نشہ شراب میں چور ہے۔ اس کا گھر جل رہا ہے۔ مال واولاد تباہ ہو رہی ہے۔ لیکن وہ نشہ میں اسقدر مدہوش و بے خبر ہے کہ اسے کسی چیز کی خبر ہی نہیں ہے۔ اس وقت ان اشیاء کا جلنا' تباہ و برباد ہونا' اور اس تباہی و بربادی کی تکلیف اس کی قوت شعور سے باہر ہے کیونکہ شراب کے نشہ نے اس کی قوت شعور کو بیکار کر دیا ہے۔ لیکن جب یہ صحیح وتندرست ہو جاتا ہے۔ نشہ آور ہو جاتا ہے اور شراب کی بے ہوشی و مدہوشی سے اسے افاقہ ملتا ہے اور ہوش سنبھالتا ہے تو اس وقت اسے اپنے حالات کا پتہ لگتا ہے۔ بالکل ٹھیک دنیا اور آخرت کی زندگی کا یہی حال ہے۔ جب دنیا سے کوچ ہو گا۔ جو امور پردۂ غیب میں ہیں شہود میں آئیں گے اور آخرت کی چیزیں یکے بعد دیگرے سامنے آئیں گی۔ اب وہ دنیا سے جانے کی تیاری کر رہا ہے' دنیا سے منتقل ہو کر بارگاہ الٰہی میں پہنچ رہا ہے اور اب وہ اپنے سامنے آلام وحسرتوں کا میدان پاتا ہے' مصائب وعذاب دیکھتا ہے اور اس وقت جو آلام وحسرتیں مصائب' عذاب اس کے سامنے ہیں وہ اسقدر خطرناک ہیں کہ دنیوی آلام وتکالیف سے کئی ہزار گنا اور پھر یہ کہ دنیا میں انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس کی تلافی کی امید رکھتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ دنیا میں جو چیز بھی اس کے ہاتھ سے نکل گئی ہے وہ تھی ہی اس لئے کہ کسی نہ کسی دن ختم ہو گی' فنا ہونیوالی ہی تھی باقی رہنے والی نہیں تھی۔

بتاؤ اس شخص کا کیا حال ہو گا؟ جس کی ایسی چیز ضائع ہو رہی ہے جس کا عوض وبدلہ ہی نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ایسی چیز ہے کہ اگر ساری دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے سب کا سب ہی اس کے عوض دے دیا جائے یہ سب محض بے حیثیت ہوں گے۔ اگر حق سبحانہ وتعالیٰ اس فوت شدہ چیز اور اس کی حسرت والم کے عوض اسے موت دیدے تو بندہ اس کا حقدار بھی ہے اور موت ہی اس کے لئے ایک بہترین تمنا اور خوش آئندہ آرزو اور بڑی سے بڑی حسرت ہو سکتی ہے۔

اور پھر یہ تمام باتیں بھی اسوقت ہیں جبکہ رنج والم محض فوت شدہ اشیاء کے متعلق ہو پھر اس شخص کا کیا حال ہے؟ جس کی روح اور جسم پر دوسرے بہت سے امور کا بوجھ بھی ہو جسے اٹھانے کی اس کے اندر طاقت وقدرت بھی نہ ہو۔

مبارک ہے وہ ذات جس نے اس ضعیف و کمزور مخلوق کو اسی قسم کے آلام ومصائب کا محمل بنایا اور اس کے کندھے اس قابل بنا دیئے کہ وہ ایسے عظیم الشان بوجھ کو اٹھا سکے۔ جسے بڑے بڑے پہاڑ بھی نہیں اٹھا سکے۔

اس وقت تم اپنے سامنے اپنے محبوب کو لے آؤ جو دنیا میں سب سے زیادہ تمہیں محبوب ہے جس کی جدائی تمہیں قطعاً گوارا نہیں ہے۔ یہ محبوب یکا یک تم سے چھن گیا اور تم سے الگ کر لیا گیا' تو بتاؤ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا؟ حالانکہ یہ ایسا محبوب ہے کہ اس کا عوض اور بدل ممکن ہے۔ جس محبوب کا بدل اور عوض ہی نہیں اور وہ فوت ہو گیا تو تمہارا کیا حشر ہوگا؟ کیا ہی اچھا کسی شاعر نے کہا ہے:

مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اِذَا ضَیَّعْتَہٗ عِوَضٌ
وَمَا مِنَ اللّٰہِ اَنْ ضَیَّعْتَہٗ عِوَضُ

''تم کو ہر چیز کا جو تم ضائع کر دو عوض مل سکتا ہے لیکن اگر تم نے اللہ کریم کو کھو دیا تو اس کا کوئی عوض و بدل نہیں۔''

اور ایک حدیث قدسی میں ہے:

((اِبْنَ آدَمَ اخَلَقْتُكَ لِعِبَادَتِي فَلَا تَلْعَبْ' وَتَكَفَّلْتُ بِرِزْقِكَ فَلَا تَتْعَبْ اِبْنَ آدَمَ اُطْلُبْنِي تَجِدْنِي' فَاِنْ وَجَدْتَنِي وَجَدْتَ كُلَّ شَيْءٍ وَاِنْ فَاتَنِي فَاتَكَ كُلُّ شَيْءٍ وَاَنَا اَحَبُّ اِلَيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ)) [1]

''اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھے اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے تو لہو ولعب میں نہ پڑ جا' میں نے تیرے رزق کی کفالت کی ہے خوامخواہ تعب ومشقت میں نہ پڑ! اے آدم کے بیٹے! مجھے طلب کر تُو مجھے پائے گا' اگر تُو نے مجھے پالیا تو ہر چیز پالی اور تُو نے مجھے کھو دیا تو ہر چیز کھو دی۔ اور حال یہ ہے کہ میں تجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں''

[1] لم اقف علیه

فصل : ۱۰۱

پسندیدہ اور غیر پسندیدہ محبت

(جو شخص اللہ کی محبت کو فوت کر دیتا ہے اس سے ہر چیز فوت ہو جاتی ہے)

محبت ایک جنس ہے جس کے ماتحت بہت سی نوعیں ہیں جو اپنی اپنی قدر و وصف کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف اور متفاوت ہیں۔ اس لئے اغلب یہ ہے کہ اللہ پر جس نوع کا اطلاق ہوتا ہے وہ وہی ہوتی ہے جو ذات الٰہی کے ساتھ مختص اور مخصوص ہوتی ہے اور وہی اس کا سزاوار و حقدار ہوتا ہے۔ کسی دوسرے کے لئے اس کا اطلاق صحیح نہیں ہوتا نہ کسی دوسرے کے اندر اس کی صلاحیت ہوتی ہے۔ سوائے ذات باری تعالیٰ کے کوئی بھی اس کی اہلیت وصلاحیت نہیں رکھتا۔ مثلاً: عبادت' انابت وغیرہ۔

کبھی محبت کا ذکر اس کے اسم مطلق کے ساتھ ہوا کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ ۞ ﴾ (المائدہ: ۵/۵۴)

"عنقریب اللہ تعالیٰ ایسی قوم لے آئے گا جس سے اللہ محبت رکھتا ہوگا اور وہ اللہ سے پیار کرتے ہوں گے"

اور ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۞ ﴾ (البقرہ: ۲/۱۶۵)

"اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے سوا اوروں کو بھی شریک کر لیتے ہیں اور جیسی محبت اللہ سے کرنی چاہیے ویسی محبت وہ ان شریکوں سے کرتے ہیں۔ اور جو ایمان والے ہیں وہ اللہ کی محبت میں بہت سخت ہیں"

مذموم ترین محبت:

محبت کی مذموم ترین نوع وہ محبت ہے جسکے اندر اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو اسکا شریک

وسا جھی بنالیا جائے۔ بندہ کسی کو اللہ کے برابر اور اس کا مثیل بنا کر اس سے محبت کرنے لگے۔

عظیم ترین محبت:

اور محمود ترین، اعلیٰ ترین، عظیم ترین، محبت کی نوع وہ ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کی ذات سے محبت کی جائے اور کسی کو اس میں اس کا شریک وسا جھی نہ بنایا جائے۔ اور سعادت کی اصل اور سرچشمہ یہی محبت ہے اس محبت کے بغیر کوئی انسان نجات نہیں پا سکتا۔

اور شقاوت و بدبختی، محرومی و بدنصیبی کی اصل اور جڑ محبت مذمومیہ شرکیہ ہے۔ اور ہمیشہ کیلئے جہنم میں وہی شخص رہے گا جس کے اندر یہ مذموم محبت شرکیہ موجود ہوگی۔ وہ لوگ جہنم میں نہیں جائیں گے جو صرف اللہ سے محبت کرتے ہیں اور صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں اور اس محبت و عبادت میں کسی کو اللہ کا شریک نہیں بناتے۔ ایسے لوگ اگر اپنے دوسرے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں بھی داخل ہوں گے تو یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہیں رہیں گے۔ قرآن حکیم نے جس محبت کا امر و حکم دیا ہے اس کا مدار یہی محبت اور اس کے لوازم ہیں۔ اور جس محبت سے وہ روکتا اور منع کرتا ہے وہ دوسری قسم کی محبت اور اس کے لوازم ہیں۔ اور اللہ نے ان ہر دو قسم کی محبت کی مثالیں دی ہیں، پیمانے بتائے ہیں، قصص و حکایات، دونوں قسموں کے لوگوں کے اعمال، کردار اور ہر دو قسموں کے اولیاء، معبودوں کی تفصیل، افعال اور معاملات کی خبریں اور واقعات پیش کئے ہیں۔ ان ہر دو قسم کے لوگوں کا حال ہر شۂ عالم یعنی عالم دینا، عالم برزخ عالم آخرت میں کیا ہوگا؟ اور ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ اس کا ذکر بھی تفصیل سے کر دیا ہے۔ اور غور کیا جائے تو سارا قرآن انہی دو قسم کے لوگوں کی شان میں وارد ہوا ہے اور تمام انبیاء و مرسلین کی دعوت کی اصل بھی یہی اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت ہے۔ جو کمال محبت، کمال خضوع و خشوع اور بارگاہ الٰہی میں انتہائی تذلل و خاکساری اور اللہ کی عظمت وجلالت اور اس کے لوازم اور اس کے مناسب اور لازمی طاعات و تقویٰ پر مشتمل اور متضمن ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَلَدِہٖ وَوَالِدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ)) ①

---

① صحیح بخاری۔ کتاب الایمان۔ باب حب الرسول ﷺ من الایمان (حدیث۔۱۵) صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب وجوب محبة رسول اللہ ﷺ (حدیث۔۴۴)

''قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اسوقت تک تم میں سے کوئی آدمی مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کی اولاد اور اس کے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

صحیح بخاری میں سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے عرض کیا:

((وَاللّٰهِ لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِلَّا نَفْسِي))

''قسم اللہ کی آپ ہر چیز سے زیادہ مجھے محبوب ہیں سوائے میری جان کے۔''

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَا عُمَرُ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ))

''اے عمر! ہرگز نہیں' جب تک کہ میں تم کو تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

یہ سن کر سیدنا عمرؓ نے کہا:

((وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِي))

''قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔''

تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْاٰنَ يَا عُمَرُ!))[1]

''اے عمر اب (بات بنی ہے)''

جبکہ اللہ کے خاص بندے اور اس کے رسول کی محبت کے بارے میں یہ وارد ہے۔ کہ جب تک ان سے اپنے ماں' باپ' اولاد' حتی کہ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت نہیں ہو گی کوئی شخص مؤمن نہیں ہو سکتا۔ تو اب بتلاؤ! جس ذات نے اپنے اس بندے کو اپنا رسول و پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اس کی محبت کس قدر مقدم ہو گی؟ پروردگار عالم کی محبت کسی اور محبت کے مقابلہ میں اپنی قدر و وصف۔ اور تقریر و تخصیص کے لحاظ سے بالکل مخصوص اور مختص ہے اور اللہ کی محبت تو اس طرح واجب اور لازم ہے کہ بندے کو اللہ اپنی اولاد اپنے ماں' باپ' بلکہ اپنی آنکھ اور جان سے بھی زیادہ محبوب ہو اور اس معبود وحق کی محبت کے مقابلہ میں ہر چیز کی محبت ہیچ نظر آئے۔

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الایمان والنزور۔ باب کیف کانت یمین النبی ﷺ (حدیث۔۶۶۳۲)

محبت کا عام قاعدہ یہ ہے کہ ہر چیز من وجہ محبوب ہوا کرتی ہے۔ اور من وجہ غیر محبوب۔ نیز یہ بھی قاعدہ ہے کہ کسی چیز کی محبت کبھی لذاتہ ہوا کرتی ہے اور کبھی لغیرہ۔ لیکن وہ ذات جو ہمہ وجوہ محبوب ہے اور لذاتہ محبوب ہے وہ صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کی ذات ہے۔

﴿ لَوْ كَانَ فِيهِمَآ ءَالِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ ○ ﴾ (الانبیاء: ۲۱/۲۲)

''اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا اور بھی الٰہ ہوتے تو یہ آسمان وزمین دونوں ہی تباہ ہو جاتے۔''

الٰہ پرستی اور عبودیت' اللہ سے محبت اس کی اطاعت اور اس کے حضور عاجزی کے اظہار کا نام ہے۔

فصل : ۱۰۲

محبت: علتِ فاعلی اور علتِ غائی

(عالم علوی' اور عالم سفلی کی تمام تر حرکتوں کا اصل موجب محبت ہے۔ یہی علت فاعلی ہے اور یہی علت غائی)

عالم علوی اور عالم سفلی میں جس قدر بھی حرکات صادر ہوتی ہیں ان کا اصل ومنبع محبت ہے۔ محبت ہی ان حرکات کی علت فاعلی ہے اور محبت ہی علت غائی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حرکتیں تین قسم کی ہیں۔

(۱) حرکت اختیاری (ارادی)

(۲) حرکت طبعی اور

(۳) حرکت قسری۔

حرکت طبعی کی اصل سکون ہے۔ کیونکہ جسم اسی وقت حرکت کرتا ہے جبکہ وہ اپنے مستقر اور مرکز طبعی سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ اسوقت جسم صرف اس لئے حرکت کرتا ہے کہ وہ اپنے مرکز طبعی اور اصل مستقر پر جلد سے جلد پہنچ جائے۔ اور جسم صرف اسی لئے حرکت کرتا ہے کہ ایک قاسر حرکت دینے والا اسے حرکت دے رہا ہے۔ بنا بریں جسم کی یہ حرکت قسری اور جبری ہے۔ اور جس چیز کی بھی حرکت طبعی بذاتہ ہوا کرتی ہے اس کا مطالبہ اور مقتضی یہی ہوا کرتا ہے کہ وہ اپنے اصل مرکز کی طرف جلد سے جلد عود کر آئے۔

غرض اجسام کی حرکت خواہ قسری ہو خواہ طبعی دونوں کسی محرک قاسر کے تابع ہوتی ہیں اور یہ محرک قاسری ان دونوں حرکتوں کا موجب ہوتا ہے۔ اور حرکت اختیاری و ارادی جو دوسری دو حرکتوں کی اصل ہوتی ہے خود ارادہ اور محبت کی تابع ہوتی ہے' اس طرح ہر سہ قسم کی حرکتیں محبت اور ارادے کے تابع ہیں۔

حرکتیں صرف تین ہی قسم کی ہو سکتی ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ متحرک کو اگر حرکت کا شعور

ہے تو اس حرکت کو حرکت ارادی کہیں گے' اور اگر اسے حرکت کا شعور نہیں تو پھر یہ دیکھیں گے کہ وہ اپنی طبیعت کے مطابق حرکت کر رہا ہے' یا اس کے خلاف؟ اگر طبیعت کے مطابق حرکت کر رہا ہے تو اسے حرکت طبعی کہیں گے' اور اگر اس کے خلاف حرکت کر رہا ہے تو اسے حرکت قسری کہا جائے گا۔

حرکت کی قسمیں معلوم ہونے کے بعد یہ سمجھ لیجیے کہ آسمان' زمین اور آسمان و زمین کے اندر کی اشیاء میں جو بھی حرکت ہو گی' خواہ وہ افلاک و سماوات کی حرکت ہو' یا سورج' چاند اور ستاروں کی' ہوا' بادل' بارش یا نباتات کی حرکت ہو' خواہ کسی مادہ کے حمل میں بچے کی حرکت۔ تمام حرکتیں مدبراتِ امر' مقسماتِ امر' ملائکہ اور فرشتوں کے واسطے اور ذریعے ہی سے ہوتی ہیں۔ قرآن وسنت کی نصوص سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ اس پر ایمان لانے ہی سے فرشتوں پر پورا پورا ایمان ہوسکتا ہے۔ خدائے قدوس نے رحم' بارش' بادل' نباتات' ہواؤں اور آسمان و زمین' سورج' چاند اور نجوم پر فرشتے مقرر کر رکھے ہیں۔ پھر ہر انسان کے لیے اللہ نے چار چار فرشتے مقرر کر دیے ہیں۔ دائیں بائیں کراماً کاتبین مقرر ہیں' آگے پیچھے محافظ فرشتے مقرر کر دیے ہیں' نیز ہر انسان کی روح قبض کرنے اور روح کو اپنے اصل مستقر' یعنی جنت یا دوزخ تک پہنچانے پر فرشتے مقرر ہیں۔ قبر کے امتحان' سوال و جواب' قبر کے عذاب اور قبر کی نعمتوں اور راحتوں کے لیے فرشتے مامور ہیں۔ ایسے فرشتے بھی مقرر کر دیے ہیں کہ حشر کے دن جب بنی آدم' اپنی قبروں سے اٹھیں تو انہیں ہنکا کر میدانِ حشر میں لے جائیں اور حساب کتاب کے بعد جہنم کے حقداروں کو جہنم میں لے جائیں' اور عذاب کے شکنجوں میں کسیں۔ جنت کے حقداروں کو جنت میں لے جائیں اور اللہ کے عطیات و انعامات ان تک پہنچا دیں۔ پہاڑوں پر فرشتے مامور کر دیے گئے ہیں کہ انہیں مضبوطی سے تھامے رہیں۔ بادلوں پر فرشتے مامور فرمائے کہ وہ بادلوں کو حکم الٰہی کے مطابق چلاتے رہیں۔ برسات پر فرشتے مامور فرما دیے کہ امر الٰہی کے مطابق قدر معلوم کے موافق خدا کی مشیت کے تحت پانی برسائیں۔ جنت اور جنت کے باغوں پر فرشتے مامور کر دیے کہ وہ جنت میں عمدہ اور خوبصورت درخت لگائیں۔ فرش و فروش' لباس اور کپڑے

تیار کریں اور جنت کو آراستہ کرتے رہیں۔ جنت میں ہمہ قسم کی آسائشوں کا انتظام کرتے رہیں' اور اسی طرح جہنم پر بھی اللہ نے فرشتے مامور کر دیے ہیں۔

غرض! فرشتے خدائے قدوس کے لشکر اور اس کے نظام کو چلانے والے کارکن ہیں۔ لفظ مَلِك اسی امر کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ یہ ملائکہ اور فرشتے اللہ کا حکم نافذ اور جاری کرتے ہیں۔ انہیں خود کسی قسم کا اختیار حاصل نہیں' بلکہ ہمہ قسم کا اختیار صرف خدائے قدوس ہی کو حاصل ہے۔ فرشتوں کا کام صرف اس قدر ہے کہ اللہ کی مخلوق کی تدبیر اور تنظیم اور اللہ کے عطیات اس کی مخلوق پر اس کے حکم کے مطابق تقسیم کرتے رہیں۔ قرآن حکیم میں اللہ کے فرشتوں کا بیان ہے:

﴿وَ مَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَ مَا خَلْفَنَا وَ مَابَيْنَ ذٰلِكَ وَ مَاكَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ (مریم: ۱۹/۶۴)

''اور ہم تمہارے پروردگارِ عالم کے حکم کے بغیر دنیا میں آ نہیں سکتے اور جو کچھ تمہارے آگے ہونے والا ہے اور جو کچھ ہم سے پہلے ہو چکا ہے اور جو کچھ ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے' سب اس کے حکم سے ہے اور تمہارا پروردگارِ عالم بھول جانے والا نہیں ہے۔''

یہ بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى﴾ (النجم: ۵۳/۲۶)

''اور کتنے ہی فرشتے آسمانوں میں ہیں کہ ان کی سفارش کچھ بھی کام نہیں آتی' مگر جب اللہ اجازت عطا فرما دے۔ اس کے بعد ان لوگوں کے لیے جن کے لیے اللہ چاہے اور راضی بھی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے فرشتوں کی قسم بھی کھائی ہے' جو مخلوق میں امر الٰہی اور نظام خداوندی کو جاری اور نافذ کرتے ہیں' جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ○ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ○ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا﴾

(الصافات: ۳۷/۱ تا ۳)

''قسم ہے ان جماعتوں کی جو صف بستہ رہتی ہیں' پھر قسم ہے ان جماعتوں کو جو ڈانٹتی

ہیں' پھر قسم ہے ان جماعتوں کی جو تلاوتِ قرآن کرتی ہیں تاکہ محبت پوری ہو اور ڈرایا جائے۔''

﴿وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ○ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ○ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ○ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ○ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ○ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا﴾ (المرسلات: ۷۷/ ۱تا۶)

''ان ہواؤں کی قسم جو معمولی رفتار سے چلائی جاتی ہیں' پھر زور پکڑ کر تیز ہو جاتی ہیں' اور بادلوں کو ابھار کر چاروں طرف پھیلا دیتی ہیں' پھر جدا کر دیتی ہیں اور پھر دلوں میں اللہ کا خیال ڈال دیتی ہے۔''

﴿وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ○ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ○ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ○ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ○ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا﴾ (النازعات: ۷۹/ ۱تا۵)

''اور ان فرشتوں کی قسم جو گھس کر جان نکالتے ہیں' اور ان فرشتوں کی قسم جو ایمان والوں کی جان ایسی آسانی سے نکالتے ہیں جیسے بند کھول دیتے ہیں' اور ان فرشتوں کی قسم جو تیرتے پھرتے ہیں' پھر لپکتے ہیں' پھر جیسا حکم ہو' اس کے مطابق انتظام کرتے ہیں۔''

ان قسموں کی حقیقت' معنی' اسرار اور راز ہم نے اپنی کتاب اقسام القرآن کے اندر پوری تفصیل و وضاحت سے بیان کر دیے ہیں۔

اس حقیقت کے ذہن نشین ہونے کے بعد یہ بات بآسانی سمجھ آ جائے گی کہ یہ تمام تر محبتیں' حرکتیں' ارادے' افعال و اعمال رب الارض و رب سماوات کی عبادتیں ہی ہیں۔ طبعی اور قسری حرکتیں اس محبت کے تابع ہیں۔ محبت اگر نہ ہو تو افلاک' سماوات کا دور کسی طرح نہیں چل سکتا' محبت کے بغیر ستارے' سیارے حرکت نہیں کر سکتے۔ نہ حرکت دینے والی ہوائیں حرکت کر سکتی ہیں' نہ یہ بارانِ رحمت کے اٹھانے والے بادل حرکت کر سکتے ہیں' نہ شکم مادر کے اندر بچے حرکت کر سکتے ہیں' نہ دانے زمین کو پھاڑ کر اُگ سکتے ہیں' نہ دریاؤں اور سمندروں میں جہازوں کو چلانے والی موجیں اٹھ سکتی ہیں' نہ عطیاتِ خداوندی کی تقسیم کرنے والے فرشتے اور دنیا کی تدبیر و تنظیم پر مامور فرشتے اس کے بغیر حرکت کر سکتے ہیں' نہ آسمان و زمین اور زمین کی مخلوق حرکت کر سکتی ہے' نہ وہ اپنے خالق و فاطر کی تسبیح و تہلیل کر سکتے ہیں۔ پاک و مقدس ہے وہ ذات

جس کی زمین و آسمان تسبیح کرتے ہیں اور زمین و آسمان کی ہر چیز اس کی تسبیح کرتی ہے۔

﴿وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا﴾ (بنی اسرائیل: ۱۷/۴۴)

''اور جتنی چیزیں ہیں سب اس کی حمد وثنا کے ساتھ اس کی تسبیح و تقدیس کر رہی ہیں' مگر تم ان کی تسبیح و تقدیس نہیں سمجھ سکتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بڑا تحمل والا بڑا ہی درگزر کرنے والا ہے۔''

فصل: ۱۰۳

محبت کا حقیقی سرچشمہ توحید ہے

(موجودات کی صلاح وفلاح اسی میں ہے کہ اس کی تمام تر حرکات' اور تمام تر محبتیں صرف خالق حقیقی کے لیے ہوں۔ توحید اس کا نام ہے کہ معبود صرف اللہ ہی کو مانا جائے)

مذکورہ بالا حقیقت سمجھ لینے کے بعد یہ سمجھ لیجئے کہ ہر جاندار کے اندر ارادہ' محبت اور عمل و فعل موجود ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی اصلاح و درستگی ہوا کرتی ہے۔ اور ہر متحرک کی حرکت کی اصل محبت وارادہ ہے۔

مخلوقات و موجودات کی صلاح و فلاح اسی میں ہے کہ ان کی تمام تر حرکات' اور محبتیں صرف اپنے فاطر' خالق باری' وحدہ لا شریک لہ کے لیے ہوں۔ جس طرح کہ مخلوقات و موجودات کا وجود صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کی تخلیق وتبدیع کی وجہ سے ہے۔ ان کی تمام تر حرکات اور محبتیں بھی صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ ہی کے لیے ہونی چاہئیں۔ اور اسی حقیقت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ ﴾ (الانبیاء: ۲۱/۲۲)

''اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا اور بھی الٰہ ہوتے تو یہ زمین و آسمان دونوں ہی برباد ہو گئے ہوتے' پس اللہ تعالیٰ عرش کا رب ہر اس وصف سے پاک ہے جو یہ مشرکین بیان کرتے ہیں''

لَفَسَدَتَا کا مطلب:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے اندر ''لفسدتا'' (زمین و آسمان برباد ہوتے) فرمایا ہے اور لما وجدنا (زمین و آسمان موجود نہ ہوتے) نہیں فرمایا۔ نیز ولکانا معدومتین (زمین و آسمان معدوم

ہوتے) یالعدمتا (زمین و آسمان معدوم ہو جاتے) نہیں فرمایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس امر پر قادر ہے کہ زمین و آسمان کو فساد و خرابی کی شکل میں بھی باقی رکھے۔ لیکن علی وجہ الکمال' علی وجہ الصلاح بصورت استقامت' زمین و آسمان کا باقی رہنا اسی وقت ممکن ہے جب کہ اللہ صرف ایک وحدہ لا شریك ہو کیونکہ زمین و آسمان اور زمین و آسمان کی ہر چیز اور زمین و آسمان کے تمام رہنے سہنے والوں کا معبود صرف اللہ وحدہ لا شریك ہے۔ اگر اس عالم کے دو معبود ہوتے تو نظام عالم کلیتہً درہم برہم ہو جاتا کیونکہ بر تقدیر دو الٰہ ہونے کے دونوں ایک دوسرے پر غالب اور بالاتر رہنے اور اپنی الٰہیہ و الوہیت میں منفرد' اور تنہا رہنے کے خواہش مند ہوں گے کیونکہ کمال الٰہیہ و الوہیہ میں کسی کا شریک ہونا اس کی الٰہیہ والوہیہ کے اندر نقص ظاہر کر رہا ہے۔ اس لیے کہ جو ذات الٰہ اور معبود ہو وہ کبھی گوارا نہیں کرتی کہ یہ ناقص اور کمزور الٰہ و معبود بنا رہا ہے اور پھر اگر ان دو الٰہوں اور دو خداؤں اور دو معبودوں میں سے کوئی ایک اللہ اور ایک معبود دوسرے کو مغلوب کر لیتا ہے تو وہ جو غالب اور قہرمان ہو گا وہ اللہ اور معبود ہو گا اور جو مغلوب و مقہور ہو گا وہ اللہ اور معبود نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہ حالت ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک بھی دوسرے کو مغلوب و مقہور نہیں کر سکتا اور ایک دوسرے پر غالب نہیں آ سکتا تو دونوں کا کمزور ہونا لازم آتا ہے۔ دونوں کی الوہیت ناقص و ناتمام ہے اور اس صورت میں یہ لازم ہے کہ ان دونوں پر کوئی تیسرا الٰہ اور معبود ہو جو ان ہر دو پر غالب ہو۔ اور ان ہر دو پر حکومت و فرمانروائی کرے۔ اور اگر کوئی تیسرا ان دونوں پر حاکم نہیں ہے تو پھر یہ ہو گا کہ یہ دونوں اپنی اپنی مخلوق کو لے کر ایک دوسرے پر حملہ کرنے ایک دوسرے پر غلبہ پانے اور ایک دوسرے کو مغلوب کرنے کی کوشش کریں گے اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں زمین و آسمان اور جو کچھ زمین و آسمان میں ہے فاسد اور تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گا۔ یہ بالکل واضح بات ہے کہ اگر دو بادشاہ ایک ملک میں ہوں تو ملک تباہ ہو جائے گا اور ایک عورت کے دو شوہر ہوں گے تو عورت تباہ ہو جائے گی۔ ایک مادہ دو نروں سے حاملہ ہو تو مادہ تباہ ہو جائے گی۔ دنیا کی بربادی اور فساد بادشاہوں اور خلیفوں کے باہمی اختلاف ہی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ دشمنان اسلام نے جب کبھی کسی اسلامی ملک پر حملہ کیا ہو گا یا طمع و لالچ کی نظریں اسلامی ملک کی طرف بڑھائی ہوں گی تو اسی وقت اٹھائی اور بڑھائی ہوں گی جب کہ مسلمان باہمی اختلاف و فساد کے اندر مبتلا ہوں گے اور ایک دوسرے کے خلاف اپنی بالادستی کے لیے کوشاں ہوں گے۔

غرض! آسمانوں اور زمینوں کی صلاح و استقامت اور مخلوقات کا یہ بہترین اور کامل ترین

نظام اس امر کی زبردست دلیل ہے کہ اس نظام کو چلانے والی وہ ذات ہے جس کی شان میں یہ کہا گیا ہے:

لا اله الا الله وحده لا شريك لهٗ له الملك وله الحمد يحيى و يميت وهو على كل شيء قدير

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ ملک اسی کا ہے اور ساری تعریفیں اسی کے لیے ہیں، وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر بڑی قدرت والا ہے۔''

عرشِ الٰہی سے لے کر تحت الثریٰ تک اللہ کی ذات کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی ایک ذات معبود ہے اور بس اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (المومنون: ۲۳/۹۱-۹۲)

''نہ تو اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور الٰہ ہے، ورنہ ہر ایک الٰہ اپنی مخلوقات کو الگ لیے پھرتا اور آپس میں لڑتے اور ایک، دوسرے پر غالب آ جاتا۔ جیسی باتیں یہ لوگ اللہ کی نسبت بیان کرتے ہیں، اللہ ان سے پاک ہے۔ وہ غالب وحاضر سب جانتا ہے، اور وہ لوگوں کے شرک سے بالاتر ہے۔''

﴿اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ○ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ﴾ (الانبیاء: ۲۱/۲۱ تا ۲۳)

''کیا ان لوگوں نے ایسے معبود بنا رکھے ہیں جنہیں یہ لوگ خود زمین سے بنا کھڑے کرتے ہیں۔ اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان دونوں کبھی کے برباد ہو گئے ہوتے۔ جیسی باتیں یہ لوگ بتاتے ہیں، اللہ جو عرش کا مالک ہے، وہ ان باتوں سے پاک ہے۔ جو کچھ وہ کرتا ہے، اس کی بازپرس اس سے نہیں کی جا سکتی۔''

﴿قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا﴾ (بنی

اسرائیل: ۱۷/۴۲)

''اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہو! اگر اللہ کے ساتھ یہ لوگ جیسا کہتے ہیں، اور معبود بھی ہوتے تو اس صورت میں ان معبودوں نے اللہ تک پہنچنے کا راستہ کبھی کا ڈھونڈ نکالا ہوتا۔''

یعنی یہ لوگ ایک دوسرے پر غلبہ پانے کے لیے ایک دوسرے پر جبر اور زبردست کرنے کے راستے تلاش کر لیتے، جس طرح سلاطین اور بادشاہ ایک دوسرے پر غلبہ پانے اور زبردستی کرنے کے لیے راستے تلاش کرتے رہتے ہیں۔

آیت کا یہ مفہوم جو ہم نے بیان کیا ہے، اس پر یہ دوسری آیت دلالت کرتی ہے:

﴿وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ (المومنون: ۲۳/۹۱)

''اور بعض بعض پر غالب آ جاتے۔''

ہمارے شیخ اس آیت کے معنی اور کرتے ہیں۔ ان کے بقول آیت کے صحیح معنی یہ ہیں کہ لوگ تقرب و اطاعت کے ذریعے اللہ تک پہنچنے کی راہ تلاش کر لیتے، اب بتاؤ تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کس طرح کرتے ہو؟ وہ لوگ جن کے ذریعے تم تقرب حاصل کرتے ہو، معبود ہوتے جیسا کہ ان لوگوں کا خیال ہے تو پھر بھی یہ لوگ اللہ کے بندے ہی ہوتے، اللہ تو نہ ہوتے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ آیت کے اس معنی پر یہ آیت کئی وجوہ سے دلالت کرتی ہے:

﴿أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ إِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ﴾ (بنی اسرائیل: ۱۷/۵۷)

''یہ لوگ جنہیں مشرکین حاجت روا سمجھ کر پکارتے ہیں، ان میں سے جو دوسروں کی نسبت زیادہ مقرب ہیں، وہ اپنے پروردگار کی زیادہ قربت حاصل کرنے کے ذرائع تلاش کرتے رہتے ہیں، اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔''

اولاً تم مجھے چھوڑ کر جن دوسروں کی عبادت کرتے ہو، وہ تو میرے ہی بندے ہیں، جس طرح کہ تم میرے بندے ہو، اور وہ بھی میری رحمت کے خواہاں ہیں، میرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بھلا جب حقیقت یہ ہے تو پھر تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت و پرستش کیوں کرتے ہو؟

ثانیاً حق تعالیٰ نے یہاں یہ نہیں کہا: لا یبتغوا علیه سبیلا (اس پر غلبہ پانے کا راستہ تلاش کریں گے) بلکہ فرمایا ہے: لا یبتغوا الیه سبیلا (اس کی طرف جانے کا راستہ تلاش کریں گے۔)

الفاظ الیه اور الی تقرب ونزدیکی کے لیے مستعمل ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ﴾ (المائدۃ: ۵/۳۵)

''اللہ سے ڈرتے رہو اور اس تک پہنچنے کے ذریعے کی جستجو کرتے رہو۔''

غلبہ پانے کے مواقع پر لفظ علی مستعمل ہے مثلاً:

﴿فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا﴾ (النساء: ۴/۳۴)

''پھر اگر تمہاری باتیں ماننے لگیں تو بھی ان پر ناحق کے پہلو نہ ڈھونڈتے پھرو۔''

ثالثاً کفار اور مشرکین یہ قطعاً نہیں کہتے تھے کہ ان کے معبود اللہ پر غلبہ پر پانا چاہتے ہیں، اللہ کے مقابلے میں علو، رفعت و بلندی چہتے ہیں، بلکہ حق سبحانہ وتعالیٰ ان کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ﴾ (بنی اسرائیل: ۱۷/۴۲)

''اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہو اگر اللہ کے ساتھ جیسا یہ کہتے ہیں اور معبود ہوتے ہیں۔''

ان کا کہنا یہی تو تھا کہ ان کے رب اور معبود بھی تو تقرب خداوندی کے خواستگار ہیں اور انہیں جو پوجتا ہے ان کو وہ اللہ کے قریب کر دیتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر بات یہی ہے جو تم کہا کرتے ہو تو تمہارے یہ معبود بھی تو اللہ کے بندے ہی ہوں گے، تو اب گویا اللہ کے فرمان کے یہ معنی ہوں گے کہ تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر اللہ کے بندوں اور اس کے غلاموں کی عبادت کیوں کیا کرتے ہو؟ خاص اللہ کی عبادت کیوں نہیں کرتے؟

فصل : ۱۰۴

محبت کے چند لوازم اور آثار

ہر محبت کے کچھ آثار' توابع' لوازم اور احکام ہوتے ہیں۔ محبت خواہ محمودہ ہو یا مذمومہ' نفع بخش ہو یا مضرت رساں' کیسی ہی محبت ہو اس کے آثار و احکام ضرور نمایاں ہوتے ہیں۔ چنانچہ وجد' ذوق' حلاوت' شوق' انس' وصل و اتصال' قرب' نقصان و بعد و ہجر کے صدمات' وصل و قرب کا سرور و فرحت' بعد و ہجر کا حزن و غم اور رنج و گریہ وغیرہ یہ تمام امور محبت کے آثار' احکام اور لوازم ہیں۔ لیکن محمود ترین' نافع ترین محبت وہ ہے جو محبت کرنے والوں کو دنیا اور آخرت کی فلاح و بہبود سے ہم آغوش کرے اور دنیا و آخرت کی سعادت اور نفع کی طرف انہیں کھینچ لے جائے۔ اسی قسم کی محبت' سعادت دارین کا عنوان ہے اور وہ محبت جو دنیا و آخرت کی مضرت کی طرف کھینچ لے جائے شقاوت و بدبختی کا عنوان ہے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ ایک عقل مند' دانشمند' اس محبت کو اختیار نہیں کر سکتا جو اس کے لیے مضرت رساں ہو اور اسے شقاوت و بدبختی کے غار میں دھکیل دے۔ اور مضرت رساں محبت کا صدور انسان سے صرف جہالت و عظمت کی وجہ سے ہی ہوتا ہے کیونکہ انسان کا نفس اسے مضرت رساں محبت کی طرف لے جاتا ہے۔ نفس کی یہ خاصیت ہے کہ وہ انسان کو نقصان دہ' مضرت رساں چیز ہی کی طرف لے جاتا ہے۔ جس میں اسے کسی قسم کا بھی نفع نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ نفس کی پیروی کرنا اپنی جان پر ظلم کرنا ہے۔ اور یہ اس لیے ہوتا ہے کہ انسان محبوب کی محبت سے پیش آنے والے حالات و حوادث سے بے خبر ہوتا ہے اور بغیر سوچے سمجھے اور اس کے نقصانات سے لاعلم ہو کر اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے اور اس محبوب کے اندر جو مضرتیں موجود ہیں یا جو خرابیاں اس کی محبت میں مضمر ہیں ان کا شعور تک اس کو نہیں ہوتا۔ اور یہ حال

ان لوگوں کا ہوتا ہے جو بغیر علم' بلا سوجھ بوجھ کے محض خواہشات وشہوات کی اتباع و پیروی کیا کرتے ہیں۔ یا پھر ان لوگوں کا یہ حال ہوتا ہے جو ایسی محبت کی مضرتوں سے تو واقف ہیں اور اس کی مضرتوں کو جانتے پہچانتے اور سمجھتے ہیں۔ لیکن پھر بھی وہ اپنی خواہشات کو اپنی معلومات پر ترجیح دیتے ہیں اور اس صورت میں کبھی یہ ہوتا ہے کہ محبت دو چیزوں سے مرکب ہو جاتی ہے۔ اعتقاد فاسد اور اتباع خواہشات اور محبت فاسد کی پیداوار محض جہالت وحماقت' اور اعتقاد فاسد کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور اکثر محبتیں دنیا میں اسی قسم کی ہوتی ہیں یا پھر یہ کہ جہالت اور اعتقاد فاسد کے ساتھ دوسرے امور اس کے اندر جمع ہو جاتے ہیں جو باہم ایک دوسرے کے معین و مددگار بن کر اس کو شبہات کی طرف موڑ دیتے ہیں جس کی وجہ سے حق اور باطل اس پر مشتبہ ہو جاتے ہیں اور محبوب کا معاملہ اس کے سامنے بظاہر ایک آراستہ صورت میں پیش ہوتا ہے اور ان شبہات کی تائید ومعاونت سے شہوات اس کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں اور اسے کشاں کشاں محبوب تک کھینچ کر لے جاتی ہیں اور پھر شبہات وشہوات کے لشکر' عقل وایمان کے لشکروں کے مقابلہ میں پوری قوت سے ڈٹ جاتے ہیں اور پھر جانبین میں پوری قوت سے معرکے شروع ہو جاتے ہیں اور بالآخر وہ غالب وظفریاب ہوتا ہے جو قوی تر اور مضبوط ہوتا ہے۔

جب یہ حقیقت تمہارے ذہن نشین ہوگئی تو اب سمجھ لیجئے کہ محبت کی ہر نوع اور ہر قسم کے توابع اور لوازم کا حکم وہی ہوتا ہے جو اس کے متبوع کا ہوتا ہے جو محبت کہ محمود و نافع ہے اور اس کے لیے عنوان سعادت ہے جس سے اس کی دنیا وعقبیٰ کی فلاح وابستہ ہے۔ اس محبت کے تمام توابع' لوازم اور آثار اس کے حق میں نافع اور سود مند ہوں گے اور ان توابع ولوازم کا وہی حکم ہوگا جو ان کے متبوع کا ہے' اگر انسان محبت محمودہ کے لیے روتا ہے تو یہ رونا اس کے حق میں نافع ہے' اسے حزن وغم لاحق ہوتا ہے تو اسے نفع بخش ہے' فرحت ومسرت حاصل ہو تو اسے سود مند ہے' انشراح وانبساط پیدا ہوتا ہے تو اس کے لیے مفید ہے۔ انقباض پیدا ہو تو موجب سعادت ہے' غرض! یہ تمام امور اصل متبوع کی طرف سفر محبت کی منزلیں قرار پا جاتی ہیں۔ ازدیاد محبت' رنج محبت' قوتِ محبت' اصل محبت کے احکام میں شامل ہو جاتے ہیں۔

مضرت رساں محبت اور اس کے تمام توابع ولوازم اور آثار انسان کے لیے مضرت رساں

ہیں اور اسے رب العالمین کی بارگاہ سے دور پھینک دیتے ہیں۔ مضرت رساں محبت جہاں کہیں اور جس شخص میں بھی اپنے توابع ولوازم اور آثار میں منقلب اور نمایاں ہوگی مضرت رساں ہی ہوگی اور اپنے پروردگار سے بعُد اور دوری ہی پیدا کرے گی۔ جس منزل جس مقام میں یہ محبت پہنچے گی خسارہ ہوگا اور رب العالمین سے بعُد اور دوری اس کے ساتھ ہی ہوگی۔ طاعت و معصیت کے ہر کام کی شان یہی ہے کہ طاعت واطاعت سے جو چیز بھی پیدا ہوگی وہ طاعت گذار مطیع کے لیے زیادتی' اجر وفراوانی' ثواب اور قرب رب العالمین کا موجب ہوگی۔ اور جو چیز معصیت اور نافرمانی سے پیدا ہوگی وہ خسران' خذلان' بعدعن اللہ کا موجب ہوگی' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ (توبہ: ۹/۱۲۰-۱۲۱)

''یہ اس لیے کہ ان جہاد کرنے والوں کو اللہ کی راہ میں پیاس اور محنت اور بھوک کی تکلیف پہنچی ہے اور جن مقامات پر کافروں کو ان کا چلنا پھرنا ناگوار گزرتا ہے وہاں چلے ہیں اور دشمنوں کی جو کچھ خبر لی تو ہر کام کے بدلے ان کا ایک ایک نیک عمل لکھا جاتا ہے اور بیشک اللہ خلوص دل والوں کے اجر کو ضائع نہیں ہونے دیا کرتا اور جو کچھ چھوٹا بڑا انہوں نے خرچ کیا اور جتنے میدان ان کو طے کرنے پڑے یہ سب بھی ان کے نام لکھا گیا تاکہ اللہ ان کو ان کے اعمال کا بہتر سے بہتر بدلہ عطاء فرمائے۔''

یہاں پہلی آیت میں اللہ یہ خبر دیتا ہے کہ طاعت وعمل' اور فعل و کردار سے ان کے حق میں عمل صالح لکھا جاتا ہے دوسری آیت میں یہ خبر دیتا ہے کہ جو اعمال صالحہ ان سے صادر ہوتے ہیں وہ بعینہٖ ان کے حق میں لکھے جاتے ہیں ان ہر دو میں فرق یہ ہے کہ پہلا امر ان کا فعل وعمل نہیں ہے بلکہ ہر انسان سے صادر ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کے لیے عمل صالح لکھا جاتا ہے دوسرا امر بعینہ انسان کا عمل وفعل ہے جو ان کے حق میں لکھا جاتا ہے۔

ہر قتیلِ محبت کو چاہیے کہ اس فعل کا مطالعہ پوری توجہ سے کرے یا اس کے مطالعہ سے اسے معلوم ہو جائے گا کہ کونسی محبت اس کے لیے مفید اور موجب سعادت ہے اور کونسی موجب نقصان وخسران؟

سَيَعْلَمُ يَوْمَ الْعَرْضِ اَىُّ بِضَاعَةٍ　　اَضَاعَ وَعِنْدَ الْوَزْنِ مَا كَانَ حَصَّلَا

"عنقریب پیشی کے دن وہ جان لے گا کہ کونسی پونجی اس نے ضائع کر دی اور وزن کے وقت کونسی چیز اسے حاصل ہے۔"

فصل : ۱۰۵

ڈھکے چھپے اور ظاہری تمام اعمال کی اصل محبت ہے

(اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم، عدل وانصاف اور خلق میں صراط مستقیم پر ہے اللہ کے اسماء وصفات حسن عدل وحکمت رحمت واحسان، فضل وکرم، ثواب وعقاب کے موقع میں کمال مقدس کے موجبات ہیں)

جس طرح محبت اور ارادہ ہر فعل وعمل کی اصل ہے جیسا کہ تم معلوم کر چکے ہو، یہ محبت و ارادہ ہر دین کی بھی اصل ہے خواہ دین حق ہو یا دین باطل۔ کیونکہ ''دین'' اعمال ظاہرہ اور باطنہ کا نام ہے اور ظاہر ہے کہ ان تمام اعمال ظاہرہ وباطنہ کی اصل یہی محبت و ارادہ ہے۔ اور دین نام ہے طاعت وعبادت اور خلق حسن کا، یہ طاقت ایسی ہونی چاہیے کہ لازمی اور دائمی ہو۔ اس طرح کہ یہ انسان کا خلقی اور عادتی وظیفہ بن جائے اور اس معنی کی رو سے اللہ تعالیٰ نے دین کو خلق سے تعبیر کیا ہے فرماتا ہے:

﴿ وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ ﴾ (القلم: ۶۸/۴)

''(اے پیغمبر) بے شک آپ بہت بلند اخلاق پر فائز ہیں''

اس آیت کے متعلق امام احمد بن حنبلؒ، امام ابن عیینہؒ سے بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لعلی خلق عظیم کے معنی لعلی دین عظیم [1] ہیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیا ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ((كَانَ خُلُقُهُ الْقُرآنُ)) [2] ''آپ کا اخلاق قرآن ہے۔''

دین کے معنی میں اذلال اور قہر وغلبہ دونوں داخل ہیں۔ نیز اس کے معنی میں ذلت و خاکساری خضوع وطاعت بھی داخل ہے اور یہی وجہ ہے کہ دین اعلیٰ سے اسفل کی طرف جھکاتا ہے۔

---

[1] تفسیر ابن جریر (۲۹/ ۱۲) بسند آخر

[2] صحیح مسلم۔ کتاب صلاۃ المسافرین۔ باب جامع صلاۃ اللیل (حدیث۔۷۴۶)

دین کی اقسام:

دین کی دو قسمیں ہیں: دین ظاہر اور دین باطن: دین باطن کے لیے خضوع اور محبت لازمی ہے جیسا کہ عبادت کے اندر ہوا کرتی ہے۔ بخلاف دین ظاہر کہ اس میں محبت لازم نہیں ہے اگرچہ اس میں انقیاد' اطاعت' اور ذلت پائی جاتی ہے۔

قیامت کا نام ''یوم الدین'' کیوں؟

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کا نام ''یوم الدین'' رکھا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس دن لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ اچھے اعمال کا اچھا بدلہ اور برے اعمال کا برا بدلہ دے گا۔ اس معنی کے لحاظ سے لفظ ''دین'' جزاء و بدلہ اور حساب کے معنی پر مشتمل ہے اور اس معنی کی رو سے قیامت کے دن کو ''یوم الجزاء'' ''یوم الحساب'' کہا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَلَوْلَا إِنْ كُنتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ○ تَرْجِعُونَهَا إِنْ كُنتُمْ صَادِقِينَ ○ ﴾

(واقعہ: ۵۶/۸۶'۸۷)

''پس اگر تم کسی کے زیر فرمان نہیں اور اس قول میں سچے ہو تو ذرا اس روح کو تو لوٹاؤ''

یعنی اگر تم اللہ کی ربوبیت میں نہیں ہو اس کے سامنے مقہور و مغلوب نہیں ہو اور وہ تمہیں جزاء اور بدلہ نہیں دے گا' تو پھر تم اپنی روح کو واپس کیوں نہیں لوٹا لاتے؟

یہ آیت مزید تشریح کی محتاج ہے۔ یہ آیت ''منکرین بعث'' منکرین قیامت'' اور منکرین حساب کے مقابلہ میں بطور حجت وارد ہوتی ہے۔ یہ ضروری ہے کہ حجت و دلیل اپنے مدلول کو مستلزم ہوتا کہ جب دلیل سامنے آ جائے تو مدلول فوراً سامنے آ جائے۔ ذہن اسی وقت مدلول کی طرف منتقل ہو جائے، کیونکہ دلیل و مدلول میں باہم تلازم ہوا کرتا ہے۔ ملزوم اپنے لازم کے لیے دلیل ہوا کرتا ہے۔ اس کے برعکس ہونا ضروری نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ دلیل موجود ہو، لیکن مدلول تک نہ پہنچ سکے۔

آیت کے استدلال کی صورت یہ ہے کہ کفار عرب یوم البعث، یعنی قیامت کے دن اور جزاء وسزا کا انکار کرتے تھے، اس لیے وہ رب العالمین سے کفر وانکار کرتے تھے۔ اس کی قدرت وربوبیت اور حکمت کا بھی انکار کرتے تھے۔

یہاں دو باتیں لازم اور ضروری تھیں۔ وہ یا تو اس امر کے مقر اور معترف ہیں کہ ان کا کوئی رب ایسا ہے، جو قاہر، غالب اور زبردست ہے، اور ایسا غالب اور زبردست ہے کہ بندوں پر اس کا پورا تصرف اور غلبہ ہے، جب چاہتا ہے بندوں کو مارتا اور جلاتا ہے، انہیں جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے اور جس چیز سے منع کرنا چاہے، کر دیتا ہے۔ نیکوکاروں کو اجر وثواب سے نوازتا اور بدکاروں کو عذاب دیتا ہے۔ یا وہ اس شان اور صفات کے رب سے منکر ہیں۔ وہ اگر اس کا اقرار کرتے ہیں تو یوم بعث، یومِ حشر ونشر اور امری اور جزائی دین کا اقرار کر رہے ہیں۔ اگر وہ اس سے انکار کرتے ہیں تو کفر کر رہے ہیں، اور اللہ کا انکار کر رہے ہیں، سمجھ رہے ہیں کہ ان کا کوئی رب اور پروردگار نہیں ہے، نہ وہ کسی کے محکوم ہیں نہ ان کا کوئی ایسا رب ہے جو ان پر متصرف اور غالب ہے۔ اس قسم کے لوگوں سے کہا جاتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر تم اپنی موت کو کیوں دفع نہیں کرتے؟ وہ جب تمہارے پاس آتی ہے، تم اسے کیوں نہیں ہٹا دیتے؟ اور اپنی روح کو جب وہ حلقوم تک پہنچ جاتی ہے، اپنی جگہ واپس کیوں نہیں لے آتے؟

آیت کا خطاب ان لوگوں سے ہے جن پر نزع کا وقت طاری ہے، اور وہ اپنی موت کو سامنے دیکھ رہے ہیں۔ ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ تم اپنی روح کو اپنی جگہ واپس کیوں نہیں لے آتے؟ اگر تم اس پر قادر ہو، اور تم کسی دوسرے کی ربوبیت میں نہیں ہو۔ تم کسی غالب ووقار کے سامنے مغلوب ومقہور نہیں ہو جس کے احکام تم پر جاری ہوں، جس کے اوامر ونواہی تم پر نافذ ہوں، تو پھر تم اپنی روح کو کیوں واپس نہیں لوٹاتے،؟ اللہ کی وحدانیت وربوبیت، بندوں پر اللہ کے تصرف اور نفوذِ احکام کے بارے میں یہ آیت ایک زبردست اور قوی دلیل ہے۔

ایک اور لحاظ سے دین کی اقسام:

دین دو قسم کا ہے۔ (۱) دین امری' اور (۲) دین حسابی جزائی۔ اور یہ ہر دو قسم کے دین

صرف اللہ وحدہ لاشریک ہی کے لیے ہیں۔ اور دین کل کا کل یا تو امر ہے یا جزاء۔ اور ان ہر دو دینوں کی اصل محبت ہے کیونکہ اللہ نے جو کچھ بھی مشروع فرمایا ہے اور جس چیز کا بھی حکم دیا ہے ظاہر ہے وہی چیز ہے جو اللہ کو محبوب اور پسندیدہ ہے اور جس سے وہ راضی ہے۔ اور جس چیز سے بھی وہ منع کرتا ہے وہ وہی چیز ہے جسے اللہ مکروہ سمجھتا ہے اور جس سے وہ بغض ونفرت کرتا ہے کیونکہ یہ اس چیز کے بالکل منافی ہے جسے وہ محبوب رکھتا ہے اور جس سے وہ راضی ہے۔

دین امری کا مرجع اللہ کی محبت و رضاء مندی ہے اور بندے کا دین اسی وقت مقبول ہے جب کہ اس کی محبت و رضاء مندی شامل ہو۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((ذَاقَ طَعْمَ الْاِیْمَانِ مَنْ رَضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ رَسُوْلًا)) ①

''اس نے ایمان کا مزہ چکھا جو اللہ کی ربوبیت سے راضی ہوا اور اسلام کو اپنا دین بنا کر اور محمد کو رسول مان کر راضی ہوا۔''

غرض! دین کی عمارت محبت پر قائم ہے اور محبت ہی کی وجہ سے دین شروع ہوا ہے اور محبت کے لیے شروع ہوا ہے۔ اور دین جزائی کا بھی یہی حال ہے کیونکہ دین جزائی دونوں باتوں پر مشتمل ہے۔ محسن' نیکوکاروں کو احسان و نیکی کا بدلہ دیا جائے اور مجرم' بدعمل' بدکرداروں کو ان کے جرم کا بدلہ دیا جائے اور یہ ہر دو باتیں اللہ کو محبوب اور پسندیدہ ہیں کیونکہ یہ عین اس کا عدل وفضل ہے۔ اور عدل وفضل اللہ کے صفات کمالیہ ہیں اور حق سبحانہ اپنی صفات و اسماء کو محبوب رکھتا ہے اور اسے بھی محبوب رکھتا جو ان صفات کو محبوب رکھے۔

سیدنا ہود علیہ السلام اور محبت:

اور یہ دو قسم کے دین اللہ کی ''صراط مسقیم'' ہے جس پر اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اوامر اور نواہی ثواب وعقاب میں اسی صراط مستقیم پر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ہود علیہ الصلاۃ والسلام کے قول کو نقل فرماتا ہے جو انہوں نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

① صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب الدلیل علی ان رضی باللہ ربا...... (حدیث۔۳۴)

﴿ قَالَ اِنِّیْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ۝ اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ ﴾ (ھود: ۱۱/ ۵۴، ۵۵)

''ھود (علیہ السلام) نے کہا: میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں تم بھی گواہ رہو کہ میں اللہ کے سوا ان سب سے بیزار ہوں جنہیں تم شریک بنا رہے ہو' اچھا تم سب مل کر میرے خلاف کوئی تدبیر کرو اور مجھے بالکل مہلت بھی نہ دو (ایسی حالت میں بھی) میرا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہی ہے جو میرا اور تم سب کا پروردگار ہے' جتنے بھی جاندار (زمین و آسمان میں موجود) ہیں سب کی پیشانی وہی تھامے ہوئے ہے' یقیناً میرا رب صحیح راہ پر ہے۔''

اللہ کے پیغمبر سیدنا ہود علیہ السلام نے جب سمجھ لیا کہ رب العالمین اپنے خلق' امر' ثواب و عقاب' قضاء و قدر' منع و عطاء' عافیت و بلاء' توفیق اور خذلان میں بالکل صراط مستقیم پر ہے اور ان امور میں وہ اپنے کمال مقدس سے خارج نہیں ہوتا جو اس کے اسماء و صفات کے مقتضیات سے ہیں اور اس کے اسماء و صفات عدل و حکمت' رحمت و احسان' فضل و کرم' اور ثواب کو ثواب کی جگہ اور عقوبت کو عقوبت کے مقام میں صرف کرتے ہیں اور توفیق و خذلان عطاء و منع' ہدایت و ضلالت کو ٹھیک ٹھیک اپنے اپنے صحیح مقامات پر رکھتے ہیں۔ اور اللہ کے اسماء و صفات جس کمال مقدس کے مقتضی ہیں اس میں کامل اور مکمل ہیں کہ اللہ کمال حمد و ثنا کا حقدار ہے تو سیدنا ہود علیہ السلام کے اندر علم و عرفان کی ایسی لہر دوڑ گئی کہ اپنی قوم کے اجتماع میں بلا خوف و خطر کھڑے ہو گئے اور نڈر دل لے کر ربّ قدوس کی عظمت و جلالت کو سامنے رکھ کر پکار اٹھے:

﴿ اِنِّیْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِهٖ ۝ ﴾ (ھود: ۱۱/ ۵۴)

''میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں اللہ کے سوا ان سب سے بیزار ہوں جنہیں تم شریک بنا رہے ہو''

اس کے بعد اللہ کا یہ پیغمبر اللہ کی قدرت عامہ' اس کے قہر و غلبہ کی عمومیت۔ اور اللہ کے سوا تمام پر اللہ کے قہر و غلبہ کی اور اللہ کی عظمت و جلالت کے سامنے ہر شئی کے جھکنے' ذلیل ہونے' اور

مغلوب ومقہور ہونے کی خبر دیتا ہے:

﴿ إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُم ۚ مَّا مِن دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ۚ إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴾ (هود:۱۱/۵۶)

''میرا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہی ہے جو میرا اور تم سب کا پروردگار ہے جتنے بھی جاندار ہیں پس ان سب کی پیشانی اسی کے ہاتھ میں ہے یقیناً میرا رب صحیح راہ پر ہے''

پکار اٹھے کہ جس کی پیشانی اور چوٹی دوسرے کے ہاتھ میں ہے۔ خود دوسرے کے قبضہ میں ہے' دوسرے کے قہر و غلبہ دوسرے کی سلطنت و فرمانروائی میں ہے۔ وہ ایسے لوگوں سے کیونکر ڈر سکتا ہے' ایسے لوگوں سے ڈرنا انتہا درجہ کی ذلالت اور قبیح ترین ظلم ہے۔

اس کے بعد اللہ کا یہ پیغمبر خبر دیتا ہے کہ اللہ صراط مستقیم پر ہے اور ہر وہ چیز جو اس کی قضاء وقدر فیصلہ کرے صراط مستقیم پر ہے اور یہی وجہ ہے کہ بندہ اللہ کے ظلم و جور سے نہیں ڈرتا کیونکہ اس ذات سے ظلم و جور ممکن ہی نہیں ہے اور اس لیے میں اللہ کی ذات کے سوا کسی سے ڈرتا نہیں کیونکہ ''میری پیشانی'' میری چوٹی میرے اختیارات اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ اس کے ظلم و جور سے میں قطعاً بے خوف ہوں کیونکہ وہ صراط مستقیم پر ہے ظلم و جور اس کی شان نہیں۔

حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات وہ ذات ہے کہ بندوں کے حق میں اسی کا حکم جاری ہوتا ہے اور اس کے فیصلہ میں عدل ہے۔ ملک اسی کا ہے اور وہی حمد و ثنا کا مستحق ہے۔ بندوں پر اس کا تصرف عدل و فضل کی حدود سے باہر نہیں ہے۔ اگر وہ دیتا ہے تو یہ اس کا کرم ہے۔ ہدایت و راہنمائی کرتا ہے' خیر و فلاح کی توفیق عطاء فرماتا ہے تو عین اس کا فضل اور اس کی رحمت ہے۔ اگر منع کرتا ہے' اور اپنے انعامات سے کسی کو محروم کر دیتا ہے' یا کسی کو ذلیل کرتا ہے' یا گمراہ کرتا ہے' رسوا کرتا ہے' شقی و بدبخت گردانتا ہے' تو یہ اس کا عدل اور اس کی حکمت ہے۔

غرض دینے میں لینے ہیں۔ عطاء و بخشش میں اور عطاء و بخشش سے محروم رکھنے میں اللہ صراط مستقیم پر ہے۔

چنانچہ حدیث صحیح کے اندر وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَا أَصَابَ عَبْدًا قَطُّ هَمٌّ وَلَا حُزْنٌ فَقَالَ اللّٰهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمَتِكَ نَاصِيَتِي بِيَدِكَ مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِي

قَضَائِكَ، اَسْئَلُكَ اللّٰهُمَّ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ، سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِيْ كِتَابِكَ، اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ؛ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيْعَ قَلْبِيْ، وَنُوْرَ صَدْرِيْ وَجِلَاءَ حُزْنِيْ، وَذِهَابَ هَمِّيْ وَغَمِّيْ" اِلَّا اَذْهَبَ اللّٰهُ هَمَّهٗ وَغَمَّهٗ وَاَبْدَلَهٗ فَرَجًا مَكَانَهٗ)) ①

''جب کسی بندے کو کوئی مصیبت اور رنج پہنچے تو وہ یہ پڑھ لے''اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا ہوں، تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی اور چوٹی تیرے ہاتھ میں ہے، مجھ پر تیرا ہی حکم جاری ہوتا ہے، میرے حق میں تیرا فیصلہ عین عدل ہے۔ اے اللہ! میں تیرے نام سے جو تو نے اپنے لیے رکھا ہے یا جو تو نے اپنی کتاب میں اتارا ہے یا تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے یا جیسے تو نے اپنے علم غیب کے اندر محفوظ کر رکھا ہے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو قرآن کو میرے قلب کی شادابی اور میرے سینے کا نور، اور میرے ہم و غم حزن و ملال کے دفعیہ کا موجب بنا دے''اس کے پڑھنے سے اللہ اس کے ہم و غم کو دور کرے گا اور اس کی جگہ فراخی اور کشادگی عطاء فرمائے گا۔''

حدیث کا یہ حکم رب العالمین کے کونی اور امری پر دو حکمتوں پر اور اختیاری اور غیر اختیاری فعل پر جو قضاء و قدر ہو اس پر مشتمل ہے۔ یہ ہر دو قسم کے حکم بندوں کے حق میں جاری ہیں اور ہر دو قسم کے فیصلے بندوں کے حق میں عدل ہیں۔ پس یہ حدیث مذکورہ بالا آیت ہی سے مستفاد اور ماخوذ ہے۔ اس آیت میں اور حدیث میں انتہائی قریبی نسبت ہے۔

① مسند احمد (۱/ ۳۹۱، ۴۵۲) صحیح ابن حبان (۹۷۲) مستدرک حاکم (۱/ ۵۰۹)

فصل : ۱۰۶

عشق اور حسن پرستی کے دنیوی اور اخروی مفاسد

اب ہم عشق اور حسن پرستی کے دنیوی واخروی مفاسد کو ایک مستقل فصل میں پیش کرکے اصل سوال کے جواب کو ختم کر دیتے ہیں اگرچہ اس کے مفاسد اس قدر ہیں کہ بیان کرنے والا جس قدر بھی بیان کرے کم ہیں۔

عشق کی پہلی خرابی:

عشق وحسن پرستی کا اولین اور بالذات خاصہ یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے قلب کو فاسد اور خراب کر دیتی ہے۔ جب قلب فاسد اور خراب ہو جاتا ہے تو انسان کے تمام ارادے' اقوال اور افعال خراب ہو جاتے ہیں اور توحید کے تمام مورچے فاسد اور خراب ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہ تو تم اوپر پڑھ چکے ہو اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم کچھ اور آگے بیان کریں گے۔

مرض عشق میں مبتلا لوطی اور قرآن:

مرض عشق اور صورت پرستی کے متعلق دو گروہوں کی حکایت اللہ نے قرآن حکیم کے اندر بیان کی ہے: ① لوطیوں کا قصہ اور ② عورتوں کا قصہ

چنانچہ قرآن حکیم کے اندر سیدنا یوسف' اور عزیزِ مصر کی بیوی کے عشق ومحبت اور اس کی عیاری و مکاری کا قصہ بیان فرمایا ہے اور وہ ہر حالت بیان کی ہے جو اس بارے میں سیدنا یوسف علیہ السلام پر گزری۔ اور ان کے صبر وثبات' عفت و پاکدامنی' تقویٰ و پرہیز گاری نے ان کو جس مقام پر پہنچایا اس کی سرگزشت بیان کی۔ نیز وہ مصیبت بیان کی جس سے سیدنا یوسف علیہ السلام کو دوچار ہونا پڑا۔

واقعہ یہ ہے کہ اس بارے میں سیدنا یوسف علیہ السلام نے جس صبر و ثبات اور تقویٰ و پرہیز گاری کا ثبوت دیا دوسرا کوئی نہیں دے سکتا۔ سوائے اس شخص کے جسے پروردگار عالم صبر وثبات سے نوازے کیونکہ ہر کام اپنے دواعی واسباب کی قوت اور بازور کھنے والے اسباب کے زوال کے حسب حال ہوا کرتا ہے۔ یہاں دواعی جرم اور ارتکاب جرم کے اسباب کامل طور پر

موجود تھے۔ اور موجود ہونے کی چند وجوہ ہیں:

① یہ کہ مرد کی طبیعت اللہ نے کچھ ایسی بنائی ہے کہ وہ عورت کی طرف مائل ہوتا ہی اس طرح ہے جس طرح پیاسا آدمی پانی کی طرف یا بھوکا آدمی کھانے کی طرف مائل ہوتا ہے۔ بلکہ بہت سے لوگ ایسے دیکھے گئے ہیں کہ کھانے پینے میں صبر کر جاتے ہیں مگر عورت کے متعلق صبر نہیں کر سکتے۔ اور یہ بات بھی اگر حلال و جائز شکل میں ہو تو کچھ مذموم نہیں ہے۔ بلکہ قابل تعریف ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی کتاب الزھد میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمُ الطِّیْبُ وَالنِّسَاءُ اَصْبِرُ عَنِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ وَلَا اَصْبِرُ عَنْهُنَّ)) ①

''تمہاری دنیا میں سے دو چیزیں مجھے محبوب ہیں: ❶ خوشبو اور ❷ عورتیں۔ میں کھانے پینے سے صبر کر سکتا ہوں لیکن عورتوں سے صبر نہیں کر سکتا۔''

② سیدنا یوسف علیہ السلام نوجوان آدمی تھے اور ظاہر ہے کہ نوجوان کی شہوت کی حدت اور گرمی بہت زیادہ اور تیز تر ہوا کرتی ہے۔

③ سیدنا یوسف علیہ السلام مجرد تھے نہ کوئی بیوی تھی نہ کوئی باندی جس سے اپنی شہوت پوری کر سکتے اور خواہش و شہوت کی آگ بجھا سکتے۔

④ آپ غریب الوطن اور مسافر تھے اور ظاہر ہے کہ غربت و مسافرت میں اس قسم کا کام کرنے میں وہ دقتیں پیش نہیں آتیں جو وطن میں پیش آتی ہیں۔ جو دقتیں اہل و عیال، جاننے پہچاننے والوں میں پیش آتی ہیں وہ اجنبیوں میں پیش نہیں آتیں۔

⑤ یہ عورت صاحب منصب و جمال تھی۔ منصب و جمال کے ساتھ ساتھ اس کا شوہر اس کا مطیع و فرمانبردار تھا اور ہر وقت اس کی رضاء جوئی میں رہتا تھا۔

⑥ یہ کہ عورت اس فعل سے انکار نہیں کر رہی تھی بلکہ وہ خود سیدنا یوسف علیہ السلام کو اس کام کے لیے مجبور کر رہی تھی۔ بعض آدمیوں کی طبیعت ہوا کرتی ہے کہ جب عورت انکار کرتی

---

① کتاب الزھد میں یہ روایت نہیں ملی اور نہ ہی کسی اور کتاب میں ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت ملی ہے۔ اسنادہ ضعیف جدا۔ یوسف بن عطیۃ الصفار منکر الحدیث راوی ہے۔ سنن نسائی۔ کتاب عشرۃ النساء۔ باب حب النساء (حدیث۔۳۳۹۱) وغیر میں حبب الی من الدنیا النساء والطیب وجعل قرہ عینی فی الصلاۃ کے الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔

ہے تو ان کی رغبت اس سے کم ہو جاتی ہے کیونکہ اس میں وہ اپنی ذلت اور توہین سمجھتے ہیں اور اس کے آگے جھکنے میں اپنی بے عزتی اور بے توقیری خیال کرتے ہیں اور بہت سے آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ انکار سے ان کی آتش محبت اور تیز ہو جاتی ہے' جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

وَزَادَنِي كَلَفًا فِي الْحُبِّ اَنْ مُنِعَتْ اَحَبُّ شَيْءٍ اِلَى الْاِنْسَانِ مَا مُنِعَا

''اگر وہ منع کرتی ہے تو محبت کی تکلیف اور بڑھ جاتی ہے کیونکہ جس چیز سے انسان کو منع کیا جاتا ہے وہ اسے زیادہ محبوب ہو جاتی ہے۔''

غرض لوگوں کی طبیعتیں اس بارے میں مختلف ہیں۔ بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ عورت اپنی رغبت و محبت ظاہر کرتی' ہے تو ان کی محبت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے اور اگر انکار کرتی ہے تو محبت مضمحل ہو جاتی ہے۔

ایک قاضی کا قصہ مجھے معلوم ہے اس کی بیوی یا باندی جب کبھی اس سے انکار یا بے توجہی برتتی تو ان کی محبت و خواہش مضمحل ہو جاتی اور ایسی مضمحل ہو جاتی کہ وہ پھر کبھی اس کے پاس نہیں جاتے تھے۔ بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ منع و انکار سے ان کی آتش محبت اور تیز ہو جاتی ہے اور جس قدر منع و انکار زیادہ ہوتا ہے آتش محبت اور تیز تر ہو جاتی ہے اور اسے اپنی کامیابی و ظفر مندی کی کوششوں میں اور زیادہ لذت آتی ہے۔ جیسا کہ کسی چیز کو محنت و مشقت اور مشکلات کے بعد حاصل کرنے کے بعد اس میں لذت آتی ہے یا کوئی چیز بڑی منت' ساجت' خوشامد و لجاجت سے حاصل ہوتی ہے تو اس میں خوب لذت آتی ہے۔

⑦ یہ کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کو خود اس عورت نے مجبور کرنے کی کوشش کی تھی خود اسی نے اس کام کے لیے مجبور کرنا چاہا تھا۔ اس لیے بیان طلب و سوال' منت و ساجت' خوشامد و لجاجت کی ضرورت ہی نہ تھی۔ رغبت و طلب کی ذلت اسی کے سر تھی۔ آپ کے سر نہ تھی وہی عاجز و ذلیل تھی اور آپ ایک مطلوب محبوب' اور عزیز مرغوب تھے۔

⑧ یہ کہ سیدنا یوسف علیہ السلام اس عورت کے گھر میں رہتے تھے' اس کے محکوم تھے' اس کے قابو میں تھے اور اس طرح کہ اس کی اطاعت سے روگردانی کی جائے تو وہ آپ کو ہر طرح کی تکلیف پہنچا سکتی تھی اور اس لحاظ سے یہاں رغبت کا داعیہ بھی موجود ہے اور خوف و ہراس کا بھی۔

⑨ یہ کہ یہاں اس بات کا بھی کوئی خوف اور ڈر نہ تھا کہ خود یہ عورت یا دوسرا کوئی آدمی اس

راز کو افشاء کر دے گا کیونکہ وہ خود ہی اس کام کو چاہتی تھی اور اس کی خواہشمند تھی اور اس کام کے ارادہ سے اس نے اپنے دروازے بند کر دیئے تھے اور تمام رقیبوں اور نقیبوں کو وہاں سے الگ کر دیا تھا۔

⑩ یہ کہ سیدنا یوسف علیہ السلام اس عورت کے غلام اور مملوک تھے ہمہ وقت گھر میں رہتے تھے ہر وقت اندر جاتے آتے تھے۔ ہر وقت اس کے حضور میں رہا کرتے تھے' ان پر اس قسم کا شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا اور عورت کی جانب سے اس خواہش کے اظہار سے پہلے بھی آتے جاتے تھے اور ہر طرح امین سمجھے جاتے تھے۔ اور ظاہر ہے یہ بات اس کام کے لیے ایک قوی ترین داعیہ ہے جیسا کہ اشراف عرب کی ایک شریف خاتون نے کہا ہے کہ کسی نے اس سے پوچھا: کس بنا پر تو نے بدکاری کا ارتکاب کیا؟ اس نے جواب دیا: فساد و خرابی قریب تھی اور کالی راتیں تھیں یعنی یہ آدمی میرے بستر کے قریب ہی سویا کرتا تھا اور اندھیری راتیں ہماری پردہ پوشی کرتی تھیں۔

⑪ یہ کہ عزیز مصر کی بیوی نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو اس کام پر مجبور کرنے کے لیے مکار' عیار' حیلہ جو اور عیاری' مکاری' کبادی کی فنکار عورتوں کو اس کام میں مدد دینے کے لیے جمع کیا تھا کہ وہ اس کام میں اس کی امداد کریں اور اپنے اپنے چرتروں کو بروئے کار لائیں۔ اس نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو ان کے سامنے پیش کیا اور اپنی ناکامی اور نامرادی کی ان کے سامنے شکایت کی اور ان سے امداد کی خواہاں ہوئی۔ اور سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس وقت ان کے مقابلہ میں کامیابی کے لیے اللہ کی بارگاہ سے امداد چاہی اور عرض گزار ہوئے:

﴿ وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُن مِّنَ الْجَاهِلِينَ ○ ﴾

(یوسف: ۱۲/۳۳)

''اور تو نے ان کا فن فریب مجھ سے دور نہ کیا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور بالکل نادانوں میں جا ملوں گا۔''

⑫ یہ کہ سیدنا یوسف کو جیل خانہ بھیجنے اور ذلیل و رسوا کرنے کی اس عورت نے دھمکی دی کہ اگر تم میرا مقصد پورا نہیں کرو گے تو میں تمہیں جیل بھیج دوں گی اور ذلیل و رسوا کر دوں گی۔ ظاہر ہے یہ ایک زبردستی ہے کہ بدکاری پر جبر و اکراہ کیا جا رہا ہے کیونکہ یہ اس

عورت کی دھمکی ہے جو ایسا کر سکتی ہے۔ غور کرو یہاں داعیہ شہوت بھی موجود ہے اور جیل کی ذلت و تکلیف سے سلامتی تلاش کرنے کا داعیہ بھی موجود ہے۔

⑭ یہ کہ اس عورت کے شوہر نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے متعلق کبھی غیرت و نخوت اور شبہ کا اظہار نہیں کیا تھا۔ جس سے یہ خیال کیا جائے کہ دونوں میں تفریق و جدائی پیدا کی جائے گی اور ایک دوسرے کو علیحدہ کر دیا جائے گا۔ بلکہ بیوی کا معاملہ طشت ازبام ہو جاتا ہے۔ اس وقت بھی وہ اپنی بیوی اور سیدنا یوسف علیہ السلام کو خطاب کر کے کہتا ہے سیدنا یوسف سے کہتا ہے:

﴿ يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۚ ○ ﴾ (یوسف: ۱۲/ ۲۹)

''یوسف اس کو جانے دو۔'' اور بیوی سے کہتا ہے:

﴿ وَاسْتَغْفِرِي لِذَنبِكِ ۖ إِنَّكِ كُنتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ ○ ﴾ (یوسف: ۱۲/ ۲۹)

''تو اپنے گناہ کی معافی مانگ کیونکہ سرتاسر تیری ہی خطاء ہے۔''

یہ ظاہر ہے کہ شوہر کی غیریت اس کام میں ایک زبردست رکاوٹ ہوا کرتی ہے اور یہاں یہ رکاوٹ بھی مفقود ہے۔

غرض ہمہ قسم کے دواعی و اسباب کے ہوتے ہوئے بھی سیدنا یوسف علیہ السلام اللہ کی رضاء مندی رضاء جوئی اور اس کے خوف کو مقدم رکھتے ہیں اور محبت باری تعالیٰ ان کا دامن پکڑتی ہے اور گناہ سے باز رکھتی ہے اور گناہ کے مقابلہ میں وہ جیل کی اسیری کو پسند کر لیتے ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم آپ کے عزیمانہ قول کو یوں نقل کرتا ہے:

﴿ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ ۖ ○ ﴾ (یوسف: ۱۲/ ۳۳)

''اے میرے رب جس کی طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں اس سے تو مجھے جیل خانہ بہت پسند ہے''

سیدنا یوسف علیہ السلام خوب سمجھ رہے تھے کہ یہ مصیبت جیل گئے بغیر ٹلنے والی نہیں ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ پروردگار عالم آپ کی دستگیری نہ فرماتا تو مصر کی عورتوں نے جو کمند اور پھندے آپ کے لیے بچھائے تھے ان سے بچ نکلنا بہت دشوار تھا۔ آپ طبعی طور پر اس کی طرف جھک پڑتے اور جاہلوں کی فہرست میں اپنا نام لکھوا دیتے اور یہ سیدنا یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف

سے عطاء شدہ کمال علم و معرفت تھا کہ آپ نے اپنے رب، اپنے نفس اور اپنے مقام کو اچھی طرح سمجھ لیا اور صبر و ثبات کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

سیدنا یوسف علیہ السلام کے اس قصہ میں بڑی بڑی عبرتیں، اور بے شمار فوائد و حکمتیں مضمر ہیں جو ہزاروں فوائد پر مشتمل ہیں۔ ربِّ قدوس توفیق عطاء فرمائے کہ ہم اس کے فوائد کو ایک مستقل تصنیف کی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔

فصل : ۱۰۷

عشق کی دو صورتیں

عشاق و حسن پرستوں کا دوسرا گروہ جس کا تذکرہ اللہ نے قرآن حکیم کے اندر کیا وہ لوطیوں کا گروہ ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ○ قَالَ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ○ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ○ قَالُوْۤا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ○ قَالَ هٰۤؤُلَآءِ بَنٰتِيْۤ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ○ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ○ ﴾ (حجر: ۶۷-۷۲)

''اور شہر کے لوگ برائی کے ارادہ سے خوشیاں مناتے ہوئے لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ لوط علیہ السلام نے ان سے کہا: یہ (فرشتے) میرے مہمان ہیں' تم مجھے (ان کے سامنے) رسوا نہ کرو اور اللہ سے ڈر جاؤ اور مجھے رسوا نہ کرو۔ وہ بولے: کیا ہم نے تم کو دنیا جہان کے لوگوں کی حمایت سے ممانعت نہیں کر دی تھی؟ لوط (علیہ السلام) نے کہا: اگر تم کو کرنا ہے تو یہ میری بیٹیاں ہیں' ان سے نکاح کر لو۔ اے پیغمبر! تمہاری جان کی قسم! یہ لوط کی قوم کے لوگ اپنی بدمستی میں سرگرداں تھے''۔

عشق کی یہ دو صورتیں ہیں جو دو قسم کے گروہوں کے متعلق اللہ نے پیش کی ہیں جن کا قصہ اللہ نے قرآن حکیم کے اندر بیان کیا ہے اور ہر دو قسم کا عشق اور حسن پرستی اس نے حرام قرار دی ہے لیکن لوگوں نے اس کی پروا نہیں کی ہے۔ اور اس عشق اور حسن پرستی کی مضرتوں اور نقصانات کی اہمیت کو نہیں سمجھا۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دواء کی:

عشق و حسن پرستی ایسا لاعلاج مرض ہے کہ بڑے بڑے اطباء اس کے علاج سے قاصر اور عاجز ہو چکے ہیں۔ مریضانِ عشق کی صحت و شفاء ناممکن ہے۔ قسم اللہ کی! یہ ایک ایسا مہلک مرض اور قاتل زہر ہے کہ جس پر بھی اس نے وار کیا ختم کر کے چھوڑا۔ اور اس کی قید و بند سے نجات

دلانا ساری دنیا کے لیے دشوار و ناممکن ہو گیا ہے۔ جس جگہ بھی یہ آگ مشتعل ہوئی اس سے نکلنا اور نکالنا دشوار ہو گیا ہے۔

عشق موجب کفر:

اس عشق و محبت اور صورت پرستی کی بہت سی قسمیں ہیں۔ یہ عشق انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے اگر انسان اپنے معشوق کو معبود بنا لے اور اس سے اسی قسم کی محبت کرنے لگے جیسی اللہ کریم سے کی جاتی ہے تو یہ کفر ہے۔ اور اگر یہ محبت ایسی ہو کہ اللہ کی محبت سے بھی زیادہ ہو تو یہ بڑی ہی خطرناک اور مہلک محبت ہے۔ یہ ایسا عشق اور ایسی محبت ہو گی جسے اللہ کبھی نہیں بخشے گا کیونکہ یہ عظیم ترین شرک ہے اور اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ شرک کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ شرک کے سوا دوسرے گناہ تو بہ و استغفار سے معاف کر دے گا لیکن شرک ایسا گناہ ہے جو ہرگز معاف نہیں کیا جائے گا۔ اس عشق شرکی و عشق کفری کی علامت یہ ہے کہ عاشق اپنے معشوق کی رضاء مندی کو اللہ کی رضاء مندی کے مقابلہ میں ترجیح دے۔ جب معشوق کا حق اور اللہ کا حق، معشوق کی طاعت اور اللہ کی طاعت باہم ٹکرائیں تو وہ معشوق کے حق اور معشوق کی طاعت کو مقدم سمجھے، معشوق کی رضاء مندی کو اللہ کی رضاء مندی کے مقابلہ میں ترجیح دے اور اپنے تمام اوقات معشوق کے لیے وقف کر دے اور اگر اللہ کے لیے کچھ وقت نکالے بھی تو وہی جو معشوق کے اوقات سے فاضل ہو (یعنی جو وقت معشوق سے دل لگی کے شغل سے بچ جائے اور اب وہ فارغ ہو تو یہ فالتو وقت اللہ کے لیے نکالے)

اب تم عشاق و حسن پرست لوگوں کے حالات پر غور کرو، کیا ٹھیک ٹھیک ان حالات پر منطبق نہیں ہوتے؟ ان لوگوں کے حالات کو تم ایک پلڑے میں رکھو اور ان کی توحید کو ایک پلڑے میں رکھو اور ان کے ایمان کو ایک پلڑے میں رکھو اور تولو اور اندازہ کرو کہ کیا اللہ اور اس کے رسول کی رضاء جوئی اور عدل الٰہی کے مطابق ہیں؟

وصل معشوق اور توحید باری تعالیٰ:

بعض عشاق تو وصلِ معشوق کو توحیدِ رب العالمین سے بھی زیادہ محبوب رکھتے ہیں جیسا کسی خبیث نے کہا ہے:

يَتَرَشَّفْنَ مِنْ فَمِي رَشَفَاتٍ ۔۔۔ هُنَّ اَحْلٰى فِيْهِ مِنَ التَّوْحِيْدِ

"میرے لعاب دہن کے چند قطرے جو ان کے منہ میں جاتے ہیں یہ ان کے منہ میں توحید سے بھی زیادہ شیریں ہوتے ہیں۔"

ایک اور خبیث کہتا ہے کہ وصل معشوق مجھے پروردگار کی رحمت سے زیادہ مرغوب ہے۔ العیاذ باللہ

ایک اور شاعر کہتا ہے:

وَصْلُكِ اَشْهٰى اِلٰى فُؤَادِي
مِنْ رَحْمَةِ الْخَالِقِ الْجَلِيْلِ

"تیرا وصل میرے دل کو خالق جلیل کی رحمت سے زیادہ مرغوب ہے۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس قسم کا عشق ایک عظیم ترین شرک ہے۔ چنانچہ بہت سے عشاق صاف لفظوں میں اس کی تصریح کر رہے ہیں کہ "ان کے قلوب میں معشوق کے سوا کسی کی جگہ نہیں" بلکہ معشوق ان کے پورے قلب کا مالک ہو جاتا ہے اور یہ لوگ اپنے معشوق کے خالص غلام اور بندے بن جاتے ہیں۔ اپنے پروردگار خالق جل جلالہ کی عبودیت و غلامی چھوڑ کر اپنے جیسی مخلوق کی عبودیت و غلامی پر راضی ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ عبودیت اسی کمال محبت اور خضوع و انکساری ہی کا تو نام ہے۔ اور ان لوگوں نے اپنی محبت اور خضوع اور خاکساری کو اپنے معشوق تک منحصر کر دیا ہے اور اپنی عبودیت کو معشوق کے چرنوں میں ڈال دیا ہے۔ اور ظاہر ہے اس امر عظیم کے مفسدے میں اور زنا کاری کے مفسدے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ زنا کبیرہ گناہ ہے جس طرح دوسرے کبائر ہیں اور یہ شرک ہے چنانچہ بعض صوفیا کا قول ہے کہ ان صورتوں کی پرستش سے زنا کرنا میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔ اگر میں عشق و حسن پرستی کے امتحان و ابتلاء کے مقابلہ میں کسی سے زنا کر لوں تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے۔ کیونکہ عشق میرے قلب سے معشوق کی عبادت کرا لیتا ہے اور قلب کو اللہ کی طرف سے موڑ کر اپنی طرف جھکا لیتا ہے۔

فصل : ۱۰۸

دوائے عشق

عشق ایک مرض مہلک ہے اس کا علاج یہ ہے کہ پہلے انسان اچھی طرح سمجھ لے کہ جس مرض اور بیماری میں یہ مبتلا ہوا ہے وہ سراسر توحیدِ باری تعالیٰ کے خلاف اور متضاد ہے۔ اس کے بعد کچھ ایسی ظاہری اور باطنی عبادتیں کرتا رہے جو اس کے قلب سے عشق کے افکار کا تسلسل منقطع کر دیں۔ بارگاہ ربانی میں انتہائی عاجزی اور انکساری کے ساتھ التجا' اور تضرع بہت زیادہ کرے کہ وہ اس مرض کو دفع فرمائے۔ اور اس کے قلب کو اپنی طرف موڑ دے۔

اس مرض کی دوا اس سے بہتر اور سود مند کوئی نہیں کہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کیا جائے اور یہی وہ دوا ہے جس کا ذکر اللہ نے قرآن حکیم کے اندر فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۝ ﴾ (یوسف : ۱۲/۲۴)

"یوں ہی ہوا اس لیے کہ ہم یوسف سے برائی اور بے حیائی دور کر دیں' بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا"۔

اس آیت میں اللہ یہ خبر دیتا ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کو ان کے اخلاص کی وجہ سے عشق کی مصیبت اور بدکاری سے بچا لیا گیا۔ جب قلب کے اندر خلوص ہوتا ہے اور اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کے لیے عمل ہوتا ہے تو عشق حرام ایسے دل میں جاگزیں نہیں ہو سکتا۔ عشق حرام اسی قلب میں جگہ بناتا ہے جو خالی ہوتا ہے' جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

أَتَانِي هَوَاهَا قَبْلَ أَنْ أَعْرِفَ الْهَوٰى
فَصَادَفَ قَلْبًا خَالِيًا فَتَمَكَّنَا

"میں محبت کو جانتا بھی نہ تھا اس سے پہلے محبوبہ کی محبت میرے پاس آ گئی۔ اس نے

قلب کو خالی پایا تو وہ اس میں جا گزین ہو گئی۔"

عقل مند اور ذی ہوش کو سمجھنا چاہیے کہ عقل اور شریعت تحصیل مصالح اور اس کی تکمیل اور مفاسد کی مدافعت کو واجب اور لازم قرار دیتی ہے۔ جب کسی عقل مند کے سامنے کوئی ایسی چیز پیش آئے جس کے اندر مصلحت بھی ہے اور مفسدہ بھی تو اس وقت اس پر دو باتیں لازم ہو جاتی ہیں۔ ایک علمی، دوسری عملی، علمی یہ ہے کہ انسان مصلحت و مفسدہ میں سے راجح پہلو پر غور کرے اور پوری کوشش سے راجح پہلو کو سمجھے اور جو پہلے اصلح ہو اسے اختیار کرے کیونکہ اصلح پر عمل کرنا انسان کے لیے واجب اور ضروری ہے۔

عشق کا بھوت اور دینی و دینوی مصلحت:

یہ معلوم ہے کہ عشق اور صورت پرستی میں نہ کوئی دینی مصلحت موجود ہے نہ دنیوی اور اگر اس میں کوئی مصلحت موجود بھی ہو تو اس سے کہیں زیادہ اس کے اندر دینی، دنیوی مفاسد موجود ہوتے ہیں۔ اور یہ کئی طریقوں پر ہے۔

ذکر معشوق:

اول: یہ کہ پروردگارِ عالم کی محبت و ذکر کے ساتھ مخلوق کی محبت و ذکر میں اسے مشغولیت ہو جاتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ دونوں چیزیں ایک قلب میں اور ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں اور اسلیے یہ ہر دو چیزیں باہم ایک دوسرے پر غالب ہونے کی کوشش کرتی رہتی ہیں اور بالآخر جو غالب آتا ہے اسی کی سلطنت وحکومت قلب پر قائم ہو جاتی ہے اور قلب اسی کا ہو کر رہ جاتا ہے۔

دل کا مصیبت زدہ ہونا:

دوم: یہ کہ معشوق کے عشق و محبت میں اس کا قلب سخت ترین عذاب کا شکار ہو جاتا ہے جس سے اس کو کسی وقت بھی نجات نہیں ملتی۔ اور جو آدمی اللہ کے سوا کسی اور سے محبت کرتا ہے اس کے لیے یہ عذاب لازم اور ضروری ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

فَمَا فِی الْاَرْضِ اَشْقٰی مِنْ مُحِبٍّ ۔۔۔ وَاِنْ وَجَدَ الْھَوٰی حُلْوَ الْمَذَاقِ

"محبت کرنے والے سے زیادہ اس زمین پر کوئی بدبخت نہیں اگرچہ محبت کا مزہ اسے میٹھا معلوم ہوتا ہے۔"

تَرَاہُ بَاکِیًا فِیْ کُلِّ حِیْنٍ ۔۔۔ فَخَافَةَ فُرْقَةٍ اَوْلِاشْتِیَاقِ

"تم دیکھو گے کہ وہ ہر وقت روتا ہی رہتا ہے یا تو فراق کے خوف سے یا وصال کے شوق میں۔"

فَیَبْکِی اِنْ نَاوا شَوْقًا اِلَیْھِمْ وَیَبْکِی اِنْ دَنَوْ حَضر الْفِرَاقِ

"اگر معشوق دور ہوتا ہے تو شوق کے مارے روتا ہے اور اگر قریب ہوتا ہے تو فراق کے خوف سے ہوتا ہے۔"

فَتَسْخَنُ عَیْنُہٗ عِنْدَ الْفِرَاقِ وَتَسْخَنُ عَیْنُہٗ عِنْدَ التَّلَاقِ

"پس اس کی آنکھیں فراق کے وقت گرم آنسو ٹپکاتی ہیں اور ملاقات کے وقت بھی روتی ہیں۔"

غرض! عشق وہ مصیبت ہے کہ عاشق لذت اندوز ہوتا ہے تو تب بھی اس کا قلب عذاب میں مبتلا رہتا ہے۔

معشوق غلام بے دام:

سوم: یہ کہ معشوق عاشق کا اسیر اور غلام بن جاتا ہے اور ایسا اسیر و غلام کہ وہ اسے ہر وقت ذلیل وخوار و رسوا کرتا رہتا ہے لیکن عشق کا نشہ اس پر کچھ اس طرح سوار رہتا ہے کہ اسے اس ذلت و رسوائی کی مصیبت کا شعور و احساس تک نہیں ہونے پاتا اور اس کے قلب کی حالت اس چڑیا کی سی ہو جاتی ہے جو کسی بچہ کے ہاتھ میں گرفتار ہوتی ہے بچہ اسے ستاتا رہتا ہے اور اسے ایک کھیل و تماشہ سمجھتا ہے لیکن چڑیا کی جان جاتی ہے۔ غرض! عاشق کی حالت ایک دست و پابستہ قیدی کی سی ہے۔ بخلاف اس کے جو اس بیماری سے آزاد ہے وہ اس مصیبت سے بھی آزاد ہے۔ عاشق کی حالت کے متعلق کسی نے کہا ہے:

طَلِیْقٌ بِرَاْیِ الْعَیْنِ وَھُوَ اَسِیْرٌ عَلِیْلٌ عَلٰی قُطْبِ الْھَلَاكِ یَدُوْرُ

"عاشق بظاہر تو آزاد نظر آتا ہے مگر وہ ایک قیدی ہے وہ ایک بیمار ہے جو ہلاکت کے محور پر گھوم رہا ہے۔"

وَمَیِّتٌ یُرٰی فِیْ صُوْرَۃِ الْحَیِّ غَادِیًا وَلَیْسَ لَہٗ حَتّٰی النُّشُوْرِ نُشُوْرُ

"وہ ایک مردہ ہے جو زندوں کی طرح چلتا پھرتا نظر آتا ہے لیکن حشر کے دن تک بھی اس کا زندہ ہونا دشوار ہے۔"

اَخُوْ غَمَرَاتٍ ضَاعَ فِیْھِنَّ قَلْبُہٗ فَلَیْسَ لَہٗ حَتّٰی الْمَمَاتِ حُضُوْرُ

"وہ ایسے غاروں میں پڑا ہے جہاں اس کا قلب کھو گیا ہے اب موت تک اسے پھر اس کا قلب ملنے کا نہیں۔"

دینی و دنیوی مصالح سے غفلت:

چہارم: یہ کہ عشق انسان کو دینی' دنیوی مصالح سے بالکل غافل اور بے خبر کر دیتا ہے اور اسے عشق کی مشغولیتوں ہی میں مصروف رکھتا ہے۔ اس لیے عشق وصورت پرستی سے بڑھ کر مصالح دین و دنیا کو ضائع کرنے والی کوئی چیز نہیں کیونکہ دینی مصالح کا دارومدار جمعیت قلب' جمعیت خاطر اور توجہ الی اللہ پر ہے اور عشق صورت پرستی قلب ونظر کو کلیۃً متفرق ومشتت کر دیتی ہے اور مصارح دنیویہ حقیقتاً مصالحِ دین پر موقوف ہیں۔ پس جس کے مصالحِ دینی ضائع ہوں گے اس کے مصالحِ دنیوی یقیناً زیادہ ضائع ہوں گے۔

دنیا وآخرت کی آفتیں:

پنجم: یہ کہ عشق کے لیے دنیا و آخرت کی آفتیں اس قدر زیادہ اور تیز ہوتی ہیں گویا خشک لکڑی میں آگ رکھنے کی دیر ہے' بلکہ خشک لکڑی میں آگ اس قدر جلد تیز نہیں ہوتی جتنی زیادہ یہ آگ تیز ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عشق جس قدر قلب سے نزدیک ہوتا جاتا ہے اور عاشق سے جس قدر اس کا اتصال بڑھتا جاتا ہے اسی قدر وہ اللہ سے دور ہوتا جاتا ہے اور اس لیے اللہ سے جس قدر عشاق کو بعد اور دوری ہوتی ہے کسی کو نہیں ہوتی۔ اور جب انسان کا قلب اللہ سے دور ہو جاتا ہے تو ہر طرف سے اس پر آفتیں ٹوٹ پڑتی ہیں کیونکہ شیطان کا اس پر غلبہ ہو جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے جس آدمی پر اس کا دشمن غالب آجائے۔ وہ مصائب ڈھانے میں کسی قسم کی کمی نہیں کرے گا اور جس قدر بھی اس کے امکان میں ایذا رسانی اور تکلیف دینی ہو گی وہ اسے ضرور پہنچائے گا۔ اب سوچو! کہ اس قلب کا کیا حال ہو گا جس پر اس کا قوی ترین دشمن پوری طرح غلبہ پالے اور اس پر حاوی ہو جائے اور ایسا دشمن کہ ساری مخلوق سے زیادہ اس کی عیب جوئی اور تخریب میں لگا ہوا ہو اور اسے اپنے حقیقی دوست سے کہ جس کی دوستی اور نزدیکی کے بغیر اسے سعادت نصیب نہیں ہو سکتی فلاح ونجات اور فرحت ومسرت میسر نہیں آ سکتی' بھٹکانے پر تلا ہوا ہے؟

ذہن کی خرابی:

ششم: یہ کہ جب اس کا یہ دشمن اس کے قلب پر قابض ہو جاتا ہے اور اس پر اپنی سلطنت و فرمانروائی قائم کر لیتا ہے تو پھر وہ اس کے ذہن کو کلیۃً خراب کر دیتا ہے اور اس کے اندر خیالات

وسواس کی گندگیاں بھر دیتا ہے۔ اور بسا اوقات اسے دیوانہ بنا کر رکھ دیتا ہے اور ایسے پاگل کر دیتا ہے کہ وہ اپنی عقل سے کسی قسم کا فائدہ بھی نہیں اٹھا سکتا۔

عشاق کی یہ حالت ہر جگہ ہوتی ہے اور بعض واقعات مشاہدے سے گزرے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ انسان کے اندر اہم ترین قوت عقل ہے۔ اس عقل کی وجہ سے انسان دیگر حیوانات کے مقابلہ میں ممتاز ہے۔ جب یہ عقل ہی ماری جائے تو وہ ایک جانور سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا بلکہ جانور بھی اس سے اچھا ہے اور یہ جانور سے بھی بدتر ہے۔

مجنوں کی عقل لیلیٰ نے اور اس کے ہمنواؤں کی عقل ان کے معشوقوں نے عشق و محبت ہی کے ذریعہ خراب کی ہے یا کسی اور چیز کے ذریعہ؟ عشاق کا جنون تو عجیب و غریب ہوا کرتا ہے۔ ہر ایک کا جنون دوسرے کے جنون کو مات کر دیتا ہے' جیسا کہ شاعر نے کہا ہے:

قَالُوا جُنِنْتَ بِمَنْ تَهْوَى فَقُلْتُ لَهُمْ ۔۔۔ اَلْعِشْقُ اَعْظَمُ مِمَّا بِالْمَجَانِيْنَ

"لوگوں نے کہا کہ تو اپنے محبوب کی محبت میں دیوانہ ہو گیا ہے میں نے ان سے کہا: عشق تو دیوانوں کے روگ سے بھی بڑا روگ ہے۔"

اَلْعِشْقُ لَا يَسْتَفِيْقُ الدَّهْرَ صَاحِبُهٗ ۔۔۔ وَاِنَّمَا يُصْرَعُ الْمَجْنُوْنُ بِالْحِيْنَ

"عشق کے مارے کو کبھی افاقہ ہی نہیں ہوتا اور دیوانوں پر تو کبھی کبھی ہی دورہ پڑا کرتا ہے۔"

حواس باختہ:

ہفتم: یہ کہ عشق انسان کے حواس بگاڑ دیتا ہے اور بالکل فاسد کر کے رکھ دیتا ہے اور یہ فساد معنوی بھی ہوتا ہے اور صوری بھی۔ فسادِ معنوی' فسادِ قلب کے تابع ہے۔ جب انسان کا قلب فاسد اور خراب ہو جاتا ہے تو اس کی آنکھیں' کان' زبان' تمام چیزیں فاسد اور خراب ہو جاتی ہیں اور پھر وہ اپنے معشوق کی قبیح ترین چیز کو بھی اچھی سمجھنے لگتا ہے۔ جیسا کہ مسند امام احمد میں ایک مرفوع حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ)) [1]

"کسی شے کی محبت تمہیں اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے۔"

"محبت" قلب کو اندھا کر دیتی ہے جس کی وجہ سے اسے محبوب کی برائیاں دکھائی نہیں

---

[1] مسند احمد (۵/ ۱۹۴) سنن ابی داود۔ کتاب الادب۔ باب فی الھوی (حدیث۔ ۵۱۳۰) اسنادہ ضعیف۔ ابوبکر بن ابی مریم ضعیف راوی ہے۔

دیتیں۔ کان کو بہرہ کر دیتی ہے جس سے کان دنیا کی ملامت سننے نہیں پاتے۔ اور پھر معشوق کی طرف اس کی رغبت معشوق کے عیوب کی پردہ پوشی کرتی رہتی ہے کیونکہ انسان جس سے محبت کرتا ہے اس کے عیوب نہیں دیکھا کرتا۔ اور عیوب اس وقت نظر آنے لگتے ہیں جب کہ اس کی محبت کم ہو جاتی ہے۔ شدید ترین رغبت وشوق اور افراط محبت اس کی آنکھوں پر ایک زبردست پردہ بن کر چھا جاتی ہے اور چیز کو اس کی اصل حالت میں دیکھنے سے قاصر کر دیتی ہے۔

جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

هَوِيْتُكَ اِذْ عَيْنِيْ عَلَيْهَا غِشَاوَةٌ   فَلَمَّا انْجَلَتْ قَطَعْتُ نَفْسِي اَلُوْمُهَا

"میں نے تجھ سے محبت اس وقت بھی کی جب کہ میری آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ یہ پردہ ہٹ گیا تو میرے نفس نے اس کی محبت کے رشتے توڑ دیئے۔"

انسان جس چیز میں گھس پڑتا ہے اسے اس چیز کے عیوب نظر نہیں آتے اور جو اس سے باہر ہوتا ہے اسے بھی اس کے عیوب نہیں دکھائی دیتے۔ اس کے عیوب تو اس وقت معلوم ہوتے ہیں جب اس میں گھس کر پھر باہر آ جائے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جو صحابہ کفر و جاہلیت دیکھنے کے بعد اسلام لائے ان کا درجہ ان مسلمانوں سے بڑھا ہوا ہے جو اسلام میں پیدا ہوئے تھے۔

چنانچہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اِنَّمَا يَنْتَقِضُ عُرَى الْاِسْلَامِ عُرْوَةً عُرْوَةً اِذَا وُلِدَ فِي الْاِسْلَامِ مَنْ لَا يَعْرِفُ الْجَاهِلِيَّةَ))

"زنجیر اسلام کی کڑی کڑی ٹوٹ جائے گی جب کہ اسلام میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جنہوں نے جاہلیت کو نہیں دیکھا۔"

حواس ظاہری کے فاسد وخراب ہونے کی صورت یہ ہے کہ عشق جسم کو بیمار اور لاغر کر دیتا ہے بلکہ بسا اوقات عاشق کو گور میں پہنچا دیتا ہے جیسا کہ بہت سے عشق کے ماروں کے قصے سنے جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ عرفات کے میدان میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک نوجوان کو پیش کیا گیا جو بالکل حقیر اور لاغر ہو گیا تھا' ہڈیوں پر چمڑے کے سوا کچھ نہ تھا' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے دیکھ کر فرمایا: "یہ ایسا کیوں ہو گیا ہے؟" لوگوں نے کہا: عشق و محبت نے اس کو ایسا کر دیا ہے۔ چنانچہ اس دن سے سیدنا ابن عباس روزانہ عشق سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

ھشتم: یہ کہ عشق افراط محبت کا نام ہے۔ محبت اس قدر غلبہ پا جائے کہ اس کے قلب اور دل

پر معشوق کی حکومت قائم ہو جائے اور اس کے خیالات' تصورات' ذکر و فکر پر پورا پورا قابو پا لے اور کسی وقت بھی اس کا دل و دماغ معشوق کے تصور سے خالی نہ ہوں۔ جب اس حد تک نوبت پہنچ جاتی ہے تو پھر اس کا نفس خواطر نفسانیہ ہی کے اندر الجھ کر رہ جاتا ہے اور اس طرح نفس کی تمام قوتیں معطل اور مختل ہو کر رہ جاتی ہیں اور اس کے تعطل و اختلال کی وجہ سے جسم و روح پر وہ وہ آفتیں ٹوٹ پڑتی ہیں کہ انسان کا جینا دشوار ہو جاتا ہے اور اس کا علاج ناممکن ہو جاتا ہے اور پھر اس کے تمام افعال و کردار' تمام مقاصد و مطالب' تمام اوصاف و اطوار متغیر اور مختل ہو کر رہ جاتے ہیں اور انسان اپنی اصلاح و بہبود سے قطعاً قاصر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر کا قول ہے:

اَلْحُبُّ اَوَّلُ مَا یَکُوْنُ لَجَاجَةً　　　یَأْتِی بِهَا وَتَسُوْقُهُ الْاَقْدَارُ

''محبت آغاز میں محض ایک لہر ہوتی ہے۔ اور پھر تقدیر اسے آگے بڑھاتی رہتی ہے۔''

حَتّٰی اِذَا خَاضَ الْفَتٰی لُجَجَ الْهَوٰی　　　جَائَتْ اُمُوْرٌ لَا تُطَاقُ کِبَارُ

''یہاں تک کہ جب کوئی جوان محبت کی لہروں سے میں گھس پڑتا ہے تو پھر وہ حالات پیش آتے ہیں جو بڑے بڑوں کی طاقت سے باہر ہوتے ہیں۔''

عشق کے حالات ثلاثہ:

واقعہ یہ ہے کہ عشق کی ابتداء سہل و آسان ہے۔ عشق کا وسط اور درمیانی حصہ ہم و غم' حزن و ملال اور قلب کی بیماری ہے۔ اور عشق کا انجام اگر پروردگار عالم کی مہربانی نہ ہو اور اس کی عنایت دستگیری نہ فرمائے تو پریشانی' تباہی' ہلاکت اور موت ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

وَعِشْ خَالِیًا فَالْحُبُّ اَوَّلُهٗ عَنًا　　　وَاَوْسَطُهٗ سُقْمٌ وَآخِرُهٗ قَتْلٌ

''خالی الذہن زندگی گزارو کیونکہ محبت کی ابتداء پریشانی ہے اور وسط بیماری اور انجام موت۔''

کسی اور شاعر نے کہا ہے:

تَوَلَّعَ بِالْعِشْقِ حَتّٰی عَشِقْ　　　فَلَمَّا اسْتَقَلَّ بِهٖ لَمْ یُطِقْ

''عشق کے خارزار میں اس نے گھسنے کی کوشش کی یہاں تک کہ عاشق ہو گیا جب عشق نے اس کے اندر مستقل جگہ بنالی تو اس میں برداشت کی طاقت نہ رہی۔''

رَاٰی لُجَّةً ظَنَّهَا مَوْجَةً　　　فَلَمَّا تَمَکَّنَ مِنْهَا غَرِقْ

''اس نے ایک لہر دیکھی گمان کیا کہ ایک موج ہی تو ہے لیکن جب اس نے قابو پالیا تو غرق ہو کر رہ گیا۔''

اور واقعہ یہ ہے کہ یہ خود اسی کا جرم ہے اور اسی کا گناہ ہے اس نے خود اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور اس پر ٹھیک عربی کی یہ مثل صادق آتی ہے:

يَدَاكَ اَوْكَتَا وَفُوْكَ نَفَخَ [1]

''تیرے ہاتھوں نے مشکیزہ کا منہ باندھا اور تیرے ہی منہ نے پھونک ماری۔''

❀❀❀

---

[1] یہ ایک ضرب المثل ہے کسی جزیرہ میں کوئی آدمی رہتا تھا اس نے ارادہ کیا کہ اپنی مشک کے ذریعہ دریا عبور کر کے کنارہ پر جائے۔ اپنی مشک میں اس نے اپنے منہ سے پھونک کر ہوا بھری۔ اور اپنے ہاتھ سے اس کا منہ باندھا لیکن اس میں جس قدر اہتمام کی ضرورت تھی نہیں کیا۔ مشک پر سوار ہو کر دریا میں اتر پڑا جب وسط دریا میں پہنچا تو مشک سے ہوا خارج ہونے لگی اور وہ ڈوبنے لگا کسی آدمی سے جو کشتی پر اس کے قریب تھا امداد چاہی۔ اس نے جواب دیا اوکتا یداك وفوك نفسی (تیرے ہاتھوں نے مشک باندھی تھی اور تیرے منہ نے اس میں ہوا بھری تھی) یہ ضرب المثل اس آدمی کے لیے بولی جاتی ہے جہاں اپنے ہی ہاتھوں بلا مول لی جائے۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی

فصل : ۱۰۹

مقاماتِ عشق

بلاوجہ معشوق کو رسوا کرتا ہے۔ عشق کے اسباب، پاک عشق کی مثالیں، سیدنا عتبہ بن الحباب بن المنذر رضی اللہ عنہ کا قصہ

عاشق کے تین مقام ہیں:

1. ابتدائی مقام
2. درمیانی مقام
3. انتہائی مقام

عشق کا ابتدائی مقام ہی قابل غور ہے۔ انسان کے لیے واجب ہے کہ وہ غور کرے اور سوچے کہ از روئے قدر و شرع معشوق تک پہنچ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ نہیں پہنچ سکتا تو ہر ممکن طریقہ سے وہ اس کی مدافعت کرے اور کسی طرح بھی اس کی جانب توجہ نہ کرے۔ اگر پوری مدافعت کے بعد بھی وہ اس کی مدافعت نہ کر سکا اور محبوب کی طرف اقدام سفر جاری رکھا اور درمیانی اور انتہائی مقام سامنے آ گیا تو اب اس کا فرض ہے کہ محبت کو چھپائے اور لوگوں پر اپنی محبت ظاہر نہ کرے اور محبوب کو رسوا اور ذلیل نہ کرے اور لوگوں میں جگ ہنسائی نہ ہونے دے، کیونکہ ایسا کرنے سے شرک کے ساتھ ظلم بھی شامل ہو جاتا ہے اور اس بارے میں جو بھی ظلم ہو گا وہ بڑے سے بڑا ظلم ہو گا کیونکہ بسا اوقات یہ ظلم معشوق اور اس کے کنبے اور متعلقین کے حق میں مال و دولت کی تباہی و بربادی سے بڑھ کر ظلم ہوتا ہے کیونکہ اس عشق کی وجہ سے خواہ مخواہ معشوق کی ہتک بے عزتی ہوتی ہے، جا بجا چرچا ہوتا ہے، طرح طرح کی بے سرو پا باتیں اس کے متعلق اڑائی جاتی ہیں۔ اور پھر ماننے والے ایسی باتیں بہت کچھ مان لیتے ہیں اور جھٹلانے والے جھٹلا بھی دیتے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ شبہ کی بنا پر اس بات کی تصدیق کرنے والے زیادہ ہوا کرتے ہیں۔ جب کبھی کہا جائے کہ فلاں مرد یا فلاں عورت نے ایسا کام کیا تو ایک ہزار میں نو سو ننانوے آدمی اس کو سچ مان لیں گے اور صرف ایک ہی آدمی اس کی تکذیب کرے گا۔ خصوصاً عاشق کی بات بے گناہ معشوق کے حق میں اور معشوق کی بات کے مقابلہ میں قطعی اور یقینی مانی جاتی ہے۔ اگر معشوق کے متعلق غلط، جھوٹا، بے سرو پا افتراء اور بہتان باندھا جائے تو

لوگ اسے مان لیتے ہیں اور اس پر یقین کر لیتے ہیں اور اس بات کو ایسی یقینی مان لیتے ہیں کہ جھوٹ کا احتمال تک نہیں سمجھا جاتا۔ اگر کہیں عاشق و معشوق اتفاق سے کسی جگہ مجتمع ہو گئے تو معشوق کی شامت ہی آ گئی۔ تمام لوگ یہی کہتے ہیں کہ یہ کسی وعدے کی بنا پر یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اور پھر اس بارے میں طرح طرح کی بدگمانیاں اور شبہات و خیالات پیدا ہوتے ہیں اور جھوٹی' غلط' بے سروپا باتوں کا یقین کر لیا جاتا ہے اور اس طرح یقین کر لیا جاتا ہے جس طرح محسوس و چشم دید امور کا یقین کر لیا جاتا ہے۔ یہی وہ چیز تھی جس کی بنا پر رسول اللہ ﷺ کی محبوبہ طیب مطیبہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر اہل افک نے تہمت لگائی تھی جس کی صفائی اللہ کی جانب سے کی گئی اور یہ الزام اس شبہ کی بنا پر لگایا گیا تھا کہ صفوان بن معطل تنہا اسلامی فوج کے پیچھے آ رہے تھے۔ انہوں نے دور سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا اور فوراً اپنے اونٹ پر سے نیچے اتر گئے اور آپ کو اس پر بٹھا لیا اور خود اونٹ کی نکیل پکڑ کر آگے چلنے لگے۔ [1] اس پر مردود لوگوں نے الزام کھڑا کر دیا اور اگر اللہ آپ کی برأت و صفائی نہ فرماتا' پشت پناہی نہ فرماتا' اور تہمت لگانے والوں کی تکذیب نہ فرماتا تو معاملہ کچھ اور ہی بن کر رہ جاتا۔

مقصد یہ ہے کہ حرام و ناجائز کے لیے عاشق کا اظہار عشق معشوق کے حق میں زبردست ظلم ہے۔ اس پر اس کے خاندان اور قرابتداروں پر بلاوجہ ظلم و جور ہے۔ اپنا عشق کر کے اسے بدگمانیوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور لوگوں کی بدگمانیوں کی تصدیق کی جاتی ہے۔

عاشق و معشوق کا درمیانی واسطہ:

اور اگر وہ معشوق کو اپنی طرف مائل کرنے کی غرض سے کسی کو واسطہ اور ذریعہ بناتا ہے تو یہ ظلم بالائے ظلم ہے۔ اس سے بے گناہ معشوق کی خواہ مخواہ تشہیر اور رسوائی ہوتی ہے اور جو درمیانی واسطہ اور ذریعہ ہے وہ دیوث بنتا ہے۔

جبکہ رسول اللہ ﷺ نے رشوت ستانی' رشوت دہانی کے درمیانی واسطہ پر لعنت بھیجی ہے [2] تو پھر اس دیوث کے لیے کیا کچھ نہ کہا ہو گا جو عاشق و معشوق کی حرام ملاقات کا ذریعہ

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب المغازی۔ باب حدیث الافك (حدیث۔۴۱۴۱) صحیح مسلم۔ کتاب التوبۃ۔ باب فی حدیث الاخلف (حدیث۔۲۷۷۰) [2] مسند احمد (۵/ ۲۷۹) مستدرك حاکم (۴/ ۱۰۳) اسنادہ ضعیف۔ لیث بن ابی سلیم ضعیف اور ابو خطاب مجہول راوی ہے۔

اور واسطہ ہے۔ اس صورت میں معشوق پر خود عاشق تو ظلم کرتا ہے اور ان سے بھی زیادہ اس پر ظلم کرا رہا ہے۔ اپنی ناپاک غرض پوری کرنے کے لیے معشوق کی جان، مال، آبروعزت پر خود ظلم کرتا ہے۔ اور دوسروں سے بھی ظلم کراتا ہے۔ اور بسا اوقات اس کی یہ غرض اس وقت پوری ہوتی ہے جب کہ اس آدمی کو قتل کر دیا جائے جو اس کی غرض میں حارج اور حائل ہے۔ اور افسوس ہے کہ عشق نے دنیا میں ہزاروں لاکھوں خون کرا دیئے۔ کسی نے اپنے شوہر کو قتل کر دیا، کسی نے اپنے سید و آقا کو قتل کر دیا۔ اور افسوس ہے کہ یہ خون بلا قصاص اور بغیر دیت وخون بہا کے اڑ گئے۔ اور کتنی ہی عورتیں اپنے شوہروں کے خلاف کتنے ہی غلام اور باندیاں اپنے سید و آقاؤں کے خلاف اکسائے گئے اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان باتوں سے منع فرمایا ہے اور ایسا کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے [1] اور اس قسم کے لوگوں سے اپنے آپ کو بری و بیزار بتایا ہے [2] اور اس گناہ کو اکبر الکبائر فرمایا ہے۔ اور جب کہ رسول اللہ نے اس امر کی ممانعت فرما دی ہے کہ اپنے بھائی کے پیغام پر دوسرا پیغام نہ کرے۔ اور جب ایک بھائی کسی چیز کا نرخ اور بھاؤ ٹھہرا رہا ہو تو اس پر گر کر نرخ، بھاؤ اور قیمت نہ بڑھائے [3] تو بتاؤ کہ اس آدمی کا کیا حال ہوگا جو کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف اور باندی کو سید و آقا کے خلاف ورغلائے اور ان میں باہم تفریق کرنے کی کوشش کرے؟ صورتوں کے عاشق اور حسن پرست لوگ اور انکے معاون ومددگار جو اس جرم کو جرم نہیں سمجھتے دیوث ہیں کیونکہ معشوق کے وصل سے عاشق اسکے شوہر کا اور باندی کے آقا کا شریک بن جاتا ہے اور یہ دیوثی ہے اور دوسرے پر ظلم وزیادتی ہے اور ایسا جرم ہے جو زنا سے کسی حال میں کم نہیں۔ اگر زنا سے بڑا ہوا نہیں ہے تو اس سے کم بھی نہیں۔ یہ حق غیر ہے جو زنا سے توبہ کرنے پر بھی معاف نہیں ہوسکتا۔ توبہ سے اللہ کا حق ساقط ہو سکتا ہے بندے کا حق ساقط نہیں ہوسکتا۔ بندے کا حق بندے کا مطالبہ قیامت تک باقی رہے گا۔

اگر بیٹے کو اس کے باپ کے خلاف ورغلایا جائے جو دنیا میں تمام سے زیادہ اسے عزیز ہے اس کے جگر کا ٹکڑا ہے تو یہ باپ پر انتہائی ظلم ہے۔

اس محبوبہ کو اس کے شوہر کے خلاف ورغلایا جائے اور شوہر کے بستر پر جرم کا ارتکاب کیا

---

[1] الموضوعات لابن الجوزی (۲/ ۲۸۰) [2] سنن ابی داود۔ کتاب الطلاق۔ باب فیمن خبب امرأة علی زوجها (حدیث۔۲۱۷۵) [3] صحیح بخاری۔ کتاب النکاح۔ باب لایخطب علی خطبة اخیه (حدیث۔۵۱۴۲) صحیح مسلم۔ کتاب النکاح۔ باب تحریم الخطبة علی خطبة اخیه (حدیث۔۱۴۱۲)

جائے تو یہ انتہائی ظلم ہے اور ایسا ظلم ہے کہ اس کا مال ومتاع اور زندگی کا سارا اثاثہ اس سے چھین لیا جائے تو ایسا ظلم نہ ہوگا۔ یہ ظلم ان تمام سے بڑھ کر ظلم ہے اور یہی وجہ ہے کہ شوہر کو اس سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس ظلم کے مساوی یہی ظلم ہوسکتا ہے کہ شوہر کو قتل کر دیا جائے۔ پس عاشق کے لیے بدکاری وزنا سے بڑھ کر کوئی جرم اور کوئی گناہ نہیں۔

اور اگر یہ حق کسی غازی مجاہد فی سبیل اللہ کا ہے جو جہاد کے لیے گیا ہوا ہے تو یہ مجرم قیامت کے دن اس مجاہد کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور اسے اللہ کی جانب سے حکم ہوگا:

﴿خُذْ مِنْ حَسَنَاتِهِ مَا شِئْتَ﴾ ''جتنا چاہو اس کی نیکیوں میں سے لے لو۔''

اس جملہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((فَمَا ظَنُّكُمْ)) [1] ''اب تم کیا خیال کر سکتے ہو؟''

یعنی اب تم سمجھ سکتے ہو کہ اس کے پاس اس کی نیکیاں باقی کیا رہ جائیں گی؟

اور اگر یہ مظلوم اس کا پڑوسی ہے یا ذی رحم' محرم ہے اور اس کی بیوی کے ساتھ اس نے ایسا فعل کیا ہے تو اس ظلم کے ساتھ دوسرے کئی مظالم شامل ہو جائیں گے۔ اس نے پڑوسی پر ظلم کیا۔ ذی رحم کی حرمت توڑی اور یہ معلوم ہے کہ پڑوسی کی

حرمت توڑنے والا [2] اور قاطع رحم جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ [3]

اور اگر یہ عاشق معشوق کے وصل کے لیے شیاطین سے جادو کے ذریعہ یا کسی اور طریقہ پر امداد چاہتا ہے تو یہ ایک اور جرم اور ظلم ہے۔ یہ ظلم اسے شرک کی طرف کھینچ لے جائے گا اور یہ ظاہر ہے کہ جادو بجائے خود کفر ہے اور اگر یہ کام خود اس نے نہیں کیا اس کے لیے کسی دوسرے نے کیا ہے تو یہ بات تو یقینی ہے کہ یہ اس کفر پر راضی ہے اور اس لیے یہ ضرور کہا جائے گا کہ یہ اس کفر پر راضی ہے۔ کیونکہ اسی کے مقصد کے لیے کیا گیا ہے اور یہ بلا جبر واکراہ اس پر راضی اور رضاء مند ہے اور ایسا کرنا بھی قریب بہ کفر ہے۔

مقصد یہ ہے کہ اس بارے میں کسی قسم کا بھی تعاون اور امداد کی بجائے تو وہ اثم وعدوان' ظلم وجور جرم وگناہ میں تعاون اور اس کی امداد ہے۔

---

[1] صحیح مسلم۔ کتاب الامارۃ۔ باب حرمۃ نساء المجاھدین (حدیث۔۱۸۹۷) [2] صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب تحریم ایذاء انجاء (حدیث۔۴۶) [3] صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب اثم القاطع (حدیث۔۵۹۸۴) صحیح مسلم۔ کتاب البر والصلۃ۔ باب صلۃ الرحم وتحریم قطیعتھا (حدیث۔۲۵۵۶)

عاشق کی غرض و مطلب کے حصول کے لیے ظلم وتعدی ہوتا ہے اور اس سے جو ضرر و نقصان ہوتا ہے وہ بالکل واضح اور ظاہر ہے۔ لیکن جب عاشق اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے اور معشوق اس کا ہو جاتا ہے تو اس کے بعد معشوق کے مطالبات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور اب عاشق کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ معشوق کے مطالبات پورے کرے۔ اب دونوں عاشق و معشوق ایک دوسرے کے معین و مددگار بن جاتے ہیں۔ دونوں کے دونوں ایک دوسرے کی اعانت کی خاطر ظلم وعدوان پر اتر آتے ہیں۔ معشوق اپنے عاشق کے اہل وعیال اور قرابت داروں پر اور غلام ہے تو سید و آقا پر اور اس کی بیوی پر ظلم وزیادتی کرنے میں اس کی شریک ہوتی ہے اور ظلم وعدوان میں اس کی اعانت کرتی ہے اور اسی طرح عاشق اپنے معشوق کے اہل وعیال قرابتداروں پر ظلم کرتا ہے اور کراتا ہے۔ غرض! عاشق و معشوق دونوں اپنی اپنی اغراض کی خاطر اللہ کے بندوں پر ظلم کرتے اور ظلم کراتے ہیں۔ اور ظلم کرنے میں ایک دوسرے کی اعانت وامداد کرتے ہیں اور سارے مظالم دونوں کے اشتراک سے ہوتے ہیں اور ساری قباحتیں ایک دوسرے کے تعاون سے وقوع میں آتی ہیں۔

اور یہ تو ایک عام عادت ہوگئی ہے کہ عاشق ایسے ایسے کاموں میں اپنے معشوق کی اعانت کرتا ہے جو سراسر ظلم ہیں یہاں تک کہ بسا اوقات معشوق کے لیے ایسا منصب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے جس کا وہ قطعی اہل نہیں ہوتا۔ نیز حرام وناجائز مال کی تحصیل میں وہ معشوق کی اعانت و امداد کرتا ہے اور اگر اس کا معشوق کسی سے مخاصمت اور جھگڑا کرتا ہے تو عاشق اپنے معشوق ہی کی طرف داری اور جانبداری کرتا ہے معشوق خواہ حق پر ہو خواہ ناحق پر' ظالم ہو یا مظلوم۔

یہ تمام مظالم عاشق اپنے معشوق کے حصول اور اس کی رضاء مندی کے لیے کر گزرتا ہے۔ اس کے حصول اور رضاء مندی کیلئے لوگوں پر نظر ڈالتا ہے اور مال کی تحصیل کیلئے طرح طرح کے حیلے اور فریب کرتا ہے۔ معشوق تک پہنچنے اور اسے راضی کرنے کیلئے سرقہ' چوری' غصب' خیانت' ڈاکہ زنی' نقب زنی اور اس قسم کے بے شمار جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔ بعض اوقات یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ خون حرام' خون ناحق سے بھی اپنے دامن کو ملوث کر دیتا ہے۔

غرض! یہ اور اس قسم کی بے شمار آفتیں عشق وحسن پرستی میں موجود ہیں۔ بعض اوقات یہ عشق کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ چنانچہ بہت سے ایسے واقعات ملتے ہیں کہ بعض لوگ اسلام میں پیدا

ہوئے تھے عشق نے ان کو نصرانی اور عیسائی بنا دیا۔ بعض مساجد کے مؤذن تک عشق کی خاطر نصرانی اور عیسائی بن گئے۔ ایک مؤذن کا واقعہ ہے کہ اس نے مسجد کی چھت پر سے کسی عیسائی کی خوبصورت لڑکی کو دیکھ لیا۔ اور اس پر فریفتہ ہو گیا اسی وقت وہ مسجد کی چھت سے اترا اور اس لڑکی کے پاس پہنچا اور اس سے شادی کی درخواست کی۔ اس نے کہا کہ میں عیسائی ہوں اگر تم عیسائی دین قبول کر لو تو شادی ہو سکتی ہے۔ اس نے اسی وقت عیسائی دین قبول کر لیا اور اس سے شادی کر لی۔ لیکن اللہ کی شان کہ وہ ابھی اس سے خلوت بھی کرنے نہیں پایا تھا کہ اس دنیا سے چلتا بنا۔ وہ اس عیسائی کے مکان کی چھت پر چڑھا۔ اور پاؤں پھسل گیا اور اسی وقت گر کر مر گیا۔ خسر الدنیا و الآخرۃ یہ قصہ علامہ عبدالحق نے اپنی کتاب العاقبہ میں نقل کیا ہے۔ [1]

عیسائیوں کا عام دستور رہا ہے کہ جب کبھی مسلمان ان کے ہاتھوں میں گرفتار ہوئے اور اسیر و قیدی ہو کر ان کے پاس پہنچے تو وہ حسین و خوبصورت عورتیں ان کے پاس پہنچاتے اور ان عورتوں سے کہا جاتا کہ ہر ممکن طریقہ سے ان کو اپنی محبت کے جال میں پھانسو۔ جب وہ محبت کے جال میں پھنس جائیں۔ ان سے کہو اگر تم ہمارا دین قبول کر لو۔ تو ہم تمہارے ساتھ شادی کرنے کو تیار ہیں۔ اس موقع پر وہی اللہ کا بندہ ثابت قدم رہ سکتا ہے جو ایمان کی حلاوت سے سرشار ہے۔ اور جسے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں حق اور قول پر ثابت اور قائم رکھے اور اللہ ظالم کو تو گمراہ ہی کر دیتا ہے اور اس کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔

غرض! عشق کا معاملہ بڑا نازک ہے۔ عاشق و معشوق دونوں ظلم کرتے ہیں۔ ظلم کرنے میں دونوں ایک دوسرے کی امداد کرتے ہیں۔ زنا' بدکاری میں دونوں شریک ہیں۔ اور اپنی اپنی جانوں پر ظلم کرنے میں ایک دوسرے کی معاونت و امداد کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنی جان پر اپنے ساتھی پر ظلم کرتا ہے اور ان کا یہ حکم دوسروں تک متعدی ہوتا ہے جیسا کہ تم پہلے معلوم کر چکے۔ اور سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ یہ دونوں کے دونوں ہلاکت و بربادی اور تباہی کے لانے میں ایک دوسرے کے شریک ہو جاتے ہیں۔

غرض! عشق میں ہمہ قسم کی خرابیاں اور ہمہ قسم کے مظالم موجود ہیں اور اگر کہیں معشوق ناخدا ترس ہے تو اپنے عاشق کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔

اور معشوقان عشوہ گر کا یہ تو ایک عام دستور ہے کہ عشاق کو طرح طرح کے لالچ میں ڈال

---

[1] وابن الجوزی فی "ذم الھوی"

دیتے ہیں۔ ہر گھڑی مختلف طریقوں سے اپنے آپ کو مزین اور آراستہ کر کے عاشق کو اپنی طرف متوجہ اور مائل کرتے ہیں اور ہر امکانی طریقہ سے اس پر ڈورے ڈالتے اور اسے شیفتہ بناتے ہیں' تاکہ زیادہ سے زیادہ عاشق سے مال وزر کھینچیں۔ بسا اوقات اس وقت تک وہ عاشق کو اپنے پر قابو نہیں پانے دیتے جب تک کہ وہ اپنی تمام غرضیں پوری نہ کر لیں۔ اور یہ اس لیے کرتے ہیں کہ عاشق اپنی حاجت برآری کر کے کہیں اس سے بے پروا نہ ہو جائے۔ اس طرح معشوق اپنے عاشق پر ظلم کرتا ہے۔ اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ عاشق کو قتل کر دیتا ہے تاکہ ہمیشہ کے لیے اس سے نجات پا جائے۔ خصوصاً اس وقت جب کہ معشوق کسی اور سے ملنے لگتا ہے۔

غرض! دنیا کے عاشق و معشوق بہتوں کو قتل کر چکے' بہتوں کو نعمتوں اور عیش و آرام سے محروم کر چکے ہیں۔ بہت سے دولت مند گھرانے ان کے ہاتھوں تاراج و برباد ہو گئے' بہت سے ارباب مدارج منصبوں سے گرا دیئے گئے' بہت سے خاندان اور گھرانے ویران کر دیئے گئے' اور ان کے اہل و عیال بیٹے بیٹیاں تباہ حال کر دی گئیں۔

اگر ایک عورت اپنے شوہر کو دیکھتی ہے کہ وہ کسی اور پر عاشق ہو گیا ہے تو وہ بھی اپنے لیے ایک معشوق کھڑا کر لیتی ہے' جس سے شوہر پر یہ مصیبت ٹوٹ پڑتی ہے کہ یا تو اسے طلاق دے کر گھر کو ویران کر لے یا اسے گھر میں رہنے دے اور اس کو اس کی حالت پر چھوڑے اور خود شب و روز کڑھتا رہے۔ اس صورت میں بعض آدمی پہلی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور بعض دوسری۔

عقل مند' ہوشمند انسانوں کا فرض ہے کہ وہ پوری ہوشیار اور مستعدی سے عشق کے دروازے اپنے اوپر بند کر لیں۔ تاکہ وہ ان مصائب و آلام اور تکالیف و اذیات کا شکار نہ بنیں۔ کیونکہ عشق کا مارا بالآخر ہلاک و تباہ ہو جاتا ہے یا پھر ان مفاسد کا یا ان میں سے اکثر خرابیوں کا شکار تو ضرور ہوتا ہے اور کم و بیش کچھ نہ کچھ مصائب تو اسے جھیلنے ہی پڑتے ہیں اور جو آدمی بھی ایسا کرتا ہے اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور عورت پر ظلم کرتا ہے کیونکہ اسے گمراہ کرتا ہے جس سے وہ ہلاک ہوتی ہے اور اس کی ہلاکت و تباہی کا سبب یہی شخص بنتا ہے۔ اگر یہ شخص بار بار اپنے جدید معشوق کی طرف نگاہ نہ کرتا تو پسندیدگی پیدا نہ ہوتی اور اس سے وصل و ملاقات کی طمع اور تمنا نہ کرتا تو اس معشوق کی اس کے قلب میں جگہ نہ ہوتی۔ کیونکہ عشق کا ابتدائی سبب یا تو نظر و نگاہ ہے یا کان۔ اگر اس کے بعد وصل معشوق کی طمع نہ ہوتی اور کلیۃً ناامید ہو جاتا تو اس کے اندر یہ عشق پیدا ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اگر طمع و تمنا بھی پیدا ہو جاتی لیکن پھر وہ عقل و خرد سے کام لے کر اپنی

توجہ کو اس طرف سے ہٹا لیتا اور دل کو ادھر مشغول نہ ہونے دیتا تو یہ عشق پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔

اگر وہ اپنی فکر و خیالات کی رو میں بہہ گیا اور معشوق کے محاسن ہی کی طرف دیکھتا رہا تو اس وقت بھی اس سے وہ خوف اس گناہ سے اس کو بچا لیتا ہے جو بہت بڑا اور زبردست خوف ہے۔ اور جو اس کے نزدیک لذت وصال کے مقابلہ میں بڑا ہی خطرناک ہے۔ یہ خوف خواہ دینی ہو جیسا کہ جہنم کا خوف' جبار حقیقی کے غضب کا خوف۔ یہ خوف اس کی طمع و لالچ اور فکر و عشق پر غالب آ گیا ہوتا تب بھی یہ عشق اس کے اندر پیدا نہ ہونے پاتا۔ اور دینی خوف نہیں تو کوئی دنیوی خوف اس کا دامن پکڑ لیتا مثلاً اپنی جان و مال عزت و آبرو کا خطرہ' لوگوں میں رسوائی اور ذلت' اگر یہ خوف داعیہ عشق پر غالب آ جاتا' تب بھی وہ اس عشق سے بچ جاتا اسی طرح اگر وہ اس بات سے ڈرتا کہ اگر یہ عشق جاری رہا تو وہ اس محبوب کو کھو دے گا جو اس معشوق کے مقابلہ میں زیادہ محبوب اور زیادہ نافع ہے اور اس کی محبت کو معشوق کی محبت پر ترجیح دیتا تو تب بھی یہ عشق کی مصیبت اس سے ٹل جاتی۔

اگر یہ تمام صورتیں مفقود ہو جاتی ہیں اور یہ تمام موانعات اسے عشق سے باز رکھنے میں ناکام ثابت ہوتے ہیں تو اب اس کے قلب پر پوری طرح عشق مسلط ہو جاتا ہے اور اس کا قلب ہر طرح اس معشوق کی طرف جھک پڑتا ہے اور اب وہ ہمہ قسم کی مصیبتوں کا شکار بن کر رہ جاتا ہے۔ اگر کہا جائے ؏

عیبش ہمہ گفتی' ہنرش نیز بگو!

تم نے عشق کی ساری مصیبتیں' آفتیں' مضرتیں اور مفاسد تو بیان کر دیئے لیکن کچھ اس کے فوائد اور منافع کا بھی ذکر کر دیتے کہ عشق طبیعت میں رقت' درد و سوز پیدا کرتا ہے۔ نفس میں لطافت پیدا کرتا ہے۔ نفس کی مردنی اور اس کی مشقت و کلفت دور ہو جاتی ہے۔ عشق انسان کو مکارم اخلاق پر آمادہ کرتا ہے اور شجاعت و بہادری' کرم و سخاوت' مروت و رقت پیدا کرتا ہے جوارح و جسم میں فروتنی پیدا کرتا ہے جیسا کہ یحییٰ بن معاذ الرازی بیان کرتے ہیں کسی نے ان سے کہا: تمہارا بیٹا فلاں عورت پر عاشق ہو گیا ہے۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا: الحمد للہ کہ اللہ نے اسے انسان کی طبیعت عطاء فرمائی۔

بعض لوگوں نے کہا ہے "عشق شرفاء اور معزز لوگوں کے دل کی دوا ہے۔"

کسی دوسرے نے کہا "عشق کی صلاحیت اسی میں ہوتی ہے جو پاک مروت' پاکیزہ

اخلاق رکھتا ہو۔ یا پاکیزہ زبان اور کامل احسان رکھتا ہو' یا پاکیزہ ادب اور ممتاز عادات رکھتا ہو کسی اور نے کہا ہے۔ عشق بزدل نامرد کو بہادر بنا دیتا ہے' غبی کے ذہن کو روشن کر دیتا ہے' بخیل کو سخاوت و کرم سکھاتا ہے۔ بادشاہوں کا غرور توڑ دیتا ہے' انسان میں اعلیٰ اخلاق پیدا کرتا ہے۔ عشق ان لوگوں کا انیس ہے' جن کا دنیا میں کوئی انیس نہیں' ان لوگوں کا جلیس ہے جن کا کوئی جلیس نہیں۔ کسی دوسرے نے کہا ہے: عشق دنیا کی گرانباریوں کو ہلکا کر دیتا ہے' روح میں لطافت پیدا کرتا ہے' قلب کو کدورتوں سے پاک صاف کر دیتا ہے۔ شرفاء کو نیک اعمال و کردار پر ابھارتا ہے اور انسان کو مکارم اخلاق کا خوگر بناتا ہے۔

بعض حکماء کہتے ہیں: ''عشق نفس میں تازگی پیدا کرتا ہے' اخلاق کو مہذب بناتا ہے۔'' عشق کا اظہار طبعی امر ہے اور اس کا اخفاء سراسر تکلیف۔

کسی اور نے کہا ہے: جس کا نفس خوش الحانی' خوش گلوئی اور اچھی آواز اور خوبصورت چہرہ کو دیکھ کر اچھلنے کودنے نہ لگے وہ فاسد المزاج ہے۔ اسے اپنا علاج کرنا ہے اور اسی معنی میں کسی نے یہ شعر کہا ہے:

إِذَا أَنْتَ لَمْ تَعْشَقْ وَلَمْ تَدْرِ مَا الْهَوٰى فَمَا لَكَ فِيْ طِيْبِ الْحَيَاةِ نَصِيْبُ

''جب تک تم کسی پر عاشق نہیں ہوتے اور تمہیں یہ خبر ہی نہیں کہ محبت کیا ہے تو زندگی کی خوشگواریوں میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔''

کسی دوسرے شاعر نے کہا ہے:

إِذَا أَنْتَ لَمْ تَعْشَقْ وَلَمْ تَدْرِ مَا الْهَوٰى فَقُمْ وَاعْتَلِفْ تِبْنًا فَأَنْتَ حِمَارُ

''جب تک تم کسی پر عاشق نہیں ہوتے اور محبت کو جانا نہیں کہ محبت کیا ہے؟ تو اٹھو اور گھاس کھاؤ کہ تم گدھے ہو۔''

کسی اور شاعر نے کہا ہے:

إِذَا أَنْتَ لَمْ تَعْشَقْ وَلَمْ تَدْرِ مَا الْهَوٰى فَكُنْ حَجَرًا مِنْ يَابِسِ الصَّخْرِ جَلْمَدَا

''اگر تم کسی پر عاشق نہیں ہوئے اور محبت کو نہیں پہچانا تو تم خشک پتھروں میں سے ایک سخت ترین پتھر بن جاؤ۔''

بعض لوگوں نے کہا ہے: عشاق وہ ہیں جو عفیف اور پاکیزہ نفس ہوں۔ عشاق جب عفیف ہوتے ہیں تو بڑے بن جاتے ہیں۔ عفیف لوگ جب عاشق ہو جاتے ہیں تو ظریف

بن جاتے ہیں جیسا کہ بعض عشاق سے پوچھا گیا کہ اگر تم اپنے محبوب پر ظفر مند ہو جاؤ تو کیا کرو گے؟ اس نے جواب دیا: اگر میں ظفر مند ہو جاؤں تو یہ کروں گا کہ اس کا منہ دیکھنے سے اپنی آنکھیں نیچی کرلوں گا اور اس کی یاد اس کی باتوں سے اپنے قلب کو خوش کرتا ہوں اور اس کی باتیں جو قابل کشف و اظہار نہ ہوں ان کو مخفی رکھوں گا اور کوئی بھی ایسی بات مجھ سے سرزد نہ ہو گی جو اس کے درجہ مرتبہ اور منصب کے خلاف ہو۔ اس کے بعد اس نے یہ شعر پڑھے:

أَخْلُو بِهِ فَاَعِفُّ عَنْهُ تَكَرُّمًا خَوْفَ الدِّيَانَةِ لَسْتُ مِنْ عُشَّاقِهِ

''اس سے تنہائی میں ملوں تو اس کے اکرام و احترام کی خاطر اس سے بچتا رہوں گا دیانتداری کے خوف سے کہ کہیں میں اس کے عاشقوں میں سے نہیں ہوں۔''

كَالْمَاءِ فِي يَدِ صَائِمٍ يَلْتَذُّهُ ظَمَأً فَيَصْبِرُ عَنْ لَذِيذِ مَذَاقِهِ

''اس طرح بچتا رہوں کہ کسی روزے دار کے ہاتھ میں پانی ہے پیاسے کو وہ بہت لذیذ ہے لیکن وہ اس لذیذ کے چکھنے سے صبر کرتا ہے۔''

ابوسلمان بن ابراہیم نے کہا ہے ''عاشق روحیں لطیف عطر ہیں ان کے اجسام رقیق اور ہلکے پھلکے ہیں ان کی موانست پاکیزہ ہے ان کی باتیں مردہ دلوں میں جان ڈال دیتی ہیں اور عقل میں فراوانی پیدا کر دیتی ہیں۔ اگر عشق ومحبت نہ ہو تو دنیا کی ساری نعمتیں بے کار اور ہیچ ہیں۔''

کسی دوسرے نے کہا ہے: ''روح کے لیے عشق ایسا ہے جیسا جسم کے لیے غذا اگر تم کھانا چھوڑ دو گے تو تمہیں نقصان ہو گا اور ضرر پہنچے گا اگر زیادہ کھا لو گے نقصان پہنچے گا یہی حال عشق و روح کا ہے۔ اس معنی میں کسی شاعر نے کہا ہے:

خَلِيلِي اِنَّ الْحُبَّ فِيهِ لَذَاذَةٌ وَفِيهِ شِقَاءٌ دَائِمٌ وَكُرُوبُ

''اے میرے دوست محبت میں بڑی لذت ہے اور اس میں دائمی بدنصیبی اور درد و دکھ بھی ہے۔''

عَلَى ذَاكَ مَا عَيْشٌ يَطِيبُ بِغَيْرِهِ وَلَا عَيْشَ اِلَّا بِالْحَبِيبِ يَطِيبُ

''باوجود اس کے کہ اس کے بغیر زندگی ناگوار ہے اور زندگی تو محبوب ہی سے خوشگوار بنتی ہے۔''

وَلَا خَيْرَ فِي الدُّنْيَا بِغَيْرِ صَبَابَةٍ وَلَا فِي نَعِيمٍ لَيْسَ فِيهِ حَبِيبُ

''اور بغیر عشق و سوز و گداز کے دنیا میں کوئی خیر نہیں اور وہ نعمت ہی نہیں جس میں

محبوب نہ ہو۔''

خرائطی نے ابوغسان سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں: ''سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ صدیق ایک روز کسی راستہ سے گزرے دیکھا ایک جاریہ یہ شعر پڑھ رہی ہے۔''

وَهَوَيْتُهُ مِنْ قَبْلِ قَطْعِ تَمَائِمِي مُتَمَائِلاً مِثْلَ الْقَضِيبِ النَّاعِمِ

''میرے بچپن کے تعویذ ابھی کاٹے بھی نہ گئے تھے کہ میں اس پر عاشق ہو گئی اور وہ اس طرح جھک پڑا جیسے نرم ڈالی جھک پڑتی ہے۔''

آپ نے اس جاریہ سے پوچھا: کیا تم آزاد ہو؟ اس نے کہا: نہیں باندی ہوں۔ آپ نے کہا: تو کسی سے محبت رکھتی ہے؟ وہ شرما گئی۔ آپ نے اسے قسم دے کر پوچھا تو اس نے یہ شعر پڑھا:

وَأَنَا الَّتِي لَعِبَ الْهَوٰى بِفُؤَادِهَا قُتِلَتُ بِحُبِّ مُحَمَّدِ بْنِ الْقَاسِمِ

''میں وہ ہوں جس کے دل سے محبت نے کھیل کیا ہے میں محمد بن القاسم کی محبت کی مقتولہ ہوں۔''

آپ نے اس باندی کو اس کے آقا سے خرید لیا اور اسے محمد بن القاسم بن جعفر بن ابی طالب کے پاس بھیج دیا۔ اور فرمایا: یہ وہ عورتیں ہیں جو مردوں کو فتنوں میں ڈالا کرتی ہیں، قسم اللہ کی! ان کے ذریعہ بہت سے اشراف موت کے گھاٹ اتر گئے اور اچھے خاصے تندرست ان سے مصائب کا شکار ہو گئے۔

ایک مرتبہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک جاریہ آئی اور ایک انصاری کے متعلق دعویٰ پیش کر دیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بتا تیرا قصہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: امیر المومنین! اس انصاری کے بھتیجے سے مجھے عشق ہے اور میں اس کو چھوڑ نہیں سکتی۔ آپ نے انصاری کو بلا کر کہا: یہ باندی تم اپنے بھتیجے کو ہبہ کر دو یا پھر مجھ سے اس کی قیمت لے لو۔ انصاری نے کہا: امیر المومنین! آپ ہی گواہ رہیں کہ میں نے یہ لونڈی بھتیجے کو دے دی۔

عشق کی خرابیوں سے ہمیں انکار نہیں لیکن یہ خرابیاں معشوق کے ساتھ بدکاری کرنے سے وابستہ ہیں۔ ہمارا کلام تو عفیف و پاک عشق میں ہے۔ ایک معقول آدمی کا عشق کہ جس کے اندر ایمان و دین موجود ہو، جس میں عفت و مروت موجود ہو، اللہ سے اچھا معاملہ رکھتا ہو،

معشوق سے حرام کاری کرنے سے قطعاً بچتا ہو۔ کیونکہ برا ہو سکتا ہے۔ ذرا تم اسلاف اکرام اور آئمہ اعلام کی محبت پر بھی غور کر لو۔ چند واقعات ہم آپ کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ عبید بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے ان سات فقہاء میں سے ایک ہیں جن کی شہرت و مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ کسی نے بھی ان کی مخالفت نہیں کی بلکہ ان کو برا کہنے والے کو ظالم کہا گیا ہے۔ ان کے یہ اشعار پڑھ لیجیے:

كَتَمْتَ الْهَوٰى حَتّٰى اَضَرَّبِكَ الْكَتْمُ وَلَامَكَ اَقْوَامٌ وَلَوْ مُهُمْ ظُلْمٌ

"تو نے اپنی محبت کو چھپایا یہاں تک اس چھپانے نے تجھے بہت ضرر پہنچایا۔ اور لوگوں نے تجھ پر ملامت کی لیکن ان کا ملامت کرنا تجھ پر ظلم ہے۔"

فَنَمَّ عَلَيْكَ الْكَاشِحُوْنَ وَقَبْلَهُمْ عَلَيْكَ الْهَوٰى قَدْ نَمَّ لَوْ يَنْفَعُ الْكَتْمُ

"تمہارے دشمنوں نے تمہارا راز افشاء کر دیا اور تمہاری محبت سے پہلے بھی جس پر محبت سوار ہوئی اس کا لوگوں نے ان کا راز فاش کیا اور چھپانے سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔"

فَاَصْبَحْتُ كَانِهْدِيٍّ اِذْ مَا حَسْرَةً عَلٰى اِثْرِ هِنْدٍ اَوْكَمَنْ شَفَّهُ سُقُمٌ

"تیرا حال نمری اسا ہو گیا وہ ہند کے پیچھے حسرت سے مر گیا' یا اس مریض کا سا جسے بیماری نے نحیف و لاغر کر دیا ہو۔"

تَجَنَّنْتَ اِتْيَانَ الْحَبِيْبِ تَأَثُّمًا اَلَا اِنَّ هِجْرَانَ الْحَبِيْبِ هُوَ الْاِثْمُ

"تو نے گناہ سمجھ کر محبوب کے پاس جانے سے اجتناب کیا۔ لیکن خبردار کہ محبوب کی جدائی بھی گناہ ہے۔"

فَذُقْ هِجْرَهَا قَدْ كُنْتَ تَزْعُمُ اَنَّهٗ
رِشَادٌ اَلَا يَا رُبَّمَا كَذَبَ الزَّعْمُ

"پس اب تُو محبوب کی جدائی کا مزہ چکھ' تو سمجھتا تھا تو سیدھی راہ پر ہے لیکن بسا اوقات گمان جھوٹا پڑتا ہے۔"

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اپنی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک ابن مروان کی ایک باندی پر عاشق تھے۔ آپ کا قصہ تاریخ میں مشہور ہے۔ باندی نہایت حسین و خوبصورت تھی۔ اس سے

آپ کو انتہا سے زیادہ محبت تھی۔ اکثر اپنی بیوی سے کہتے تھے کہ یہ باندی مجھے ہبہ کر دو لیکن وہ انکار کرتی رہیں۔ جب آپ خلیفہ ہوئے آپ کی بیوی اس جاریہ کو عمدہ لباس سے مزین کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا: امیر المومنین! یہ باندی حاضر ہے میں ہمیشہ اسے ہبہ کرنے سے انکار کرتی رہی لیکن اب میرا جی چاہتا ہے کہ آپ اسے قبول کر لیں۔ بیوی کے جملے سن کر آپ کے چہرے پر تازگی آ گئی اور فرمایا: بہت اچھا۔ باندی سامنے آئی تو آپ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ خلوت میں لے جا کر فرمایا: کپڑے اتار دو۔ اس نے کپڑے اتار دیئے لیکن پھر فرمایا: ابھی ٹھہرو یہ بتاؤ تم پہلے کس کی ملکیت میں تھی؟ فاطمہ کے پاس تم کس طرح اور کہاں سے پہنچی؟ اس نے کہا: میں پہلے عامل کوفہ کے پاس تھی۔ حجاج بن یوسف نے اس عامل کو تباہ کر دیا اور اس کا سارا مال لوٹ لیا۔ اس لوٹ میں مَیں بھی اس کے پاس پہنچی۔ حجاج نے مجھے عبدالملک کے پاس بھیج دیا۔ عبدالملک نے مجھے فاطمہ کو ہبہ کر دیا۔ آپ نے پوچھا: وہ عامل اب کہاں ہے؟ اس نے کہا: وہ تو مر گیا۔ آپ نے کہا: اس کی کوئی اولاد ہے؟ اس نے کہا: ہاں لڑکا ہے۔ آپ نے کہا: اس کی کیا حالت ہے؟ اس نے کہا: نہایت خراب حالت ہے۔ آپ نے فرمایا: اچھا تم اپنے کپڑے پہن لو اور ابھی تم وہاں چلی جاؤ جہاں رہا کرتی ہو۔ اس کے بعد آپ نے عراق کے عامل کو لکھا کہ فلاں آدمی فلاں کے بیٹے کو فوراً قاصد کے ہمراہ میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ وہ لڑکا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: حجاج نے جو کچھ تمہارے باپ کا چھینا ہے۔ اس کی فہرست تیار کر کے مجھے دو۔ اس نے فہرست بنا کر آپ کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے تمام چیزیں اور مال واپس کرنے کا حکم دیا۔ اور پھر یہ حکم بھی دیا کہ یہ باندی بھی اسی کے حوالے کر دو۔ اس لڑکے سے آپ نے کہا: یہ باندی بھی لے جاؤ تمہاری ہے۔ لیکن اس کو اپنے کام میں نہ لانا۔ شاید تمہارے باپ نے اس سے خلوت کی ہو اور جس سے باپ نے خلوت کی ہو وہ بیٹے کے لیے جائز نہیں۔ لڑکے نے کہا: امیر المومنین! یہ باندی آپ رکھ لیں۔ آپ نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ لڑکے نے کہا: آپ اسے خرید لیں۔ آپ نے فرمایا: اگر میں ایسا کروں گا تو ان لوگوں میں میرا شمار نہیں کیا جائے گا جن کے متعلق کہا گیا ہے:

﴿ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ ﴾ (نازعات: ۷۹/۳۹)

"اور نفسانی خواہشات سے رک گیا"

جس وقت یہ نوجوان وہاں سے واپس لوٹا باندی اس کے ہمراہ تھی۔ باندی نے سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ سے خطاب کر کے کہا: امیر المومنین! آپ کو مجھ سے عشق تھا وہ کہاں گیا؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنی جگہ پر ہے بلکہ پہلے سے زیادہ ہے۔ اس باندی کا عشق آپ کو مرتے دم تک رہا لیکن خوف الٰہی کا وہ عالم تھا جو تم نے پڑھ لیا۔ [1]

ابو بکر بن محمد بن داؤد ظاہری جو مختلف علوم وفنون، فقہ و حدیث، تفسیر و ادب کے ایک زبردست مشہور و معروف عالم تھے ان کا عشق مشہور ہے۔ نفطو یہ کہتے ہیں: ان کے مرض موت کے وقت میں ان کے پاس گیا۔ ان کی حالت دیکھ کر میں نے کہا: آپ کا یہ حال کیوں ہو گیا؟ انہوں نے کہا: جس نے مجھ سے پڑھا ہے اس کی محبت نے میرا یہ حال کر دیا ہے۔ میں نے کہا: جب تم اپنے معشوق سے فائدہ اٹھا سکتے ہو تو پھر کیوں فائدہ نہیں اٹھاتے؟ اس نے جواب دیا: فائدہ اٹھانے کی دو صورتیں ہیں نظر مباح اور نظر حرام۔ نظر مباح نے تو میرا یہ حال کر دیا ہے۔ اور نظر حرام سے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی وجہ سے بچتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ عَشِقَ وَكَتَمَ وَعَفَّ وَصَبَرَ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَدَخَلَهُ الْجَنَّةَ)) [2]

"جو شخص کسی پر عاشق ہو گیا اور اس نے اپنے عشق کو چھپایا اور پاکدامن رہا اور صبر کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا اور اسے جنت میں داخل کرے گا۔"

اس کے بعد انہوں نے یہ شعر پڑھے:

اُنْظُرْ اِلَى السِّحْرِ يَجْرِىْ فِىْ لَوَاحِظِهٖ ۔۔۔ وَانْظُرْ اِلٰى دَعَجٍ فِىْ طَرْفِهِ السَّاجِىْ

"ذرا سحر کی طرف دیکھو کہ وہ اپنی آخری جھلکیاں لے کر جا رہی ہے۔ اور معشوق کے سیاہ بڑے بڑے دیدے دیکھ کر وہ اپنی جگہ ساکن ہیں۔"

وَانْظُرْ اِلٰى شَعَرَاتٍ فَوْقَ عَارِضِهٖ ۔۔۔ كَاَنَّهُنَّ نِمَالٌ دَبَّ فِىْ عَاجِ

"اور ان بالوں کو دیکھو جو اس کے رخساروں پر ہیں گویا ہاتھی کے دانت پر چیونٹیاں

---

[1] حلیۃ الاولیاء لابی نعیم (۵/ ۲۶۰) اس کی سند میں کذاب راوی ہے۔

[2] یہ روایت موضوع و من گھڑت ہے دیکھئے الضعیفۃ (۴۰۹) تفصیل آگے آئے گی۔

بکھری ہوئی ہیں۔"

اس کے بعد انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

مَا لَهُمْ اَنْكَرُوْا سَوادًا بِخَدَّيْهِ وَلَا يُنْكِرُوْنَ وَرْدَ الْغُصُوْنِ

"اس کے رخساروں پر سیاہی نکلی ہے اس سے لوگ انکار نہیں کر سکتے۔ اور ٹہنیاں نکل آئی ہیں اس سے بھی انکار نہیں کر سکتے۔"

اِنْ يَكُنْ عَيْبُ خَدِّه بَرْدَ الشَّعْرِ
فَعَيْبُ الْعُيُوْنِ شَعْرُ الْجُفُوْنِ

"اگر رخساروں پر بال اگنا کوئی عیب ہے تو پھر پلکوں کے بال بھی آنکھوں کے عیب ہیں۔"

نفطویہ نے کہا: آپ فقہ میں تو قیاس کو ناجائز کہتے ہیں اور اشعار میں قیاس کو جائز رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا: غلبہ عشق اور معشوق کی خوبروئی اوحسن کا یہ اثر ہے کہ اس نے مجھے قیاس پر مجبور کر دیا ہے۔ اس کے بعد وہ اسی رات انتقال کر گئے۔ اسی معشوق کے عشق کی وجہ سے انہوں نے کتاب "الزھرہ" لکھی ہے اور انہی کا یہ قول ہے "جو آدمی محبوب کی جانب سے مایوس ہو اور وہ اسی وقت نہ مر گیا تو محبت اسے تازیانے لگاتی رہے گی۔"

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب محبت کا پہلا وار ہوتا ہے آدمی اس کے لیے پوری طرح مستعد نہیں ہوتا لیکن جب قلب پر اس کا دوبارہ وار ہوتا ہے وہ اسے روند ڈالتا ہے۔

انہی ابوبکر بن محمد بن داؤد ظاہری اور ابوالعباس ابن سریج کے درمیان وزیر ابوالحسن علی بن عیسیٰ کے روبرو ایلاء کے ایک مسئلہ میں مناظرہ ہوا۔ اثناء گفتگو میں کوئی بات زیر بحث آ گئی تو ابن سریج کہنے لگے: آپ کہتے ہیں جن لوگوں کی نگاہ زیادہ گھومتی ہے ان کی حسرتیں زیادہ ہوتی ہیں۔ کیا یہ آپ فقہ کے ساتھ مذاق نہیں کر رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں آج بھی اسی پر قائم ہوں اور کہتا ہوں:

اُنَزِّهُ فِيْ رَوْضِ الْمَحَاسِنِ مُقْلَتِيْ
وَاَمْنَعُ نَفْسِيْ اِذَا تَنَالُ مُحَرَّمَا

"حسن کی کیاریوں میں میں نے اپنی آنکھوں کے دیدوں کو پاک رکھا اور اپنی جان کو حرام تک جانے سے روک لیا۔"

وَاَحملُ مِنْ ثَقْلِ الْهَوٰی مَا لَوْ اَنَّهٗ يَصُبُّ عَلٰى الصَّخرِ الْاَصَمّ تَهَدَّمَا

''اور میں محبت کا ایسا بھار گراں اٹھا رہا ہوں کہ اگر یہ سخت سے سخت پتھر پر آ گرے تو وہ بھی پارہ پارہ ہو جائے۔''

وَيَنْطِقُ طَرفِي عَنْ مُتَرْجِمِ خَاطِرِيْ فَلَوْ لَا اخْتِلَاسِيْ وَدَه لَتَكَلَّمَا

''میری نوک زبان میرے دل کی ترجمانی کرتی ہے اگر یہ اس کی محبت میں مبتلا نہ ہوتا تو اس سے باتیں کرنے لگتا۔''

رَأَيْتُ الْهَوٰى دَعْوٰى مِنَ النَّاسِ كُلِّهِمْ
فَلَسْتُ اَرٰى وُدًّا صَحِيْحًا مُسَلَّمَا

''میں دیکھتا ہوں تمام لوگ محبت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن میں ان کی محبت کو صحیح سالم نہیں دیکھتا۔''

اس پر ابو العباس بن سریج نے کہا: تم کس بات پر میرے سامنے اترا رہے ہو؟ میں بھی کچھ کہہ سکتا ہوں، لیجیے سنیے:

وَمَطَاعِمُهٗ كَالشَّهْدِ فِيْ نَغَمَاتِهٖ قَدْبِتُّ اَمْنَعُهٗ لَذِيْذَ سِنَاتِهٖ

''اس کے نغموں میں شہد کی سی چاشنی ہے اور میں نے اس طرح رات گزاری کہ ساری رات اس کی لذیذ آوازیں سنتا رہا۔''

بِصَبَابَةٍ وَبِحُسْنِهٖ وَحَدِيْثِهٖ وَاُنَزِّهُ اللَّحَظَاتِ عَنْ وَجَنَاتِهٖ

''اس کی محبت کی وجہ سے اس کے حسن اور اس کی باتوں کی وجہ سے اور میں نے اس کے رخساروں کی طرف نگاہ کرنے سے اپنے کو پاک رکھا۔''

حَتّٰى اِذَا مَا الصُّبْحُ لَاحَ عَمُوْدُهٗ
وَلّٰى بِخَاتَمِ رَبِّهٖ وَبَرَاتِهٖ

''یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاریاں ظاہر ہوگئیں تو میں اپنے پروردگار کا حکم نامہ بخشش اور برائت نامہ لے کر واپس لوٹا۔''

یہ سن کر ابوبکر بن محمد بن داؤد ظاہری بولے: تم جو کچھ کہہ رہے ہو۔ وزیر صاحب سن رہے ہیں، وزیر صاحب آپ ان کے اس قول پر دو گواہ رکھیں۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ پروردگار کے حکم نامہ بخشش اور اس کی برائت کے وہ مالک ہیں۔ ابن سریج نے کہا: جو الزام آپ مجھے دے رہے ہیں

وہی الزام آپ کے کلام سے آپ پر بھی ہے' آپ کہتے ہیں:

اَنْزِهُ فِی رَوْضِ الْمَحَاسِنِ مُقْلَتِیْ وَامْنَعُ نَفْسِی اَنْ تَنَالَ مُحَرَّمًا

وزیر صاحب یہ بات سن کر ہنس پڑے اور کہنے لگے: آپ دونوں صاحبوں نے آج مجلس لطف وظرافت کو خوب گرم رکھا۔ بڑا لطف آیا یہ قصہ ابو بکر خطیب نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ [1]

ایک مرتبہ ابو بکر بن محمد بن داؤد کے پاس اشعار میں یہ استفتاء آیا:

یَا ابْنَ دَاوٗدَ یَا فَقِیْهَ الْعِرَاقِ اَفْتِنَا فِی قَوَاتِرِ الْاَحْدَاقِ

''اے ابن داؤد! اے فقیہ عراق ان لوگوں کے متعلق آپ ہمیں فتویٰ دیجیے جو چتونوں سے قتل کیا کرتے ہیں۔''

هَلْ عَلَیْهَا بِمَا اَتَتْ مِنْ جُنَاحٍ اَمْ حَلَالٌ لَهَا دَمُ الْعُشَّاقِ؟

''آپ کی رائے میں وہ کچھ گنہگار ہوتے ہیں یا معشوق کے لیے عشاق کا خون حلال ہے؟''

اس کا جواب انہوں نے انہی دو بیتوں کے نیچے یہ لکھا:

عِنْدِیْ جَوَابُ مَسَائِلِ الْعُشَّاقِ
فَاسْمَعْهُ مِنْ قَرِحِ الْحَشَامُشْتَاقِ

''عشاق کے مسائل کا جواب میرے نزدیک یہ ہے زخم ہائے درون سے بشوق سنو۔''

لَمَّا سَئَلْتَ عَنِ الْهَوٰی هَیَّجْتَنِیْ
وَاَرَقْتَ دَمْعًا لَمْ یَکُنْ بِمُرَاقِ [2]

''تو نے محبت کے بارے میں سوال کر کے مجھے ہیجان میں ڈال دیا۔ اور وہ آنسو جو ابھی بہے نہ تھے وہ بھی تو نے بہا دیئے۔''

اِنْ کَانَ مَعْشُوْقًا یُعَذِّبُ عَاشِقًا
کَانَ الْمُعَذَّبُ اَنْعَمَ الْعُشَّاقِ

''اگر کسی عاشق کو معشوق تکلیف پہنچاتا ہے تو یہ ستم رسیدہ سب سے زیادہ لطف اندوز

---

[1] تاریخ بغداد (۵/ ۲۶۲)

[2] ان اشعار کے بعد مصنف ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ نے اور بہت سے اشعار اور ایک قدیم کہانی عاشق و معشوق کے مر جانے کی کسی کتاب سے نقل کر دی ہے۔ چوں کہ اس کا تعلق تمام تر عربی شاعری اور ادب سے ہے اور اس فصل کے مضمون کے لیے غیر ضروری ہے۔ اس لیے ترجمہ میں اسے چھوڑ دیا گیا۔

عاشق ہو گا۔"

اگر عشق کے بارے میں اور کچھ نہیں تو صرف ایک حدیث جو مختلف اسناد بیان کرتے ہیں پیش کر دی جائے تو عشق کی اجازت اور رخصت کے لیے کافی ہے۔ تم نے عشق کے بارے میں جس قدر سختی بیان کی ہے وہ سختی تو ہے مگر سوید بن سعید کی حدیث کہ:

((سُوَيْدٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مِسْهَرٍ عَنْ أَبِي يَحْيٰى الْقَتَّاتِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا مَنْ عَشِقَ وَعَفَّ وَكَتَمَ فَمَاتَ فَهُوَ شَهِيْدٌ)) [1]

"سوید علی سے وہ علی بن مسہر سے وہ ابو یحییٰ سے وہ مجاہد سے اور مجاہد سیدنا عبداللہ بن عباس سے مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں، جو کسی پر عاشق ہو گیا اور پاکدامن رہا اور اپنے عشق کو چھپایا جس سے وہ مر گیا تو وہ شہید ہے۔"

یہ روایت سوید بن سعید نے ابن مسہر عن ہشام ابن عروہ، عن ابیہ، عن عائشہ بھی روایت کی ہے اور اسے مرفوع کہا ہے۔ یہی روایت خطیب نے بروایت الازہری، عن المعانی بن زکریا، عن عطیۃ، عن ابن الفضل، عن احمد بن مسروق عنہ بیان کی ہے۔ اور بروایت زبیر بن کبار عن عبدالعزیز الماجشون، عن عبدالعزیز بن ابی حازم، عن ابن ابی نجیح عن مجاہد عن ابن عباس بھی مروی ہے۔ مذکورہ بالا اسانید سے حدیث مذکورہ بالا مروی ہے جو عشق کی رخصت کے لیے کافی ووافی ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ جو سید الاولین والاخرین اور رب العالمین کے رسول و پیغمبر ہیں، جب آپ کی نگاہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش رضی اللہ عنہ پر پڑی تو فرمایا:

سبحان مقلب القلوب (پاک ہے دلوں کو لوٹ پھیر کرنے والی ذات)

اس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کے نکاح میں تھیں جو آپ کے غلام تھے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے انہیں طلاق دینے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اتق الله و أمسك عليك زوجك (اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو روکے رکھو۔)

لیکن جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے طلاق دے دی تو خود خدائے قدوس نے عرش پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح آں حضرت ﷺ سے پڑھا دیا۔ ولایتِ نکاح کے تمام امور خود خدائے قدوس نے انجام دیے اور اپنے پیغمبر پر اس نے یہ آیت اتاری۔

﴿وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ

[1] یہ روایت موضوع ہے۔ (الضعیفہ: ۴۰۹)

اللّٰهَ وَ تُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ﴾

(الاحزاب: ۳۳/۳۷)

''اے پیغمبر! اس بات کو یاد کرو جب تم اس شخص کو سمجھاتے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا اور تم بھی اس پر احسان کرتے رہے کہ اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رہنے دو، اور اللہ سے ڈرو، اور تم اپنے دل میں چھپاتے تھے جسے آخر کار اللہ ظاہر کرنے والا تھا، اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے اور اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔''

حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے۔ ان کی ننانوے بیویاں تھیں۔ ایک اور عورت سے انہیں عشق ہو گیا تو انہوں نے اس سے بھی نکاح کر لیا اور سو عورتیں پوری کر لیں۔

امام زہری کہتے ہیں: اسلام میں سب سے پہلی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ عائشہ صدیقہ سے تھی۔ ①

امام مسروق رحمہ اللہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حبیبة رسول الله کہا کرتے تھے۔ ②

ابو القیس مولیٰ عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں: مجھے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہ بات دریافت کرنے کے لیے بھیجا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں اپنی بیویوں کا بوسہ لیا کرتے تھے یا نہیں؟ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تو فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں میرا بوسہ لیا کرتے تھے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ لیتے تو قابو سے باہر ہو جاتے تھے۔ ③

سعید بن ابراہیم عامر بن سعد سے بیان کرتے ہیں اور وہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ سیدنا جبریل روزانہ براق پر سوار ہو کر سیدنا ابراہیم کی ملاقات کے لیے آیا کرتے تھے۔ سیدنا جبریل کو آپ سے انتہا درجہ محبت تھی اور آپ کی ملاقات کے بغیر انہیں چین نہیں آتا تھا۔ ④

---

① حلیة الاولیاء (۲/ ۴۴) موضوع الولید بن محمد الموقری متروك راوی هے۔ الموضوعات لابن الجوزی (۲/ ۲۶۷) ② حلیة الاولیاء (۲/ ۴۴) الاصابة (۴/ ۳۶۰) مستدرك حاكم (۴/ ۸۔۷) من قول مصعب بن سعد ③ مسند احمد (۶/ ۳۱۷) السنن الکبری للنسائی (۳۰۷۲، ۳۰۷۳) معانی الآثار للطحاوی (۱/ ۳۴۶) اسناده ضعیف۔ موسیٰ بن علی راوی متکلم فیہ ہے۔ اس کے الفاظ ہیں ''لعله ان كن لايتمالك عنها صبا'' شاید کہ آپ ان کی محبت کی وجہ سے ایسا کرتے ہوں۔

④ روضہ المحبین (ص: ۱۷۰) اس کی سند میں واقدی کذاب و متروک ہے۔

خرائطی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ نے ایک رومی جاریہ خریدی تھی۔ اس سے آپ کو انتہا درجہ محبت تھی۔ ایک دن وہ خچر پر سے گر پڑی تو آپ دوڑے اور اس کے چہرے پر سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمانے لگے: میں تم پر فدا ہو جاؤں اس کے بعد آپ اس کا منہ چومنے لگے۔ یہ رومی جاریہ اکثر آپ کی شان میں کہا کرتی تھی:

((يَا بَطْرُوْنَ أَنْتَ قَالُوْنَ)) ''اے میرے مولیٰ آپ بڑے اچھے آدمی ہیں۔''

اس کے کچھ دنوں بعد وہ بھاگ نکلی جس سے آپ کو سخت صدمہ ہوا۔ اور فرمانے لگے:

قَدْ كُنْتُ أَحْسِبُنِيْ قَالُوْنَ فَانْصَرَفَتْ فَالْيَوْمَ أَعْلَمُ أَنِّيْ غَيْرُ قَالُوْنِ

''اپنے آپ کو واقعی میں اچھا آدمی سمجھتا تھا لیکن وہ بھاگ گئی تو آج میں یہ سمجھا کہ میں آدمی نہیں ہوں۔''

حقیقی محبت

ایک شخص سیدنا عمر فاروقؓ سے کہنے لگا: امیر المومنین! میں نے اتفاق سے ایک عورت کو دیکھ لیا ہے اور اس پر عاشق ہو گیا ہوں۔ آپ نے جواب دیا ذالك مالا يملك (یہ وہ چیز ہے جو بندے کے اختیار سے باہر ہے) فالجواب وبالله التوفق! اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس بارے میں کلام کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ جائز' نافع اور مضر' ناجائز محبت میں فرق و امتیاز کر لیا جائے۔ صرف عشق و محبت بحیثیت عشق و محبت کے نہ موجب مدح و قبول ہے اور نہ قابل مذمت و انکار ہے۔ یہاں ہم محبت نافع و جائز اور حرام و ناجائز کو واضح کر دینا چاہتے ہیں۔

سمجھ لینا چاہیے کہ مطلقاً نافع ترین' واجب ترین اعلیٰ و اجل محبت اس ذات کی محبت ہے جس کی محبت انسان کی فطرت و جبلت میں داخل ہے۔ اسی محبت سے زمین و آسمان قائم ہیں اور یہ محبت ساری مخلوق کی فطرت میں داخل ہے۔ اور یہی محبت کلمہ شہادت اشهد ان لا اله الا الله کا اصل راز ہے۔ الہ یا اللہ وہ ذات ہے جس سے محبت کی جا سکتی ہے۔ جس کا اجلال و تعظیم کی جا سکتی ہے۔ جس کے سامنے ذلت و خاکساری خضوع و خشوع کے ساتھ عبادت کی جا سکتی ہے۔ اور ظاہر ہے عبادت صرف ایک ہی صحیح ہے کہ اس وحده لا شريك ہی کی عبادت کی جائے اور عبادت اس کا نام ہے کہ خضوع و ذلت کے اظہار کے ساتھ اس سے محبت کی جائے۔ اس عبودیت میں کسی کو شریک بنانا عظم ترین ظلم ہے اور ایسا ظلم کہ اللہ کبھی معاف نہیں کر

سکتا۔ اگر کسی اور سے محبت کی جا سکتی ہے تو ذات الٰہی کی محبت کے ضمن میں کی جا سکتی ہے۔

اللہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی محبت کے وجوب پر ساری آسمانی کتابیں اور تمام انبیاء کرام کی دعوت دلالت کرتی ہے اور وہ فطرت دلالت کرتی ہے جس پر اللہ نے اپنے بندوں کو پیدا کیا ہے اور وہ عقلیں دلالت کرتی ہیں جو انسان کے اندر خصوصی ترکیب کے ساتھ پیدا کی گئی ہیں۔ اور وہ نعمتیں دلالت کرتی ہیں جو اللہ نے اپنے بندوں پر نازل کی ہیں۔ کیونکہ یہ انسانی فطرت ہے کہ اس پر جو احسان کرے اسے نوازے اس سے محبت کرے اور اسی وجہ سے اس ذات کی محبت نہایت اہم ہے۔ انسان پر جس قدر بھی احسانات ہیں وہ اسی کے احسانات ہیں۔ اگر مخلوق اس پر جو احسانات کرتی ہے وہ بھی اس وحدہ لا شریك ہی کے احسانات ہیں۔ جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْأَرُونَ ۝ ﴾ (نحل: ۱۶/۵۳)

"اور جو نعمت بھی تم کو پہنچتی ہے اللہ کی جانب سے ہے اور پھر جب تم کو کوئی ضرر و تکلیف پہنچتی ہے تو تم اسی کی طرف فریاد کرتے ہو۔"

عشق ومحبت کے حقیقی دواعی:

عشق ومحبت کے اصل دواعی دو ہیں: (۱) جلال (۲) جمال۔ یہ دونوں امر علی الاطلاق بدرجۂ اتم صرف ذات الٰہی کے اندر پائے جاتے ہیں دوسرے کسی کے اندر نہیں پائے جاتے۔ اللہ جمیل ہے اور جمال کو محبوب رکھتا ہے بلکہ ہمہ قسم جمال اسی کیلئے ہے اور اسی کی جانب سے ہے اور اسلیے من کل الوجوہ اسی کی ذات محبت کی مستحق ہے کوئی دوسرا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ ﴾ (ال عمران: ۳/۳۱)

"اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو تم میری تابعداری کرو اللہ تم سے محبت رکھے گا۔ اور تمہارے تمام گناہ معاف فرما دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔" اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ ۝ ﴾ (مائدہ: ۵/۵۴)

''مسلمانو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین کو چھوڑ دے تو اللہ ایسے لوگ لے آئے گا جن کو وہ محبوب رکھتا ہوگا اور وہ اس کو محبوب رکھتے ہوں گے۔''

توحید فی المحبت:

ولایت وموالات کی اصل محبت ہے اور محبت کے بغیر موالات پائی نہیں جاسکتی۔ جس طرح کہ عداوت کی اصل بغض ونفرت ہے اور بغض ونفرت کے بغیر عداوت نہیں پائی جاسکتی۔

اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ولی ہے اور ایمان والے اللہ کے اولیاء ہیں۔ ایمان والے اللہ سے موالات رکھتے ہیں۔ اس لیے وہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں اور اللہ ان سے موالات کرتا ہے اس لیے ان سے محبت کرتا ہے۔ پس اللہ اپنے بندوں سے اسی قدر محبت کرتا ہے جس قدر وہ اللہ سے موالات کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر دوسرے سے موالات کرنے والوں سے اللہ خفا اور ناراض ہوتا ہے۔ بخلاف اللہ کے دوستوں کی محبت کے کہ یہ دوسری چیز ہے کیونکہ اللہ کے دوستوں سے موالات ومحبت کرنے والے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے سے محبت نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں سے محبت وموالات کرنا اللہ ہی سے محبت وموالات کرنا ہے۔ اللہ ان لوگوں سے خفا اور ناراض ہوتا ہے جو دسروں کو اللہ کی محبت میں اللہ کا ہمسر بنا لے اور اللہ خبر دیتا ہے کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ دوسروں کو اللہ کا شریک بناتے ہیں:

﴿ يُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۗ ○ ﴾

(بقرہ: ۲/۱۶۵)

''وہ ان (معبودان باطلہ) سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے محبت کی جاتی ہے اور ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں''

اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو لوگ اپنے بنائے ہوئے شریکوں اور مثیلوں کو اللہ کی محبت کے برابر بنادیتے ہیں وہ بھی جہنم میں جائیں گے۔ یہ لوگ اپنے معبودان باطل سے کہیں گے:

﴿ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ ﴾

(شعراء: ۲۶/۹۷،۹۸)

''قسم اللہ کی! ہم تو صریح گمراہی میں تھے جب کہ تمہیں رب العالمین کے برابر سمجھ بیٹھے تھے''۔

واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے اپنے رسول اور پیغمبر اسی لیے بھیجے ہیں کہ توحید فی المحبت کی لوگوں کو تعلیم دیں اور اپنی ساری کتابیں بھی اسی غرض سے نازل فرمائی ہیں۔

ابتداء سے لے کر آخر تک جس قدر بھی رسول اور پیغمبر آئے اسی توحید فی المحبت کی دعوت کی غرض سے آئے اور اسی توحید فی المحبت ہی کے لیے آسمان، زمین، جنت، دوزخ پیدا کیے ہیں۔ جنت اللہ نے اپنی توحید والوں کے لیے بنائی ہے اور اس محبت میں کسی دوسرے کو اللہ کا شریک قرار دینے والے کو مشرک کہا اور مشرکوں کے لیے جہنم بنائی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا:

((لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یَکُوْنَ هُوَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ)) ①

''اس وقت تک بندہ مؤمن نہیں جب تک کہ رسولؐ اسے اپنی اولاد اپنے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔''

جب رسول اللہ کی محبت کے متعلق یہ حکم ہے تو پھر پروردگار جل جلالہ کی محبت کے متعلق کیا ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمر بن خطابؓ سے فرمایا:

((لَا حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْكَ مِنْ نَفْسِكَ)) ②

''نہیں تم مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک اپنی جان سے بھی زیادہ تم مجھے محبوب نہ رکھو''

جب رسول اللہ ﷺ کی محبت اور لوازم محبت کا یہ حکم ہے تو پھر رب العالمین جل جلالہ و تقدست اسماؤہ وصفاؤہ وتبارک اسمہ وتعالٰی ولا الہ غیرہ کی محبت وعبادت کا کیا حکم ہوگا؟ سب سے زیادہ اس کی محبت کیوں اقدم نہ ہوگی؟ بندوں کے پاس اللہ کی جانب سے جو کچھ پہنچ رہا ہے وہ اس امر کی دعوت دے رہا ہے کہ اللہ ہی سے محبت کی جائے۔ اور جس سے اللہ محبت کرتا ہے اسی سے محبت کی جائے اور جس سے اللہ کراہت ونفرت کرتا ہے اس سے کراہت ونفرت کی جائے۔

اللہ کی عطیات اور رکاوٹیں، عافات اور ابتلائیں، قبض وبسط، عدل وفضل، مارنا وزندہ کرنا، لطف وکرم، رحمت واحسان، ستر پوشی وعفو حلم وصبر، اجابت دعاء، دفع کرب وتکالیف، مصیبت زدوں کی اعانت وامداد اس کی یہ ساری مہربانیاں اور بلاغرض مہربانیاں ہیں۔ حالانکہ وہ بندوں سے من الوجوہ مستغنی اور بے پروا ہے۔ یہ تمام باتیں انسان کو اس امر کی دعوت دے رہی ہیں

① صحیح بخاری۔ کتاب الایمان۔ باب حب الرسول ﷺ من الایمان۔ (حدیث۔۱۴، ۱۵)
صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب وجوب محبته رسول اللہ ﷺ (حدیث۔۴۴۰)

② صحیح بخاری۔ کتاب الایمان والنزور۔ باب کیف کانت یمینی النبی ﷺ (حدیث۔۶۶۳۲)

کہ عبادت و محبت صرف اللہ ہی کی اور اللہ ہی سے کی جائے۔ بلکہ اس نے اپنے بندوں کو معصیت و نافرمانی کی جو قوت دے دی ہے اسی سے معصیت کے اسباب مہیا کر دیتا ہے۔ پھر بھی ان کی ستر پوشی کرتا ہے اور بندے جب تک اپنی خواہشات پوری کر لیتے ہیں اس وقت تک ان کی محافظت و نگرانی کرتا ہے۔ بندے معصیت و نافرمانی کرتے ہیں اور اپنی خواہش پوری کرتے ہیں پھر بھی وہ ان کی اعانت و امداد کرتا ہے اور انہیں اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ یہ تمام امور متقاضی ہیں کہ بندے صرف اللہ ہی سے محبت کریں۔ اگر ایسا سلوک بلکہ اس سے بھی کم تر درجہ کا سلوک بھی انسان کے ساتھ کوئی دوسرا کرے تو کوئی شخص اپنے دل میں ایسے آدمی کے ساتھ محبت باقی نہیں رکھ سکتا۔ پس بندے کامل جمعیت خاطر کے ساتھ ہمہ تن اس ذات سے محبت کیوں نہ کریں جو ہمہ قسم کی نافرمانیوں اور گناہوں کے بعد بھی اپنے بندوں کے ساتھ احسان کرتی ہے؟ اور بندوں کو ہر ہر سانس اس کے احسانات سے گراں بار ہے اور خیر و فلاح کی تمامتر برکتیں اسی کی جانب سے اترتی ہیں۔ بندوں کا شر اور بدعملی دیکھتا ہے پھر بھی اسے نعمتیں دیتا ہے اور نعمتیں دے کر خوش ہوتا ہے اور اللہ تو ان سے بالکل مستغنی اور بے پرواہ ہے۔ بندے گناہ اور نافرمانی کرتے ہیں اور اس سے بغض و عناد کا ثبوت دیتے ہیں حالانکہ بندے ہر حال میں اللہ کے محتاج ہیں۔ پھر بھی بندوں کے گناہ اور معصیت' اللہ کی خیر' اللہ کے احسانات و انعامات کو نہیں روکتے۔ بندوں کی شومئی اعمال اور نحوستِ عصیاں رب العالمین کے احسانات کو بند نہیں کر دیتی۔ پس وہ قلوب جو اس شان و شوکت والے پروردگار سے محبت نہ کریں بلکہ دوسروں سے محبت کریں وہ کس قدر منحوس و مشوم ہوں گے؟

اللہ اور بندے کی محبت کا فرق:

اگر کوئی کہے کہ آدمی تم سے محبت کرتا ہے یا تم اس سے محبت کرتے ہو' تو اپنی اپنی اغراض کی بنا پر کرتے ہو' لیکن رب العالمین اپنی غرض سے نہیں تمہارے لیے اور تمہاری ہی غرض کے لیے تم سے محبت کرتا ہے' جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں ہے:

((عَبْدِی کُلٌّ یُرِیْدُكَ لِنَفْسِهٖ' وَاَنَا اُرِیْدُكَ لِنَفْسِكَ)) [1]

"میرے بندے! ہر شخص تجھے اپنے لیے چاہتا ہے اور میں تجھے تیرے لیے چاہتا ہوں۔"

پس بندوں کو شرم آنی چاہیے کہ اس شان والے پروردگار سے وہ اعراض کرتے ہیں اور

[1] لم اقف علیه

دوسروں سے محبت کرتے ہیں اور اللہ کے سوا دوسروں کی محبت میں غرق اور محو رہتے ہیں۔

نیز یہ کہ مخلوق میں سے کوئی بھی تم سے اس وقت تک بھلائی اور اچھا معاملہ نہیں کرتا جب تک کہ وہ اپنا فائدہ نہ سوچ لے لیکن رب العالمین کی شان یہ ہے کہ تمہارے ہی فائدہ کے لیے اور تمہاری ہی بھلائی کے لیے تمہارے ساتھ بھلائی اور اچھا معاملہ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ تمہیں بڑے سے بڑا فائدہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ نفع پہنچے' نیکی کرو تو ایک درہم کے عوض دس اور دس سے لے کر سات سو تک اور اور اس سے بھی زیادہ تمہیں نفع ملے اور اگر گناہ کرو تو ایک کے بدلہ میں ایک ہی سزا دے اور توبہ کرو تو یہ بھی معاف کر دے۔

نیز حق سبحانہ وتعالیٰ نے تم کو صرف اپنی ذات کے لیے پیدا کیا ہے اور ساری خدائی دنیا اور آخرت تمہارے لیے پیدا کی ہے۔ اب بتاؤ محبت کس سے کی جائے؟ اور کس کی رضاء مندی ورضاء جوئی کے لیے جدوجہد کی جائے؟

نیز تمہارے مقاصد ومطالب کی بلکہ ساری مخلوق کے مقاصد ومطالب کی کنجیاں اس کے پاس ہیں اور وہ سب سے بڑا ''جواد'' سب سے بڑا ''کریم'' ''ورحیم'' اور سب سے بڑا سخی ہے۔ سوال کرنے سے پہلے بندوں کو نوازتا ہے اور بندوں کی امیدوں سے زیادہ ان کو دیتا ہے۔ بندوں کے قلیل سے قلیل عمل سے وہ خوش ہوتا ہے اور اسے بڑھا دیتا ہے۔ بندوں کی خطاؤں لغزشوں کو معاف کرتا ہے اور محو کر دیتا ہے۔ آسمانوں اور زمینوں کی ساری مخلوق اس کے سامنے اپنی احتیاجات وضروریات پیش کرتی ہے اور اس کی شان ہی کچھ عجیب وغریب ہے۔ کل یوم هو فی شان وہ سب کی سنتا ہے سب کو دیتا ہے کسی کو بھول نہیں جاتا۔ سائلین کی کثرت نہ اسے پریشان کرتی ہے نہ اسے اس سے کوئی مغالطہ ہوتا ہے۔ وہ الحاح وزاری کرنے والوں سے نہ اکتاتا ہے نہ تھکتا ہے بلکہ زیادہ الحاح وزاری کرنے والوں کو زیادہ محبوب رکھتا ہے اور زیادہ چاہتا ہے اور مانگنے والوں سے خوش ہوتا ہے۔ اور جو مانگنے اور سوال کرنے سے جان چرائے اس پر خفاء اور ناراض ہوتا ہے۔ ایسے موقعوں پر وہ شرماتا ہے جہاں بندہ نہیں شرماتا اور پھر بھی اس کی ستر پوشی کرتا ہے اور ایسی ستر پوشی کہ بندہ خود اپنی ستر پوشی بھی اس طرح نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے بندوں کو اپنے عطیات وانعامات' احسانات ومواہب' بخششوں اور رضاء مندیوں کی طرف پکار پکار کر بلاتا ہے لیکن بندے دور بھاگتے ہیں۔ اور جب بندے دور بھاگتے ہیں تو اس نے اپنے رسول اور پیغمبر ان کے پاس بھیجے کہ وہ ان کو بلائیں اور منائیں اور اپنا عہد اور معاہدہ

ان رسولوں اور پیغمبروں کے ساتھ بھیجا کہ ان کے سامنے پیش کریں۔ اور اس کی طرف بلائیں اور پھر صرف یہی نہیں بلکہ وہ خود نیچے اتر کر بندوں کی طرف آتا ہے اور کہتا ہے:

((مَنْ یَسْئَلُنِی فَاُعْطِعه مَنْ یَسْتَغْفِرُنِی فَاَغْفِرَلَهٗ)) ①

''مجھ سے کون مانگتا ہے؟ میں اسے دوں' مجھ سے کون مغفرت چاہتا ہے؟ میں اس کی مغفرت کروں؟'' جیسا کہ کہا جاتا ہے:

﴿اَدْعُوْكَ لِلْوَصْلِ فَتَاْبٰی اَبْعَثُ رُسُلِیْ فِی الطَّلَبِ اُنْزِلَ اِلَیْكَ بِنَفْسٍ اَلْقَاكَ فِی النَّوْمِ﴾

''میں تجھے وصل کیلئے بلاتا ہوں لیکن تو انکار کرتا ہے۔ تجھے بلانے کیلئے رسول اور پیغمبر بھیجے۔ میں خود اتر کر تیرے پاس آیا۔ نیند میں آ کر میں نے تجھ سے ملاقات کی۔''

پس انسانی قلوب اللہ کی ذات سے محبت کیوں نہ کریں؟ کہ وہ ایسی ذات ہے کہ اس کے سوا بندوں پر کوئی احسان کرنے والا' برائیوں کو رفع کرنے والا' بندوں کی دعاء قبول کرنے والا' گناہوں کا بخشنے والا' عیوب کی ستر پوشی کرنے والا' تکالیف و مصائب دور کرنے والا' مصیبت زدوں کی امداد کرنے والا' حاجت مندوں کی حاجتیں پوری کرنے والا کون ہوسکتا ہے۔ اللہ ہی ذکر و شکر' حمد وثنا کا مستحق ہے اور بس وہی حقدار ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں۔ وہی تو ہے جو مدد مانگنے والوں کی نصرت وامداد کرتا ہے۔ مملوکوں اور غلاموں پر سب سے زیادہ مہربان ہے۔ طلب کرنے والوں کے لیے سب سے بڑا سخی ہے اور دینے والوں میں سب سے بڑا دینے والا ہے۔ رحم کی درخواستیں کرنے والوں پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ مانگنے والوں پر سب سے زیادہ کرم اور بخشش کرنے والا ہے۔ التجاء کرنے والوں کی سب سے زیادہ قدر کرنے والا ہے۔ اس پر توکل و اعتماد کرنے والوں کی کفالت کرنے والا ہے۔ بندوں پر ان کی ماؤں سے زیادہ مہربان ہے۔ بندوں کی توبہ سے وہ اس قدر خوش ہوتا ہے کہ کسی آدمی کی سواری گم ہوگئی جس پر اس کا کھانا' پینا' تمام سرمایہ اور مال ومتاع اور سروسامان لدا ہوا تھا' کسی مہلک سرزمین میں پہنچ کر اس کی سواری گم ہوگئی اور ہر چیز سے وہ محروم ہوگیا۔ بالآخر وہ زندگی سے تنگ آ گیا اور موت کا انتظار کرنے لگا اس حالت میں سواری اسے اصل حالت میں مل گئی جو خوشی اس حالت میں اس اونٹ والے کو حاصل ہوتی ہے توبہ کرنے والے سے اللہ اسی

---

① صحیح بخاری۔ کتاب التہجد۔ باب الدعاء والصلاة من آخر اللیل (حدیث۔۱۱۴۵) صحیح مسلم۔ کتاب صلاة المسافرین۔ باب الترغیب فی الدعاء والذکر فی آخر اللیل (حدیث۔۷۵۸)

طرح خوش ہوتا ہے۔ ①

اللہ وہ بادشاہ اور شہنشاہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں' اس کا کوئی مانند ومثیل نہیں' اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ اس کی اجازت اور حکم ہی سے اس کی اطاعت وعبادت کی جاتی ہے' اس کی نافرانی اس کے علم کے بغیر ناممکن ہے۔ اس کی عبادت کی جاتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے حالانکہ اطاعت اور عبادت کی توفیق وانعام اسی کی جانب سے ہے اور پھر بھی اگر نافرمانی کی جاتی ہے وہ مغفرت فرماتا ہے۔ اس کا حق ضائع کیا جاتا ہے پھر بھی وہ عفو ودرگزر کرتا ہے۔ وہ قریب ونزدیک والوں کا شاہد' محافظ' نگراں ہے۔ سب سے بڑا عہد وفاء کرنے والا' سب سے بڑا عادل اور سب سے بڑا منصف ہے۔ بندوں کے ساتھ ہے۔ بندوں کی پیشانیاں اور چوٹیاں اور ان کے اختیارات اس کے ہاتھ میں ہیں۔ سارے آثار اس نے لکھ رکھے ہیں' بندوں کی اجل اس کے قلم سے لکھی جا چکی ہے۔ یہی ذات اور صرف یہی ذات ایسی ہے کہ قلوب خواہ مخواہ اس کی طرف کھینچتے ہیں۔ ہر مخفی چیز اس کے سامنے ظاہر اور روشن ہے۔ اعلانیہ اور ظاہر' غائب اور منور چیزیں اس کے سامنے واضح اور روشن ہیں۔ ہر ایک اس کا محتاج ہے۔ ساری مخلوق اس کے نور کے سامنے جھکی ہوئی ہے۔ اس کی کنہہ وحقیقت معلوم کرنے سے دنیا عاجز اور قاصر ہے۔ فطرت اور دلائل دلالت کرتے ہیں کہ اس کا مثل' مانند' شبیہ' ممتنع اور محال ہے۔ ظلمتیں اس کے نور سے منور اور روشن ہیں۔ اور زمین وآسمان اس کے نور سے منور ہیں۔ ساری مخلوقات کو اس نے صالح بنایا۔ وہ سوتا نہیں اور سونا اس کے لیے سزاوار نہیں۔ قسط وعدل کا پلہ کبھی جھکا دیتا ہے کبھی اونچا کر دیتا ہے۔ بندوں کے رات کے اعمال دن نکلنے سے پہلے اور دن کے اعمال رات آنے سے پہلے اس کے سامنے پیش ہو جاتے ہیں۔ اس کا نور اس کا حجاب ہے اگر یہ حجاب اٹھا دیا جائے تو ساری مخلوق جل کر خاک ہو جائے۔ ②

مَا اعْتَاضَ بَاذِلُ حُبِّهِ لِسَوَاهُ مِنْ عِوَضٍ وَلَوْ مَلَكَ الْوُجُوْدَ بِأَسْرِهِ

''اللہ سے محبت کرنے والا جو معاوضہ پائے گا وہ معاوضہ کسی کو بھی نصیب نہ ہو گا اگر چہ وہ کل موجودات کا مالک ہی کیوں نہ بن جائے۔''

---

① صحیح بخاری۔ کتاب الدعوات۔ باب التوبۃ (حدیث۔۶۳۰۸، ۶۳۰۹) صحیح مسلم۔ کتاب التوبۃ۔ باب فی الحض علی التوبۃ (حدیث۔ ۲۷۴۴۔۲۷۴۷)

② صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب قولہ ﷺ ان اللہ لاینام ...... '' (حدیث۔۱۷۹)

فصل : ۱۱۰

دیدارِ الٰہی: محبت کی عظیم ترین نعمت

(بڑی سے بڑی نعمت دیدار الٰہی ہے اس کام کا سننا بھی بہت بڑی نعمت ہے۔ دنیا

کی لذتیں تین قسم کی ہیں' بہتر سے بہتر لذت وہ ہے جو آخرت کی لذت تک پہنچائے۔ بری لذت وہ ہے جو بندے کو آخرت کی لذت سے محروم کر دے۔)

یہاں ایک عظیم الشان امر ہے جس کی طرف ہر عقل مند کو توجہ کرنی چاہیے اور وہ یہ ہے کہ لذت و سرور' فرحت و مسرت اور بہجت روح دو چیزوں سے وابستہ ہے۔ ایک یہ کہ محبوب اور محبوب کا جمال کامل و اکمل ہو کہ خود محبوب کا جمال انسان کو اپنی طرف جذب کر لے اور دوسری طرف سے اسے ہٹا دے۔

دوسری چیز یہ کہ محبوب سے کامل ترین محبت ہو اور اس کی محبت میں حتی الامکان کوشش کی جائے اور اس سے تقرب و نزدیکی حاصل کرنے کی سعی کی جائے اور اس تک پہنچنے میں ہمہ قسم کا ایثار کیا جائے اور ہر چیز سے اس کے تقرب کو مقدم سمجھا جائے۔

ہر عقل مند انسان یہ سمجھتا ہے کہ حصولِ محبوب کی لذت باعتبار قوت محبت کے ہے، جس قدر محبت قوی اور زیادہ ہو گی اسی قدر لذت زیادہ ہو گی۔ مثلاً جسے پیاس کی شدت زیادہ ہو گی اسے ٹھنڈے پانی کی لذت زیادہ حاصل ہو گی۔ جسے بھوک زیادہ ہو گی اسے کھانا زیادہ مرغوب ہو گا اور کھانے میں زیادہ لذت حاصل ہو گی۔ ایسی بے شمار مثالیں تم کو مل سکتی ہیں۔

نیز لذت باعتبار شوق' شدت ارادہ اور شدت محبت کے ہوتی ہے جس قدر شوق' ارادہ' محبت زیادہ اور قوی ہو گی لذت زیادہ ہو گی۔

جب تم یہ معلوم کر چکے تو اب یہ سمجھ لو کہ لذت و سرور اور فرحت و مسرت فی نفسہ مطلوب چیز ہے بلکہ ہر عقل مند کی زندگی کا مقصود اعلیٰ ہے جب کہ لذت فی نفسہ ایک مطلوب چیز ہے تو وہ لذت جس کے بعد بڑے سے بڑا رنج اور تکلیف پہنچے یا وہ لذت جو اس سے بڑی لذت سے محروم کر دے وہ قابل مذمت لذت ہو گی۔ اب بتاؤ اس لذت کے متعلق تم کیا کہتے ہو جس کے

بعد انسان کو بڑی سے بڑی بے پناہ حسرتیں برداشت کرنی پڑیں اور جس کی وجہ سے وہ اعلیٰ سے اعلیٰ لذتوں سے محروم ہو جائے؟

واقعہ یہ ہے کہ وہی لذت قابل تعریف اور موجب ستائش ہے جس کے اندر کسی قسم کی تلخی اور کدورت نہ ہو اور یہ لذت آخرت اور آخرت کی نعمتوں کی لذت ہے۔ انسان کی بہتر عیش اور مرغوب زندگی اسی لذت سے وابستہ ہے' چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝﴾

(اعلیٰ : ۸۷/۱۶-۱۷)

''بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت دنیا سے کہیں بہتر اور زیادہ پائیدار ہے۔''

فرعون کے جادوگروں نے ایمان لانے کے بعد یہ نعرہ لگایا تھا:

﴿ فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝﴾

(طٰہٰ : ۲۰/۷۲)

''اے فرعون! جو تُو کر سکتا ہے کر گزر تو دنیا ہی کی زندگی پر حکم چلا سکتا ہے۔''

اور اللہ نے مخلوق کو پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ اپنے بندوں کو اور طاعت گزاروں کو جنت الخلد کی اس دائمی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔ دنیا ختم ہونے والی ہے۔ دنیا کی لذتیں فانی اور کدورتوں سے پر ہیں۔ بخلاف آخرت کی لذتوں کے کہ یہ لذتیں حقیقی لذتیں ہیں اور ہمیشہ باقی رہنے والی لذتیں ہیں۔ آخرت کی لذتیں اور نعمتیں خالص' صاف ستھری اور کدورتوں اور آلام سے پاک ہیں۔ جنت کی لذتیں جنت کی نعمتیں ایسی مرغوب ہیں کہ ہر انسان ان کی آرزو کرتا ہے اور آنکھیں ان سے لذت اندوز ہوتی ہیں اور پھر یہ لذتیں' دائمی' ابدی لذتیں ہیں اور کسی کو معلوم نہیں کہ اللہ نے اپنے بندوں کے لیے کیا کیا اور کیسی کیسی چیزیں پردہ غیب میں مخفی رکھ چھوڑی ہیں؟ جنت میں تو وہ وہ چیزیں اللہ نے رکھ چھوڑی ہیں کہ آج تک نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں نہ اب تک کسی انسان کے قلب میں اس کا خطرہ اور خیال گزرا ہے اور ناصح [1] قوم کا مقصد اس قول سے یہی تھا:

﴿ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۝ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۡ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِىَ دَارُ الْقَرَارِ ۝﴾ (مومن : ۴۰/۳۸-۳۹)

[1] یہ ناصح قوم وہ تھا جو فرعون کے گھرانے میں سے تھا اور ایمان سے شرف اندوز ہونے کے بعد اپنی قوم کو نصیحت کر رہا تھا۔

''اے میری قوم! تم میری تابعداری کرو میں تم کو سیدھا راستہ دکھاؤں گا۔ اے میری قوم اس دنیا کی زندگی کے بس چند روزہ فائدے ہیں اور آخرت ہی ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔''

اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ خبر دیتا ہے کہ دنیا ایک متاع اور سامان ہے جس سے انسان کچھ استفادہ استمتاع کرسکتا ہے ہمیشہ کا ٹھکانا اور جگہ تو آخرت ہے۔

جب تم معلوم کر چکے کہ دنیا کی لذتیں ایک متاع اور سامان کی حیثیت رکھتی ہیں اور آخرت کی لذتوں کا ذریعہ ہیں۔ دنیا مقصود بالذات بنا کر پیدا نہیں کی گئی۔ لہٰذا جو لذت کو آخرت کی لذت کی طرف پہنچائے اس سے لذت اندوز ہونا قابل مذمت نہیں ہے۔ بلکہ بایں حیثیت کہ یہ لذت آخرت کی لذت کا ذریعہ ہے قابل تعریف ہے۔

سب سے بڑی اخروی نعمت ولذت:

اب یہ سمجھ لو کہ آخرت کی بڑی سے بڑی نعمت ولذت یہ ہے کہ بندے کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہو اور اس کا کلام سننا میسر آئے اور اس سے تقرب ونزدیکی حاصل ہو۔

جیسا کہ رویت باری کے متعلق ایک صحیح حدیث کے اندر مروی ہے:

((فَوَا اللّٰہِ مَا اَعۡطَاھُمۡ شَیۡئًا اَحَبَّ اِلَیۡھِمۡ مِنَ النَّظۡرِ اِلَیۡہِ)) ①

''قسم اللہ کی! انہیں اس سے زیادہ کوئی محبوب چیز نہیں دی گئی کہ وہ اس کو دیکھیں گے۔''

ایک دوسری حدیث ہے: ((انہ اذا تجلی لھم و رأوہ نسوا ما ھم فیہ من النعیم))

جب اللہ تعالیٰ ان کے سامنے تجلی فرمائے گا تو وہ لوگ اپنی ساری نعمتیں بھول جائیں گے۔

نسائی اور مسند احمد میں سیدنا عمار بن یاسر کی حدیث ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی دعاؤں میں فرماتے تھے:

((وَاَسۡئَلُکَ اللّٰھُمَّ لَذَّۃَ النَّظۡرِ اِلٰی وَجۡھِکَ الۡکَرِیۡمِ وَالشَّوۡقَ اِلٰی لِقَائِکَ)) ②

''اے اللہ! میں تیرے رخ کریم سے لذت نظر' اور تیری ملاقات کا شوق تجھ سے مانگتا ہوں۔''

عبداللہ بن امام احمد کی کتاب السنہ میں یہ مرفوع حدیث مروی ہے:

((کَانَ النَّاسُ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ لَمۡ یَسۡمَعُوا الۡقُرۡآنَ' اِذَ اسۡمِعُوۡہُ مِنَ

① صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب اثبات رویۃ المومنین فی الآخرۃ ربھم (حدیث۔۱۸۱)

② سنن نسائی۔ کتاب السھو۔ باب (۶۲) نوع آخر (حدیث۔۱۳۰۶) مسند احمد (۴/ ۲۶۴) صحیح ابن حبان (۱۹۷۱)

الرَّحْمٰنِ كَاَنَّهُمْ لَمْ يَسْمَعُوْهُ قَبْلَ ذَالِكَ)) ①

’’جن لوگوں نے کبھی اللہ کا قرآن‘ اللہ کی زبان سے نہیں سنا۔ جب قیامت کے دن وہ اللہ کی زبان سے قرآن سنیں گے تو انہیں تو ایسا معلوم ہو گا گویا انہوں نے اس سے پہلے کبھی قرآن سنا ہی نہ تھا۔‘‘

جب یہ بات سمجھ لی گئی تو اب یہ سمجھ لو کہ دنیا کی جس لذت سے آخرت کی یہ لذت حاصل ہو گی وہ سب سے بڑی لذت ہے اور یہ لذت معرفت الٰہی‘ محبت باری تعالیٰ کی لذت ہے۔ یہی لذت دنیا کی لذتوں میں سب سے بڑی نعمت ہے۔ دنیا کی تمام فانی لذتیں اس لذت و نعمت کے مقابلہ میں ایسی ہیں گویا سمندر کے مقابلہ میں قطرہ۔ انسان‘ کی روح‘ انسان کا قلب اور بدن درحقیقت اسی لذت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ پس دنیا میں سب سے بڑی لذت اور سب سے بڑی نعمت اللہ کی معرفت اور اس کی محبت ہے۔ اور جنت میں لذیذ سے لذیذ ترین چیز رویت باری تعالیٰ ہے کہ انسان اللہ کو اپنی آنکھوں سے اپنے سامنے دیکھے گا۔ اللہ کی محبت و معرفت انسان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور روح کی لذت اور قلب کی اصل فرحت و مسرت ہے اور دنیا کی وہ نعمتیں‘ مسرتیں‘ لذتیں جو محبت و معرفت کی لذتوں سے محروم کرنے والی ہوں وہ سراسر مصیبت اور عذاب ہیں۔ کیونکہ یہ لذتیں عذاب سے منقلب ہو جائیں گی۔ اور ان سے لذت اندوز ہونے والا تنگی معیشت میں مبتلا ہو کر رہ جائے گا۔ پس خوشگوار زندگی وہ ہے جو اللہ کے ساتھ‘ اللہ کی رضاء مندی و خوشنودی کے ساتھ گزرے۔ اور یہ زندگی کیسی ہوتی ہے؟ اللہ والوں سے پوچھو! اللہ سے محبت کرنے والوں سے پوچھو۔‘‘

کسی اور اللہ والے کا قول ہے ’’اگر بادشاہ اور بادشاہوں کی اولاد وہ چیز پائیں جو ہمیں حاصل ہے تو رشک کے مارے وہ تلواروں سے ہماری گردنیں اڑا دیں۔‘‘

دنیا کی باطل محبت کے متعلق کہنے والے نے کہا ہے:

وَمَا النَّاسُ اِلَّا الْعَاشِقُوْنَ ذَوُ والْهَوٰى
فَلَا خَيْرَ فِيْمَنْ لَا يُحِبُّ وَيَعْشَقُ

’’ساری دنیا عاشقوں اور محبت کرنے والوں ہی سے تو بھری ہوئی ہے۔ جو کسی سے

---

① السنة لعبدالله بن احمد (۱۲۳) اس میں یہ محمد بن کعب القرظی کا قول ہے۔ مرفوع حدیث نہیں ہے۔ اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدۃ ضعیف راوی ہے۔

محبت نہیں کرتا کسی پر عاشق نہیں ہوا اس کے اندر کوئی خیر نہیں۔"

کسی اور نے کہا ہے:

أُفٌّ لِلدُّنْيَا مَتَى مَالَمْ يَكُنْ صَاحِبُ الدُّنْيَا مُحِبًّا اَوْ حَبِيْبًا

"وہ صاحب دنیا جو کسی سے محبت نہیں کرتا یا وہ کسی کا محبوب نہیں اس کی دنیا پر تف ہے۔"

کسی دوسرے نے کہا ہے:

وَلَا خَيْرَ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِيْ نَعِيْمِهَا وَاَنْتَ وَحِيْدٌ مُفْرَدٌ غَيْرُ عَاشِقٍ

"دنیا اور دنیا کی نعمتوں میں کوئی خیر نہیں اگر تو تنہا' اکیلا ہے اور کسی پر عاشق نہیں ہوا ہے۔"

کسی اور شاعر نے کہا ہے:

اُسْكُنْ اِلٰى سَكَنٍ تَلَذُّ بِحُبِّهٖ ذَهَبَ الزَّمَانُ وَاَنْتَ مُنْفَرِدُ

"تم کسی ایسی تسکین سے تسلی حاصل کرو جس کی محبت سے تمہیں لذت حاصل ہو اگر تم منفرد اور تنہا ہو تو زمانہ تمہارے لیے گزر چکا ہے۔"

کسی اور شاعر کا قول ہے:

يَشْكِي الْمُحِبُّوْنَ الصَّبَابَةَ لَيْتَنِي تَحَمَّلْتُ مَا يَلْقُوْنَ مِنْ بَيْنِهِمْ وَحْدِي

"عشاق' محبت کی مصیبتوں کی شکایتیں کرتے ہیں کاش! ان تمام کی مصیبتیں تنہا مجھ پر لاد دی جائیں۔"

فَكَانَتْ لِقَلْبِي لَذَّةُ الْحُبِّ كُلِّهَا فَلَمْ يَلْقَهَا قَبْلِي مُحِبٌّ وَلَا بَعْدِي

"اگر ایسا ہوتا تو مجنوں کی ساری قوتیں تنہا مجھے حاصل ہو جاتیں۔ اور یہ لذتیں نہ مجھ سے پہلے کسی کو ملیں نہ میرے بعد کسی کو ملیں گی۔"

جب اس دنیا کی محبت کا یہ حال ہے تو پھر اس محبت کے متعلق کیا کہو گے جس سے قلوب کی حقیقی زندگی وابستہ ہے اور جو روح کی اصل غذا ہے؟ جس محبت کے بغیر قلب کے لیے نہ کوئی لذت ہے نہ نعمت۔ جس کے بغیر نہ فلاح ہے نہ نجات' نہ ہی زندگی' جب قلب اس محبت سے محروم رہ جائے تو اس کے رنج والم کا کیا حال ہوگا؟ اس کی یہ مصیبت تو آنکھوں کی روشنی کانوں کی سماعت' ناک کی قوت شامہ' زبان کی قوت ذائقہ اور قوت ناطقہ' چلے جانے کی مصیبت سے بھی بڑھ کر مصیبت ہے بلکہ جو قلب اپنے خاطر و خالق' الہ الحق کی محبت سے خالی ہے وہ اس جسم

سے بھی بدتر اور خراب ہے جس سے روح نکل چکی ہو۔ اس حقیقت کو وہی سمجھ سکتا ہے اور وہی اس کی تصدیق کر سکتا ہے جس کے اندر روح اور زندگی موجود ہو مُردوں کو زخموں کی تکالیف کا پتہ کیونکر چل سکتا ہے؟

مقصود یہ ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی اور کامل ترین لذت وہ ہے جو آخرت کی لذت کا ذریعہ ہو اور آخرت کی لذت تک پہنچائے۔

دینوی لذت کی اقسام:

دنیا کی لذتیں تین قسم کی ہیں:

پہلی: یہ کہ وہ لذت آخرت کی لذت کی طرف لے جائے، آخرت کی لذت کا ذریعہ ہو، اور اس لذت سے انسان کو بڑے سے بڑا اجر وثواب ملے۔ یہ سب سے بڑی اور کامل ترین لذت ہے اور مؤمن بندہ اگر کھانے، پینے، لباس، نکاح، جماع، شفاء اپنے اور اللہ کے دشمنوں پر غیض و غضب، قہر وغصہ (جہاد فی سبیل اللہ) میں رضاء الٰہی مقصود رکھے اور اس کی یہ تمام باتیں لوجہ اللہ ہیں تو یہ چیزیں موجب اجر وثواب ہیں۔ جب یہ لذتیں اجر وثواب کا موجب ہیں تو بتاؤ اس لذت کا کیا کہنا جو معرفت الٰہی، محبت الٰہی، شوق لقاء باری تعالیٰ سے حاصل ہوتی ہے؟ اور جو جنت نعیم میں رؤیت باری تعالیٰ کی موجب ہے؟

دوسری: لذت وہ ہے جو بندے کو آخرت کی لذت سے محروم کر دے۔ اس قسم کی لذت میں بڑے بڑے مصائب و آلام موجود ہیں۔ مثلاً: ان لوگوں کی لذتیں جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں سے رشتہ جوڑ لیتے ہیں اور آپس میں باہم ایک دوسرے سے متمتع ہوتے ہیں۔ آخرت میں ایسے لوگ اللہ کے حضور میں کہیں گے:

﴿ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِیْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ۭ ۝ ﴾ (انعام: ۶/ ۱۲۸)

''اے ہمارے پروردگار! ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ حاصل کیا تھا اور ہم اپنی اس معین مدت تک پہنچے جو تو نے ہمارے لیے مقرر کی تھی''

اور مثلاً بدکاروں، ظالموں، مفسدوں، متکبروں، ہیکڑی بازوں کی لذت کہ ایسی لذتیں استدراج اور اللہ کی جانب سے امتحان ہیں۔ تاکہ انہیں بعد میں بڑے بڑے آلام و مصائب

کے اندر مبتلا کر دے اور آخرت کی بڑی سے بڑی لذت سے انہیں محروم کر دیتے جس طرح کہ کسی کے آگے لذیذ کھانا زہر آلود کر کے رکھ دیا جاتا ہے' اس سے کھانے والے کی موت یقینی ہے لیکن یہ ایک استدراج ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَ اُمْلِيْ لَهُمْ ۚ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝ ﴾ (قلم : ۶۸/ ۴۴'۴۵)

"ہم انہیں اس طرح آہستہ آہستہ کھینچیں گے کہ انہیں معلوم بھی نہ ہو گا اور میں انہیں ڈھیل دوں گا میری تدبیر بڑی مضبوط ہے"

بعض سلف صالحین نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے [1] جب یہ لوگ گناہ اور نافرمانی کرتے ہیں' تب ہم انہیں نعمتیں دیتے ہیں۔

﴿ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾

(انعام : ۶/ ۴۴'۴۵)

"یہاں تک کہ جو نعمتیں ان کو ملی تھیں ان کو پا کر خوش ہوئے۔ یکا یک ہم نے ان کو پکڑا پھر تو وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے"

اور اسی قسم کے لذت اندوز لوگوں کے حق میں اللہ کا یہ ارشاد ہے:

﴿ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۚ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝ ﴾ (مومنون : ۲۳/ ۵۵'۵۵)

"کیا یہ یوں سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہم جو بھی ان کے مال و اولاد بڑھا رہے ہیں وہ ان کے لیے بھلائیوں میں جلدی کر رہے ہیں۔ نہیں نہیں بلکہ یہ سمجھتے ہی نہیں"۔

اور ایسے ہی لوگوں کے حق میں اللہ کا یہ ارشاد ہے:

﴿ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۚ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۝ ﴾ (توبہ : ۹/ ۵۵)

"اے پیغمبر! پس آپ کو ان کے مال و اولاد تعجب میں نہ ڈال دیں۔ اللہ کی چاہت یہی ہے کہ اس سے انہیں دنیا کی زندگی میں ہی سزا دے (اور مبتلائے عذاب رکھے)"

---

[1] تفسیر درمنثور (۳/ ۲۱۸)

یہ ساری لذتیں، بالآخر بڑے بڑے مصائب و آلام میں تبدیل ہو جائیں گی جیسا کہ کسی نے کہا ہے:

مَآرِبُ كَانَتْ فِي الْحَيَاةِ لِأَهْلِهَا
عَذَابًا فَصَارَتْ فِي الْمَعَادِ عَذَابًا

''بہت سی چیزیں جو دنیا میں ان کو شیریں اور مرغوب تھیں آخرت میں ان کے لیے عذاب بن کر رہ گئیں۔

تیسری: لذت وہ ہے جس سے آخرت میں اسے نہ لذت ملے گی نہ اسے تکلیف پہنچے گی اگرچہ آخرت کے کمال میں اس سے کچھ نقص ضرور ہوگا۔ یہ وہ مباح لذتیں ہیں جن سے آخرت کی لذتوں کے لیے استعانت نہ کی جائے۔

اس قسم کی لذتوں سے لذت اندوز ہونے کا زمانہ نہایت قلیل اور مختصر ہے بندے کو چاہیئے انہی لذتوں میں اپنے کو مشغول رکھے جو اس کے لیے موجب خیر وفلاح ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں اسی قسم کی لذتوں کے متعلق فرمایا ہے:

((كُلُّ لَهْوٍ يَلْهُوْ بِهِ الرَّجُلُ فَهُوَ بَاطِلٌ، إِلَّا رَمْيَةً بِقَوْسِهِ وَتَادِيْبَهُ فَرَسَهُ، وَمَلَاعَبَتَهُ امْرَأَتَهُ فَإِنَّهُنَّ مِنَ الْحَقِّ)) [1]

''آدمی کا ہر کھیل باطل ہے مگر کمان سے تیر چلانا گھوڑے کو ادب سکھانا اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا یہ کھیل حق ہے۔''

جو لذت مطلوب لذت کی معاونت کرے وہ حق ہے اور جو لذت اس لذت کی معاونت نہ کرے باطل ہے۔

❀❀❀

---

[1] سنن ابی داود۔ کتاب الجهاد۔ باب فی الری (حدیث۔۲۵۱۳) سنن نسائی۔ کتاب الخیل۔ باب تادیب الرجل فرسه (حدیث۔۳۶۰۸) اسناده ضعیف

فصل : ۱۱۱

محبتِ قرآن اور محبتِ یزداں

مذکورہ محبت بری اور قابل مذمت نہیں ہے۔ بلکہ محبت کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا بھی اسی قسم کی محبت ہے۔ محبت سے ہماری مراد ایک خاص محبت ہے اور وہ یہ کہ محبت کرنے والے کے قلب کو اس کے ذکر وفکر کی تمام قوتوں کو اپنی طرف موڑ لے ورنہ رسول اللہ ﷺ کی محبت تو ہر مسلمان کے قلب میں موجود ہے۔ آپ کی محبت کے بغیر کوئی آدمی مسلمان ہی نہیں ہوسکتا۔ اور محبت کے بے شمار درجات اور مراتب ہیں جن کا احصاء و احاطہ اور شمار کرنا مشکل ہے۔

یہ محبت لطف و مہربانی کے جذبات پیدا کرتی ہے' مصائب و تکالیف کا بوجھ ہلکا کرتی ہے' بخیل کے اندر سخاوت کی روح پیدا کرتی ہے' بزدلوں کو بہادر' دلیر بنا دیتی ہے' ذہن اور عقل میں

لطافت و پاکیزگی پیدا کرتی ہے' نفس میں تازگی پیدا کرتی ہے اور حقیقی عیش و زندگی کو خوشگوار بناتی ہے۔ یہ تمام مقدس صفات حرام صورتوں کی محبت اور حسن پرستی سے حاصل نہیں ہوسکتیں۔

قیامت کے دن جب کہ بندے اللہ کے حضور میں حاضر ہوں گے اور بندوں کے سرائر اور اعمال مخفیہ ظاہر ہوں گے۔ ایسے بندوں کے سرائر اور اعمال تمام سے بہتر ہوں گے ان کے سرائر میں سرتاسر خیر و فلاح ہی ہوگی۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

سَيَبْقِىْ لَكُمْ فِىْ مُضْمَرِ الْقَلْبِ وَالْحَشَا
سَرِيْرَةُ حُبٍّ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ

"قلب اور اندرون شکم قلب کی محبت کے سرائر باقی رہیں گے۔ اس دن تک کہ جس دن سرائر ظاہر کیے جائیں گے۔"

یقیناً یہ محبت چہرے کو نورانی کرتی ہے' سینے میں انشراح و فراخی پیدا کرتی ہے' قلب کو زندہ کرتی ہے' اور جو حال محبت الٰہی کا ہے' وہی حال محبت کلام الٰہی کا ہے کیوں کہ کلام الٰہی کی محبت علامت ہے محبت الٰہی کی۔ اگر تم اپنے اندر یا کسی دوسرے کے اندر محبت الٰہی کا اندازہ کرنا چاہتے ہو تو دیکھ لو کہ تمہارے اندر یا اس کے اندر محبت کلام الٰہی کس قدر ہے؟ آلات طرب و سرور گانے بجانے کی سماعت کا شوق زیادہ ہے یا قرآن حکیم سننے کا؟ کیونکہ جو آدمی جس سے محبت کرتا ہے اس کی باتیں اسے سب سے زیادہ محبوب اور مرغوب ہوتی ہیں جیسا کہ کہا گیا ہے:

اِنْ کُنْتَ تَزْعَمُ حُبِّی فَلِمَ هَجَرْتَ کِتَابِی؟ اَمَا تَأَمَّلْتَ مَا فِیْهِ مِنْ لَذِیْذِ خِطَابِی؟

''اگر تو میری محبت کا دم بھرتا ہے تو پھر تو نے میرا خط کیوں چاک کر دیا؟ میرے لذیذ و مرغوب خطاب پر تو نے غور و تامل کیوں نہیں کیا؟'' سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

((لَوْ طَهُرَتْ قُلُوْبُنَا لَمَا شَبِعَتْ مِنْ کَلَامِ اللّٰهِ)) [1]

''اگر ہمارے قلوب پاک ہوتے تو کلام الٰہی سے کبھی شکم سیر نہ ہوتے۔''

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ایک محبّ اپنے حقیقی محبوب کے کلام سے سیر بھی کس طرح ہو سکتا ہے؟

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((اِقْرَأْ عَلَیَّ)) ''کچھ قرآن مجھے پڑھ کر سناؤ۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: قرآن تو آپ پر اترا ہے اور میں پڑھ کر سناؤں؟ آپ ؐ نے فرمایا:

((اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَیْرِیْ))

''میں پسند کرتا ہوں کہ میں کسی دوسرے سے قرآن سنوں۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۂ نسا شروع کی یہاں تک کہ اس آیت پر پہنچے:

﴿ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝ ﴾ (النسا: ۴/۴۱)

''بھلا اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت کے گواہ طلب کریں گے۔ اور اے پیغمبر! ہم تمہیں بھی اس امت کی گواہی کے لیے طلب کریں گے۔''

[1] کتاب الزهد (ص: ۱۵۹)

تو عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: ((حَسْبُكَ)) ''اتنا کافی ہے؟''

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنا سر اونچا کر کے رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ رو رہے ہیں۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ [1]

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ جب بھی کسی جگہ جمع ہوتے اور ان میں سیدنا ابوموسیٰ اشعریؓ موجود ہوتے تو سب مل کر فرمائش کرتے۔ ابوموسیٰ! کچھ قرآن سنا دو۔ سیدنا ابوموسیٰ قرآن پڑھتے اور صحابہ کرام بڑے غور سے سنتے۔ [2]

قرآن حکیم سے محبت رکھنے والوں کا وجد' ذوق' لذت' حلاوت' مسرت' سماع شیطانی اور گانے بجانے والے کے وجد' ذوق' لذت وحلاوت اور مسرت سے لاکھوں درجے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اگر تم کسی آدمی کو دیکھو کہ اسے اشعار سننے کا شوق زیادہ ہے۔ اشعار سے اس کے اندر ذوق و وجد کس قدر پیدا ہوتا ہے؟ اور پھر دیکھو اسے قرآن حکیم سننے سے ذوق' وجد پیدا ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر قرآن حکیم سننے سے ذوق و وجد پیدا نہیں ہوتا تو اس کا حال وہ سمجھو جو کسی شاعر نے کہا ہے:

تُقْرَ عَلَيْكَ الْخَتْمَةُ وَأَنْتَ جَامِدٌ كَالْحَجَرِ ۔۔۔ وَبَيْتٌ مِنَ الشِّعْرِ يُنْشَدُ تَمِيلُ كَالسُّكْرَانِ

''تیرے سامنے ہم قرآن پڑھتے ہیں تو غیر متحرک پتھر کی مانند ہوتا ہے اور جب کوئی شعر پڑھا جاتا ہے تو بدمستوں کی طرح جھومتا ہے۔''

یہ حالت اس امر کی دلیل ہے کہ اس کا قلب محبت الٰہی سے خالی ہے اور اسے صرف سماع شیطانی سے تعلق ہے اور افسوس ہے فریب خوردہ لوگ سماع شیطانی کو بھی کوئی چیز سمجھتے ہیں۔

عشق وحسن پرستی کے جو فوائد اور منافع پیش کیے گئے ان سے لاکھوں درجہ زیادہ اللہ کی' اللہ کے کلام کی' اللہ کے رسول کی محبت میں فوائد اور منافع موجود ہیں۔ بلکہ اس محبت کے سوا تمام محبتیں بے سود' بے فائدہ اور بے نفع ہیں۔ اس محبت کے سوا جس قدر بھی محبتیں ہیں اگر وہ محبت الٰہی میں اعانت نہیں کرتیں اور حقیقی محبوب کی طرف راہ نمائی نہیں کرتیں تو وہ ساری محبتیں باطل' غلط اور بے سود ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب فضائل القرآن۔ باب قول المقرئ للقاری حسبك (حدیث۔۵۰۵۰)
صحیح مسلم۔ کتاب صلاۃ المسافرین۔ باب فضل استماع القرآن (حدیث۔۸۰۰)

[2] فضائل القرآن لابی عبید (ص:۷۹)

فَصْل : ۱۱۲

عورت سے محبت کرنا جائز ہے؟

عورتوں سے محبت کرنے میں محبّ قابل ملامت نہیں ہے۔ بلکہ عورتوں سے محبت کرنا مرد کا کمال ہے۔ اللہ نے خود بندوں پر اس کا احسان جتایا ہے کہ تمہاری تسکین وتسلی کے لیے ہم نے تمہارے جوڑے بنا دیئے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ ○ ﴾ (الروم: ۲۱/۳۰)

"اور اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ نشانی بھی ہے کہ تمہارے لیے تمہاری ہی جنس کی بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان سے آرام پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور مہربانی قائم کردی ہے"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو مردوں کے لیے تسکین قلب کا موجب بتلایا ہے عورت مرد دونوں میں خالص محبت رحم و مؤدت پیدا کر دی ہے۔ اس کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے وضاحت کر دی کہ کونسی عورتیں مرد کے لیے حلال اور جائز ہیں اور کونسی حرام و ناجائز؟ ارشاد فرمایا:

﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۣ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ○ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ○ ﴾ (النساء: ۲۸،۲۶/۴)

"اللہ چاہتا ہے کہ گزشتہ اقوام کے حالات کھول کھول کر بیان کر دے اور تم کو انہی (نیک لوگوں کے) طریقوں پر چلائے اور تم پر رجوع کرے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے اور اللہ چاہتا ہے کہ تمہاری توبہ قبول کرے اور جو لوگ خواہشات کے

پیرو ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم اس سے بہت دور ہٹ جاؤ"

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں طاؤس رحمہ اللہ کے بیٹے سے بیان کیا ہے کہ طاؤس رحمہ اللہ جب بھی عورتوں کو دیکھ لیتے تو صبر نہ کر سکتے۔ ①

عورت پر نظر پڑے تو کیا کریں؟

صحیح مسلم میں سیدنا جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ یکا یک کسی عورت پر پڑ گئی آپ اسی وقت سیدہ زینبؓ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے اپنی ضرورت پوری کی اور فرمایا:

((اِنَّ الْمَرْاَةَ تُقْبِلُ فِیْ صُوْرَةِ شَیْطَانٍ، وَتُدْبِرُ فِیْ صُوْرَةِ شَیْطَانٍ فَاِذَا رَأَی اَحَدُکُمْ امْرَاَةً فَاَعْجَبَتْهُ فَلْیَأْتِ اَهْلَهٗ فَاِنَّ ذَالِكَ یَرُدُّمَافِیْ نَفْسِهٖ)) ②

"عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ اور شیطان کی صورت میں واپس لوٹتی ہے جب تم میں سے کسی کی نگاہ کسی عورت پر پڑے اور اسے اپنی طرف متوجہ کر لے تو چاہیے کہ وہ اسی وقت اپنی بیوی کے پاس چلا جائے۔ اس سے اس کے نفس کے خیالات دور ہو جائیں گے۔"

اس حدیث کے اندر بہت سے فوائد ہیں: ایک یہ کہ اگر کسی غیر عورت پر نگاہ پڑ جائے اور دل میں اس کی جانب سے خطرات و خیالات پیدا ہو جائیں تو اپنی بیوی سے جو اسی عورت کی ہم جنس ہے اپنی حاجت پوری کر لی جائے۔ اس سے انسان کو تسکین و تسلی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ایک کھانے کی بجائے دوسرا کھانا کھا لینے سے اور ایک کپڑے کی بجائے دوسرا کپڑا پہن لینے سے تسکین و تسلی ہ جاتی ہے۔

دوسرا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اگر کسی عورت کی خوبصورتی شہوت برانگیختہ کر دے تو اسی وقت اس کا علاج کر لیا جائے اور اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ اپنی بیوی سے اپنی خواہش پوری کر لی جائے اس سے اس کی شہوت کم ہو جاتی ہے۔

آپ کا یہ حکم ایسا ہی ہے جیسا کہ آپؐ نے دو باہم محبت کرنے والوں کے متعلق عقد نکاح کر دینے کا حکم دیا تھا جیسا کہ سنن ابن ماجہ میں ایک مرفوع حدیث میں مروی ہے:

---

① تفسیر سفیان ثوری (ص: ۹۳) تفسیر ابن جریر (۵/ ۱۹) حلیة الاولیاء (۴/ ۱۲) تفسیر درمنشور (۲/ ۱۴۲) ② صحیح مسلم۔کتاب النکاح۔باب ندب من رای امراۃ فوقعت فی نفسه (حدیث ۱۴۰۳)

((لَمْ يُرَ لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلُ النِّكَاحِ)) ①

"باہم محبت کرنے والوں کے لیے نکاح سے بہتر کوئی چیز نہیں۔"

عاشق کا نکاح معشوق سے کر دینا ہی اس کے عشق کی دوا ہے۔ اس مرض کی یہ دوا اللہ نے از روئے شرع اور قدر مقرر کر دی ہے۔

یہ دوا اللہ کے پیغمبر سیدنا داوٗد علیہ السلام نے بھی کی کہ حرام سے احتراز کرتے ہوئے نکاح سے کام لیا۔ کسی عورت سے محبت ہوگئی تو اسے اپنے نکاح میں لے لیا۔ اس بارے میں سیدنا داوٗد علیہ السلام کی توبہ تو بارگاہ الٰہی میں ان کی قدر و منزلت اور عالی درجہ کے اعتبار سے تھی۔ اس سے زیادہ ہم اس بارے میں یہاں کچھ نہیں کہنا چاہتے۔

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے قصہ پر بھی ہم کچھ روشنی ڈال دیتے ہیں۔ قصہ یہ ہے کہ سیدنا زید رضی اللہ عنہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دینا چاہتے تھے۔ ان میں باہم موافقت نہیں تھی۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور ان کو علیحدہ کرنے کے متعلق آپ کی رائے طلب کی۔ آپؐ نے ان کو طلاق دینے سے روک دیا لیکن آپ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ سیدنا زید رضی اللہ عنہ جلد انہیں چھوڑ دیں گے اور یہ بھی آپ کو معلوم تھا کہ ان کی علیحدگی کے بعد آپ ان سے نکاح کریں گے لیکن یہ بات آپ اپنے دل میں مخفی رکھتے تھے کہ لوگ اس بارے میں چرچا کریں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کیا۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے نہیں تھے بلکہ متبنیٰ (منہ بولے بیٹے) تھے لیکن عرب متبنیٰ کو بیٹا کہتے تھے۔ رب العالمین کا یہ مقصد تھا کہ بندوں کی مصلحتوں کے پیش نظر اس بارے میں ایک عام قانون بنا دیا جائے۔ جب سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی اور ان کی عدت طلاق پوری ہوگئی تو آپ نے اپنے لیے سیدنا زید رضی اللہ عنہ کو پیغام دے کر بھیجا۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے مکان پر پہنچے اور دروازے کی طرف پیٹھ کر کے کھڑے ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لے کر گئے تھے۔ غیرت نے تقاضہ نہ کیا کہ منہ سامنے کر کے کھڑے ہوں۔ دروازے سے دور رہ کر آواز دی: زینب رضی اللہ عنہا میں تمہارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنے گھر کی مسجد کے محراب میں کھڑی ہوگئیں اور نماز شروع کر دی۔ چنانچہ آپ کے نکاح

① سنن ابن ماجه. کتاب النکاح. باب ماجاء فی فضل النکاح (حدیث۔۱۸۴۷) مستدرك حاکم (۲/ ۱۶۰)

کی ولایت خود ربِّ قدوس نے کی اور عرش معلیٰ پر رسول اللہ ﷺ سے آپ کا نکاح کر دیا اور اللہ کی جانب سے یہ وحی اتری:

﴿ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا ۝ ﴾ (احزاب : ۳۳/ ۳۷)

''پھر جب زید نے اس عورت سے غرض پوری کر لی تو ہم نے تمہارے ساتھ اسکا نکاح کر دیا۔''

اس آیت کے اترنے کے بعد رسول اللہ ﷺ فوراً سیدہ زینبؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اس بات پر ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی دوسری بیویوں کے سامنے فخر کیا کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح تمہارے گھر والوں نے پڑھایا ہے لیکن میرا نکاح تو عرش معلیٰ پر خود اللہ تعالیٰ نے پڑھایا ہے۔ [1] رسول اللہ ﷺ اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا قصہ یہ ہے۔

یہ امر یقینی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عورتوں سے محبت رکھتے تھے جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جسے نسائی نے اپنے سنن میں اور طبرانی نے اپنی اوسط میں بھی روایت کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمُ النِّسَاءِ وَالطِّیْبُ، وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَیْنِی فِی الصَّلَاةِ)) [2]

''تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں مجھے محبوب ہیں عورتیں خوشبو اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔''

یہ ٹھیک ٹھیک حدیث کے الفاظ ہیں۔ باہر کا ایک لفظ نہیں، جیسا کہ بعض نے یہ الفاظ بڑھائے ہیں: حبب الي من دنيا كم ثلاث (تمہاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں محبوب ہیں۔)

امام احمدؒ نے اپنی کتاب الزھد میں کچھ اور الفاظ بھی روایت کیے ہیں: أصبر عن الطعام والشراب والا أصبر عنهن (میں کھانے پینے سے صبر کر سکتا ہوں، لیکن عورتوں سے صبر نہیں کر سکتا)۔

اللہ تعالیٰ کے دشمن یہودی رسول اللہ ﷺ سے حسد کرتے اور کہتے تھے کہ محمد ﷺ کا بڑا

---

[1] صحيح بخاري۔ كتاب التوحيد۔ باب (وكان عرشه على الماء) (حديث۔۷۴۲۰) مختصراً۔ صحيح مسلم۔ كتاب النكاح۔ باب زواج زينب بنت جحش رضی اللہ عنہا (حديث۔۱۴۲۸) یہ تفصیل صحیح مسلم کی روایت میں ہے۔

[2] مسند احمد (۳/ ۱۲۸) سنن نسائي۔ كتاب عشرة النساء۔ باب حب النساء (حديث۔۳۳۹۱) المعجم الاوسط للطبراني (۵۷۶۸) لیکن اس میں ''دنیاکم'' کی بجائے ''من الدنیا'' کے الفاظ ہیں۔

مقصد یہ ہے کہ عورتوں سے شادیاں کرتے رہیں۔ اللہ نے یہود کے خیالات کی تردید فرمائی اور جتا دیا کہ آپ ﷺ کی شان نہایت بلند ہے، فرمایا:

﴿أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ﴾ (النساء: ۴/۵۴)

''یا اللہ نے جو اپنے فضل سے لوگوں کو نعمت عطا فرمائی ہے، اس پر جل مرتے ہیں۔''

امام الحنفاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے نکاح میں سیدہ سارہ جیسی حسین وجمیل اور دنیا جہان کی عورتوں سے زیادہ خوبصورت تھیں۔ پھر بھی آپ نے سیدہ ہاجرہ سے اپنا رشتہ قائم کیا۔ سیدنا داوٗد کے پاس ننانوے بیویاں تھیں۔ لیکن ایک اور عورت سے محبت ہو گئی تو اس سے نکاح کر کے سو پوری کر لیں۔ ① سیدنا داوٗد کے بیٹے سیدنا سلیمان علیہما السلام ایک رات میں ننانوے بیویوں کے پاس جایا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے پوچھا: آپ کو کس بیوی سے زیادہ محبت ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ سے۔ ② سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

((إِنِّي رُزِقْتُ حُبَّهَا)) ③ ''مجھے ان کی محبت دی گئی ہے۔''

پس معلوم ہوا کہ عورتوں سے محبت کرنا انسانی کمالات میں سے ہے چنانچہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((خَيْرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَكْثَرُهُمْ نِسَاءً)) ④

''اس امت میں بہترین آدمی وہ ہے جس کی عورتیں زیادہ ہیں۔''

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے جلولا ⑤ کی فتح کے موقع پر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حصہ میں ایک باندی آئی تھی' نہایت خوبصورت تھی۔ اس کی گردن ایسی تھی گویا چاندی کی صراحی۔ اسے دیکھ کر سیدنا عبداللہ سے صبر نہ ہو سکا اور لوگوں کی موجودگی میں اسے چومنا شروع کر دیا۔ ⑥ اس واقعہ سے امام احمد رحمہ اللہ نے اسیر شدہ باندیوں سے فائدہ اٹھانے کے جواز پر استدلال کیا

---

① صحیح بخاری۔ کتاب الایمان والنزور۔ باب کیف کانت یمین النبی ﷺ (حدیث۔۶۶۳۶) صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب الاستثناء فی الیمین (حدیث۔۱۶۵۴) ② صحیح بخاری۔ کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب قول النبی ﷺ "لو کنت متخذ اخلیلا" (حدیث۔۳۶۶۲) صحیح مسلم۔ کتاب فضائل الصحابۃ۔ باب من فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ (حدیث۔۲۳۸۴)
③ صحیح مسلم۔ کتاب فضائل الصحابۃ۔ باب من فضائل خدیجۃ ام المومنین رضی اللہ عنہا (حدیث۔۷۵/ ۲۴۳۵) ④ صحیح بخاری۔ کتاب النکاح۔ باب کثرۃ النساء (حدیث۔۵۰۶۹)
⑤ جلولا خراسان جاتے ہوئے راستہ میں پڑتا ہے ۱۶ھ میں مسلمانوں اور ایرانیوں میں یہاں سخت جنگ ہوئی تھی اس جنگ میں یہ جاریہ بھی گرفتار ہو کر آئی تھی اور تقسیم میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی تھی۔
⑥ التاریخ الکبیر للبخاری (۱/ ۳۱۹) زم الھوی لابن الجوزی (۱۴۳) اعتدال القلوب للخرائطی (ص:۱۵۰)

ہے۔ استبراء رحم سے قبل جماع و ہم بستری کے سوا دوسرا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ بخلاف اس باندی کے جو چند آدمیوں میں مشترک ہو۔ اس سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ مشترک باندی میں یہ امکان ہے کہ کسی کا حصہ فسخ کیا جائے اور ایسا ہو تو غیر کی باندی سے فائدہ اٹھانا لازم آئے گا اور یہ حرام ہے۔

واقعہ مغیث رضی اللہ عنہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشق کے حق میں معشوقہ سے سفارش فرمائی ہے کہ اس سے نکاح کرلو لیکن معشوقہ نے انکار کر دیا۔ یہ بات سیدنا مغیث اور بریرہ رضی اللہ عنہما کے قصہ میں موجود ہے۔ مغیث رضی اللہ عنہ نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ طلاق دینے کو تو دے دی لیکن اب اس کے پیچھے پھرنے لگے اور اس کے فراق میں زار زار روتے اور ایسے کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں۔ مغیث رضی اللہ عنہ کی یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بریرہؓ سے فرمایا: ((لَوْ رَاجَعْتِيهِ))؟ ''بریرہ اگر پھر تم مغیثؓ کے نکاح میں چلی جاؤ تو؟'' بریرہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ مجھے حکم دے رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، میں سفارش کر رہا ہوں۔ بریرہ نے کہا: یارسول اللہ! اب مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سیدنا عباسؓ سے کہا:

((يَا عَبَّاسُ! أَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيثٍ بَرِيرَةَ وَمِنْ بُغْضِهَا لَهُ؟)) ①

''اے عباس! مغیث کی محبت اور بریرۃ رضی اللہ عنہا کی ان سے نفرت پر آپ کو تعجب نہیں ہوتا؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغیث کو اس محبت کی وجہ سے برا بھلا نہیں کہا کیونکہ عشق و محبت غیر اختیاری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام بیویوں میں باری تقسیم کر دی تھی۔ اور سب سے مساوات برت رہے تھے۔ لیکن پھر بھی بارگاہ الٰہی میں التجاء کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِي فِيمَا أَمْلِكُ، فَلَا تَلُمْنِي فِيمَا لَا أَمْلِكُ)) ②

''اے اللہ! جو میرے اختیار میں ہے میں نے اس طرح تقسیم کر دیا لیکن جو میرے

---

① صحیح بخاری۔ کتاب الطلاق۔ باب شفاعة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی زوج بریرہ (حدیث۔ ۵۲۸۳)

② سنن ابی داود۔ کتاب النکاح۔ باب فی القسم بین النساء (حدیث۔ ۲۱۳۴) سنن ترمذی۔ کتاب النکاح۔ باب ماجاء فی التسویة بین الضرائر (حدیث۔ ۱۱۴۰) سنن نسائی کتاب عشرة النساء باب میل الرجل الی بعض نسائه (حدیث۔ ۳۳۹۵) سنن ابن ماجه۔ کتاب النکاح۔ باب القسمة بین النساء (حدیث۔ ۱۹۷۱) اس روایت کا مرسل ہونا راجح ہے۔ دیکھئے الارواء (۲۰۱۸)

اختیار میں نہیں ہے اس میں مجھے ملامت نہ کر۔"

یعنی محبت غیر اختیاری چیز ہے۔ اس میں ملامت نہ کرنا اور یہ اس آیت کی اتباع ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَنْ تَسْتَطِيعُوٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ ۝ ﴾

(نساء: ۴/۵۴)

"تم سے یہ تو کبھی نہ ہو سکے گا کہ اپنی تمام بیویوں میں ہر طرح عدل کرو گو تم اس کی کتنی ہی خواہش و کوشش کرلو"

یعنی محبت و جماع میں مساوات و برابری کرنا بہت دشوار ہے اور اس لیے اللہ نے اس فرمان کے بعد یہی ارشاد فرما دیا کہ مساوات دشوار ہے لیکن تم ایک ہی عورت کی جانب کلیتاً نہ جھک پڑنا۔ فرمایا: ﴿ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ ۝ ﴾ (نساء: ۴/۱۲۹)

"تو بالکل ایک ہی کی طرف مت جھک جاؤ"۔

خلفاء راشدین جو سب سے زیادہ رحم دل تھے۔ عشاق کے حق میں جائز معشوقوں سے سفارش کر دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا عمل تمہیں پہلے معلوم ہو چکا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا بھی یہی عمل تھا۔ ایک مرتبہ رات کے وقت کسی عرب کے لڑکے کو کسی کے گھر میں پا لیا جسے لوگوں نے پکڑ لیا۔ لڑکے سے آپ نے پوچھا: تیرا کیا قصہ ہے؟ اس نے کہا میں چور نہیں ہوں، بلکہ سچا قصہ یہ ہے:

تَعَلَّقْتُ فِي دَارِ الرِّبَا حِي خَوْدَةً لَهَا يَذِلُّ لَهَا مِنْ حُسْنِ مَنْظَرِهَا الْبَدْرُ
فِي بَنَاتِ الرُّوْمِ حُسْنٌ مَنْصِبٌ اِذَا افْتَخَرَتْ بِالْحُسْنِ خَافَبِهَا الْفَخْرُ
فَلَمَّا طَرَقْتُ الدَّارَ مِنْ حُرِّ مُهْجَتِي اَبَيْتَ وَفِيهَا مَنْ تُوقِدُهَا الْجَمْرُ
تَبَادَرَ اَهْلُ الدَّارِبِيْ ثُمَّ صَيَّحُوا هُوَ اللِّصُّ مَحْتُوماً لَهُ الْقَتْلُ وَالْاَسْر

جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کا قصہ سنا تو آپ پر رقت طاری ہو گئی اور مہلب بن رباح سے کہا: اس عورت کے بارے میں اس پر رحم کرو۔ مہلب نے کہا: اس سے پوچھیے یہ کون شخص ہے؟ آپ نے کہا: یہ نہاس بن عیینہ ہے۔ اس نے کہا کہ اچھا جاؤ! یہ باندی میں نے اسے بخش دی۔ سیدنا معاویہؒ نے ایک باندی خریدی۔ اس سے آپ کو انتہا درجہ محبت تھی۔ ایک دن آپ نے اسے یہ شعر پڑھتے سنا:

وَفَارَقْتُهُ كَالْغُصْنِ يَهْتَزُّ فِي الثَّرٰى طَرِيْرًا وَسِيْمًا طَرَّ شَارِبُهُ

سیدنا معاویہؓ نے اس سے پوچھا: ایسا کون شخص ہے؟ اس نے کہا: مجھے میرے پہلے آقا سے محبت ہے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اسے واپس کر دیا اور اس جاریہ کا داغ محبت ہمیشہ آپ کے دل پر رہا۔

زمخشری نے اپنی رباعی کے اندر ایک واقعہ لکھا ہے کہ زبیدہ جب مکہ معظمہ جا رہی تھی تو مکہ معظمہ کے راستہ میں ایک دیوار پر یہ شعر لکھے دیکھے:

اَمَافِی عِبَادِ اللّٰہِ اَوْ فِی اِمَامِہٖ
کَرِیْمٌ یُجْلِی الْھَمَّ عَنْ ذَاھِبِ الْعَقْلِ
لَہٗ مُقْلَۃٌ اَمَّا الْمَاقِی قَرِیْحَۃٌ
وَاَمَّا الْحَشَا فَالنَّارُ مِنْہُ عَلٰی وِجْلٍ

زبیدہ نے نذر مانی کہ اگر میں اس لکھنے والے کو پالوں گی تو میں ضرور اسے اس کے محبوب سے ملا دوں گی۔ چنانچہ زبیدہ مزدلفہ میں تھی تو اس نے سنا کوئی یہ شعر پڑھ رہا ہے۔ زبیدہ نے اسے بلایا اور اس سے پوچھا۔ اس نے کہا: یہ شعر میں نے اپنے چچا کی لڑکی کے متعلق لکھے ہیں۔ میرے چچا کے گھر والے اس لڑکی کا نکاح مجھ سے کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔ ان لوگوں نے قسم کھائی ہے کہ اس کا نکاح میرے ساتھ نہیں کریں گے۔ یہ قصہ سننے کے بعد زبیدہ نے اس کے قبیلہ کے لوگوں کو بلایا اور تمام کو مالا مال کر دیا۔ اور انہیں منا کر اس لڑکی کا نکاح اس سے کرا دیا۔ نکاح کے بعد زبیدہ نے لڑکی کی جانچ کی تو معلوم ہوا یہ بھی اس نوجوان پر عاشق اور شیفتہ تھی۔ بلکہ اس نوجوان کو جس قدر اس سے عشق تھا' اس سے کہیں زیادہ اسے اس نوجوان سے عشق تھا۔ زبیدہ ہمیشہ اپنے اس کام کو اپنے تمام نیک کاموں میں منفرد و ممتاز سمجھتی رہی اور اس پر فخر کرتی رہی اور کہا کرتی تھی کہ مجھے اس کام سے بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ میں نے ایک نوجوان لڑکے اور لڑکی کو ان کے مقصد تک پہنچا دیا اور دونوں کا نکاح کر کے ایک جگہ جمع کر دیا۔

خرائطی نے کہا ہے کہ سلیمان بن عبدالملک کے پاس ایک غلام اور ایک باندی تھی ان دونوں میں انتہا سے زیادہ عشق و محبت تھا۔ ایک دن اس غلام نے اس جاریہ کے نام یہ اشعار لکھ بھیجے:

وَلَقَدْ رَأَيْتُكَ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّمَا
اَسْتَقَيْتَنِي مِنْ مَاءِ فِيكَ الْبَارِدِ
وَكَانَ كَفُّكَ فِي يَدِي وَكَأَنَّنَا
بِتْنَا جَمِيعًا فِي فِرَاشٍ وَاحِدِ
فَطَفِقْتُ يَوْمِي كُلَّهُ مُتَرَا قِدًا
لَارَاكَ فِي نَوْمِي وَلَسْتُ بِرَاقِدِ

اس باندی نے اس کے جواب میں یہ لکھ بھیجا:

خَيْرًا رَأَيْتُ وَكُلُّ مَا اَبْصَرْتَهُ
سَتَنَالُهُ مِنِّي بِرَغْمِ الْحَاسِدِ
اِنِّي لَاَرْجُوْاَنْ تَكُوْنَ مُعَانِقِي
وَتَبِيْتُ مِنِّي فَوْقَ ثَدْيٍ نَاهِدِ
وَرَاكَ بَيْنَ خَلَاخِلِي وَدَمَالِجِي
وَاَرَاكَ فَوْقَ تَرَائِبِي وَمَحَاسِدِي

سلیمان کو جب یہ قصہ معلوم ہوا تو اس نے ان دونوں کا نکاح کر دیا اور دونوں کو خلعت و مال سے خوب نوازا۔

جامع بن مرجیہ نے کہا ہے: میں نے مفتی مدینہ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا: آدمی کسی سے عشق و محبت رکھے تو کوئی گناہ نہیں ہے؟ انہوں نے جواب دیا ''ملامت اس پر ہے جو تمہارے اختیار میں ہو۔ اس کے بعد سعید نے فرمایا: قسم اللہ کی! یہ مسئلہ مجھ سے کسی نے نہیں پوچھا اور اگر کوئی دوسرا پوچھتا تو میں جواب بھی نہ دیتا اور دیتا تو یہی دیتا جو تمہیں دیا ہے۔

عورتوں سے محبت کی اقسام:

عورتوں سے عشق تین قسم کا ہے:

پہلا عشق: وہ جو عین تقرب الٰہی اور اطاعت و ثواب کا موجب ہے اور وہ یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی یا باندی سے محبت کرے۔ یہ عشق مفید اور موجب اجر و ثواب ہے۔ یہ عشق انسان کو ان مقاصد کی طرف لے جاتا ہے جن مقاصد کے لیے نکاح شروع ہوا ہے۔ یہ عشق اسے اس کی

آنکھ اور قلب کو غیر کی جانب مائل ہونے سے روکتا ہے اور اسی سبب سے یہ عشق عند اللہ اور عند الناس قابل تعریف سمجھا جاتا ہے۔

دوسرا عشق: وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی خفگی' ناراضی اور دوریٔ رحمت کا موجب ہے۔ یہ عشق دین و دنیا دونوں کے لیے سخت مضر ہے اور وہ امردوں (بغیر داڑھی والے نوجوان) کا عشق ہے۔ امردوں کے عشق میں جو بھی مبتلا ہوا اللہ کی نگاہ سے گر گیا۔ اور اللہ نے اسے اپنے دروازے سے نکال دیا۔ اس کے قلب کو اپنے سے دور پھینک دیا۔ یہ بندے کے لیے بڑے سے بڑا حجاب ہے جو اسے اللہ سے دور رکھتا ہے۔ جیسا کہ بعض اسلاف کا قول ہے:

''جو بندہ اللہ کی نگاہ سے گر جاتا ہے اللہ اسے امردوں کی محبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔''

یہ محبت قوم لوط میں عام تھی اور اس قوم کی یہ جبلت بن چکی تھی۔ یہ مرض اس قوم میں عام طور پر پھیل گیا تھا اور اس قوم پر جو عذاب الٰہی اترا اسی عشق کی وجہ سے اترا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝ ﴾ (حجر : ۱۵/۷۲)

''تمہاری عمر کی قسم! یہ لواطت کرنے والے لوگ اپنی بدمستی میں سرگرداں ہیں (جھوم رہے ہیں)''

اس مرض کا علاج اور دوا یہ ہے کہ بندہ اللہ مقلب القلوب کی بارگاہ میں دعاء والتجاء اور فریاد و زاری کرے اور اللہ سے قریب ہونے کی کوشش کرے اور اپنے آپ کو ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رکھے اور سچے دل کے ساتھ اللہ کے سامنے روئے اور گڑ گڑائے' اللہ سے تعلق جوڑے' اس عشق سے جو مصائب و آلام پہنچتے ہیں اور اس لذت سے جو لذتیں فوت ہوتی ہیں ان پر غور کرے اور خوب غور کرے کہ اس محبت سے محبوب اعظم سے رشتہ ٹوٹ جائے گا اور بڑے سے بڑا عذاب اس پر مسلط ہو جائے گا۔ ان تمام باتوں کے بعد بھی یہ آدمی اپنے محبوب اعظم کے مقابلہ میں اس محبوب کو ترجیح دیتا ہے تو اب اسے چاہیئے کہ اپنی جان پر تکبیر جنازہ پڑھ لے اور سمجھ لے کہ یہ بلا اور مصیبت پوری طرح اس پر قابو پا چکی ہے۔ جس سے نجات و رستگاری دشوار ہے۔

تیسرا عشق: وہ ہے جو مباح اور غیر اختیاری ہے۔ مثلاً کسی کے سامنے ناگہانی طور پر کوئی عورت آ گئی اور بلا مقصد و ارادہ ناگہانی طور پر اس پر اس کی نگاہ پڑ گئی اور اس سے اس کے اندر عشق کی آگ بھڑک اٹھی۔ لیکن اس عشق کی وجہ سے اس سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا اور اس نے

کوئی نافرمانی نہیں کی۔ یہ عشق غیر اختیاری ہے جس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے نہ ملامت ہے۔ لیکن اس قسم کے عاشق کے حق میں زیادہ سے زیادہ مفید بات یہ ہے کہ حتی الامکان اس کی مدافعت کرے اور اللہ سے محبت کا رشتہ مضبوط کرنے کی کوشش کرے۔ یہ چیز اس کے حق میں سب سے زیادہ مفید اور سود مند ہے۔ نیز اس پر فرض ہے کہ اپنے محبت کو چھپائے اور اس کی ابتلاؤں پر صبر کرے۔ صبر کرنے سے اللہ اسے اجر وثواب سے نوازے گا۔ اور اس نے جو کچھ صبر کیا اور گناہ سے بچتا رہا' خواہشات سے اجتناب کیا' اللہ کی رضاء مندی تلاش کی' اور اللہ اس کے صلہ میں جو کچھ عطاء فرمائے گا اسے مقدم سمجھا تو اللہ اسے بہت کچھ دے گا۔ اس کا عوض و بدلہ بہت بھاری اور قیمتی ہوگا۔

فصل: ۱۱۳

عشاق کی قسمیں

عشاق کی تین قسمیں ہیں:

اول: وہ جو جمال مطلق سے عشق رکھتا ہے۔

دوم: وہ جو جمال مقید پر عاشق ہوتا ہے۔ چاہے وصل کی طمع و آرزو ہو یا نہ ہو۔

سوم: وہ عاشق جو صرف وصل کی تمنا اور طلب رکھتا ہے۔

عشق کی یہ ہر سہ ۳ قسمیں باعتبار قوت وضعف بلحاظ شدت وخفت مختلف ہیں اور اس کے بے شمار درجات ومراتب ہیں۔

جمال مطلق کے عاشق کا عشق ایسا ہوتا ہے کہ وہ ہر وادی ہر میدان میں گھومتا پھرتا ہے۔ ہر صاحب جمال، ہر خوبرو اس کا معشوق ومطلوب ہوتا ہے۔

يَوْمًا بِحَزْوَى وَيَوْمًا بِالْعَقِيقِ
وبَالْعَذِيبِ يَوْمًا وَيَوْمًا بِالْخُلَيْصَاءِ
وَتَارَةً يَنْتَحِي نَجدًا وَآوِنَةً
شِعْبَ الْعَقِيقِ وَطُوْرًا تَصْرَ تَيْمَاءِ

اس قسم کے عاشق کا میدان بہت وسیع ہوتا ہے۔ اس کا عشق قائم، دائم اور ثابت نہیں ہوتا کبھی یہاں کبھی وہاں کبھی اِدھر، کبھی اُدھر:

تم ہرجائی سہی ہمارا یہ طور سہی
تم نہ سہی اور سہی اور نہیں تو اور سہی

يُهِيمُ بِهٰذَا ثُمَّ يُعْشَقُ غَيْرَهُ
يَسْلَاهُمْ مِنْ وَقْتِهِ حِيْنَ يُصْبِحُ

جمال مقید یعنی کسی ایک معشوق کا عاشق اپنے معشوق کے جمال پر قائم اور ثابت قدم ہوتا ہے۔ اس کی محبت دیر پا اور محبت کی پہلی قسم کے مقابلہ میں زیادہ قوی اور سخت ہوتی ہے کیونکہ یہاں جمال اور محبت دونوں جمع ہو جاتے ہیں لیکن اس میں یہ بات ہے کہ جب وصل کی امید منقطع ہو جاتی ہے تو یہ عشق کمزور ہو جاتا ہے۔

وہ عاشق جمال جو وصل کی امید اور آرزو رکھتا ہے۔ وہ عقل مند، سمجھ دار اور دانشمند عاشق ہے اور اس کی محبت قوی اور سخت ہوتی ہے۔ کیونکہ وصل کی امید اس عشق کی اعانت کرتی ہے اور اسے تقویت پہنچاتی ہے۔

فصل : ۱۱۴

حدیثِ عشق پر نقد وتبصرہ

اب رہی وہ حدیث جو عشق کے بارے میں سوید بن سعیدؒ بیان کرتے ہیں کہ:

((مَنْ عَشِقَ وَعَفَّ))

''جو عاشق ہوا اور پاکدامن رہا۔''

تو اس روایت کے حدیث ہونے سے تمام حفاظ اسلام اور ماہرین حدیث نے انکار کیا ہے۔ چنانچہ ابن عدی نے اپنی کتاب کامل میں لکھا ہے:

(هٰذَا الْحَدِيْثُ أَحَدُ مَا أُنْكِرَ عَلٰى سُوَيْد)) ①

''سوید کی بیان کردہ یہ بھی ایک حدیث ہے جس کی بنا پر اسے منکر الحدیث کہا گیا ہے۔''

امام بیہقی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ ابن طاہر نے ذخیرہ اور تذکرہ کے اندر یہی لکھا ② ہے۔ ابو الفرج ابن الجوزی نے بھی یہی لکھا ہے اور اس حدیث کا شمار موضوعات (من گھڑت روایتوں) میں کیا ③ ہے۔ اور ابو عبداللہ الحاکم نے بھی سوید کے اس تساہل پر انکار کیا ہے وہ کہتے ہیں:

((اِنِّي اَتَعَجَّبُ مِنْهُ)) ''مجھے سوید پر تعجب ہو رہا ہے۔''

اب میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ صحیح بات یہی ہے کہ یہ حدیث نہیں بلکہ ابن عباسؓ کا قول ہے سیدنا ابن عباسؓ پر موقوف ہے۔ رسول اللہ ﷺ تک مرفوع نہیں ہے۔ سویدؒ نے اسے مرفوع کہنے میں غلطی کی ہے۔ چنانچہ ابو محمد بن خلف بن المرزباں کہتے ہیں حدثنا ابو بکر بن الازرق عن سوید الخ اس اسناد پر میں نے ابو بکر کو ڈانٹا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا ذکر چھوڑ دیا۔ چنانچہ بعد میں جب کبھی بھی ان سے اس حدیث کے متعلق پوچھا گیا تو کبھی انہوں نے اسے مرفوع نہیں کہا اور واقعہ بھی یہ ہے کہ ایسی بات کلام نبوت ہو ہی نہیں سکتی۔

---

① الکامل (۳/ ۱۲۶۳) ② التذکرہ (۸۴۲) ③ العلل المتناهية (۲/ ۲۸۵)

اب رہی خطیب کی روایت جو زہری بیان کرتے ہیں [1] کہ

حدثنا المعافی بن زکریا حدثنا قطبة بن الفضل ' قال حدثنا احمد بن محمد بن مسروق حدثنا سوید بن مسهر عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة مرفوعاً

یہ ایک فاش غلطی ہے۔ جس کے اندر علم حدیث کی بو بھی ہوگی وہ اس روایت کو سوید عن هشام عن ابیه عن عائشه کی اسناد کو تسلیم نہیں کرے گا۔ خود ہماری شہادت یہ ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ کبھی روایت نہیں کیے۔ نہ عروہ نے کبھی سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے یہ الفاظ روایت کیے ہیں' نہ ہی ہشام نے کبھی یہ الفاظ روایت کیئے ہیں۔

رہ گئی ابن الماجشون کی حدیث جو انہوں نے عن عبدالعزیز بن ابی حازم عن ابن ابی نجیح عن مجاهد عن ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے کہ یہ ابن الماجشون پر صریح اتہام ہے۔ انہوں نے کبھی یہ حدیث بیان نہیں کی اور نہ ان سے زبیر بن بکار نے کبھی یہ حدیث روایت کی ہے۔ یہ وضاعین حدیث (حدیثیں گھڑنے والوں) کی خصوصی کارستانیاں ہیں۔ سبحان الله! اس اسناد کے ساتھ یہ حدیث تعجب کی بات ہے۔ قبح اللہ الوضاعین

یہ حدیث ابو الفرج ابن الجوزی [2] نے من حدیث محمد بن جعفر بن سهل: حدثنا یعقوب بن عیسیٰ عن ولد عبد الرحمن بن عوف عن ابن ابی نجیح عن مجاهد مرفوعاً روایت کی ہے یہ ایک فاش غلطی ہے۔ یہ محمد بن جعفر وہی خرائطی تو ہے جس کا انتقال ۳۲۷ھ میں ہوا ہے۔ یہ یعقوب بن ابی نجیح کو جن کو وہ اپنا استاد کہہ رہے ہیں کیونکر پا سکتا ہے؟ اور کس طرح یہ اس کے استاد ہو سکتے ہیں؟ جب کہ دونوں کی ملاقات ہی ممکن نہیں ہے۔ خصوصاً جب کہ انہوں نے اس حدیث کو کتاب الاعتدل [3] میں اس اسناد سے پیش کیا ہو۔ عن یعقوب هذا عن الزبیر عن عبدالملك عن عبدالعزیز عن ابن ابی نجیح نیز خرائطی حدیث کے بارے میں ضعیف الروایت مشہور

---

[1] تاریخ بغداد (۵/ ۱۵۶ ۲/ ۵۰ ۱۱/ ۲۱۸)

[2] العلل المتناهیة (۱۲۸۸)

[3] اعتدال القلوب (ص:۷۹)

ہے [1] جیسا کہ ابوالفرج نے ''کتاب الضعفاء'' کے اندر بیان کیا ہے۔

حدیث کے انکار پر حفاظ اسلام اور ناقدین حدیث کا قول میزان عدل کا حکم رکھتا ہے پس اس روایت کے متعلق بھی ان ہی کے قول کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ جن کی طرف علم حدیث کے بارے میں رجوع کیا جاتا ہے' جن کے قول پر صحیح و غلط ہونے کا فیصلہ کیا جا سکتا ہو اور جسے حدیث کے بارے میں تسامح اور تساہل کی عادت نہ ہو۔ ایسے لوگوں میں کسی نے اس حدیث کو صحیح یا حسن نہیں کہا۔ یہاں اس قدر کہنا کافی ہے کہ ابن طاہر وہ شخص ہے جس نے تصوف سے متعلق احادیث بیان کرنے میں بہت بڑے تساہل و سستی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ساری غث و سمین' رطب و یابس حدیثیں جمع کر دی ہیں خصوصاً ایسی احادیث جو صحیح البطلان اور منکر ہیں۔

البتہ سیدنا ابن عباس پر انکار نہیں کیا جا سکتا [2] کہ یہ ان کا قول ہو سکتا ہے کیونکہ ابو محمد بن حزم [3] نے سیدنا ابن عباسؓ سے عشق کے بارے میں ایک قول نقل کیا ہے۔ جو اس قول کے قریب قریب ہے کہ ایک آدمی عشق کی بیماری میں مر گیا تو لوگوں نے اس کی موت کے متعلق آپ سے سوال کیا آپ نے اس کا یہ جواب دیا:

((قَتِیلُ الهَوَیٰ لَا عَقلَ وَلَا قَوَدَ))

''محبت کے مقتول کی دیت ہے نہ قصاص۔''

آپ سے ایک اور روایت بھی مروی ہے کہ میدان عرفات میں ایک نوجوان کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ جو کبوتر کی طرح تڑپ رہا تھا۔ آپ نے پوچھا: اسے کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ عشق کا مارا ہوا ہے چنانچہ آپ اسکے بعد ہمیشہ بارگاہ الٰہی میں عشق سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

اس کا ذکر پہلے بھی گزر چکا ہے پس یہ ہے وہ جو ان سے روایت کیا گیا بس۔

((مَنْ عَشِقَ وَعَفَّ وَکَتَمَ وَمَاتَ فَھُوَ شَھِیدٌ))

کی تفسیر و تشریح۔ اگر اس کی مزید توضیح و تشریح درکار ہے تو اور سن لو رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث میں شہداء کا ذکر آیا ہے۔ حدیث بالکل صحیح ہے [4] اس حدیث میں آپ نے فرمایا ہے: مقتول فی الجہاد شہید ہے' جو ہیضہ سے مر جائے وہ شہید ہے' جل کر مر جائے' وہ شہید ہے' بچہ کی

---

[1] دیکھئے اس بات پر شیخ البانی ؒ کا (الضعیفہ: ۱/ ۵۸۹)

[2] زاد المعاد (۳/ ۳۰۶) [3] طوق الحمامۃ (۱/ ۲۵۷)

[4] سنن ابی داود۔ کتاب الجنائز۔ باب فی فضل من مات بالطاعون (حدیث۔۳۱۱۱) ←

پیدائش کے بعد جو عورت حالت نفاس میں مر جائے وہ شہید ہے۔ پانی میں ڈوب کر مر جائے وہ شہید ہے اور جو ذات الجنب کی بیماری سے مر جائے وہ بھی شہید ہے۔ اس حدیث میں عشق سے مر جانے والے کا کہیں ذکر نہیں۔

اور پھر یہ کہ اگر سیدنا ابن عباس سے یہ اثر ثابت ہو جائے [1] تب بھی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عاشق اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ:

- اللہ کے خوف کے بارے میں صبر نہ کرے۔
- اللہ کے خوف سے پاک دامن نہ رہے۔
- جب تک وہ اللہ کے لیے اپنی محبت دنیا والوں سے نہ چھپائے۔
- اور یہ تمام باتیں بھی اس وقت پائی جا سکتی ہیں جب کہ وہ اپنے محبوب پر قدرت پائے۔
- اور باوجود قدرت وقابل وقابو کے محبت الٰہی اور رضائے الٰہی کو ترجیح دے۔
- اور صبر و پاکدامنی سے کام لے۔

اس قسم کا محبّ قرآن کے اس حکم میں شامل ہو سکتا ہے:

﴿ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۝ ﴾ (نازعات: ۷۹/ ۴۰،۴۱)

''اور جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اپنے آپ کو نفسانی خواہشوں سے روکتا رہا اس کا ٹھکانا بہشت ہے۔'' نیز اس فرمان کے ماتحت آ سکتا ہے:

﴿ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ۝ ﴾ (رحمن: ۵۵/ ۴۶)

''جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے (کھڑا ہو کر دنیا کے اعمال سے متعلق جوابدہی کے خوف) سے ڈرتا رہا اس کے لیے دو باغ ہیں۔''

ہم اللہ العظیم رب العرش الکریم کی جناب میں دعاء کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان لوگوں میں شامل کرے جو ہوس پرستی کے مقابلہ میں اللہ کی محبت کو اللہ کی خفگی کے مقابلہ میں اس کی رضاء مندی کو ترجیح دیتے ہیں اور اللہ کریم سے اس کا تقرب و رضاء مندی چاہتے ہیں۔ امین یارب العالمین

سنن نسائي- كتاب الجنائز- باب النهى عن البكاء على الميت (حدیث۔۱۸۴۵، ۳۱۹۴) سنن ابن ماجه- كتاب الجهاد- باب مايرجى فيه الشهادة (حدیث۔ ۲۸۰۳) البتہ ان میں سے صرف تین مجاہد ہیضہ سے مرنے والے اور ڈوبنے والے۔ کا ذکر صحیحین کی روایت میں ہے۔ دیکھئے۔ صحيح بخاري- كتاب الجهاد باب الشهادة سبع سوى القتل (حدیث۔۲۸۲۹) صحيح مسلم- كتاب الامارة- باب بيان الشهداء (حدیث۔۱۹۱۴) [1] المنار المنيف للهنف (۶۳) زاد المعاد (۳/ ۳۰۶)

مثالی مسلمان مرد

- ایک مرد ایک مثالی مسلمان مرد کیسے بن سکتا ہے؟ کہ ہر جگہ اس کی راہوں میں آنکھیں بچھائی جائیں، اس کی بات مان کر خوشی محسوس کی جائے۔
- ایک مثالی مرد اپنے رب کو کیسے مناتا ہے؟ کہ ہر دکھ و تکلیف سے اپنے پروردگار کی مدد پا کر نجات پا جائے۔
- مثالی مسلمان مرد اپنی ذات کو دوسروں کے سامنے کس طرح پیش کرتا ہے؟ کہ اس کے عزت و وقار میں اضافہ ہی اضافہ ہو۔
- مثالی مرد اپنے والدین سے کس طرح کا سلوک کرتا ہے؟ کہ لوگ عش عش کر اٹھیں۔
- مثالی مرد کا تعلق اپنی بیوی کے ساتھ کیسا ہوتا ہے؟ جو اس کی دنیا اور آخرت کی کامیابی کا ضامن ٹھہرے۔
- مثالی مرد اپنی اولاد کے ساتھ کس طرح کا برتاؤ کرتا ہے؟ کہ جو بڑھاپے میں اس کے لیے سکون کا جھونکا ثابت ہو۔
- مثالی مرد کا تعلق اپنی بیٹی اور داماد کے ساتھ کیسا ہوتا ہے؟ کہ جس سے گھر رشک چمن بن کر مہک اٹھے۔
- مثالی مرد کا تعلق اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ کیسا ہوتا ہے؟ جو خاندان بھر میں اس کو سر بلند کر دے۔
- مثالی مرد کا تعلق اپنے قرب و جوار میں محلے داروں اور پڑوسیوں کے ساتھ کیسا ہوتا ہے؟ کہ جو پڑوس سے ہی اس کے مددگار و غمگسار پیدا کرنے کا باعث بنے۔
- مثالی مرد کا تعلق اپنے دوستوں اور بھائیوں کے ساتھ کیسا ہوتا ہے؟ کہ جو اس کے متعلق ہر سو نیک نامی کی خوشبو بانٹتے پھریں۔
- مثالی مرد کا تعلق و رابطہ اپنے معاشرے کے ساتھ کیسا ہوتا ہے؟ کہ جس کی بنا پر وہ اس کا آئیڈیل و رہنما اور قابل تعظیم ہستی بن جائے۔

اگر آپ یہ سب کچھ جاننا چاہتے ہیں!!
اگر آپ بھی معاشرے کے مثالی فرد بننا چاہتے ہیں...... کہ جس کی ہر جگہ عزت ہو...... اگر آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کو اپنا آئیڈیل بنائیں۔ یوں آپ دنیا میں بھی کامیاب و کامران ہوں اور آخرت میں جنتوں کے وارث بن سکیں تو آج ہی اس کتاب "مثالی مسلمان مرد" کا مطالعہ خود بھی کریں، اپنے بچوں، بھائیوں اور دوستوں کو بھی کروائیں۔
یقیناً آپ دنیا و آخرت میں آئیڈیل بن جائیں گے۔ ان شاء اللہ

مثالی مسلمان عورت

- ایک عورت ایک مثالی مسلمان عورت کیسے بن سکتی ہے؟ کہ ہر جگہ اس کی راہوں میں آنکھیں بچھائی جائیں، اس کی بات مان کر خوشی محسوس کی جائے۔
- ایک مثالی عورت اپنے رب کو کیسے مناتی ہے؟ کہ ہر دکھ و تکلیف سے اس کی مدد پا کر نجات پا جائے۔
- مثالی مسلمان عورت اپنی ذات کو دوسروں کے سامنے کس طرح پیش کرتی ہے؟ کہ اس کے عزت و وقار میں اضافہ ہی اضافہ ہو۔
- مثالی عورت اپنے والدین سے کس طرح کا سلوک کرتی ہے؟ کہ لوگ عش عش کر اٹھیں۔
- مثالی عورت کا تعلق اپنے خاوند کے ساتھ کیسا ہوتا ہے؟ جو اس کی دنیا اور آخرت کی کامیابی کا ضامن ٹھہرے۔
- مثالی عورت اپنی اولاد کے ساتھ کس طرح کا برتاؤ کرتی ہے؟ کہ جو بڑھاپے میں اس کے لیے سکون کا جھونکا ثابت ہو۔
- مثالی عورت کا تعلق اپنی بیٹی اور داماد کے ساتھ کیسا ہوتا ہے؟ کہ جس سے گھر رشک چمن بن کر مہک اٹھے۔
- مثالی عورت کا تعلق اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ کیسا ہوتا ہے؟ جو خاندان بھر میں اس کو سر بلند کر دے۔
- مثالی عورت کا تعلق اپنے قرب و جوار میں محلے داروں اور پڑوسیوں کے ساتھ کیسا ہوتا ہے؟ کہ جو پڑوس سے ہی اس کے مددگار و غمگسار پیدا کرنے کا باعث بنے۔
- مثالی عورت کا تعلق اپنی سہیلیوں اور بہنوں کے ساتھ کیسا ہوتا ہے؟ کہ جو اس کے متعلق ہر سو نیک نامی کی خوشبو بانٹتی پھریں۔
- مثالی عورت کا تعلق و رابطہ اپنے معاشرے کے ساتھ کیسا ہوتا ہے؟ کہ جس کی بنا پر وہ اس کی آئیڈیل و رہنما اور قابل تعظیم ہستی بن جائے۔

اگر آپ یہ سب کچھ جاننا چاہتی ہیں!!
اگر آپ بھی معاشرے کی مثالی خاتون بننا چاہتی ہیں...... کہ جس کی ہر جگہ عزت ہو...... اگر آپ چاہتی ہیں کہ لوگ آپ کو اپنا آئیڈیل بنائیں۔ یوں آپ دنیا میں بھی کامیاب و کامران ہوں اور آخرت میں جنتوں کی وارث بن سکیں تو آج ہی اس کتاب "مثالی مسلمان عورت" کا مطالعہ خود بھی کریں، اپنی بچیوں، بہنوں اور سہیلیوں کو بھی کروائیں۔
یقیناً آپ دنیا و آخرت میں آئیڈیل بن جائیں گی۔ ان شاء اللہ

غم نہ کریں

غم نہ کریں

دار الابلاغ
پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز
فون: 0300-4453358 042-7361428